طمعِ خام

از قلم امیر حمزہ

عصر کے بعد سے ہی حویلی میں رات کا کھانا بننے لگا تھا دونوں اطراف موجود لان کے درمیان میں بنی روش پہ چلتی وہ سفید یونیفارم میں ملبوس ستے ہوئے چہرے کے ساتھ حویلی میں داخل ہو گئی۔۔۔

سب سے پہلے اس نے کاندھے پہ لٹکے بیگ کو بے پروائی سے صوفے پہ پٹخا اور پھر خود تقریباً لیٹنے کے انداز سے صوفے پہ گر گئی۔۔۔

"ہائے کوئی پانی ہی پلا دو" وہ گہرے گہرے سانس لے کر بول رہی تھی جیسے کالج سے حویلی تک کا سفر پیدل کیا ہوا

کچن میں موجود سفینہ نے سبزی کاٹنی چھوڑ دی

"کہاں چلی۔؟" وہ فریج کی طرف بڑھ رہی تھی جب بوا نے اس سے پوچھا

"وہ باہر مرحا باجی اکیڈمی سے آئی ہیں پانی مانگ رہی ہیں" اس نے باہر کی جانب اشارہ کر کے کہا

"ہائے میں صدقے کیسی آواز آئی تیرے کانوں میں اسکی میں تو پورا دن بھلے چیخ چیخ کر مر جاؤں میرے پاس تو نہیں آتی تو یوں سر پہ پاؤں رکھ کر" انہوں نے ہنڈیا میں چمچہ چلانا چھوڑ دیا تھا مسئلہ بھون گیا تھا تقریباً

"نہیں۔۔۔وہ۔۔۔بوا" سفینہ شرمندہ سی ہو گئی

"وہ خود پی لے گی تو کام کر چل شاباش" سفینہ نے سر ہلایا اور دوبارہ سبزی کاٹنے لگی اور باہر مرحا "ہائے ہائے" ہی کر رہی تھی

"حد ہے اگر جو کوئی میری اس گھر میں سن لے" وہ جھنجھلا کے کھڑی ہو کر بولتی ہوئی کچن میں آ گئی

"میں نے شاید پانی مانگا تھا" وہ کچن کے دروازے پہ کھڑی ہو کر سینے پہ ہاتھ باندھ کر بولی۔۔۔لہجہ چبھتا ہوا سا تھا

"کیا ہم سے مانگا تھا۔؟" سفینہ کے بولنے سے پہلے بوا بولیں انداز میں حیرت

"شاید" اس نے اسی انداز میں جواب دیا

"ہم نے نہیں سنا پی لو اب خود ہی" وہ کہہ کر دوبارہ کام میں مصروف ہو گئیں مرحا ان کی اس حرکت پہ جل کر رہ گئی

"آپ کہیں سے میری پھوپو نہیں لگتیں ایسے لگتا ہے جیسے ہٹلر ہوں" اس نے فریج سے پانی نکال لیا

"ایک آپ اور محب دونوں ہی میرے پیچھے لگے رہتے ہیں" اس نے مزید کہا اور پانی کو گلاس میں انڈیل لیا

"اول تو یہ ہم اتنے فارغ نہیں ہے بی بی جو تمہارے پیچھے لگیں دوم تمہیں ٹوکتے اس لیے ہیں تاکہ تم یہ اپنا آلسی پنا چھوڑ دو اور سوم لاکھ بار کہا ہے محب کو بھائی کہا کرو پورے سترہ سال بڑا ہے تم سے" بوا اس کی طرف پلٹ کر بولیں۔۔۔ سفینہ بھی کام چھوڑ کر ان کی باتیں سننے لگی

"اوہ بس کر دیں میں کوئی آلسی نہیں ہوں اتنے کام کرتی ہوں کالج پھر اکیڈمی اور پھر گھر آکر بھی پڑھائی کرتی ہوں"

"پھر بھی تمہیں پاس ہونے کے لیے دو سال کا عصر درکار ہوتا ہے ہر کلاس میں" سفینہ نے بے ساختہ ہنسی دبائی مسکراہٹ بوا کے چہرے پہ بھی تھی پر اس میں کچھ طنز شامل تھا اور مرحا کے سر پہ لگی اور تلووں پہ بجھی

"میں اپنی پوری کوشش کرتی ہوں میرے ساتھ بورڈ والے دھوکا کرتے ہیں بے ایمان ہیں وہ سب، میرے نمبر دوسری لڑکیوں کو دے دیتے ہیں" اس نے قدرِ جذباتی لہجے سے کہا۔۔۔بوا نے بھنویں اوپر کیں

"ہاں بالکل دنیا کی لائق اور مظلوم ترین لڑکی تو تم ہی ہو جس کے ساتھ ہر بار سانحہ ہو جاتا ہے اور تمہارے نمبر تو اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ وہ تمام لڑکیوں میں بنٹ جاتے ہیں اور تمہارے پاس بچتے نہیں" مرحا نے خشمگیں نگاہوں سے بوا کو دیکھا پھر پانی کو ہونٹوں سے لگالیا

"تو کیا اُلو کی طرح ہمیں دیکھ رہی ہے کام کر کام" انہوں نے سفینہ کو ڈپٹا تو وہ تیزی سے کام میں لگ گئی

"کل تمہارا رزلٹ ہے نا۔؟" مرحا کے گلے میں بے ساختہ پانی پھنس گیا اسے نہیں پتہ تھا کہ اس کے رزلٹ کی ڈیٹ گھر میں کسی کو پتہ ہو گی۔۔۔

"محب کی کل تمہارے پرفیسر سے بات ہوئی تھی انہوں نے بتایا تھا کہ اف ایس سی کا کل رزلٹ ہے" اس کی حیران ہوتی شکل کو دیکھ کر بوا نے کہا

"کیا محب کو اور کوئی کام نہیں ہے جو میری رپورٹیں لیتے پھرتے ہیں۔؟" وہ چڑ گئی

"ہیں بہت سے کام ہیں پر کیا کریں اب بدقسمتی سے تم ہماری بچی ہو اس لیے رپورٹ تو لینی ہی پڑتی ہے" وہ اتنا کہہ کر رکیں پھر

"اور تمہیں کوئی کروڑ بار کہہ چکے ہیں کہ محب کو بھائی کہنے کا گناہ کر لیا کرو اچھا لگتا ہے یوں بات بات پہ اپنے سے بڑوں کا نام لینا۔؟" بوا نے غصے سے کہا۔ مرحا نے سر جھٹکا

"میرے بھائی نہیں ہیں وہ میں نے سنا تھا کہ بھائی وہی ہوتا ہے جسے اللہ آپ کا بنا کر بھیجیں کزن، کرن ہی ہوتے ہیں بھائی وائی نہیں ہوتے "

"میں کسی دن تمہارا اگلا دبا دوں گی مرحا کیا فضول بولتی رہتی ہو اپنے بچوں کی طرح پروا کرتا ہے وہ تمہاری اور تم سے اتنا نہیں ہوتا کہ بھائی کہہ کر اس غریب کو عزت بخش دو"

"بچوں کی طرح پروا کرتے ہیں نا۔؟ تو ابا جی کہہ لیا کروں گی بھائی تو میں بھی نہیں کہتی" اس نے کہا اور گلاس رکھ کر ہنستی ہوئی تیزی سے نکل گئی بوا پیچھے اپنا سر پیٹ کر رہ گئیں

مرحا دو سال کی تھی جب اس کے امی ابو کا کار ا کیسڈینٹ میں انتقال ہوا مرحا کا ان کے علاوہ اس دنیا میں سگا صرف محب اور بوا ہی تھے

جب وہ لوگ مرحا کو اپنے ساتھ لائے اس وقت سے محب کا اس کے ساتھ سب سے زیادہ وقت گزرتا تھا وہ اس کی ایک ایک چیز کی پروا کرتا تھا۔۔۔

&&&&&&&&&&&&

" ہر سو پھیل رہی ہے تغافل کی دُھند"

" مجھے ڈر ہے میری مسکان کھو نا جائے اس میں"

اس نے فون کان سے لگا کر کچھ اداسی سے کہا دوسری جانب محب کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا

"بوا نے کچھ کہا ہے۔؟ "

"ان کے علاوہ میرا اس گھر میں کون دشمن ہو سکتا ہے۔؟" مرحا روہانسی ہو کر بولی جبکہ وہ کچھ دیر پہلے محب کو بھی اپنا دشمن ہی کہہ رہی تھی

"کیا کہا ہے بتاؤ مجھے۔؟ "

"یہ ہی کہ میں مفت میں روٹیاں توڑتی ہوں کام وام مجھے آتا نہیں پورا دن چھلانگیں مارتی پھرتی ہوں اور میں ایک فضول لڑکی ہوں۔!" مرحا نے انداز ویسا ہی رکھا اور کاغذ پہ لکھی گئی اپنی اسکرپٹ پڑھتی گئی اور توقف دیا پھر کہا

"کیا میں ایسی ہوں محب۔؟" وہ دوسری جانب سے اسے سمجھاتا ہوا بولا

"نہیں تم ایسی نہیں ہو میں کہہ دوں گا بوا کو کہ مرحا کو یہ سب نہ کہا کریں ٹھیک ہے۔؟" محب کا اتنا کہنا تھا کہ اس کے چہرے پہ مسکان دوڑ گئی اور یہی وہ محبت تھی جس نے مرحا کو بگاڑا ہوا تھا

"ہاں جی ٹھیک ہے اب آپ کام کریں" مرحا نے کہہ کر فون بند کر دیا اور پھر بانہیں پھیلا کر انگڑائی لی

"یہ ہو گیا مجھے پانی نہ پلانے کا بدلہ۔ اب بوا کچھ بھی کہہ لیں محب تو میری سائیڈ ہی لیں گے" وہ اپنی کارکردگی پہ کافی خوش ہو رہی تھی۔ اس نے یونیفارم اتار دیا تھا اور اب وہ گھر کے سادہ

لباس میں ملبوس سونے کی تیاری میں تھی ۔۔ مرحانے کاغذ پینسل ایک طرف رکھی اور بیڈ پہ لیٹ گئی

_&&&&&&&&&&&&&&&_______________________________

____

"ہائے اللہ میں اسے یہ سب کیوں کہوں گی اور وہ بھی بغیر کسی وجہ کے۔؟" بوا حیران سی محب کو دیکھ رہی تھیں جو ابھی آفس سے آیا تھا سفید شرٹ اور نیلے کوٹ پینٹ میں وہ بہت شاندار لگ رہا تھا کالے بال ماتھے پہ کچھ کچھ بکھرے تھے جنہیں وہ سنوارا نہیں کرتا تھا آنکھوں پہ بغیر فریم کا چشمہ تھا چہرے پہ ہلکی ہلکی داڑھی اور مونچھیں تھیں۔لبوں پہ ہلکی سی مسکان

"اس نے ہی مجھے آفس کال کر کے کہا کہ بوا نے مجھے ڈانٹا ہے" وہ بوا کا حیرت زدہ چہرہ دیکھ کر کچھ کچھ محظوظ ہوا تھا وہ جانتا تھا کہ مرحا جھوٹ بول رہی ہے یہ اس کی پرانی عادت تھی پر وہ آج بوا کو تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔

"آج یہ مرحا کی بچی ایک بار اٹھ جائے بلکہ میں ابھی جاتی ہوں توبہ الزام وہ بھی ایسا" بوا کہتے ساتھ کھڑی بھی ہو گئیں محب تیزی سے بولا

"بوا بوا رکیں" وہ بھی کھڑا ہو گیا

"مذاق کر رہا تھا مجھے پتہ ہے وہ جھوٹ بول رہی تھی میں تو ویسے ہی آپ کو تنگ کر رہا تھا" اس نے اپنی بات واضح کی

"میں تو پھر بھی اس سے پوچھوں گی کہ ایسا جھوٹ بولنے کی اسے کیا ضرورت پیش آگئی آج یہ کہا کل کو تمہیں کال کر کے کہہ دے گی کہ بوا نے مجھے مرا ہے" بوا سخت ناراضی سے بول رہی تھیں پر محب نے انہیں زبردستی بٹھا لیا

"اور آپ کو لگتا ہے میں اس کی بات پہ یقین کر لوں گا۔؟ کیا میں آپ کو نہیں جانتا۔؟ "

"پھر بھی محب" اس نے بوا کا ہاتھ تھاما

"وہ چھوٹی ہے نا سمجھ ہے کہنے دیں جو کہتی ہے آپ بے فکر رہیں" بوا نے اپنا ہاتھ چھڑ یا

"اتنی بھی چھوٹی نہیں ہے اس کی بہت زبان چلتی ہر وقت لڑتی رہتی ہے مجھ سے "

"میں اسے سمجھادوں گا" بوا نے سر جھٹکا

"تم نے سمجھادیا اسے تم تو خود اسے شہ دیتے ہو" محب مسکرادیا

"اچھا بس چھوڑیں ان باتوں کو میں فریش ہو کر آتا ہوں" وہ کہہ کر لاؤنج سے چلا گیا اور پیچھے بوا نے اوپر مرحا کے کمرے کی طرف دیکھا

"ایک بار تو اٹھ جا بیٹے تجھے میں بتاؤں گی" بوا سچ میں مرحا کی یہ جھوٹ بولنے والی عادت زہر لگتی تھی

&&&&&&&&&&&&&&&&

ڈائننگ ٹیبل پہ عجیب سی سرد مہری چھائی تھی سفینہ اور دوسری ملازمائیں کھانا ٹیبل پہ رکھ رہی تھیں محب اور بوا پہلے ہی وہاں موجود تھے پر مرحا ابھی تک نہیں آئی تھی

"مرحا اٹھی نہیں۔؟" محب نے سفینہ سے پوچھا

"جی اٹھ گئیں ہیں بس آرہی ہیں" سفینہ کہہ کر کچن میں چلی گئی تھی

"یہ عجیب عادت اس نے پال رکھی ہے اکیڈمی سے آتی ہے اور کمرے میں گھس کر سو جاتی ہے گھر کے کسی کام میں ہاتھ نہیں بٹاتی" بوا نے کہا

"کوئی بات نہیں چھوٹی ہے" محب نے فوراً مرحا کی سائیڈ لی بوا نے اسے گھورا تو اس نے نظروں کا زاویہ بدل لیا

کچھ دیر میں مرحا بھی چہکتی ہوئی ڈائننگ ٹیبل پہ آگئی آکر محب کو کہا

"کیسے ہیں محب آپ۔؟" کرسی پہ بیٹھ گئی

"بھائی لگا لو اس جملے میں، زبان میں درد نہیں ہو گا" بوا نے چبھتے ہوئے لہجے سے کہا مرحا نے ناگواری سے انہیں دیکھا پھر محب کو نظروں سے اشارہ کیا کہ "دیکھیں ایسا سلوک ہوتا ہے میرے ساتھ" محب نے لب بھینچ کر بس سر ہلا لیا

"پتہ نہیں لوگ کیوں جلتے ہیں مجھ سے "مرحا نے بوا پہ چوٹ ماری

"جلے میری جوتی "بوا نے استہزائیہ ہنس کر کہا مرحا نے منہ بنالیا اور کھانا کھانے لگی کیونکہ اسے محب نے خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا تھا۔۔

کچھ دیر ڈائننگ ٹیبل پہ خاموشی رہی پھر محب بولا

"کل تمہارا رزلٹ ہے۔؟ "مرحا کے گلے میں نوالہ پھنس گیا محب نے جلدی سے اسے پانی دیا مرحا نے پانی پیا اور گلاس ایک طرف رکھ دیا اور مری ہوئی آواز سے بولی

"جی "بوا نے کھانا چھوڑ دیا اور اب وہ دلچسپی سے مرحا کو دیکھ رہی تھیں کیونکہ ان کی پسند کا موضوع چھڑ چکا تھا

"مرحا دیکھو بچے "محب نے اپنا رخ اس کی جانب کیا

"اب کی بار اگر تم فیل ہو گئیں تو میں بوا کی بات مان لوں گا اور تمہاری پاکٹ منی بند کر دوں گا پر مجھے تم سے امید ہے کہ مجھے اب کی بار ایسا کرنا نہیں پڑے تم پاس ہو جاؤ گی نا۔؟" اس کا انداز بے حد پر امید تھا مرحا زبردستی سا مسکائی۔۔۔ تھوک نگلا

"کوشش کروں گی" اور اس بات پہ بوا نے زور دار قہقہہ لگایا

"یہ پیپر دینے کے بعد رزلٹ والے دن کوشش کرے گی پاس ہونے کی جبکہ اسے یہ کوشش پیپروں میں کرنی چاہیے تھی" وہ بھرپور انداز سے مرحا کا مذاق اڑا رہی تھیں محب نے بوا کو سنجیدگی سے دیکھا تو انہوں نے لب بھینچ لیے

"کل میں تمہارے کالج آؤں گا "

"محب مت جانا بڑی بے عزتی ہو گی" بوا سے بولے بغیر نہ رہا گیا انہوں نے ہنسی پہ قابو کر کے کہا تھا مرحا نے کھا جانے والی نظروں سے انہیں دیکھا یہ ساری آگ انہیں کی لگائی ہوئی تھی

اسے اب انداز ہو رہا تھا کہ محب کو اس کا رزلٹ یاد نہیں تھا یہ بوا ہی بار بار کالج فون کر کے پوچھتی رہی تھیں

"نہیں ایسی بھی بات نہیں ہے مرحا پاس ہو جائے گی" اس نے بوا کو کچھ ناراضی سے کہا پھر مرحا سے مخاطب ہوا

"ہو جاؤ گی نا پاس۔؟" محب کا لہجہ نجانے کیوں یہ پوچھتے خود بخود پر امید سا ہو جاتا تھا پر مرحا خاموش رہی اور اس کی خاموشی ہی محب کو ڈرا رہی تھی

__&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

____

سفینہ کو کمرے میں بلا کر اس نے دروازہ بند کیا اور اسکی جانب پلٹی

"میں نے تمہارے لیے کچھ نکالا ہے میری عزیزہ "

"کیا باجی" سفینہ کا چہرہ کھل گیا

"ادھر آؤ" وہ اسے الماری کی طرف لے گئی اور وہاں سے اپنا ایک جوڑا نکال کر سفینہ کے ہاتھوں میں تھما دیا

"تمہیں یہ پسند تھا نا۔؟" یہ مرحا کا عید کا سوٹ تھا جو اس نے پچھلی سال بنوایا تھا مشکل سے دو بار پہنا ہو گا پہلی بار جب پہنا تھا تو سفینہ نے بے ساختہ دیکھ کر کہا تھا

"باجی بہت اچھا سوٹ جب پرانا ہو جائے تو مجھے دینا" مرحا نے تب کہا تھا" دے ہی نہ دوں "

"اور آج حالت مجھ پہ اتنے تنگ ہو گئے ہیں کہ مجھے اسے اپنا سوٹ دینا پڑ رہا ہے" مرحا نے دکھ سے دل میں سوچا پھر بولی

"اچھا ہے نا۔؟" سفینہ استعجاب سے سوٹ کو دیکھ رہی تھی اسے بھول گیا تھا کہ مرحا نے اس سے پہلے کوئی سوال کیا تھا جب وہ دوبارہ بولی تو سفینہ نے چمکتی آنکھوں سے کہا

"بہت زیادہ" مرحا نے تالی بجائی

"مجھے پتہ تھا تمہیں پسند آئے گا میں نے صرف دو بار پہنا ہے بے شک تم ملازمہ ہو پر میں تمہیں بہن مانتی ہوں اس لیے تمہارے ساتھ کبھی فرق نہیں کیا اور میں نہیں چاہتی کہ ہمارے درمیان کبھی فرق۔۔۔۔"

"باجی کام بتائیں "سفینہ نے سنجیدگی سے پوچھا مرحا کی شریں زبان یک دم بند ہو گئی پھر وہ کھنکاری گلا صاف کیا

"کیا کام کوئی کام نہیں بس ویسے ہی دینے کا دل کیا تو میں نے تمہیں یہ سوٹ دے دیا" وہ مصنوعی سا ہنسی

"اب مجھے تم سے بھلا کیا کام ہو سکتا ہے۔؟" مرحا نے شانے اچکائے اور سفینہ نے بھنویں، مرحا کچھ دیر اسکی اوپر اٹھی بھنوؤں دیکھتی رہی پھر بولی

"ہاں ہوں میں مطلبی میں نے دیا ہے تمہیں یہ سوٹ دل پہ پتھر رکھ کر پر کیا کروں مجھ پہ حالت ہی ایسے آ گئے ہیں اور میں ان مشکل حالت سے اکیلے نہیں لڑ پاؤں گی مجھے تمہارا ساتھ چاہیے

میری بہنوں جیسی دوست" مرحا نے خوب چل پھر کر ماتھے پہ ہاتھ رکھ کر دکھی لہجے میں پوری تقریر کی اور سفینہ کی آنکھیں بھر گئیں

" کہیں باجی کیا کام ہے میں اس سوٹ کے لیے جان" وہ کہتی کہتی رکی تصحیح کی " آپ کے لیے جان بھی دے دوں گی" مرحا جبراً مسکرائی اور اسے کان اپنی جانب کرنے کا کہا اور سرگوشی میں بولنے لگی سفینہ کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں پر وہ انکار کرنے کی حالت میں نہیں تھی

سوٹ اسے بہت خوبصورت لگا تھا

"ٹھیک ہے کام ہو جائے گا" اس نے مرحا کو دیکھ کر کہا مرحا نے سر کے خم سے اسے سراہا وہ سفینہ کی کارکردگی اچھی طرح جانتی تھی اور اسے یقین تھا کہ وہ اسے ناامید نہیں کرے گی

"باقی کا کام میں سنبھال لوں گی" مرحا نے زیرِ لب کہا تھا سفینہ اب سوٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی چہرے پہ زمانے بھر کی خوشی تھی-----

&&&&&&&&&&&&&&&&&&

یہ رات کا دوسرا پہر تھا جب موبائل کے الارام سے اسکی آنکھ کھلی کمرے میں نیم اندھیرا تھا اس نے بے دھیانی میں موبائل اٹھایا اس پہ وقت دیکھا آنکھوں میں نیند بھری ہوئی تھی پر اس نے ہمت کر کے پوری آنکھیں کھولیں اور موبائل کو دوبارہ سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دیا

پھر وہ اٹھی اور اپنے کمرے سے نکل گئی۔بہت احتیاط سے قدم اٹھاتی وہ اب محب کے کمرے کے باہر کھڑی تھی اس نے ہلکا سا دروازے کو دھکیلا تو وہ کھل گیا محب دروازہ لاک کر کے نہیں سوتا تھا اس کی وجہ ہم آگے پڑھیں گے۔۔۔

تو بات ہو رہی تھی دروازہ کھولنے کی مرحا نے دھیرے سے دروازہ کھولا اور بلی کی طرح خاموش قدموں سے اندر داخل ہو گئی سامنے بیڈ پہ وہ بے خبر سو رہا تھا مرحا نے ایک نظر محب پہ ڈالی پھر اس کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کے قریب آ گئی۔۔۔

کمرے میں خاصا اندھیرا تھا اسے سائیڈ ٹیبل پہ محب کا موبائل ڈھونڈنے میں دشواری ہو رہی تھی پر کچھ منٹوں میں اسے وہ مل گیا اور اس نے بغیر دیر کیے موبائل کو پانی کے جگ میں ڈال دیا جو سائیڈ ٹیبل پہ ہی رکھا تھا

"سوری محب یہ ضروری تھا" اس نے کہا اور کمرے سے نکل گئی کمرے کا دروازہ اس نے احتیاط سے دوبارہ بند کر دیا تھا اور اپنے کمرے میں آگئی

نیم تاریکی میں اپنا یونیفارم سیٹ کیا بیگ میں کتابوں سمیت موبائل بھی رکھا اور دوبارہ لیٹ کر آنکھیں موند لیں

وہ نہیں چاہتی تھی کہ محب صبح اس کے کالج آئے کیونکہ وہ اپنا رزلٹ جانتی تھی۔

"کل انشاللہ سفینہ محب کی گاڑی کے ٹائرز کی ہوا ابھی نکال دے گی اور دوسری گاڑی کی چابی اور موبائل میں نے ٹھکانے لگا دیا ہے اب محب کالج نہیں آسکیں گے" اس نے سوچا اور کروٹ لے کر لیٹ گئی محب اس سے بہت محبت کرتا تھا پر اسکا ایک رعب ہمیشہ مرحا کو اپنے حصار میں

لیے رکھتا تھا اسے محب سے ڈر لگتا تھا اس لیے وہ نہیں چاہتی تھی کہ اسے رزلٹ کا پتہ چلے۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

&______________________

صبح مرحا خود سے ہی اٹھ گئی سب کچھ اس نے رات ہی تیار کر لیا تھا۔ اس نے یونیفارم بدلا اور کالج بیگ اٹھا کر کمرے سے نکل گئی۔

"اللہ تمہیں کامیاب کرے" جب وہ ناشتہ کر کے اٹھنے لگی تو بوا نے کہا

"ڈرامے" مرحا نے سر جھٹک کر زیرِلب کہا اور سلام کر کے لاؤنج سے نکل گئی اسے کہیں بھی سفینہ نظر نہیں آئی تھی ورنہ وہ اسے ایک بار پھر یاد کروا دیتی" پر خیر ہے وہ ضرور کام کر دے گی" مرحا نے خود کو تسلی دی اور حویلی سے نکل کر ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔

وہ زیادہ تر محب کے ساتھ کالج جاتی تھی یا پھر ڈرائیور کے ساتھ پر آج کچھ نازک صورتِ حال تھی اس لیے وہ اکیلی ہی جارہی تھی اس کے چہرے پہ واضح پریشانی تھی

______&&&&&&&&&&&&______________________________

____

رزلٹ آنے میں کچھ دیر ہی تھی اور مرحا اپنی دوستوں کے ساتھ اس وقت کالج گراؤنڈ میں بیٹھی تھی۔۔

"اگر تم فیل ہوگئ تو کیا تم دوبارہ ایڈمیشن لو گی۔؟"سیما نے حنا سے پوچھا مرحا بھی اسے دیکھنے لگی

"نہ بھئ میری امی نے تو کل ہی مجھے بالوں سے پکڑ کر کہا تھا کہ اگر تو فیل ہوگئ تو تجھے دو بول پڑھا کر اس گھر سے نکالوں گی ہمارے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں جو تجھ کندھ دماغ پہ لگاتے رہیں"وہ بڑے اطمینان سے بتارہی تھی

"پھر تم نے کیا کہا۔؟" سیما نے پوچھا مرحا بغور اس کی بات سن رہی تھی

"یہی" حنا نے اتنا کہا پھر کاندھے اچکائے

"میں تو کب سے ہوں ریڈی تیار" اور یہ کہہ کر ہنسنے لگی سیما کا بھی بے ساختہ قہقہہ گونجا تھا

"تمہیں کیا لگتا ہے تم پاس ہو جاؤ گی۔؟" حنا نے سیما کا سوال اسی سے کیا تو اس نے سر افسوس سے ہلایا

"نہیں یار مجھے بھی لگتا ہے میں پاس نہیں ہوں گی شاید میرے گھر والے بھی میری منگنی کر دیں اور سلائی والی کے پاس بٹھا دیں" سیما نے بتایا پھر اس نے مرحا کو دیکھا

"تم اتنی چپ چپ کیوں ہو۔؟"

"پریشان ہوں" مرحا نے مدھم لہجے سے کہا

"مجھے بھی لگتا ہے کہ میں فیل ہی ہوں گی اور پھر میرا پتہ نہیں کیا ہو گا" مرحا نے مزید کہا سیما نے اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھا

"زیادہ کچھ نہیں ہو گا شادی ہو جائے گی دیکھو جب لڑکے فیل ہوتے ہیں تو گھر والے انہیں کام پہ لگا دیتے ہیں تا کہ وہ ہنر سیکھیں اور کمانے لائق ہو جائیں اور جب لڑکیاں فیل ہوتی ہیں تو انہیں سلائی کڑاھی والی باجیوں کے پاس بٹھا دیا جاتا ہے تا کہ وہ بھی ہنر سیکھیں اور سسرال سنبھالنے کے لائق ہو جائیں" مرحا اس کی بات کے بعد کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر بولی

"ہاں شاید میری بھی بوا میری شادی کر دیں" وہ اتنا کہہ کر رکی پھر ایک دم سے مسکرائی

"ہائے میری شادی ہو جائے گی" وہ پر جوش سی ہو گئی

"نئے کپڑے، جوتے، ہر روز تیار ہونا، ہائے کتنا مزہ آئے گا نا تم لوگ آؤ گی نا میری شادی میں۔؟" اس نے ایسے پوچھا جیسے اس کی شادی کل ہی ہو رہی ہے سیما اور حنا نے فوراً سر اثبات میں ہلا دیے مرحا مزید خوش ہو گئی

"فیل ہونے کا ویسے کوئی نقصان نہیں ہے ماشاءاللہ سے" اس نے دل میں سوچا تھا

___&&&&&&&&&&&&&&&&&____________________________

____

"بوا محب بھائی بلا رہے ہیں آپ کو" کچن میں داخل ہوتی ملازمہ نے بوا کو کہا تھا وہ محب کے لیے ہی ناشتہ بنا رہی تھیں۔

"اچھا مجھے۔؟" انہوں نے مصروف سے انداز میں ایک نظر ملازمہ کو دیکھا اس نے فوراً سر ہلا دیا تو وہ چولہے سے ہٹ گئیں

"تو ذرا ناشتہ دیکھ میں محب کی بات سن کر آئی" وہ کہہ کر کچن سے نکل گئیں

لاؤنج میں آئیں تو کچھ حیران ہوئیں محب نائٹ ڈریس میں ملبوس کھڑا تھا بال بے ترتیبی سے ماتھے پہ بکھرے تھے آستین اوپر چڑھائے وہ اب بوا کو دیکھ رہا تھا چہرہ ستا ہوا سا تھا

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئے۔؟ "

"یہ چھوڑیں آپ مجھے بتائیں مرحا کالج گئی۔؟"اس نے پوچھا

"ہاں وہ تو کب کی چلی گئی"

"اچھا"وہ کچھ پریشان سا تھا بوا اسکا چہرہ توجہ سے دیکھتی رہیں پھر بولیں

"سب ٹھیک ہے۔؟"

"نہیں بوا میں رات کو آفس بات کر رہا تھا تو میرے موبائل کی بیٹری ختم ہو گئی تھی بات بہت ضروری تھی اس لیے میں مرحا کا موبائل اس کے کمرے سے اٹھا لایا تھا وہ اس وقت سو رہی تھیں میں نے اس کے موبائل پہ دیکھا تو اس نے الارم لگایا ہوا تھا میں نے اپنے موبائل کو کچھ دیر چارج کرنے کے بعد مرحا کے پاس رکھ دیا تھا اور اس کا موبائل استعمال کرتا رہا رات میں "

"پھر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔؟" بوا نے الجھن سے پوچھا

وہ کچھ بولا نہیں اور انہیں کمرے میں لے آیا

"یہ ہے پریشانی کی بات" اس نے پانی کے جگ میں ڈوبے مرحا کے موبائل کی طرف اشارہ کیا

"پتہ نہیں شاید رات میں بے دھیانی سے میں نے پانی میں ڈال دیا یا کسی اور نے" بوا نے دل پہ ہاتھ رکھ لیا انہیں چیختی ہوئی مرحا پوری حویلی میں پھرتی ہوئی نظر آئی

"میرا موبائل ہی چاہیے مجھے"

"نیا بھی نہیں لوں گی"

"یہ ہی ٹھیک کر کے دو" اس کی آوازیں ہر طرف پھیل رہی تھیں بوا نے جھرجھری لی

"وہ تو سب کو جان سے مار دے گی" بوا نے محب کو دیکھتے ہوئے کہا محب نے لب بھینچ کر سر ہلا دیا اسے اب اپنے موبائل کا بالکل ہوش نہیں تھا

&&&&&&&&&&&&&&&

رزلٹ آ گیا تھا سیما سب سے پہلے اپنا رزلٹ دیکھ کر آئی تھی

"کیا بنا۔؟" حنا اور مرحا نے بیک وقت پوچھا

"پاس ہو گئی میں" حنا اور مرحا کا منہ کھل گیا ایسے کیسے ہو سکتا تھا پر سیما کے چہرے سے تو یہی لگ رہا تھا وہ خوشی سے تقریباً پاگل ہونے کو تھی

"سارے سبجیکٹس میں۔؟" مرحا بولی

"ارے نہیں یار دو میں رہ گئی پر باقی میں پاس ہوں" حنا اور مرحا نے بے ساختہ اسے رشک سے دیکھا

"واہ بہت مبارک ہو" ان دونوں نے کہا

"چلو اب تم دونوں بھی دیکھ آؤ رش کم ہو گیا ہے" سیما نے کہا

"میں نہیں جاؤں گی تم ہی میرا رزلٹ دیکھ آنا" مرحا کے یہ کہتے ہی حنا سر ہلا کر چلی گئی مرحا پریشانی سے ادھر ادھر چکر کاٹنے لگی سیما وہاں سے اچھلتی کودتی دوسری لڑکیوں کو بتانے چلی گئی تھی کہ اس کی صرف دو سپلیاں آئیں ہیں مرحا کو رہ رہ کر اس پہ رشک آرہا تھا کچھ دیر بعد حنا آگئی تھی

"کیا بنا۔؟" مرحا نے اس کے آتے ہی پوچھا

"مجھے یقین نہیں آرہا مرحا میں بھی صرف دو سبجیکٹس میں فیل ہوں صرف دو اوہ مائی گاڈ" حنا نے خوشی سے منہ پہ ہاتھ رکھ کر کہا

"مبارک ہو پر میرا کیا بنا۔؟" مرحا نے بے چینی سے کہا

"تمہارا "

"ہاں" حنا اس کے ہاں کے بعد خاموش سی ہو گئی

"کیا میں چار سبجیکٹس میں فیل ہو گئی ہوں۔؟" مرحا نے اس کی خاموشی سے اندازہ لگایا کیونکہ انگلش اور اردو کی تو اسے پکی امید تھی کہ پاس ہو جائے گی حنا نے نہ میں سر ہلایا

"تو کیا تین میں۔؟" حنا نے پھر نہیں میں سر ہلایا مرحا کے چہرے پہ دبی دبی خوشی پھیلنے لگی

"دو میں۔؟" حنا نے پھر نفی میں سر ہلایا تو مرحا نے بے یقینی سے آنکھیں پھیلا کر کچھ حیرت سے ہنستے ہوئے کہا

"صرف ایک میں۔؟ "

"نہیں پانچ میں" حنا نے افسوس سے اسے بتایا اور مرحا کو لگا ہیر وشیما اور ناکاساکی والے ایٹم بم اسی کے اوپر آج پھٹے ہیں حنا ابھی بول رہی تھی

"تم صرف اردو میں پاس ہو وہ بھی پورے پورے نمبروں سے" اس نے کہا اور وہ بھی "اچھا اداس مت ہونا" کہہ کر چلی گئی کچھ دیر مرحا کو لگا جیسے پوری دنیا تھم گئی ہو اسے کچھ دیر ے کچھ

نہ سنائی دیا پھر اسے دوبارہ حنا کی آواز سنائی دی تو مرحا نے بے ساختہ اپنی چیخ دبانے کے لیے منہ پہ ہاتھ رکھ لیا

"ہائے میں فیل ہو گئی۔؟" اسے اپنی نکمی ترین دوستوں کے پاس ہونے سے امید ہوئی تھی کہ وہ بھی تقریباً پاس ہو ہی گئی ہو گی پر ایسا نہیں ہوا

وہ اپنے ہی خیالوں میں تھی جب اسکے بیگ میں رکھا فون بجا اور اس کی جان نکل گئی

"محب" اس نے بے ساختہ ادھر ادھر دیکھا محب تو کہیں نہیں تھا پھر اس کا فون کیوں اسے بجتا سنائی دے رہا تھا مرحا کو کچھ سمجھ نہ آیا پر جب اس کی توجہ اپنے بیگ کی جانب گئی تو اس میں موبائل دیکھ کر اسے لگا اسکا دل بند ہو جائے گا

"بوا کالنگ" اسکرین پہ لکھا ہوا آرہا تھا مرحا میں ہمت نہ بچی کہ وہ کال اٹھالے

"تم فیل ہو گئی ہو نا۔؟" اس نے موبائل دوبارہ بیگ میں ڈال کر اوپر دیکھا ہی تھا کہ ان کی کلاس کی سی آر اس کے سامنے کھڑی اسے محظوظ نظروں سے دیکھ رہی تھی

"ہیں تبھی تم اتنی فوت فوت سی لگ رہی ہو شکل سے" مرحا کا صدمہ اتنا بڑا تھا کہ وہ جواب بھی نہ دے سکی

"میں تبھی تمہیں کہتی تھی پڑھائی پہ توجہ دو پر خیر...!" سی آر چلتی ہوئی اس کے بالکل قریب آ گئی

"تمہاری لاش وصول کرنے تمہارا وہ ہینڈسم سا کزن آیا ہوا ہے کیا نام ہے اس کا" اسنے ایک پل میں سوچا پھر چٹکی بجائی

"ہاں محب عالم وہ آیا ہوا ہے پرنسپل کے آفس میں بیٹھا ہے جاؤ جلدی" سی آر کہہ کر وہاں سے چلی گئی اور مرحا کو لگا جیسے اب وہ کبھی قدم نہیں اٹھا سکے گی اسکا ذہن ماؤف ہو گیا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا

وہ جب پرنسپل کے آفس میں داخل ہوئی تو وہ پرنسپل کے سامنے اسے بیٹھا ہوا نظر آیا محب نے گردن ترچھی کر کے اسے دیکھا اور مرحا کی جان نکل گئی

سرمئی پینٹ کوٹ کے ساتھ سفید شرٹ پہنے وہ کرسی پہ بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا بغیر فریم کے چشمے کے پیچھے موجود اسکی کالی آنکھوں میں خفگی تھی،لب سنجیدگی سے آپس میں پیوست تھے، ہلکی ہلکی شیو والے چہرے پہ مرحا کے لیے واضح ناراضی تھی محب نے اس پہ سے اپنی خاموش نگاہ ہٹالی اور جانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&

سورج بالکل ان کی گاڑی کے اوپر تھا شہر پہ دھوپ پھیلی تھی ٹریفک آج زیادہ نہیں تھی یا پھر وہ غصہ میں تھا اس لیے تیز گاڑی چلا رہا تھا۔ مرحا فرنٹ سیٹ پہ سمٹی سی بیٹھی تھی۔ انگلیوں کو آپس میں ملا کر وہ انہیں مروڑ رہی تھی گاہ بگاہ وہ محب پہ چپکے سے نظر ڈالتی اور پھر نظریں جھکا

لیتی اسے محب کی بہت سی عادتیں بری لگتی تھیں اور ان میں سے ایک عادت اسکا غصے میں خاموش ہونا اور پھر خاموش ہی رہنا۔

مرحا کو الجھن ہوتی تھی اس کے خاموش ہونے سے "بندہ ناراض ہے تو ڈانٹے لے منہ پھلانے کی کیا ضرورت ہے" وہ جب بھی محب کو ایسے چپ چاپ دیکھتی تو سوچتی تھی پر وہ یہ بات بھول جاتی تھی کہ محب اونچی آواز میں بھی بات کر لیتا تھا تو وہ رونے لگ جاتی تھی

مرحا کا گاڑی کی خاموشی سے دم سا گھٹنے لگا اس نے بولنے کے لیے گلا صاف کیا

"وہ میں۔۔۔ "

"چپ" اس نے ابھی بولنا شروع ہی کیا تھا کہ محب نے غصے سے کہا۔ اس کی طرف دیکھا آنکھیں بالکل سنجیدہ تھیں اور چہرہ بھی سپاٹ مرحا کا حلق سوکھ گیا" آج تو خیر نہیں" اس نے دل میں سوچا

"میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا بہتر ہو گا تم خاموش ہی رہو" مرحا نے ہلکے سے شانے اچکا دیے اور پھر خاموش ہو گئی گاڑی کچھ دیر چلتی رہی پھر وہ ایک دم سے بولی

"ارے بیکری گزر گئی" اس نے ونڈو سے دیکھ کر گزر جانے والی بیکری کی طرف اشارہ کیا

محب نے بھنوا چکا کر اسے دیکھا تو وہ حیران سی بولی

"ایسے کیسے دیکھ رہے ہیں آپ کو پتہ ہے نا میں یہاں سے لیز لے کر جاتی ہوں ڈیلی۔؟"

"لے کر جاتی تھیں آج سے بند" محب نے کہا اور دوبارہ سامنے دیکھنے لگا مرحا کو لگا اسکا آج دل بند ہو جائے گا۔ وہ صدمے کی حالت میں سیدھی ہو کر بیٹھ گئی

&&&&&&&&&&&&&&&&&

مرحا کو لگا تھا محب حویلی جا کر اسے چھوڑ کر دوبارہ آفس چلا جائے گا پر ایسا نہ ہوا وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر سیدھا اپنے کمرے میں لے گیا تھا

"اس حرکت کی وجہ تم مجھے خود بتاؤ گی یا میں تمہارے ساتھی کو بلاؤں۔؟" پانی میں ڈوبے اپنے موبائل کو دیکھ کر مرحا چکرا سی گئی اس نے سنبھلنے کے لیے محب کا کاندھا پکڑا

"ہائے اللہ یہ میں نے کیا کر دیا۔ میرے ہاتھ ٹوٹ جاتے" وہ بھاگ کر اپنے موبائل کے پاس گئی

"آپ نے جب دیکھ ہی لیا تھا تو اسے نکالا کیوں نہیں اب تک تو بالکل خراب ہو گیا ہو گا" اس نے موبائل جگ سے نکالا اور اپنے دوپٹے سے پونچھنے لگی

"کتنے بے حس ہیں آپ محب" وہ روہانسی ہو گئی تھی موبائل آن ہی نہیں ہو رہا تھا۔ محب لب بھینچے اسے دیکھتا رہا کمرے میں اس وقت لائٹ روشن نہ تھی کھلی قدِ آدم کھڑکیوں سے دھوپ چھن کر اندر آ رہی تھی چمکیلی روشنی ہر سمت پھیلی تھی لان سے پرندوں کی چہچہاٹ سنائی دے رہی تھی

"میں نے کیا پوچھا ہے تم سے۔؟" وہ غرایا تھا مرحا کانپ سی گئی ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر نیچے گر گیا

"وہ۔۔۔میں۔۔۔" اس سے کچھ بھی نہیں بولا جا رہا تھا

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی مرحا تمہاری شیطانیاں اس حد تک بڑھ جائیں گی میں نے نہیں سوچا تھا۔ تم۔۔۔ تم" اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے

"آج سے تمہاری پاکٹ منی وغیرہ سب بند اور تم اپنے کمرے میں رہو گی آج میں ٹی وی کو بھی ٹھکانے لگاتا ہوں" وہ تن فن کرتا ہوا کمرے سے نکل گیا مرحا کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اب وہ ٹرکش ڈرامے کیسے دیکھے گی۔؟ ہائے۔۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&

"فیل ہو گئی ہے" وہ نیچے آیا تو بوا پریشانی سے لاؤنج میں کھڑی تھیں اس نے انہیں بتایا اور چلا گیا بوا نے بے ساختہ اپنے سر پہ ہاتھ مارا۔۔۔

پھر انہوں نے سفینہ اور مرحا کو بلوایا

"میں نے سچ میں کچھ نہیں کیا بوا یہ سیفنہ ہے نا اسی نے مجھے بھڑکایا تھا کہہ رہی تھے کہ آپ محب بھائی کا موبائل پانی میں پھینک دیں اور میں ان کی گاڑی کے ٹائرز کی ہوا نکال دوں گی۔۔۔"

"اور اس کے بدلے تم نے اسے اپنا سوٹ دے دیا بہت اچھے" مرحا کی قینچی کی طرح چلتی زبان ایک دم بند ہو گئی اور ساتھ کھڑی سفینہ کو گردن ترچھی کر کے دیکھا وہ رو رہی تھی تبھی اسے بوا کی آواز اپنی سماعت میں پڑتی سنائی دی

"یہ میڈم جب ہوا نکال رہی تھیں تو محب نے انہیں پکڑ لیا تھا اس نے اسے اپنے کمرے کی کھڑکی میں سے دیکھ لیا تھا اور جب اس نے اس سے پوچھا تو اس نے اسے سب بتا دیا کہ یہ مشورہ

تمہارا تھا اور تم نے اسے سوٹ دیا ہے یہ کام کروانے کے لیے جب محب کو یہ پتہ چلا تو وہ موبائل کا پانی کے جگ میں گر جانے کی کہانی بھی خود ہی سمجھ گیا" بوا لاؤنج کے صوفے سے اٹھیں اور ان دونوں کے قریب آئیں

"غیرت آتی ہے تم دونوں کو خاص کر مرحا تمہیں ایک تو تم فیل ہو گئیں اوپر سے اس طرح کی شازشیں کہاں سے سیکھ رہی ہو تم یہ سب" مرحا نے فوراً موقع کا فائدہ اٹھایا

"ابھی تو بتایا کہ سفینہ سے" وہ معصومیت سے بولی

"اللہ کا واسطہ باجی جھوٹ نہ بولیں بوا مجھے نوکری سے نکا دیں گی" وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی

"ارے ہاں تمہیں تو ہم اب نوکری سے ہی نکالیں گے ہیں نا بوا۔؟" اس نے بڑی اپنائیت سے بوا کے کاندھے پہ کہنی رکھ کر پوچھا وہ محب والے ڈرما سے اب نکل چکی تھی وہ محب کو اتنا ہی سیریئس لیتی تھی اسے پتہ تھا وہ خود ٹھیک ہو جائے گا ورنہ مرحا کو کیا۔؟

بوا نے اسکی کمر میں ایک تھپڑ لگایا

"بکواس بند کرو تم اپنی، الٹے کام خود کرتی ہو اور پھر الزام دوسروں پہ اور سفینہ تم" وہ سفینہ کی طرف پلٹیں

"اب اگر تم نے اس کی کسی بھی شیطانی میں ساتھ دیا تو میں تمہیں کالے پانی کی جیل میں ڈلوا دوں گی سمجھیں۔؟" سفینہ نے فوراً سر اثبات میں ہلا دیا اور وہاں سے چلی گئی

"تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ چلو "

"بوا میں آپ سے سوری کرتی ہوں پلیز آپ میری ایک بات مان لیں" بوا نے بھنوؤں کو اچکا یا یعنی کیا۔؟

"آپ محب کو کہیں کہ وہ میری پاکٹ منی بند کر دے پر ٹی وی کو کچھ نہ کرے بوا پلیز۔۔؟" بوا نے بے یقینی سے مرحا کو دیکھا

"تمہارا دماغ خراب ہے مرحا۔؟" وہ دانت پیس کر غرائیں

"تم فیل ہوئی ہو فیل۔؟" انہوں نے فیل پہ زور دیا" اور تمہیں ابھی بھی ٹی وی کی فکر ہے یا اللہ میں کیا کروں" بوا نے بے بسی سے اپنا سر پیٹ لیا

"کسی کام کی نہیں ہیں" اس نے زیرِ لب کہا اور بوا نے سن لیا

"تم بس صبر کر جاؤ میں تمہارا تو بندوبست کروں گی بہت جلد" بوا کا یہ کہنا تھا کہ مرحا چونکی

"بندوبست۔؟" اس نے ہلکا سا دوہرایا

"جب لڑکیاں فیل ہو جاتی ہیں تو ان کی شادی ہو جاتی ہے" اسے اپنی دوستوں کی باتیں یاد آنے لگیں اور ڈرامہ میں بھی تو جب ماں بیٹی کو غصے میں کہتی ہے کہ تیرا میں اب بس بندوبست کروں گی اس سے مراد شادی ہوتی ہے

"یعنی میری بھی شادی۔۔؟" اسنے بے یقینی سے بوا کو دیکھا چہرے پہ بے ساختہ دبی دبی سی مسکراہٹ پھیل گئی آنکھیں چمکنے لگیں بوا نے اچنبھے سے اسے دیکھا انہیں لگا مرحا کا دماغ ہل گیا ہے اور بوا تب بالکل ساکت رہ گئیں جب وہ اپنا دوپٹہ پہلے نروس ہونے کی اداکاری میں

مروڑتی رہی پھر اس نے پلو دانتوں میں دبایا اور شرما کر بھاگ گئی اور بوانا سمجھی سے اس کی اس حرکت کو دیکھتی رہ گئیں۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&_______________________________

________________________________&

محب شام میں آفس سے دیر سے آیا تھا فریش ہونے کے بعد وہ جب ڈائننگ ٹیبل پہ آیا تو وہاں صرف بوا موجود تھیں اسنے کرسی کھینچی اور خاموشی سے بیٹھا گیا ملازمہ کھانا لگا چکی تھی

"مرحا نے کھالیا کھانا۔؟"اس نے روٹی اٹھاتے ہوئے پوچھا

"نہیں ابھی نہیں کھایا تم کھالو میں اسے بعد میں کھلا دوں گی"بوا نے جواب دیا محب نے روٹی کو دوبارہ رکھ دیا

"آپ اسے بلالیں"وہ انتظار میں بیٹھ گیا

"محب کیا ہو گیا ہے تمہیں۔؟ وہ بچی نہیں ہے کھا لے گی بعد میں کھانا اور ابھی اسے کچھ نظر انداز کرو اس نے جو حرکت کی ہے وہ کوئی بہت اچھی نہیں ہے دماغ دیکھا ہے کتنا سازشی ہو گیا ہے اسکا اور پتہ نہیں اب تو عجیب عجیب حرکتیں بھی کرنے لگی ہے" بوا کو دوپہر والا سین دوبارہ یاد آ گیا۔ محب خاموش ہو گیا تھا

_______________________________&&&&&&&&&&&&&&&&_

____

وہ اب بیڈ پہ لیٹی لیٹی بور ہو چکی تھی اس نے تو سوچا تھا کہ اس کے کمرے میں آتے ہی بوا ایک آدھ گھنٹے بعد دروازہ پیٹیں گی اور جب وہ دروازہ کھولے گی تو بوا اسے رخ موڑ کر کہیں گیں

"نیچے تمہارے رشتے والے آئے ہوئے ہیں تیار ہو کر فوراً آؤ" اور وہ آگے سے بے یقینی سے بوا کو دیکھے گی کہے گی

"نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔لپیز نہیں بوا میری شادی ابھی نہ کریں میں پڑھنا چاہتی ہوں" تب بوا آگے سے کہیں گیں

"بس بہت پڑھ لیا تم نے آج تمہارے سارے نتیجے نکل آئے اب بس بہت ہو گیا ہم اب تمہاری شادی کر دیں گے تاکہ ہماری ذمہ داری پوری ہو اور ہماری جان چھٹے" مرحا نہیں نہیں کرے گی پر بوا اسے زبردستی تیار کر کے لے جائیں گی اور لڑکے والے بھی اسکی متورم آنکھیں اور معصوم چہرہ دیکھ کر فوراً سے ہاں کر دیں گے اور شادی جلدی کرنے کا اصرار کریں گے اور پھر یوں اس کی شادی ہو جائے گی۔۔۔

پر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا لیکن اس کے دل میں ایک موہوم سی امید باقی تھی اور اسے تب اپنا دل تیزی سے ڈھڑکتا محسوس ہوا جب سفینہ اس کے لیے کھانا لے کر آئی

مرحا نے بھاگ کر دروازہ کھولا سفینہ کو دیکھ کر اس نے گندا سا منہ بنایا سفینہ بھی پھولے منہ کے ساتھ اندر داخل ہو گئی میز پہ کھانا رکھا

"کھانا کھالیں محب بھائی نے کہا ہے" وہ کہہ کر جانے لگی تھی کہ پیچھے سے مرحا نے اسے پکارا

"کیا نیچے مہمان وغیرہ آئے ہوئے ہیں۔؟" اس نے انداز سرسری سا بنا کر پوچھا

"کیا کسی نے آنا تھا۔؟" سفینہ نے سوچتے ہوئے کہا پھر بولی

"نہیں تو نیچے تو کوئی بھی نہیں آیا ہوا" اور یہاں مرحا کا دل ٹوٹ گیا

"یعنی میں اتنی دیر سے جھوٹے خواب دیکھ رہی تھی" اس نے جذباتی لہجے سے سوچا پھر تنک کر سفینہ کو کہا

"دفعہ ہو جاؤ یہاں سے مکاری و دھوکے باز" سفینہ نے سر جھٹکا اور کمرے سے نکل گئی مرحا کھڑی ہو کر سوچ رہی تھی کہ اب وہ کیا کرے۔؟

&&&&&&&&&&&&&&&

بہت دیر سوچنے کے بعد مرحا کی سمجھ میں آگیا کہ اب اس نے کیا کرنا ہے اس نے اپنے ایک بیگ میں چند کپڑے رکھے اور کاندھے پہ لٹکا کر نیچے آگئی لاؤنج میں اس وقت بڑا فانوس روشن تھا سفید ماربل پہ اسکی روشنی پڑتی گھر کو چمکائے ہوئے تھی باہر شاید رات گہری ہو گئی تھی پر اندر اندھیرے بالکل بھی نہ تھے

محب اور بوا صوفے پہ بیٹھے چائے پی رہے تھے جب وہ زور زور سے اپنے پیر پیٹختی نیچے اترنے لگی محب اور بوا نے کچھ چونک کر نظریں اٹھا کر اسے دیکھا پھر وہ دونوں اسے دیکھتے رہ گئے

ہلکے گلابی رنگ کی شلوار قمیض کے ساتھ سفید دوپٹے کو اس نے سینے پہ پھیلایا ہوا تھا بالوں کی فرنچ بنی تھی جو اس وقت کاندھے پہ تھی اور چھوٹا سا بیگ بھی، چہرے پہ میک اپ تھا

اس نے ایک ایک نظر ان دونوں کو دیکھا پھر چلتی ہوئی راہداری کے قریب آگئی ملازمائیں بھی اپنا کام چھوڑ کر اسے دیکھ رہی تھیں۔۔۔

"اچھا سفینہ میں جا رہی ہوں تم نے بے شک مجھے دھوکا دیا ہے پر میں آج تمہیں معاف کر کے جا رہی ہوں" وہ سفینہ سے مل رہی تھی محب نے بوا کو سوالیہ نظروں سے دیکھا بوا نے دھیرے سے شانے اچکا دیے محب نے چائے کا کپ رکھا

"کہا جا رہی ہو تم۔؟" مرحا نے لب بھینچ کر محب کو اچٹی نظروں سے دیکھا بھنویں تنی ہوئی تھیں پھر اس نے سفینہ کو کہا

"کہہ دو انہیں کہ میں ایدھی سینٹر جا رہی ہوں یہ کیا سمجھتے ہیں اگر یہ میری پاکٹ منہ بند کر دیں گے ٹی وی مجھ پہ حرام کر دیں گے اور مجھ پر زندگی تنگ کر دیں گے تو کیا میں ادھر ہی پڑی رہوں گی۔؟" اس نے کاندھے کا بیگ نیچے رکھا اور گردن نہ میں ہلاتی ہوئی محب کے پاس آئی

"نہیں محب عالم صاحب نہیں مرحا ایسی زندگی نہیں گزارے گی اللہ کی دنیا بہت بڑی ہے اور مجھے بھی اس دنیا میں کہیں سر چھپانے کی جگہ مل جائے گی اور وہ جگہ ایدھی سینٹر کے سوا اور کوئی نہیں ہے" ایدھی سینٹر اس کی بچپن سے آئیڈیل جگہ رہی تھی وہ بچپن میں بھی بات بات

یہ کہتی تھی "مجھے ایدھی سینٹر چھوڑ آؤ" اور اب بڑے ہو کر بھی اسے یہ جگہ بہت پسند تھی پتہ نہیں کیوں۔؟

"میرا دانا پانی اس حویلی سے اٹھ گیا ہے میں نہیں رہ سکتی اس کانچ کی حویلی میں جہاں کے مکینوں کے دل پتھر کے ہوں" وہ سفینہ کے پاس دوبارہ آگئ "کہہ دو سفینہ انہیں کہہ دو کہ اب میں یہاں نہیں رہوں گی اور ایک شعر میں اس بے بسی کے عالم میں کہنا چاہوں گی" اس نے اپنا رخ محب کی جانب کیا

" تیرا دل بھی بدل رہا ہے تیری آنکھ کی مانند
تیرے دل سے نکلنے کے سوا اب کوئی چارہ نہیں"

اس نے شعر بھی کہہ دیا پر جب اس نے سب کو سنجیدہ دیکھا

"یعنی نو رسپانس" تو وہ سچ میں اندر سے ٹوٹ گئی وہ اپنے بیگ کے پاس چلی گئی

"میں سچ میں ایدھی سینٹر جا رہی ہوں" اس کا انداز ہ ایسا تھا جیسے کہتی ہو روک بھی لو پر سب چپ رہے ہوا تو دوبارہ اپنی چائے پینے لگی تھیں اور ملازمائیں بھی اپنے کام کرنے چلی گئیں بس ایک محب تھا جو اسے دیکھ رہا تھا مرحا نے جب بیگ اٹھایا تو وہ بولا

"پر ٹی وی تو ایدھی سینٹر میں بھی نہیں ہوتا" مرحا نے فوراً اسے دیکھا

"کیا۔؟ "

"ہاں وہاں ٹی وی نہیں ہوتا" وہ اب مرحا کی باتوں سے محظوظ ہو رہا تھا مرحا کچھ دیر کھڑی سوچتی رہی کہ اب کیا کیا جائے پھر اس نے کہا

"کوئی بات نہیں یتیموں کو کہاں سب کچھ ملتا ہے وہ صبر ہی کرتے ہیں اور میں بھی یتیم ہوں میں بھی صبر کرلوں گی" اور بس ایک یہ ہی بات تھی جو محب کو اندر تک زخمی کر دیتی تھی اس کی

آنکھوں کی شرارت راکھ بن کر اڑ گئی چہرے پہ تکلیف سی در آئی وہ فوراً کھڑا ہو گیا بوا نے بھی اپنی چائے چھوڑ دی انہیں نہیں پتہ تھا کہ مرحا یہ سب کہہ دے گی

"مرحا یہ کیا کہہ رہی ہو۔؟" بوا نے فوراً اسے ٹوکا

"سچ ہی۔۔۔" وہ اتنا ہی بولی تھی کے محب دھاڑا

"سفینہ" اور سفینہ کانپتی ہوئی وہاں آ گئی ڈر سے مرحا نے بھی آنکھیں بند کی تھیں۔

"جاؤ یہ بیگ لے کر یہاں سے اور تم" اس نے مرحا کو دیکھا مرحا نے اپنے خشک ہوتے ہونٹوں پہ زبان پھیری چہرہ اداس سا ہی رکھا

"کتنی بار کہا ہے یہ سب مت کہا کرو پتہ ہے یتیم کون ہوتے ہیں۔؟ جن کا اس دنیا میں کوئی بھی نہیں ہوتا پر تمہارے پاس ہم ہیں اور تم پھر بھی خود کو۔۔۔" وہ کہتا کہتا رک گیا مرحا نے ناسمجھی سے محب کو دیکھا اسے لگا جیسے محب کو اس کی بات سے بہت تکلیف ہوئی ہے

محب نے گردن کو ایک طرف کیا خود پہ قابو کیا اور کہا

"ٹی وغیرہ سب یہیں ہے اور تم بھی کہیں نہیں جارہیں یہ ڈرامے بند کرو اور جاؤ اپنے کمرے میں "مرحا کے چہرے پہ فوراً مسکراہٹ دوڑ گئی "سچی۔؟"اس نے پوچھا بوا نے افسوس سے مرحا کو دیکھا" پتہ نہیں یہ لڑکی کب عقل والی ہو گی اور کیا میرا محب یونہی تکلیف میں پوری عمر گزار دے گا۔؟ "

"شاید ہاں۔!"انہیں محب کا اکثر دیا جانے والا جواب یاد آیا مرحا اپنے کمرے میں چلی گئی تھی اور محب بھی، لاؤنج میں کانچ کے ٹیبل پہ پڑی چائے یاس سے سب کچھ دیکھتی رہی۔۔۔

________&&&&&&&&&&&&&&________________________

____

اسے آج تین دن ہو گئے تھے فیل ہوئے اور ان تین دنوں میں اسے بہت انتظار تھا کہ بوا ان دنوں میں ضرور اس کے لیے رشتہ ڈھونڈ لیں گی پر "بوا کو تو جیسے فکر ہی نہیں ہے "وہ بوا کو اپنے کاموں میں لگے دیکھتی تو جل کر رہ جاتی اس رات والے ڈرامے کے بعد اس سے کسی نے

بات نہیں کی تھی نہ بوا نے نہ ہی محب نے اور وہ خود بھی اس سب سے کافی مطمئن تھی کیونکہ لاؤنج میں لگا ٹی وی ویسا ہی لگا ہوا تھا محب نے اسے کچھ نہیں کیا تھا

"ماشاءاللہ سے اپنی زبان کے پکے ہیں آپ" اس نے آفس جاتے محب کو خاص پورچ میں روک کر کہا اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا

"آپ نے ٹی وی نہیں ہٹایا نا اس لیے" وہ خوشی سے کہہ رہی تھی محب بس خود پہ ضبط کرتا گہرا سانس لے کر گاڑی میں بیٹھا اور آفس چلا گیا

وہ بھی آنچل لہراتی، گنگناتی اندر آ گئی لاؤنج میں اس وقت کوئی بھی نہیں تھا وہ چپکے سے ریسیور کے پاس آئی احتیاط سے اطراف میں دیکھا پھر نمبر ملانے لگی

"ہاں سیما کیسی ہو۔؟" اس نے کال او کے ہوتے ہی پوچھا

"ٹھیک نہیں ہوں میری امی ہر روز میری بے عزتی کرتی ہیں جبکہ میں نے سوچا تھا کہ میں صرف دو پیپرز میں فیل ہوں تو امی خوش ہوں گی پر ایسا نہیں ہوا" وہ اپنا دکھ سنانے لگی مرحا نے سر ہلایا

"کوئی بات نہیں بہن میرے ساتھ بھی ایسا ہی سب ہو رہا ہے" وہ اسے اپنی رام کہانی سنانے لگی پھر کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد اس نے سیما سے پوچھا

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ تمہاری امی تمہاری شادی کروا دیں گی۔؟" اس بات پہ سیما دبا دبا سا خوشی سے بولی

"ارے ہاں میں تو یہ بتانا ہی بھول گئی پتہ ہے امی کیا کہہ رہی تھیں۔؟"

"کیا۔؟" مرحا نے دلچسپی سے پوچھا

"امی رات ابو سے کہہ رہی تھیں کہ بس بہت کر لیں پڑھایاں اب اس کا کہیں رشتہ ڈھونڈتی ہوں تا کہ یہ اپنے گھر کی ہو"

"ارے واہ ماشاءاللہ" مرحا نے اس کی بات سن کر بے ساختہ کہا پھر مرحا بولی "اچھا ٹھیک ہے تم فون بند کرو میں بعد میں بات کرتی ہوں" یہ کہہ کر اس نے فون رکھا اور ادھر ادھر دیکھتی اپنے کمرے میں چلی گئی

"اب مجھے بھی گھر بات کرلینی چاہیے کہ وہ بھی میرا رشتہ ڈھونڈیں میری شادی پہلے ہونی چاہیے میری زیادہ سپلیاں تھیں" مرحا نے کمرے میں آکر سوچا اور لیٹ گئی۔۔۔

______&&&&&&&&&&&&&&&&_________________________

____

ٹرین مسلسل چلتی جارہی تھی کھلی کھڑکی سے ہوا بہت تیزی سے اندر آرہی تھی باہر بھاگتے درختوں پہ رات اترگئی تھی ہلکی سرد رات میں اداسی بہت زیادہ تھی یوں لگتا تھا جیسے آج ہی پوری دنیا خاموش ہوگئی ہو۔

وہ سر تا پا عبایا پہنے ہوئے تھی آنکھوں پہ بھی باریک جلی تھی وہ کہیں سے بھی مرحا نہیں لگ رہی تھی۔ سوگوار آنکھوں میں بس ہلکی ہلکی نمی تھی۔ اس نے اپنی نم آنکھوں سے اپنے ہاتھ دیکھے۔۔۔۔۔

اور اسے پہلے بار یہ پتہ چلا تھا کہ نصیب کی لکیر چاہے جتنی لمبی اور واضح ہو پر اگر اس میں محبت نہ ہو تو زندگی خو بخود ہی بد نصیبی بن جاتی ہے۔۔۔۔۔

اس کی آنکھیں ایک بار پھر بھر گئیں اس نے لب آپس میں پیوست کر کے خود پہ قابو کیا اور باہر دیکھنے لگی تبھی وہاں کنڈیکٹر نے آکر اسے کہا

"کہا جانا ہے آپ نے ٹکٹ ہے۔؟" مرحا نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر اسے دیکھتی رہ گئی۔۔۔۔ اس کا سوال اس کے ذہن میں اٹک گیا تھا

وہ جب گھر سے نکلی تھی تو یہ طے نہیں کر کے نکلی تھی کہ اس نے کہاں جانا ہے۔ کیا محب کے بعد بھی اسکے پاس کوئی منزل بچتی ہے۔؟

"نہیں۔!" اس نے زیرِ لب کہا تھا۔۔

_____&&&&&&&&&&&&&&&&______________________

____

وسیع لان پہ شام نے قدم رکھ دیا تھا۔ آسمان پہ ہلکے ہلکے سے بادل تھے جن پہ چمکتے تارے حسین لگ رہے تھے چاند آسمان پہ کھڑا اسے دیکھ رہا تھا جو سفید گھٹنوں تک آتے فراک اور پاجامے میں ملبوس تھی۔ سیپد ملائی چہرے پہ ہلکی سی مسکان تھی سرخ دوپٹہ سینے پہ پھیلا تھا۔ لمبے کالے بال اس کی کمر پہ بکھرے تھے چہرے پہ ہلکا سا میک اپ تھا غزالی آنکھوں میں سرما اور ہونٹوں پہ لپ گلوز، اس نے کانوں میں سونے کے بندے پہن رکھے تھے جو دھیمی ہوا سے ہلکورے لے رہے تھے گورے پیروں میں نازک سے سلپرز پہن کر وہ بازوؤں کو سینے پہ باندھے دھیرے دھیرے چل رہی تھی

وہ دوپہر کو سونے کے بعد اگر شام میں جلدی اٹھ جاتی تو وہ فریش ہو کر باہر لان میں آجاتی تھی اسے ڈھلتی شام، چھاتے اندھیرے اور چمکتے تارے پسند تھے تنہا چاند کو دیکھتی تو محو سی جاتی ہوا چلتی تو اپنی آنکھیں بند کر کے اسے اپنے چہرے پہ محسوس کرتی وہ کہتی "ڈھلتی شام کا منظر بہت خوبصورت ہوتا ہے" اور محب کہتا تھا

"شام جب ڈھلتی ہے تو بہت اداس ہو جاتی ہے"

"کیسے۔؟" اس نے ایک بار اس سے پوچھا تھا

"پتہ نہیں" وہ اٹھ کر جانے لگا مرحا نے بے تکلفی سے اسکا ہاتھ پکڑا

"اب بتا کر جائیں" وہ مسکایا

"تم ابھی چھوٹی ہو تمہیں سمجھ نہیں آئے گی" وہ پیار سے کہہ رہا تھا مرحا نے ناراضی سے اسے دیکھا

"میں اتنی بھی چھوٹی نہیں ہوں" محب نے اسے اپنے ساتھ کھڑا کیا

"تم ابھی بھی چھوٹی ہو" مرحا اس کے کاندھے سے دو انچ نیچے تھی نازک سی مرحا لمبے چوڑے محب کے سامنے بہت چھوٹی لگتی تھی

"جب تم یہاں آجاؤ گی نا تو اس دن سب سمجھنے لگو گی" اس نے اپنے کاندھے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور اندر چلا گیا مرحا اس دن کے بعد سے وہ اداسی ڈھونڈنے شام میں آجایا کرتی تھی پر اسے ملتی ہی نہیں تھی۔۔۔

وہ آہستہ آہستہ چل رہی تھی کہ محب کی گاڑی کا ہارن بجا تو وہ بے اختیار دروازے کی جانب بھاگی گارڈ کے دروازہ کھولتے ہی وہ محب کی کار کے اندر آنے سے پہلے ہی اس کے سامنے آگئی محب نے چونک کر اسے دیکھا وہ اب شیشے کی طرف آگئی تھی

"مجھے باہر لے جائیں۔؟" بہت ہی معصومیت سے کہا گیا

"وجہ۔؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا مرحا نے حیرت سے اسے دیکھا

"باہر کس لیے جاتے ہیں۔؟ گھومنے پھرنے نا۔؟ تو کیوں پوچھ رہے ہیں کتنا عرصہ ہو گیا لیز وغیرہ لیے آپ کی ویسے بہت گندی نیت ہوتی جا رہی ہے پیسوں کو بہت سنبھال سنبھال کر رکھنے لگیں بالکل بوا کی طرح" وہ خفگی سے بول رہی تھی محب نے گہرا سانس لیا وہ اس لڑکی کا کیا کرے۔؟ اسے کیوں محسوس نہیں ہو رہا کہ محب اس سے ناراض ہے

"لے جائیں نا محب اچھا آپ مت کچھ لے کر دینا میں اندر سے اپنے پیسے لے کر آ رہی ہوں" وہ کہہ کر جانے بھی لگی

"رکو" محب نے اسے روکا "مت لاؤ پیسے بیٹھو گاڑی میں" مرحا نے خوشی سے دونوں ہاتھ منہ پہ رکھے "سچی۔؟" اس نے پوچھا

"دو منٹ اور لگاؤ گی تو میں گاڑی اندر لے آؤں گا پھر میں باہر نہیں لے کر جاؤں گا" اس کے کہتے ہی مرحا بھاگ کر فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی گئی اور محب نے گاڑی دوبارہ سڑک پہ ڈال لی اور اسے مارکیٹ لے گیا

کچھ دیر بعد جب وہ گھر واپس آئے تو مرحا کے ہاتھوں میں شاپرز تھے جن میں بہت سی چیزیں تھیں

"ویسے آپ اتنے بھی برے نہیں ہیں۔" مرحا نے محب پہ تبصرہ کیا وہ اس کے ساتھ زینے چڑھ رہا تھا

"یہ رکھ کر کھانا کھانے آؤ جلدی سے" وہ آفس کوٹ کے بٹن کھولتا بولا تھا مرحا کے تبصرے کو اس نے اگنور کر دیا تھا

"نہیں میں نہیں کھا رہی یہ سب ہیں نا" اس نے شاپر کی طرف اشارہ کیا۔ محب نے بہت آرام سے اس کے ہاتھ سے شاپر لیے

"یہ میرے پاس رکھے ہیں پہلے کھانا کھاؤ پھر یہ مجھ سے لے لینا" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی جانب چلا گیا اور مرحا پیچھے سے چلائی

"یہ غلط ہے بھئی "

"کھانا کھا کر لے لینا" وہ لاپروائی سے کہتا اپنے کمرے میں چلا گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ مرحا پیچھے پیر پٹختی رہ گئی۔۔۔

اس کا تبصرہ فوراً ہی بدل گیا

"اتنے بھی اچھے نہیں ہیں۔"!

____________________________&&&&&&&&&&&&&&&____

____

وہ تیزی سے کھانا کھا رہی تھی محب اور بوا نے رک کر اسے دیکھا

"آرام سے کھاؤ" محب نے ٹوکا تو اس نے خفگی سے اسے دیکھا

"آپ کیوں بات کر رہے ہیں جناب مجھ سے۔؟ آپ سے بول ہی کون رہا ہے۔؟" اس نے کہا

"شرم نہیں آتی بڑے بھائی سے ایسے بات کرتے ہیں۔؟" بوا نے اسے ڈانٹا تو مرحا نے سر جھٹک دیا اور دوبارہ کھانا کھانے لگی محب بھی اپنا کھانا کھانے لگا تھا وہ جانتا تھا کہ مرحا دن میں دس بار اس سے بغیر وجہ کے ناراض ہو جاتی ہے اور دس منٹ بعد خود ہی ٹھیک بھی ہو جاتی ہے

وہ اس وقت بلیک ٹراؤزر کے ساتھ ہاف آستینوں والی شرٹ پہنے ہوئے تھا چہرے پہ ہمیشہ والی سنجیدگی اور چمکتی کالی آنکھوں پہ بغیر فریم کا چشمہ تھا اور بال کچھ کچھ ماتھے پہ بکھرے تھے اسے دیکھتے رہنے کو دل کرتا تھا اس کی یہ خاموشی اور سنجیدگی ہی دوسروں کو اس کی جانب متوجہ کرتی تھی کچھ لوگ اس کی وجاہت سے مرعوب ہوتے تو کچھ اسے مسکراتے دیکھنے کی خواہش میں اسے دیکھتے رہتے۔ وہ ہنستا تھا پر اس وقت جب مرحا اس کے سامنے ہوتی تھی کیونکہ اس کی حرکتیں ہی ایسی ہوتی تھیں کہ وہ ہنسنے پہ مجبور ہو جاتا تھا۔۔۔

مرحا نے اپنا کھانا ختم کیا اور اٹھ کر جانے لگی کہ پھر کچھ یاد آنے پہ رکی

"بوا۔؟" اس نے بوا کو پکارا بوا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ بولی محب اس کی جانب متوجہ نہیں تھا وہ جگ سے پانی ڈال رہا تھا۔۔

"آپ سے ایک بات کرنی تھی" اس نے سنجیدگی سے کہا محب کا پانی ڈالتا ہاتھ رکا اس نے بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھا بوا بھی اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔۔۔ محب کی چھٹی حس نے اسے کچھ غلط ہونے کی خبر دے دی تھی

"ہاں کرو" بوا نے اپنا رخ اس کی طرف کر لیا تھا

"وہ سیما اور حنا ہیں نا" اس نے دوپٹہ انگلیوں پہ لپیٹنا شروع کر دیا چہرے پہ ہلکی ہلکی سی شرم تھی اس نے اتنا کہہ کر خاموشی اختیار کی پھر نظریں جھکا کر بولی

"وہ دونوں کہہ رہی تھیں کہ اگر وہ فیل ہو گئیں تو ان کی شادی کر دیں گے ان کے گھر والے پر وہ دونوں تھوڑی پاس ہو گئی ہیں لیکن سیما کی امی تو اس کی شاید پھر بھی شادی کر رہی ہے اور میں سوچ رہی تھی کہ میں تو پوری بُری طرح سے فیل ہو گئی ہوں اور میں نے ان دونوں کو

بھی کہہ دیا کہ میری بوا بھی کہہ رہی تھیں اب وہ میرا بھی بندوبست کر دیں گی تو میں پوچھ رہی تھی کہ پھر میں انہیں کیا کہوں کہ میرا بندوبست کب تک ہو گا۔؟" اس نے اپنی پوری بات بہت ہی معصومیت سے کہی نظریں جھکا کر بہت شرما کر، گھبرا گھبرا کر آنکھیں بھی ساتھ ساتھ لرز رہی تھیں اور دوپٹہ انگلیوں پہ لپٹ گیا تھا۔۔۔ڈائننگ ہال میں خاموشی چھا گئی بوا اسکی بات پہ دم بخود رہ گئیں محب کا بھی منہ کھل گیا تھا۔۔۔ مرحا کچھ دیر جواب کا انتظار کرتی رہی پھر اس نے جھکی پلکیں اٹھائیں

"بولیں نا اس دن تو بہت کہہ رہی تھی کہ تیرا بندوبست کروں گی پھر کیا ہوا۔؟" بوا نے دانت پیسے اور محب سر پکڑ کر بیٹھ گیا

"مرحا یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ آج تمہاری خیر نہیں" بوا سے جتنی زور سے ہو سکا وہ چیخی تھیں مرحا نے ڈر کر انہیں دیکھا

"اللہ میں تو پوچھ۔۔۔" بوا نے اپنے پیر کی جوتی اتار لی اور مرحا فوراً وہاں سے بھاگ گئی۔۔۔بوا نے جوتی دوبارہ فرش پہ رکھی اور محب کو دیکھا اب وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کیے بیٹھا تھا

"میں ایک دن پاگل خانے میں ملوں گی تمہیں محب یہ لڑکی مجھے دماغی مریضہ بنا دے گی مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ میرے بندوبست کو شادی سمجھے گی یا اللہ" بوا نے اپنا سر پیٹ لیا۔۔۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔" محب نے اتنا ہی کہا تھا کہ بوا بولیں

"خبر دار جو اسے بچی کہا تو وہ بچی نہیں ہے اور تم بے وجہ اس کی طرف داری مت کیا کرو اور اس کی دوستوں کی تو میں طبیعت صاف کروں گی کیسی باتیں کرتیں ہیں وہ توبہ میرے اللہ" محب ہلکا سا ہنسا اور کھڑا ہو گیا۔۔۔

"ویسے میں سوچ ہی رہا تھا کہ آج مرحا نے کوئی الٹی سیدھی بات یا حرکت نہیں کی اور اگر وہ ابھی بھی کچھ نہ کرتی تو مجھے نیند نہ آتی پر اب میں سکون سے سو سکوں گا" وہ ہنستا ہوا اپنے کمرے

کی جانب چلا گیا اس نے آفس کا کچھ کام کرنا تھا اور بوا پیچھے مرحا کا غصہ ملازماؤں پہ اتارنے لگیں۔۔۔

______&&&&&&&&&&&&&&____________________________

____

ملتان پہ اگلی صبح بھی عصر میں بدلتی جارہی تھی۔۔۔۔ ہلکی سی ہوا چل رہی تھی۔۔۔ دور دور عصر کی آذانیں ہونے لگی تھیں۔۔۔ پر دکان دار بے پرواسے اپنے کاموں میں مگن تھے۔۔۔۔ حسن آگاہی کے پر رونق بازار سے چلتے ان تنگ گلیوں میں آؤ تو ایک کھلا میدان سا بن تھا جس کے دائیں جانب ایک چوڑی گلی تھی اس گلی کے چوتھے مکان کے صحن میں چوزے چوں چوں کرتے پھر رہے تھے اور دیوار پہ بیٹھی بلی انہیں حسرت سے دیکھ رہی تھی

کاش وہ ان کی گردن مروڑ سکتی ۔۔۔ پر چوزوں کی ماں بھی اسی صحن میں بیٹھی بلی کو گھور رہی تھی اس لیے بلی بے بس تھی بلی نے اپنا رخ دوسری جانب کر لیا ایک گہرا سانس لے کر ۔۔۔

اس بڑے صحن کے گھر میں ایک ہی کمرہ تھا ۔۔۔ بس ایک کمرہ ۔۔۔ ایک بہت عام مکان کا عام سا کمرہ ۔۔۔ جہاں پلوشہ اور اس کی امی رہتی تھیں ۔۔۔ باپ سر پہ نہیں تھا پر چھت اپنی تھی ۔۔۔ اور اس چھت کو سلامت رکھنے کے لیے وہ دونوں ماں بیٹیاں بہت محنت کرتی تھیں ۔۔۔ وہ دونوں ایک جیسی تھیں ۔۔۔ بالکل ایک جیسی ۔۔۔ تکلیف بھی دونوں کی برابر تھی ۔۔۔ پر اس کی امی اسے کہتی تھیں ۔

"پلوشہ تمہارا دکھ زیادہ بڑا ہے" وہ اداسی سے مسکرا کر اپنی امی کو دیکھتی

"میں نے دل کے بدلے خریدا ہے یہ دکھ بڑا تو ہو گا ہی" اس کی بات پہ اسکی امی آسیہ بھی اداس ہو جاتیں ۔۔۔ اور پھر خاموش بھی پر پلوشہ کہتی

"امی صبر کب آتا ہے ۔؟"

"کس چیز پہ۔؟" وہ پوچھتیں۔

"محبت کے بچھڑنے پہ۔؟" پلوشہ ان کی آنکھوں میں دیکھ کر کہتی

"سچ کہوں تو کبھی نہیں!" اور ان کی آنکھوں میں دیکھتی دیکھتی وہ رو دیتے۔۔۔۔ کچھ دیر ماں کی گود میں سر رکھ لیتی اور دبی دبی سسکیوں سے روتی رہتی۔۔۔۔ پھر اٹھ کر صحن میں اپنے چوزوں کے پاس آجاتی اس کی زندگی میں ایک یہ چوزے اور مرغی ہی تھی جن کے ساتھ وہ کچھ پل اچھے گزار لیتی تھی۔۔۔ بلی کے لیے بھی اس کی محبت کم نہیں تھی پر بس بلی زرا مغرور اور دھوکے باز سی تھی ہمیشہ چوزوں پہ نظر ہوتی تھی اس کی سفید نرم نازک سی بلی کے ارادے کافی خطرناک تھے۔۔۔۔

اس وقت بھی بلوشہ نے مرغی اور چوزوں کو دانا ڈالا ہوا تھا اور خود اندر تیار ہو رہی تھی۔۔۔

وہ شیشے کے سامنے کھڑی تھی سادہ لون کے جوڑے میں ملبوس پلوشہ دھلے چہرے کو شیشے میں دیکھ رہی تھی۔۔۔

+********************************+

وہ اس کے پیچھے کھڑا اس کے دھلے چہرے کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے قدم پلوشہ کی جانب بڑھائے

"تم اتنی پیاری سچ میں ہو یا مجھے ہی لگتی ہو۔؟" پلوشہ نے تیز میرون کامدار سوٹ پہنا ہوا تھا چہرہ دھلا ہوا تھا وہ اب باہر جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ کالے بال پیچھے کمر پہ بکھرے تھے۔۔وہ اس کے بالکل قریب آ کھڑا ہوا تھا۔۔۔ اتنا کہ اب اگر وہ پلٹی تو اسکے سینے سے ٹکرا جاتی۔۔۔

"میں سچ میں اتنی پیاری نہیں ہوں صرف تمہیں لگتی ہوں" پلوشہ نے جواب دیا۔۔۔وہ شیشے میں اسکا عکس دیکھتے مسکرا دیا۔۔۔

+********************************+

پلوشہ نے اپنا چہرہ دوپٹے سے پونچھا اور بالوں میں کنگھا پھیرنے لگی اس کے بال پہلے بہت اچھے ہوا کرتے تھے پر پھر وقت نے ساری رونق اس سے چھین لی۔۔۔اس نے اپنے بال سیدھے کر کے انہیں چٹیا کی صورت گوندھا اور کمر پہ ڈال لیا پھر اس نے قریب چارپائی پہ رکھی اپنی کالی چادر اٹھائی اور اوڑھ لی۔۔۔

+**************************+

پیچھے کھڑا تیمور جھنجھلایا۔۔

"میک تو کرو" پلوشہ پلٹی اور اس کے سینے سے ٹکرا گئی۔۔۔وہ دور ہو جاتی اگر تیمور اس کی کمر کے گرد بانہیں نہ حائل کر لیتا۔۔وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔۔

"کر تو لیا ہے تیمور میک اپ اور کتنا کروں۔؟" اس نے تیمور کی گردن کے پیچھے اپنے ہاتھ لے جا کر باندھ لیے ہاتھوں میں موجود چوڑیاں کھنکھنا اٹھی تھیں۔۔۔

"اور کرو" وہ شرارت سے بولا

"نو جی میں نے جو کر نہیں بنانا اتنا ہی کافی ہے اور مسٹر اب مجھے چھوڑ دیں میں چادر لے لوں تا کہ ہم باہر جا سکیں۔؟" پلوشہ نے اسکے گال پہ چٹکی بھری تھی

"ٹھیک ہے پر کالی چادر مت لینا بہت بری لگتی ہے مجھے یہ سوگوار چیزیں اپنی دلہن پہ تم کچھ اور لے لو بلکہ دوپٹے سے ہی آجاؤ گاڑی میں ہی جانا ہے" پلوشہ نے نہ میں سر ہلایا۔۔۔

"میں کالی چادر نہیں لیتی پر چادر لے کر جاؤں گی" وہ تیمور سے دور ہو گئی تھی اس نے الماری سے دوسری سفید چادر نکالی جس پہ مختلف رنگوں کے دھاگوں سے کڑاھی ہو رہی تھی۔۔۔اس نے وہ اوڑھی اور تیمور کے ساتھ کمرے سے نکل گئی۔۔۔

+**************************+

وہ کالی چادر اوڑھ کر صحن میں آگئی تھی ادھر اُدھر پھرتے چوزوں کو اس نے مرغی سمیت کھڈے میں ڈالا اور تھوڑی بہت صفائی کر کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔ دیوار پہ بیٹھی موٹی سفید تیز پیلی آنکھوں والی بلی کا دل اور بھی اچاٹ ہو گیا۔۔۔وہ آہستگی سے دیوار سے

اٹھ کر چل گئی اور کھڈے میں بیٹھی مرغی بھی اب سکون سے اپنے پر پھیلا کر بیٹھ گئی اور اپنے تین چوزوں کو دیکھنے لگی جو اب کھڈے میں کچھ ڈھونڈ رہے تھے۔۔۔پلوشہ گھر سے نکل گئی تھی باہر سے اس نے گھر کو تالا لگایا اور گلی کی ایک جانب چلنے لگی۔۔۔اس وقت اس کی امی فیکٹری ہوتی تھیں اور وہ خود نیو ملتان ٹیوشن پڑھانے جاتی تھی ویسے امی کی تنخواہ اتنی تھی کہ ان دونوں کا گزارا ہو جاتا تھا پر وہ گھر میں رہتی تھی تو اسے تیمور یاد آتا تھا اس لیے اس نے خود کو مصروف رکھنے کے لیے ہوم ٹیوشنز دینا شروع کر دی تھیں۔۔۔۔

وہ میدان سے ہوتی حسن آگاہی کے پر رونق بازار میں آگئی تھی وہاں لاتعلقی سے چلتی وہ سڑک پہ آگئی تھی سامنے ہی بس کھڑی تھی وہ جا کر بس میں بیٹھ گئی۔۔۔

آسمان پہ موجود سورج اپنی کرنیں سمیٹ رہا تھا پلوشہ دور اونچائی پہ بنے دربار کو دیکھنے لگی تھی۔۔۔

+**********************+

"تم ہر روز دربار جاتی ہو۔؟" تیمور نے حیرت سے پوچھا تھا

"ہاں ہر روز" اس نے شانے اچکا کر جواب دیا

"اتنی دور پیدل مت جایا کرو" وہ ناگواری سے بولا

"اتنا بھی دور نہیں ہے تیمور ہمارے گھر سے تو بیس منٹ لگتے ہیں" وہ اسے بتانے لگی "میں ہر شام چلی جاتی ہوں "

"کرنے کیا جاتی ہو۔؟" وہ دونوں اس وقت یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں تھے کتابیں ان کے سامنے پڑی تھیں۔۔۔ درخت کے سائے تلے وہ پلوشہ کے قریب لیٹا تھا بلوشہ کا دوپٹہ اس کے چہرے پہ تھا۔۔۔ ایک سکون تھا جو تیمور کے اندر اتر رہا تھا۔۔۔ اور ایک سکون وہ تھا جو تیمور کے پاس ہونے سے پلوشہ کے اندر اتر رہا تھا۔۔۔

"علاج کی دعا کرنے" تیمور نے چہرے سے دوپٹہ ہٹایا

"کس کے۔؟" اس نے بھنویں سکوڑ کر اسے دیکھا

"اپنے" وہ سادگی سے بتارہی تھی تیمور اس کی بات پہ بے ساختہ سیدھا ہوا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں۔؟ "

"مجھے "پلوشہ نے اس کا چہرہ بغور دیکھا۔۔۔ تیمور کے چہرے پہ کرنوں سے روشنی تھی۔۔۔ وجیہہ چہرہ مونچھوں اور داڑھی والے تیمور کی آنکھیں شہد رنگ تھیں۔۔۔ جو ہر وقت چمکتی رہتی تھیں۔۔۔ ان روشن آنکھوں کو دیکھ کر پلوشہ کو پوری دنیا روشن لگتی تھی۔۔۔ وہ انہیں دیکھتے رہنا چاہتی تھی۔۔۔

"بتاؤ بھی" تیمور نے دوبارہ کہا وہ پریشان سا ہو گیا تھا پلوشہ نے اسکی ساحری آنکھوں سے نظریں ہٹائیں۔۔۔

"مجھے روگ لگ گیا ہے تیمور "

"کیسا روگ۔؟"

"محبت کا" وہ مسکرا کر بولی تھی اور تیمور سمجھ گیا تھا اس نے پلوشہ کی گود میں سر رکھ لیا

"کب لگا۔؟" وہ پوچھنے لگا

"بہت پہلے"

"اب ٹھیک کیسے ہو گی تم۔؟"

"محبوب کے ملنے سے۔" پلوشہ نے اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھ لیا۔

"دربار پہ جانے سے محبوب مل جاتے ہیں۔؟" تیمور نے آنکھیں موند لیں

"پتہ نہیں مجھے ابھی تک نہیں ملا پر اس امید سے جاتی ہوں کہ ایک دن مل جائے گا" وہ اس کے بالوں میں آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرنے لگی تھی۔۔۔ تیمور نے اسکا دوسرا ہاتھ پکڑا اور اپنے سینے پہ رکھ لیا

"میں بہت جلد تمہیں اپنا بنا لوں گا بس کچھ مہینے "

"جانتی ہوں" وہ اپنے ہاتھ پہ اس کے دل کی دھک دھک محسوس کرتی بولی تھی۔۔۔

"اور ہر روز مت جایا کرو دربار پہ پیدل چل چل کر تھک جاؤ گی ایک دن" وہ اپنی بات پہ مصر تھا پلوشہ ہلکا سا مسکرا دی

"ٹھیک ہے نہیں جاؤں گی پر کبھی کبھی تو جا سکتی ہوں نا۔؟ "

"ہاں کبھی کبھی ٹھیک ہے" وہ مان گیا تھا۔۔

+ * +

بس چلنے لگی تھی۔۔۔ دربار دور ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ پر اس کی نظر وہیں تھی۔۔۔ کاش وہ تیمور کی نہ مانتی۔۔۔ کاش وہ دربار پہ ویسے ہی ہر روز جاتی رہتی تو ان کا رشتہ اتنی جلدی ختم نہ ہوتا۔۔۔ اور وہ دربار اور سجدوں میں بس محبت ہی کیوں مانگتی رہ گئی اس نے دائمی ساتھ کیوں نہ مانگا۔؟

پلوشہ نے گہرا سانس لیا اور دربار سے نظر ہٹا لی اب سڑک پہ بس اپنی پوری رفتار سے چل رہی تھی۔۔۔ تبھی ایک سفید گاڑی بالکل بس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔۔۔ پر وہ لاتعلق سی بیٹھی

رہی اس نے نہ گاڑی کو دیکھا اور نہ ہی گاڑی والے کو۔۔۔ ان دونوں چیزوں سے اس کا تعلق ایک سال پہلے ختم ہو گیا تھا۔۔۔

+******************************+

"میں تمہیں طلاق دے رہا ہوں" اس نے سپاٹ لہجے سے کہا تھا۔۔ وہ دونوں کیفے میں بیٹھے تھے ہر طرف شور سا تھا۔۔ ویٹرز آجا رہے تھے۔۔۔ درمیان میں حائل کانچ کی ٹیبل پہ کافی کے مگ رکھے تھے جن سے دھواں اٹھ رہا تھا۔۔

"کب دو گے۔؟" پلوشہ نے جھکی ہوئی نظروں سے پوچھا۔۔۔ وہ ان آنکھوں میں نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔ چھوڑ جانے والے کو کیا دیکھنا۔۔؟ چاہیے دل میں کتنی بھی خواہش کیوں نہ ہو۔۔

"جتنی جلدی ہو سکے گا" وہ بھی کافی کے مگ سے اٹھتے دھوئیں کو دیکھنے لگا۔۔۔

"اچھا" پلوشہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی۔۔۔ کچھ دیر خاموشی رہی

"تم نے بے وفائی کیوں کی پلوشہ۔؟" اس نے پوچھا۔۔۔ اور پلوشہ کے دل میں نشتر آکر پیوست ہو گیا

"میری محبت تمہاری محبت جتنی کامل نہیں تھی نا اس لیے میرا ایمان ڈگمگا گیا تھا" وہ عجیب سے لہجے میں بولی تھی۔ تیمور نے تاسف سے اسے دیکھا

"تم دیکھنا تم بہت پچھتاؤ گی "

"میں تو ابھی بھی پچھتا رہی ہوں میرے پاس پچھتانے کی بہت ساری وجوہات ہیں تیمور" اس نے اب کی بار نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا جس کی آنکھیں سرد سی تھیں۔۔۔

"میں تم سے مل کر پچھتائی، تمہارے قریب ہو کر پچھتائی، تم سے دل لگا کر پچھتائی، اور پھر تمہیں ہی سب کچھ مان بیٹھی اور اب جب تم مجھے چھوڑ رہے ہو تو سب ہار کر پچھتا رہی ہوں" اس کی آواز بھرا سی گئی تھی۔۔۔ تیمور نے اس پہ سے نظریں ہٹا لیں

"تم ابھی اور بھی پچھتاؤ گی دیکھنا تم بہت روؤ گی" اس کی بھی آواز رندھی ہوئی تھی

"نہیں میں اب بس تباہ ہوں گی اور پھر ختم" وہ اٹھ کھڑی ہوئی "میں انتظار کروں گی" وہ کہہ کر چلی گئی۔۔۔ پیچھے تیمور نے اپنے دکھتے سر کو ہاتھوں میں جکڑ لیا۔۔۔ کافی گرم سے ٹھنڈی ہو گئی۔۔۔ دھواں اب اس میں سے نہیں اٹھ رہا تھا۔۔۔ دو دل جدا ہو کر خالی ہو گئے تھے۔۔۔

+*****************************+

بس اپنے اسٹاپ پہ رک گئی تھی۔۔۔ دھوپ کی کرنیں ملتان سے سمٹتی جا رہی تھیں۔۔۔ وہ بس سے اتری اور دونوں اطراف قطار سے بنے بنگلوں کے درمیان چلنے لگی۔۔۔ سفید گاڑی اس کے پیچھے ہی تھی پر اب رفتار آہستہ تھی۔۔۔ پلوشہ کی بھی اور گاڑی کی بھی۔۔۔۔ وہ چلتی ہوئی ایک بنگلے کے سامنے رک گئی۔۔۔ اس نے بیل نہیں دی تھی۔۔۔ اسے گاڑی کا دروازہ کھلنے کا انتظار تھا۔۔۔ اور کچھ لحظوں بعد گاڑی کا دروازہ کھلا گیا۔۔۔

"معاف کر دو پلوشہ مجھے۔؟" وہ گاڑی سے نکل کر باہر آ گیا تھا

"کر چکی ہوں" اس نے بغیر پلٹے جواب دیا

"تم جھوٹ بول رہی ہو" اس نے اداسی سے کہا

"تمہیں لگ رہا ہے" وہ اسی انداز میں بولی آسمان سے سورج آہستہ آہستہ پھسل رہا تھا۔۔۔ ملتان پہ شام سی پھیلنے لگی تھی۔۔۔ ہوا ویسی ہی تھی ہلکی ہلکی۔۔۔

"پھر واپس آجاؤ میرے پاس۔؟" وہ اس کی پشت دیکھتا کہہ رہا تھا۔۔۔

"کیا واپسی کا کوئی راستہ تم نے میرے لیے چھوڑا ہے تیمور۔؟" اب کی بار وہ پلٹی تھی۔۔۔ آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔۔۔

"تم نے میرے لیے واپسی کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا۔۔۔ مجھے برباد کر دیا تم نے تیمور۔۔۔ مجھے برباد کر دیا۔۔۔ اب مت آیا کرو بار بار۔۔۔ میرے پاس اب تمہیں دینے کے لیے کچھ بھی نہیں بچا" اس نے اپنے آنسوں ہاتھ کی پشت سے صاف کیے۔۔۔ اور بیل بجا دی۔۔۔ تیمور ابھی کچھ بولتا کہ گارڈ نے دوراز ہ کھول دیا تھا۔۔۔ اور پلوشہ اندر داخل ہو گئی

اور تیمور اس کی پشت کو یاسیت سے دیکھتا رہ گیا۔۔۔۔ملتان کے آسمان سے پھسلتا سورج اب گم ہو جانے کو تھا۔۔۔ تیمور شکستہ قدموں سے گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔۔۔اور دربار کی جانب گاڑی موڑ لی۔۔۔

اب وہ جاتا تھا وہاں اور ہر روز جاتا تھا۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&

ملتان پہ رات نے اپنے پر پھیلا لیے تھے دکانوں اور عمارتوں کی روشنیاں جل اٹھی تھیں۔۔۔ آسمان پہ بکھرے تارے چاند سنگ کھڑے تھے اور چاند کی چاندنی ہر سو پھیلی تھی۔۔۔

بالکونی کے پردے ہٹے تھے وہاں سے جھانکتی چاندنی نے کمرے میں نیم تاریکی پھیلا رکھی تھی۔ کمرے کی ساری روشنیاں گل تھیں وہ بیڈ پہ بیٹھا اپنے لیپ ٹاپ میں مصروف تھا۔۔۔لیپ ٹاپ

کی سفید روشنی اسکی چشمشے کے پیچھے موجود آنکھوں کو چمکا رہی تھی۔۔۔وہ ٹراوزر شرٹ میں ملبوس تھا ریشمی بال ماتھے پہ بکھرے تھے۔۔۔۔چہرہ ہمیشہ جیسا سنجیدہ تھا۔۔۔وہ نیم دراز ہو کر بیٹھا اپنا کام کر رہ تھا کہ تبھی دروازہ دھڑام دھڑام سے بجنے لگا۔۔۔

"مرحا دروازہ آرام سے بجاتے ہیں" وہ بغیر چونکے بولا تھا مرحا نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا

"کام کر رہے ہیں۔؟" اس نے پوچھا

"ہاں جی" وہ دوبارہ لپ ٹاپ پہ نظریں جما کر بیٹھ گیا

"تو کرتے رہیں میں تو پھر بھی آؤں گی آپ کے کمرے میں" وہ شانے اچکا کر اندر آگئ آتے ہی لائٹ جلائی۔ محب نے ایک برہم نظر اس پہ ڈالی

"تم مجھے کام کرنے دو بعد میں آنا" اس نے رسان سے کہا مرحا نے ناراضی سے اسے دیکھا

"آپ آج کل ایسے ہی کر رہے ہیں"

"کیسے۔؟"

"مجھے بھگانے والی باتیں کہ تم یہاں سے جاؤ وہاں سے جاؤ" وہ سر جھٹک کر منہ پھلا کر بولی تھی۔

بالوں کی اس نے چٹیا بنائی ہوئی تھی۔۔۔دو لٹیں چہرے پہ تھیں۔۔۔میک ہلکا سا تھا بڑی آنکھوں میں سرما تھا خم دار پلکیں مور پنکھ جیسی لگتی تھیں۔۔۔مومی چہرے اور تیکھے نقوش والی مرحا کسی گڑیا سے کم نہیں تھی۔۔۔ہلکی نیلی قمیص شلوار اور شانوں پہ سفید دوپٹہ گرائے وہ اب چلتی محب کے بیڈ پہ بے تکلفی سے بیٹھ گئی تھی۔۔۔محب نے لیپ ٹاپ ایک طرف رکھا

"تمہیں پتہ ہے میں تم سے ناراض ہوں۔؟" اس بے چارے کو آج اپنی ناراضی بتانی ہی پڑ گئی ورنہ مرحا کو تو کوئی فرق ہی نہیں پڑا تھا

"ہوں۔؟ آپ اور مجھ سے ناراض۔؟" وہ ہنسی "ناممکن" محب نے گہرا سانس لیا

"میں سچ میں ناراض ہوں "

"میں نہیں مانتی آپ جھوٹ بول رہے ہیں" مرحا نے سر جھٹکا محب نے لب بھینچ کر اسے دیکھا

"تمہیں کیوں نہیں لگتا کہ میں تم سے ناراض بھی ہو سکتا ہوں۔؟" مرحا نے مسکرا کر شانے اچکائے آنکھوں میں شرارت تھی

"کیونکہ آپ میرے محب ہیں اور میرے محب مجھ سے ناراض ہو ہی نہیں سکتے وہ غصہ کر سکتے ہیں ڈانٹ بھی سکتے ہیں پر وہ ناراض نہیں ہوتے" اس کی بات پہ وہ بے ساختہ مسکرا دیا

"پر میں اب کی بار تھوڑا سا ناراض ہوں" مرحا نے بیڈ پہ پاؤں اوپر کر لیے وہ اس کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئی تھی

"کتنا تھوڑا۔؟" وہ ابھی بھی محب کی بات کو مذاق میں ہی لے رہی تھی کیونکہ اسے پتہ تھا اسکے محب اس سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتے۔۔۔ کمرے جلتی لائٹ کی وجہ سے بالکونی سے آتی چاندنی گم سی ہو گئی تھی

"اتنا" محب نے انگلی اور انگوٹھے کے درمیان کچھ فاصلہ لا کر اسے کہا

"اور وجہ۔؟" مرحا نے پوچھا

"تم اتنی بُری طرح سے فیل جو ہو گئی ہو تمہیں زرا احساس نہیں ہے میری عزت کا؟ ابھی وانیہ کی شادی ہے سب پوچھیں گے کہ مرحا کا کیا رزلٹ آیا تو ہم کیا کہیں گے۔؟" اس نے اپنی ایک کزن کی شادی کا حوالا دے کر کہا تھا مرحا نے ناگواری سے اسے دیکھا

"انہیں بتانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔؟ وہ خود بڑا ہر سال بورڈ ٹاپ کرتی ہیں" محب نے اس کی بات کاٹی

"وہ نہیں کرتیں تو تم بھی نہیں کرو گی۔؟" وہ اسے محبت سے سمجھانے لگا

"اچھا ٹھیک ہے نا میں اب سے دل لگا کر پڑھوں گی وعدہ" مرحا نے جان چھڑائی اور محب خاموش ہو گیا پھر بولا

"اور بوا کو بھی جا کر سوری کہو ایسی الٹی باتیں نہیں کرتے بچے" محب کی بات پہ مرحا نے آنکھیں حیرت سے پھیلائیں

"چلو جی بوا بھی ناراض ہیں آپ بھی ناراض ہیں سفینہ بھی ناراض ہے پوری دنیا مجھ سے ہی ناراض ہے "

"تو الٹے کام بھی تو تم ہی کرتی ہو اب چلو جاؤ شاباش سب کو سوری کرو اور اب دوبارہ ایسی ویسی کوئی حرکت اور بات نہ کرنا سمجھیں۔؟" مرحا نے کوئی نہ جواب دیا محب نے اسے تھوڑا سا گھورا

"اچھا ٹھیک ہے اب آپ مجھے بھی میرا موبائل ٹھیک کروا کر دیں یا نیا لا کر دیں "

"نہیں ابھی نہیں اب موبائل تب ملے گا جب تم پاس ہو گی "

"یہ غلط ہے بھئی "

"یہ ہی صحیح ہے"

"اور اس بیچ میں، میں اگر کہیں گم ہو گئی تو میں آپ کو کیسے بتاؤں گی کہ میں کہاں ہوں۔؟" اس نے محب کو ڈرانا چاہا

"میں تمہیں ہر جگہ سے ڈھونڈلوں گا اور تم کہیں گم نہیں ہوتیں بے فکر رہو" اس نے کہہ کر لپ ٹاپ دوبارہ اپنی گود میں رکھ لیا اور کام کرنے لگا مرحا کھڑی ہو گئی

"اب میں بھی آپ سے ناراض ہوں" وہ منہ بنا کر چلی گئی نہ لائٹ بند کی نہ ہی کمرے کا دروازہ یہ اس کی ناراضی کا اظہار ہو کرتا تھا وہ تو لپ ٹاپ کچھ دور پڑا تھا ورنہ وہ اس پہ بھی تیزی سے ہاتھ چلا کر بہت سے بٹن دبا دیتی

محب مسکرا کر کھڑا ہوا اور کمرے کی لائٹ اور دروازہ بند کر کے دوبارہ بیڈ پہ بیٹھ گیا۔۔۔ کمرے میں ایک بار پھر خوابناک اندھیرا ابھر گیا اور چاندنی بالکونی سے اندر داخل ہونے لگی۔۔۔۔۔ رات ملتان کو اپنی بانہوں میں سوئے بیت رہی تھی۔۔۔ محب عالم کی حویلی تیرگی میں ڈوبتی جا رہی تھی۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&

&&

محب کی مان کر اس نے سب سے صلح کرلی تھی۔۔۔بوا نے اسے سختی سے کہا تھا کہ

"اب تم اپنی ان حنا سیما سے دور رہنا میں نہ دیکھ لوں انہیں تمہارے ساتھ "

"آپ بڑا اکالج آتی ہیں "اس نے دل میں سوچا اور سر اثبات میں ہلا دیا۔۔

وہ اور بوا آج کل شادی کی شاپنگ کر رہی تھیں شادی اسلام آباد میں تھی اور خاندان کی تھی اس لیے جانا ضروری تھا تو بوا نے تیاری شروع کر دی تھی۔۔

مرحا کا کہنا تھا کہ

"ہمیں ایک ہفتہ پہلے جانا چاہیے خاندان کی شادی ہے وہ لوگ کیا کہیں گے۔؟"بوا نے بھنوا چکا کر اسے دیکھا

"بہن وہیں جا کر نہ بس جائیں۔؟ایک ہفتہ پہلے جانے کی بھی کیا ضرورت ہے تم دلہن کے ساتھ ہی رخصت ہو جانا"مرحا نے فوراً محب کو دیکھا

"ہائے اب دیکھ لیں یہ خود میرے سامنے شادی کی باتیں کر رہی ہیں پھر میں کچھ کہہ دیتی ہوں تو وہ غلط ہو جاتا ہے اب انہیں بھی کہیں نا سوری کا" بوا نے اپنا سر پکڑ لیا۔ محب نے اپنی ہنسی دبائی پر کچھ بولا نہیں کیونکہ بوا نے مرحا کے سامنے ہاتھ جوڑ لیے تھے

"معاف کر دو بہن ہو گئی غلط مجھ سے"

"میں آپ کی بہن نہیں ہوں اوئی اللہ کتنی تیز ہیں آپ مجھے بہن بنا کر میری عمر کی ہونا چاہتی ہیں آپ" بوا کا منہ حیرت سے کھل گیا

"محب ویسے دیکھیں نا بوا کو کتنی بوڑھی ہو گئی ہیں اب ہم انہیں اولڈ ہاؤس چھوڑ کر آ جائیں گے" وہ لاؤنج سے کھڑی ہو گئی بوا نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا وہ اپنی جوتی ڈھونڈنے لگی تھیں کہ مرحا محب کے پیچھے آ گئی

"ماریں اب ماریں" وہ محب کو صوفے سے کھڑا کر کے اس کے پیچھے کھڑی ہو گئی تھی اور محب کو اب سمجھ نہیں آ رہی تھی کیا کہے کسی کو کیونکہ بوا اسے کہہ رہی تھیں

"دیکھ رہے ہو اس کی زبان تم اسے کچھ کہتے کیوں نہیں۔؟" اور مرحا اپنی ہی باتیں کر رہی تھی

"ہاں مجھے کیوں کچھ کہیں گے۔؟ آپ محب انہیں ٹھیک کریں اللہ مجھ سے اتنی الٹی الٹی باتیں کرتی ہیں اور پتہ یہ میرے ساتھ وہ والی باتیں بھی کرتی ہیں جب ہم بازار جاتے ہیں" مرحا نے معنی خیز لہجے میں کہا تھا بوا نے حیرت سے اسے دیکھا ان کا جوتی والا ہاتھ خود ہی نیچے ہو گیا تھا

"یہ کہتی ہیں مرحا وہ دکان والا دیکھو کتنا پیارا ہے ہم اسی سے کپڑے لیں گے" اس کی بات پہ بوا ساکت رہ گئیں اور محب جھنیپ گیا پر مرحا کہہ کر اپنے کمرے میں بھاگ گئی رھی اس کے جانے کے بعد بوا نے محب کو دیکھا

"قسم سے محب میں اسے ایسا کچھ نہیں کہتی۔۔۔" بوا بیچاری صفائیاں دینے لگی تھیں محب بے ساختہ ہنس دیا

"آپ بھی نا بوا" وہ بس اتنا کہہ کر چلا گیا پھر بوا کو احساس ہوا کہ وہ صفائیں نہیں بھی دیں گی تو بھی محب مرحا کی بات نہیں مانے گا وہ بوا سے زیادہ اچھے سے جانتا ہے مرحا کو۔

"مرحا اب تم نہیں بچو گی تم ایک بار میرے ہاتھ لگ جاؤ" بوا بھی بڑبڑاتی اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________________

______________________________________&&&

نیلے آسمان پہ سفید سرمئی کبوتر پر پھیلائے اڑ رہے تھے۔۔۔ دھوپ کی چادر پورے ملتان پہ چھائی ہوئی تھی۔۔۔ ایسے میں نیو ملتان کے بنگلے بھی اس کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔۔۔ ان میں صبح کے دس بجے بھی خاموشی تھی۔۔۔ پر محب علم کی حویلی میں چھل پہل لگی تھی۔۔۔ پورچ میں کھڑی گاڑی میں سامان رکھا جا رہا تھا۔۔ ڈرائیور نے جب سارا سامان رکھ لیا تو بوا نے اندر کی طرف دیکھ کر آواز لگائی

"مرحا آ بھی جاؤ "

"بس آرہی ہوں۔۔۔۔۔ آگئی" مرحا تیزی سے زینے اترتی باہر کی طرف بھاگی تھی

"لیں آگئی" وہ بوا کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی دائیں کان میں ابھی بھی وہ گول سیکے کی طرح کا جھمکا پہن رہی تھی۔۔۔ بوا نے اسے نیچے سے اوپر تک دیکھا

سرخ تنگ پاجامے اور فراق میں اس کا سپید رنگ اور بھی کھل اٹھا تھا ہم رنگ دوپٹہ کاندھے پہ تھا۔ آہو چشم کاجل سے لبریز تھیں گھنی پلکوں پہ مسکارا اور لائنر لگا تھا۔۔۔۔ نیلے لینز آنکھوں کی پتلوں پہ تھے جن سے آنکھیں مزید واضح نظر آتی تھیں۔۔۔ مومی چہرے پہ میک اپ تھا۔۔۔ نازک لبوں پہ میرون لپ اسٹک اس نے بڑی مہارت سے لگائی ہوئی تھی۔۔۔ لمبے بال چٹیا کی صورت کمر پہ گرے تھے چہرے پہ دو موٹی لٹیں گنگریالی کر کے ڈالی ہوئی تھیں۔۔۔ کان میں جھمکے اور کلائیوں میں چوڑیاں۔۔۔۔ راج ہنس گردن میں باریک گولڈ کی چین تھی جو گردن کے بہت قریب تھی اس میں ایک سفید سمندری موتی جھول رہا تھا۔۔۔ اور پیروں میں نازک سا کھُسا تھا

"بہت پیاری لگ رہی ہو" بوا نے فوراً اس کو نظر کا ٹیکا لگایا مرحا خوش ہو گئی

"تمہاری امی بھی بالکل تمہاری جیسی تھیں" انہوں نے مرحا کا ماتھا چوما تھا مرحا کے چہرے پہ کچھ کچھ اداسی چھا گئی تھی جو بوا نے فوراً دیکھ لی تھی

"پر میں تم سے زیادہ پیاری لگ رہی ہوں" بوا نے فوراً اسے چھیڑا تو مرحا بے ساختہ ہنس دی

"بالکل آج تو آپ بھی بہت پیاری لگ رہی ہیں" اس نے بھی ان کی تعریف کر دی بوا مسکرا دیں وہ ہلکے گلابی رنگ کی قمیص شلوار میں ملبوس تھیں دوپٹہ سر پہ اچھی طرح لے رکھا اور شانوں پہ سفید چادر تھی۔۔۔

"محب کیوں نہیں جا رہے ہمارے ساتھ۔؟" مرحا نے اداسی سے پوچھا

"وہ اسے آفس میں کام ہے شادی والے دن آجائے گا" مرحا نے ناراضی سے سر جھٹک دیا پھر اس نے سفینہ کو دیکھا جو ملتائی رنگ کی قیمض شلوار پہنے سر پہ دوپٹہ لیے اپنا چھوٹا سا بیگ اٹھا کر آرہی تھی

"اوہو سفینہ تو آج زردے کی دیگ لگ رہی ہے" مرحا نے کہا تو بوا نے پلٹ کر اسے دیکھا جو شرما سی گئی تھی بوا اسے دیکھ کر مسکرا دیں۔ وہ لوگ شادی سے دو دن پہلے جا رہے تھے اور مرحا کہیں بھی جاتی تھی تو وہ سفینہ کو اپنے ساتھ لے کر جاتی تھی سفینہ اسی کی ہم عمر تھی پھینے نقوش اور قدرِ فربہی چھوٹے قد والی سفینہ اس کی بہت پکی سہیلی تھی

سفینہ نے اپنا بیگ بھی ڈگی میں رکھ دیا تھا وہ سب گاڑی میں بیٹھ گئی تھیں۔۔۔

"وہ لائی ہو۔؟" مرحا نے سفینہ کے کان میں پوچھا

"ہاں جی باجی لائی ہوں" مرحا نے داد دینے والے انداز سے اسے دیکھا

"وہ آ تو جائے گا ناوہاں۔؟" مرحا نے پوچھا تو سفینہ نے زور سے سر ہلایا

"بہت مزہ آئے گا" سیفنہ نے اس کی بات پہ خوشی سے سر ہلا دیا تھا گاڑی اب حویلی سے نکل رہی تھی بوا اگلی سیٹ پہ بیٹھی پیچھی کی پلاننگ سے بے خبر تھیں۔۔۔

دھوپ میں جلتی محب کی حویلی میں بھی اب خاموشی چھاگئ تھی۔۔۔ سرمئی کبوتر ویسے ہی آسمان میں اڑ رہے تھے۔۔۔۔ ملتان کے بازاروں میں صبح کا شور اٹھنے لگا تھا۔۔

______&&&&&&&&&&&&&&____________________________

____

وہ لنچ بریک میں صرف کافی لیتا تھا۔۔۔اس کے آفس کے کالے شیشوں پہ سورج کا عکس دکھائی دے رہا تھا اندر سے باہر کا موسم دیکھو تو یوں لگتا تھا باہر ہر طرف بادلوں سے اندھیرا چھایا ہوا ہے پر ایسا نہیں تھا۔۔۔

کشادہ کیبن میں خاموشی چھائی تھی گھڑی کی ٹک ٹک صاف سنائی دے رہی تھی ایئر کنڈیشن کی خنکی سے سکون محسوس ہوتا تھا اس کے پرفیوم کی خوشبو ہر سو پھیلی تھی۔۔۔ وہ پاور چیئر پہ بیٹھا تھا۔۔۔ بلیک کوٹ پینٹ کے ساتھ اس نے سفید شرٹ پہنی ہوئی تھی بال جیل سے سنوارے ہوئے تھے آنکھوں پہ بغیر فریم کا چشمہ تھا ہلکی داڑھی مونچھوں والے محب کا چہرہ سنجیدہ

تھا۔۔۔اس کی ٹیبل پہ کافی کا مگ رکھا تھا جسے وہ ابھی پینا نہیں چاہتا تھا۔۔۔اس میں سے دھواں نکلتا فضا میں تحلیل ہو رہا تھا۔۔۔محب کی نظریں دھویں پہ مرکوز تھیں۔۔۔پھر اس نے اپنا والٹ نکالا اور اسے کھول کر اس میں لگی پاکٹ پکچر کو دیکھنے۔۔۔۔

ایک عرصہ ہو گیا تھا اسے یونہی اس تصویر کو دیکھتے ہوئے یہ محب کے پاس اس کی واحد تصویر تھی جو اس نے بہت اصرار سے لی تھی اس میں وہ سفید دوپٹے میں چھپی تھی پیچھے کا بیک گراؤنڈ نیلا تھا وہ شاید اس کی کالج کی تصویر تھی۔ محب نے اس کے چہرے کو اپنی انگلیوں سے چھوا۔۔۔وہ اسے یونہی محسوس کرتا تھا۔۔۔

آفس کی خاموشی میں اب ہلکی سی اداسی بھی سر اٹھانے لگی تھی۔۔۔یہ اداسی اور پھیلتی کہ اسکا موبائل چیخ اٹھا۔۔۔اس نے چونک کر موبائل کو دیکھا پھر اس نے ہلکا سا سر جھٹکا اور کال او کے کر کے موبائل کان سے لگا لیا والٹ اس نے دوبارہ ایک طرف رکھ دیا تھا

"میں آپ سے بہت ناراض ہوں۔ ایک تو آپ ہمارے ساتھ آئے نہیں دوسرا آپ مل کر بھی نہیں گئے۔۔۔یعنی آپ مرحا سے مل کر نہیں گئے۔؟ ہائے اللہ مجھے یقین نہیں آرہا۔۔۔۔"

وہ اور بھی بولنا چاہتی تھی کہ محب درمیان میں بول پڑا

"ارے ارے۔۔۔۔اتنا سارا غصہ اتنی ساری شکایتیں اور بھی ایک ہی سانس میں۔؟ آرام آرام سے شکایتیں کرو میں یہیں ہوں" وہ ہنسی دبا کر بولا تھا دوسری طرف مرحا نے منہ بنا لیا۔۔۔وہ بوا کے موبائل سے کال کر رہی تھی اس وقت بھی وہ لوگ گاڑی میں تھے گاڑی کی کھڑکی سے سرسبز کھیت دکھائی دے رہے تھے سفینہ اپنا محبوب کام کر رہی تھی سونے کا۔۔۔وہ آنکھیں موندے جھول رہی تھی اور بوا نے بھی آنکھیں بند کر لی تھیں۔۔۔بس ایک مرحا بے چین ہو رہی تھی۔۔۔۔

محب کی بات پہ اس نے گہرا سانس لیا

"آپ ہمارے ساتھ شادی میں کیوں نہیں آئے۔؟"

"کیونکہ مجھے آفس میں بہت سارے ضروری کام تھے میں بعد میں آجاؤں گا"

"یعنی اکیلے ہی خوش ہیں آپ" وہ ناراضی سے بولی

"تم مجھے اکیلا رہنے کب دیتی ہو۔؟" وہ اٹھ کر قدِ آدم کھڑکی کے پاس آگیا جہاں سے سارا شہر نظر آرہا تھا سڑک پہ آج ٹریفک کم تھی۔۔۔

"تو اچھی بات ہے نا میں آپ کا دل لگائے رکھتی ہوں" وہ اپنی ہی پیٹھ ٹھونک کر بولی تھی۔۔۔ محب کے چہرے پہ ہلکی سی اداس مسکان آگئی

"اگر مرحا محب کی زندگی میں نہ ہوتی تو سچ میں محب کا کبھی دل نہ لگتا" اس نے یہ بات دل میں کہی تھی اس کے جانے کے بعد ایک مرحا ہی تو تھی جس کے چھوٹے چھوٹے کاموں اور بڑی بڑی شرارتوں نے اس کا دکھ بہت کم کر دیا تھا۔۔۔ ورنہ اس وقت تو لگتا تھا جیسے دل درد سے پھٹ جائے گا۔۔۔ زندگی میں جیسے کچھ بچا ہی نہیں تھا۔۔۔

"کیونکہ تم میری چھوٹی سی گڑیا ہو اس لیے میرا دل تمہارے ساتھ ہی لگتا ہے" اس نے اپنی ساری سوچوں کو ذہن سے نکالا کر کہا وہ کھڑکی سے ہٹ گیا تھا۔۔۔ میز پہ رکھی کافی اب تقریباً ڈھنڈی ہو گئی تھی۔۔۔ وہ دوبارہ اپنی چیئر پہ آ بیٹھا۔۔۔

"میں آپ کو ابھی اپنی تصویریں بھی بھیجتی ہوں" وہ اس کی بات پہ بہت خوش ہو گئی تھی ناراضی وراضی وہ تعریف پہ بھول جاتی تھی۔۔۔۔ محب نے ٹھیک ہے کہہ کر کال کاٹ دی کچھ دیر میں اس کے موبائل پہ مرحا کی تصویر آ گئی تھیں۔۔۔ وہ ایک ایک کی تعریف کر رہا تھا کیونکہ مرحا کو اپنی ہر تصویر پہ کمنٹ چاہیے ہوتا تھا۔۔۔۔

وہ کافی پینا بھول گیا تھا۔۔۔۔ کمرے کی خاموشی اب چھٹ گئی تھی۔۔۔ سر اٹھاتی اداسی بھی کہیں غائب ہو گئی تھی۔۔۔۔ اس کے کیبن میں مرحا کے وائس میسج گونجنے لگے تھے۔۔۔۔ جن میں اس کی ہنسی تھی اور ہنسی میں خوشی۔۔۔ اور اسی خوشی سے محب بھی مسکراتا رہتا تھا۔۔۔ گھڑی کی ٹک ٹک اب سنائی نہیں دے رہی تھی۔۔۔۔

آؤ دیکھو میرے چہرے کے خدوخال کو اب

مان جاؤ گے محبت بھی نشاں چھوڑتی ہے

___&&&&&&&&&&&&&&&___________________________

بڑے صحن کے آدھے حصے میں دھوپ پھیلی تھی۔۔۔۔ مرغی اور اسے کے چوزے اس وقت دیوار کے قریب بیٹھے تھے جہاں چھاؤں تھی۔۔۔۔ سفید بلی نجانے کہاں گئی ہوئی تھی۔۔۔۔ تبھی مرغی نے آنکھیں موندر کھی تھیں۔۔۔۔ کھڈے کا دروازہ کھلا تھا۔۔۔۔

کمرے کے آگے بنے کچن میں وہ دال چاول بنارہی تھی۔۔۔۔ سبز پرینٹڈ قمیض شلوار کے ساتھ اس نے ہم رنگ دوپٹہ لیاہوا تھا۔۔۔۔بال کمر پہ چٹیا کی صورت گندھے ہوئے تھے۔۔۔۔ چہرہ سپاٹ سا تھا۔۔۔ آنکھیں مرجھائی ہوئی تھیں۔۔۔۔ اس نے دال کی دیگچی میں چمچہ چلایا اور پسینہ پونچھتی کمرے میں آگئی۔۔۔۔ پنکھا چلا کر وہ چار بیڈ پہ بیٹھ گئی تھی۔۔۔۔ سامنے چارپائی

بچھی تھی اور ایک الماری تھی اس کمرے میں جس کے ساتھ ہی ڈریسنگ کا شیشہ تھا۔۔۔کمرے میں کچھ خاص نہیں تھا۔۔۔باہر صحن بھی اس لیے کچھ زیادہ بڑا لگتا تھا کیونکہ وہاں کچن، کھڈے اور باتھ روم کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔۔۔بس دیوار کے ساتھ کچھ گملے پڑے تھے جن میں مختلف پھول لگے ہوئے تھے۔۔۔

بلوشہ کچھ دیر بیٹھ رہی پھر اس نے اٹھ کر الماری سے ڈائری نکال لی۔۔۔ڈائری کھول کر اس نے لکھنا شروع کیا

تو جب گیا تو تیرا چہرہ ٹھہر گیا۔۔۔

ان آنکھوں میں وہ نمی پر غالب تھا۔۔۔۔

میری آنکھوں سے تو گرے آنسوں قطرہ قطرہ۔۔۔

پر تیرا چہرہ اترتا گیا دل میں میرے۔۔۔

بس اِک یہ ہی وجہ ہے جان میری۔۔۔۔

جو ابھی تک دل کو سنبھالے بیٹھے ہیں۔۔۔۔

ورنہ یہ بھی ٹوٹ کر بکھرنا چاہتا ہے۔۔۔۔۔

کچھ میری طرح، کچھ میرے خواب کی طرح۔۔۔۔۔

اس نے لکھ کر ڈائری بند کی اور اپنے سینے سے لگا کر آنکھیں موند لیں۔۔۔۔چپکے سے اس کے پہلو میں تیمور آکر بیٹھ گیا

"میرا دل کرتا ہے میں تمہیں دیکھتا رہوں۔" پارک کے بینچ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے تیمور نے کہا پلوشہ نے نظریں اس سے ہٹالیں

"تبھی دیر سے آتے ہو" وہ ناراضی سے بولی تھی۔۔۔۔

"ارے یار تمہیں پتہ ہے تمہارے تیمور کو کتنے کام ہوتے ہیں۔؟"

"ہاں پتہ ہے تیمور صاحب بہت مصروف انسان ہیں انہیں بہت سے کام ہیں ایک میں ہی فارغ ہوں جو پچھلے آدھے گھنٹے سے یہاں پاگلوں کی طرح بیٹھی ہوں" تیمور اس کے پاس بیٹھ گیا

"اچھانا اب وقت پہ آؤں گا وہ بڑی آپا کو مارکٹ سے کچھ سامان لینا تھا اس لیے ان کے ساتھ جانا پڑ گیا ڈرائیور آج چھٹی پہ تھا" وہ اسے وضاحت دینے لگا۔۔۔

"تم اور تمہارے بہانے" پلوشہ نے گہرا سانس لے کر کہا نظریں ابھی بھی دوسری جانب ہی تھیں۔۔۔

"میری طرف دیکھو تو سہی۔۔۔ دیکھ بھی نہیں رہیں" وہ منہ پھلا کر بولا۔پلوشہ نے اس کی طرف رخ کیا

"اب خوش۔؟" اس نے کہا تیمور ہنس دیا

"بہت زیادہ اچھا اب معاف کر دو وعدہ اب وقت پہ آؤں گا اگلی بار سے" اس نے پلوشہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔۔پلوشہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔۔۔۔گہری جادوئی آنکھیں۔۔۔۔وہ ان سے بھلا ناراض رہ سکتی تھی۔؟

"تم بے شک دیر سے آنا پر کبھی مجھے چھوڑ کر مت جانا۔ تمہارا دیر سے آنا تو برداشت ہو جاتا ہے پر تمہارا چھوڑ کر جانا برداشت نہیں ہو گا" اس نے تیمور کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام لیا تھا۔۔۔

"میں پاگل نہیں ہوں جو تمہیں چھوڑوں گا بھلا دنیا بھی چھوڑی جاتی ہے۔؟ اور تم میری پوری دنیا ہو پوری کی پوری" اس نے پلوشہ کی ٹھوڑی پکڑ کر کہا تھا۔۔۔۔پلوشہ مسکرا دی۔۔۔۔

اور پھر کچھ جلنے کی بو نے اس کی وہ مسکان چھین لی۔۔۔۔

"دال" وہ بے ساختہ کھڑی ہوئی۔۔۔۔پھر رک سی گئی۔۔۔۔شیشے میں اپنا عکس دیکھا۔۔۔۔اس کی آنکھیں نم تھیں۔۔۔۔

اور اسے آج یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ انسان جب دنیا چھوڑ جائیں تو دنیا سچ میں ویران ہو جاتی ہے۔۔۔ اجڑ جاتی ہے۔۔۔ اداس ہو جاتا ہے۔۔۔ اور پھر روتی بھی ہے۔۔۔ پل پل۔۔۔ ہر پل۔۔۔

وہ اپنی آنکھیں صاف کرتی باہر آ گئی تھی۔۔۔ اس کے آنے کی آہٹ سے آنکھیں موندے بیٹھی مرغی نے چونک کر آنکھیں کھولی تھیں۔۔۔ پر پلوشہ کو دیکھ کر وہ دوبارہ مطمئن ہو گئی پر اب کی بار اس نے آنکھیں نہیں بند کی تھیں وہ اپنے کھیلتے چوزوں کو دیکھنے لگی تھی۔۔۔ صحن میں دھوپ ویسے ہی پھیلی تھی۔۔۔ سفید بلی بھی لاپتہ تھی۔۔۔ پر وہ شام تک واپس لوٹ آئے گی۔۔۔ مرغی اور پلوشہ جاتی تھیں۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&

وہ لوگ شادی والے گھر پہنچ گئے تھے۔۔۔ گھر میں عجب آپا دھاپی کا ماحول تھا۔۔ شام کو ڈھولک تھی اس لیے سب تیاریوں میں مصروف تھے۔۔۔ مرحا بھی وانیہ کے کمرے میں تیار ہو رہی تھی۔۔۔ وانیہ اس کی اور محب کی فرسٹ کزن تھی۔۔۔ اور جس سے وانیہ کی شادی ہو رہی تھی وہ اس کی خالہ کا بیٹا تھا۔۔۔ قریب ہی رہتے تھے۔۔۔ اس لیے وانیہ بہت ہی خوش تھی کیونکہ جب دل کرے گا وہ گھر بھی آ سکے گی۔۔۔

مرحا اس وقت کافی مصروف تھی۔۔۔ اس نے ابھی اپنا سوٹ استری کیا تھا۔۔۔

"پہلے کپڑے بدلوں یا میک اپ کروں۔؟" وہ سوچ میں پڑ گئی۔۔۔

"کپڑے بدلتی ہوں ورنہ میک اپ خراب ہو جائے گا" اس نے فیصلہ کیا اور کپڑے بدلنے چلی گئی۔۔۔ اس نے سب کو یہاں یہ کہہ کر مطمئن کر دیا تھا کہ وہ پاس ہو گئی ہے بوا نے حیرت سے اسے دیکھا تو اس نے انہیں آنکھیں دکھا دیں اور وہ بھی بس پھر خاموش ہی ہو گئیں۔۔۔

وہ جلدی سے کپڑے بدل کر آگئی تھی۔۔۔پیلا سادہ فراک اس کے گھٹنوں تک آتا تھا۔۔۔اس نے آکر دوپٹہ بیڈ پہ پھینکا اور سیشے کے سامنے کھڑی ہوگئی۔۔۔پیچھے بیڈ پہ بیٹھی وانیہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

"ان بالوں کا کیا کروں آج۔؟"اس نے شیشے میں دیکھتے ہوئے وانیہ سے پوچھا۔۔۔

"کھلا چھوڑ دو"وانیہ نے مشورہ دیا وہ تیکھے نقوش اور صاف رنگ کی دراز قد لڑکی تھی جس نے پیلا ابٹن کا سوٹ پہنا ہوا تھا چہرے نکھرا ہوا تھا۔۔۔کمرے میں ایک طرف رکھی کرسیوں پہ سفینہ بھی بیٹھی تھی۔۔۔وہ ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

"نہیں آج کچھ اور بناؤں گی مہندی والے دن انہیں کھلا چھوڑوں گا نیچے سے کرلی کروا کر"مرحا نے اپنا منصوبہ بتایا۔وانیہ سوچ میں پڑگئی۔۔۔

"تو پھر ایک کام کرو وان سائیڈ فرنچ بنالو"مرحا کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے اثبات میں سر ہلا یا۔۔۔

"ہاں ٹھیک ہے یہ صحیح رہے گا" مرحا نے کہہ کر اپنے بالوں کو سنوارنا شروع کیا اور پھر جلدی سے ہلا سا میک اپ کرنے لگی

"سفینہ تھوڑا سا گرم پانی لا دو "

"کیوں اس کا کیا کرو گی۔؟" وانیہ نے حیرت سے پوچھا

"تم پانی لے کر آؤ سفینہ " اس نے سفینہ کو کہا اور پھر وانیہ کی طرف گھومی "پانی آجائے دیکھ لینا" وانیہ خاموش ہو گئی۔۔۔کچھ دیر میں جب سفینہ گرم پانی لے آئی تو اس نے مسکارے کی چھوٹی سی بوتل کو گرم پانی کے مگ میں ڈال دیا

"وہ نا یہ سوکھ گیا تھا اور شاید ختم بھی ہو گیا تھا اب نیا تو لانا مجھے یاد نہیں رہا اس لیے اسی سے ہی کام چلا لوں گی جو سوکھا ہوا ہے وہ گرم پانی سے میلٹ ہو جائے گا" اس نے وانیہ کو اب پوری تفصیل بتائی تھی اور وانیہ بس اس کا منہ دیکھتی رہ گئی۔۔۔چار منٹ بعد اس نے مسکارے کی بوتل نکالی اور برش کو پلکوں پہ پھیرا تو پلکیں اور بھی واضح ہو گئیں۔۔۔

"واہ زبردست" وانیہ نے بے ساختہ کہا مرحا مسکرا دی۔۔۔

"باجی تو بال بھی بغیر اسٹریٹنر کے سیدھے کرلیتی ہیں" سفینہ نے مرحا کی تعریف میں اضافہ کیا

"وہ کیسے۔؟" وانیہ نے متجسس لہجے میں پوچھا

"ابھی سفینہ کے کروں گی تو دیکھ لینا" اس نے وانیہ کو کہا اور خود تیار ہونے لگی۔۔۔ جب وہ خود اچھی طرح تیار ہوگئی تو اتنے سفینہ کپڑے بدل آئی تھی اس نے سفینہ کو بالکل بیڈ کے ساتھ نیچے بٹھا کر ایک چادر بیڈ پہ بچھائی وانیہ تجسس سے سب دیکھ رہی تھی۔۔۔ پھر مرحا نے سفینہ کے بالوں کو اس چادر پہ بچھایا اور دوسری چادر ان پہ ڈال کر وہ استری اٹھالائی وانیہ بے ساختہ چیخی

"نہیں پاگل جل جائیں گے" مرحا نے ناک سے مکھی اڑی

"ایک بار بھی نہیں جلے کئی بار سفینہ کے بال ایسے ہی سیدھے کیے ہیں میں تو اسے کہتی ہوں اسٹریٹنر سے کر دیتی ہوں پر اسے یہ استری سے زیادہ اچھے لگتے ہیں اس کا کہنا ہے ایسے جلدی

ہو جاتے ہیں" مرحا نے کہہ کر استری کا سوئچ لگایا اور استری کو ہلکا گرم کر کے اسے چادر پہ پھیرنے لگی جو سفینہ کے بالوں کے اوپر تھی پانچ منٹ بعد جب مرحا نے استر بند کر کے چادر ہٹائی تو سفینہ کے بالوں سے چڑیا والے بل ختم ہو چکے تھے اور وانیہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں

"ہو گئے نا سیدھے اور جلے بھی نہیں" مرحا نے فاتحانہ مسکرا کر کہا

"تمہیں یہ اتنا خطرناک طریقہ کس نے سکھایا؟" وانیہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی

"میری ایک دوست ہے سیما ہمارے کالج میں فنکشن تھا تب اس کا اسٹریٹنر خراب ہو گیا تھا تو اس کی بہن نے اس کے بالوں پہ یہ تجربہ کیا تھا اور تجربہ کامیاب بھی ہو گیا۔۔۔اس نے ہمیں آکر یہ سب بتایا اور میں نے اس کے بعد کئی بار سفینہ کے بال ایسے ہی سیدھے کیے ہیں "

"کبھی جلے نہیں۔؟"

"جلے تھے ایک بار" اس بار سفینہ بولی

"اور تم پھر بھی اتنی زندہ دلی سے بیٹھ جاتی ہو دوبارہ کروانے۔؟" وانیہ نے صدمے سے پوچھا

"تو کیا ہوا شروع میں تو سب سے ہی غلطی ہوتی ہے" سفینہ نے اطمینان سے جواب دیا اور وانیہ کا سر چکرا گیا

"تم دونوں کی دوستی کو میرا سلام" وانیہ کی بات پہ وہ دونوں بے ساختہ ہنس دیں اب مرحا سفینہ کا میک اپ کر رہی تھی۔۔۔ اور وانیہ ابھی تک استری تو کبھی سفینہ کے بالوں کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

"کسی دن میں بھی کسی کے ایسے سیدھے کروں گی" اس نے دل میں سوچا تھا۔۔۔

____________________&&&&&&&&&&&&____________

____

یونیورسٹی پہ ہر سو چمکتی صبح اتری تھی۔۔۔ سبز گھاس پہ شبنم کے معصوم قطرے بیٹھے آتے جاتے اسٹوڈینٹس کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ کھلے دروازے سے تیمور بھی اپنی گاڑی لیے

یونیورسٹی میں داخل ہو اگیا تھا۔۔۔اس نے ڈیش بورڈ پہ رکھا پھول دیکھا۔۔۔میرون ادھ کھلا گلاب جس کی مہک سانسوں میں اتر رہی تھی۔۔۔۔وہ اس پھول کو دیکھ کر مسکا دیا۔۔۔پھر گاڑی کو پارکنگ میں لگا کر وہ کاندھے پہ اپنا بیگ ٹانگ کر اندر داخل ہو گیا۔۔۔

اپنے ڈیپارٹمنٹ میں جا کر اس نے سب سے پہلے اسے ڈھونڈا۔۔۔پھول ہاتھ میں ہی تھا۔۔۔پر وہ نہ ملی۔۔۔اسے حیرت ہوئی۔۔۔کچھ دیر وہاں کھڑا رہنے کے بعد وہ

"شاید گراؤنڈ میں ہو" یہ سوچ کر باہر آگیا۔۔۔گراؤنڈ میں بھی سب تھے پھول، گھاس، چلتے پھرتے لوگ، چمکتی دھوپ اور اب تیمور بھی۔۔۔پر وہ نہیں تھی۔۔۔اسے بے چینی سی ہونے لگی۔۔۔موبائل جیب سے نکلا۔۔۔کال ملائی۔۔۔نمبر بند تھا۔۔۔اس کی بے چینی پریشانی میں بدل گئی۔۔۔تبھی اس کی نظر سامنے اس کی دوست پہ پڑی وہ بے ساختہ اس کی جانب گیا

"سنیں۔؟" اس نے پلوشہ کی دوست کو پکارا وہ رک گئی

"پلوشہ نہیں آئی۔؟" اس نے پوچھا۔۔۔

"ہاں کہہ رہی تھی یہ وہ آج نہیں آئے گی" تیمور کو حیرت ہوئی۔۔۔وہ وہاں سے پلٹ گیا۔۔۔

"مجھے کیوں نہیں بتایا۔؟ میں بھی نہ آتا پھر اب میرا دل کیسے لگے گا۔؟" وہ دفعتاً اداس ہوا تھا۔۔۔اس نے ہاتھ میں موجود پھول کو دیکھا

"میں بھی اب بات نہیں کروں گا" اس نے سر جھٹک دیا۔۔۔اور بیگ کو ایک طرف رکھ کر وہ گراؤنڈ کے ایک سائے دار درخت تلے بیٹھ گیا۔۔۔پھول کو دیکھتا رہا۔۔۔پھر موبائل نکال لیا۔۔۔دوبارہ کال کی۔۔۔پر نمبر اب بھی بند تھا۔۔۔وہ جھنجھلا گیا

"اب نہیں کروں گا کال" اس نے کال نہ کرنے کا عہد کیا اور اٹھ کر اپنے دوستوں کے پاس چلا گیا۔۔۔وہ سب باتیں کر رہے تھے۔۔۔وہ بھی بولنا چاہ رہا تھا۔۔۔پر بھٹکتے ذہن سے کیا بولتا۔۔۔کچھ بولتا تو اٹک جاتا۔۔۔بات درمیان میں ہی بھول جاتا۔۔۔پھر وہ خاموش

ہو گیا۔۔۔اور بہت اداس بھی۔۔۔اس نے پھول کو دیکھا۔۔۔وہ اب مرجھانے لگا تھا۔۔۔تیمور کے چہرے کی طرح۔۔۔اس نے اپنی حالت سے تنگ آکر موبائل پھر نکالا۔۔۔پلوشہ کا نمبر نکل کر اسے پھر کال کی۔۔۔اور وہ بے ساختہ کھڑا ہو گیا۔۔۔شور شرابے سے دور چلا گیا۔۔کال جا رہی تھی

"تم کہاں ہو۔۔۔جب نہیں آنا تھا تو بتا نہیں سکتیں تھیں۔۔۔میں یہاں پاگل ہو گیا ہوں کہیں نہ ذہن لگ رہا ہے نہ دل تم خود تو آرام سے گھر بیٹھی ہو اور یہاں اضطراب میری جان لینے کو ہو رہا ہے تم آئی کیوں نہیں بتاؤ بھی" وہ ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ گیا تھا

"سوری۔؟" وہ دوسری طرف سے بولی

"اپنے پاس رکھو میں کال کاٹ رہا ہوں" اس نے کہہ کر بھی کال نہ کاٹی

"طبیعت خراب ہے میری تیمور رات تک ٹھیک تھی پر پتہ نہیں صبح کیسے بخار ا ہو گیا" اور تیمور کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا

"کیا ہوا۔۔" وہ اتنا کہہ کر رکا

"جھوٹ بول رہی ہو نا تم؟ ثانیہ کو تم نے کل ہی بتا دیا تھا کہ تم نہیں آؤ گی" وہ ایک بار پھر ناراض ہو گیا تھا

"تمہاری قسم اس سے بس مذاق کیا تھا میں نے آج آنا تھا طبیعت سچ میں خراب ہے تمہیں میری آواز سے نہیں لگ رہا۔؟" اس نے اب پہلی بار پلوشہ کی آواز پہ توجہ دی تھی اور اس کی جان حلق میں آ گئی

"کیا ہوا ہے تمہیں۔؟ تم ڈاکٹر کے پاس گئی تھیں۔؟ دوائی لی۔؟" اس نے پھر سے سوالوں کی بارش کر دی وہ دیوار سے کمر ٹکا کر کھڑا ہو گیا۔۔۔ دل بوجھل ہو گیا تھا

"وہیں گئی ہوئی تھی موبائل پتہ نہیں کیسے بند ہو گیا اس لیے تمہیں بتا نہیں سکی میری اس طرف توجہ ہی نہیں گئی ایم سوری" پلوشہ دوسری جانب سے شرمندگی سے بولی تھی تیمور نے گہرا سانس لیا

"نہیں نا نہ کرو سوری۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔ میں نے تم پہ غصہ کیا۔۔۔ میں آؤں تم سے ملنے۔؟ "

"نہیں جناب میں اتنی بھی بیمار نہیں ہوئی کہ آپ میری عیادت کو آئیں آپ اپنی کلاسز لیں"

تیمور نے سر جھٹکا

"ابھی بتایا تو ہے کہ تم نہیں آئیں تو نہ ذہن کہیں لگ رہا ہے اور نہ ہی دل دونوں تمہاری طرف الجھے ہیں اور میڈم محبت میں الجھے ذہن اور دل پڑھائی کے لیے نارکارہ ہوتے ہیں بالکل ناقص" وہ اتنا کہہ کر رکا پھر بولا

"میں پھول بھی لایا تھا تمہارے لیے" اس نے ہاتھ میں پل پل مرجھاتے پھول کو دیکھا جس کی رعنائی کم ہو گئی تھی۔۔۔

"میں کل لے لوں گی اسے تم سے سنبھال کر رکھ لو" اور تیمور نے اس کا کہا مان لیا اس نے پھول کو اپنی کتاب میں رکھ لیا۔۔۔ پر پھر اگلے دن وہ نیا پھول لے گیا تھا اور وہ پھول کتاب

میں یادِ ماضی بن کر رہ گیا۔۔۔ جس سے اب مہک نہیں بس یاد آتی تھی۔۔۔پلوشہ کی یاد۔۔۔

کتابوں میں چھپے پھولوں سے

اب مہک نہیں بس یاد آتی ہے

تیمور نے اپنی پرانی کتاب میں موجود پھول کو دیکھ کر سوچا اور ماضی کی یاد لیے اس پھول کو اس نے دوبارہ کتاب میں رکھ دیا۔۔۔ اور خود بیڈ پہ آ کر لیٹ گیا۔۔۔ کھلی کھڑکی سے رات کی تاریکی وجود کے اندر بھی اندھیرے کرتی جا رہی تھی۔۔۔ وہ نم سی پلکوں سے بیڈ پہ لیٹا تھا۔۔۔ اور نیند سرہانے بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔ نہ وہ اسے باہوں میں بھرتا تھا اور نہ وہ اس کے سینے سے لگتی تھی دونوں ایک دوسرے سے ناراض تھے۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&

اسلام آباد پہ رات کا دوسرا چھانے کو تھا۔۔۔۔اگست کے مہینے میں راتوں میں چلنی والی وہ ہلکی ڈھنڈی اور تیز سی ہوا چھت پہ رواں تھی آسمان پہ تارے ٹمٹمارہے تھے گہری سیاہی پہ جگر جگر کرتے وہ چھوٹے موتی معلوم ہوتے تھے۔۔۔مایوں کے فنکشن کی گرما گرمی اب ٹھنڈی پڑ چکی تھی سب تقریباًسو گئے تھے سوائے مرحا،وانیہ اور سفینہ کے علاوہ وہ تینوں چھت پہ تھیں۔ مرحا اور وانیہ نے سینے پہ ہاتھ باندھے ہوئے تھے اور وہ سامنے کھڑے شخص کو تنقیدی نظروں سے دیکھ رہی تھیں جبکہ سفینہ کچھ گبھرائی سی شرمائی سی لرزتی پلکوں کو جھکائے کھڑی تھی اور سامنے والا شخص مرحا اور وانیہ کے مسلسل دیکھنے پہ نروس ہو رہا تھا مرحا نے اس کی طرف قدم اٹھائے

"دیکھنے میں تو ٹھیک لگتا ہے بس قد چھوٹا ہے" وہ چلتی ہوئی اعجاز کے قریب آگئی تھی مرحا کا اس سے قد ہیل کی وجہ سے نکلتا محسوس ہوتا تھا

"سفینہ کے ساتھ تو ٹھیک لگے گا پر یہ اس کے بال اتنے کم کیوں ہیں آگے سے" وانیہ نے بھنویں سکیڑ تبصرہ کیا مرحا نے بھی اس کے بالوں کی طرف دیکھا

"بالوں کو چھوڑو یہ مجھے تھوڑا سا بھینگا بھی لگ رہا ہے" مرحا کی نظر بالوں سے اب آنکھوں تک چلی گئی اور اس کی اس بات پہ اعجاز نے چونک کر اسے دیکھا ساتھ سفینہ نے بھی

"نہیں بی بی جی میری آنکھیں ٹھیک ہیں" اعجاز نے فوراً کہا سفینہ بھی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ مرحا بولی

"ارے مجھے لگا رہا ہے وانیہ تم دیکھو زرا" اس نے وانیہ کو دعوت دی وہ بھی آگے آگئی بہت غور سے اعجاز کو دیکھا

"لگ تو رہی ہیں" اعجاز کی چھوٹی کالی آنکھوں میں جھانکتے وانیہ نے کہا اعجاز نے ایک بار پھر احتجاج کیا

"نہیں باجی سچی میری آنکھیں ٹھیک ہیں" مرحا نے ہاتھ اٹھایا

"اچھا دفع کرو آنکھوں کو یہ بتاؤ سفینہ ان سے نظر آتی ہے نا۔؟" اعجاز نے سفینہ کو دیکھا ایک پل کو دونوں کی نظریں ملیں اور سفینہ نے اپنا دوپٹہ زور سے چہرے پہ گرایا اور رخ موڑ لیا اعجاز شوخی سے مسکرا کر بولا

"یہ ہی نظر آتی ہے بس۔!" مرحا اور وانیہ بے ساختہ معنی خیز مسکرا دیں اعجاز سفینہ کا منگیتر تھا جو اسلام آباد میں ہی پڑھائی کرتا تھا مرحا کو سفینہ نے بہت پہلے اپنی منگنی کا بتایا تھا اور مرحا بڑی متجسس تھی سفینہ کے منگیتر کو دیکھنے لیے وہ سفینہ کو تبھی اپنے ساتھ اسلام آباد لائی تھی اس کا پلان تھا کہ مہندی والے دن وہ لوگ بازار کسی بہانے سے چلی جائیں گی اور وہاں سفینہ کے

منگیتر کو بلا لیں گی سفینہ کے پاس ایک نوکیا کا پرانا ماڈل موبائل تھا جو بات بات پہ بند ہو جاتا تھا ایک میسج جاتا اور بند، پھر آن کرو دوسرا میسج اور بند۔۔۔۔۔

پر ان کے لیے یہ بھی کافی تھی جب یہاں آکر مرحا نے وانیہ کو بتایا تو اس نے اس کام کو ایڈونچر بنانے کے لیے رات میں مایوں کے بعد اعجاز کو پھول سمیت بلانے کا مشورہ دیا

"ہائے کتنا مزہ آئے گا جب وہ سفینہ کو پھول دے گا" اور اس منظر کو تخیل سے حقیقت کا جامہ پہنانے کے لیے مرحا مان گئی اور اعجاز کو بلا لیا تھا۔ اب مرحا اور وانیہ کو اعجاز کو دیکھ کر خاصی ناامیدی ہوئی تھی اعجاز ویسے اچھا تھا پہننے اوڑھنے کا سلیقہ تھا ابھی بھی وہ ڈارک بلیو پینٹ اور سرمئی شرٹ میں ملبوس تھا اس کے نقوش سفینہ سے کافی ملتے تھے وہ اس بات کا ثبوت چہرے سے ہی دیتا تھا کہ وہ سفینہ کا کزن ہے اس کا بھی قد چھوٹا اور نقوش پھینے تھے پر سفینہ کا رنگ صاف تھا جبکہ اعجاز کا گہرا گندمی۔۔۔۔ اعجاز کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد اب وہ مرحلہ تھا جس کا وانیہ اور مرحا کو بہت انتظار تھا "پھول دینے کا" وہ دونوں کچھ قدم پیچھے ہو گئیں سفینہ کو اعجاز

کے مقابل لایا گیا سفینہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی بالکل ستر کی دھائی کی ہیروئنوں کی طرح اعجاز نے سفینہ کو دیکھتے ہوئے جیب سے گلاب کا پھول نکلا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا مرحا اور وانیہ چمکتی آنکھوں سے سب دیکھ رہی تھیں ماحول بالکل خاموش اور خوشگوار تھا اعجاز نے بولنا شروع کیا

"سفینہ جی آپ مجھے اچھی لگتی ہیں مجھے آپ سے۔۔۔" وہ ابھی کچھ اور کہتا کہ زینوں پہ کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی اور پھر اوپر آنے والے کی آواز بھی

"تم دونوں اوپر کیا کر رہی۔۔۔۔؟" بوا بالکل ساکت رہ گئی مرحا وانیہ اور سفینہ کی انکی طرف پشت تھی پر اعجاز کا چہرہ وہ دیکھ سکتی تھیں۔ مرحا کی تو وہیں کھڑے کھڑے جان نکل گئی اور وانیہ پتھر کی بن گئی اعجاز کا حلق ایک دم ہی سوکھ گیا بوا کو وقت لگا سنبھلنے میں پر جب وہ سنبھلی تو مرحا، وانیہ، سفینہ اور اعجاز کا سنبھلنا مشکل ہو گیا بوا جانتی تھیں کہ اعجاز سفینہ کا منگیتر ہے انہوں

نے اسے دیکھا ہوا تھا اور تبھی ان کا پارہ ہائی ہو گیا انہوں نے آگے بڑھ کر اعجاز کے تو دو کمر میں لگائے اور اس سے پوچھا

"کیسے آیا تو یہاں کمینے۔؟" اس نے بڑی معصومیت سے پیچھے اشارہ کر دیا بوا نے پیچھے دیکھا تو چھت کی منڈیر کے ساتھ سیڑھی لگی تھی جو گھر کے پچھلے لان میں اترتی تھی اس وقت پچھلے لان کا دروازہ کھلا تھا جہاں سے اعجاز آیا تھا بوا کا سر گول گول گھومنے لگا وانیہ تو چپکے سے وہاں سے کھسک گئی پر مرحا اور سفینہ لٹھے کی طرح سفید پڑتے چہروں کے ساتھ وہیں کھڑی تھیں بوا نے پلٹ کر مرحا کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا

"بے غیرت تو اب میرے ہاتھ سے مرے گی مرحا" مرحا کے حلق میں کانٹے اگ آئے تھے

________________________&&&&&&&&&&&&&&&&______

____

بوا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اعجاز سمیت مرحا اور سفینہ کو چھت سے دھکا دے دیں پر وہ ایسا کر نہ سکیں انہوں نے اعجاز کو ٹھڈوں سے چلتا کیا اور مرحا پلس سفینہ کو بڑے ضبط سے نیچے وانیہ کے کمرے میں ہی لے آئیں اور پھر ہوا کمرے کا دروازہ بند

"بوا معاف کر دیں سچ میں سفینہ کا بہت دل کر رہا تھا اپنے کزن سے ملنے کا "

"ہاں آنٹی سچ میں "وانیہ مرحا اور سفینہ ان کے پیروں میں بیٹھیں تھیں سفینہ نے جب ساری بات اپنے اوپر آتے دیکھی تو بے چاری رونے لگی

"اللہ کی قسم لے لو بوا میں نے ملنے کا نہیں کہا تھا باجی مرحا کہہ رہی تھیں کہ میں تمہارا منگیتر دیکھوں گی ورنہ بوا میں تو اسے دیکھ دیکھ کر ہی بڑی ہوئی ہوں "مرحا نے بوا کے پاؤں چھوڑے

"ہائے اللہ دیکھو تو کیسی زبان چل رہی ہے اب اس میسنی گھنی کی چھت پہ تو بڑی ہیروئن بن بن کر گرنے کو ہو رہی تھی اور میں کیوں دیکھنا چاہوں گی تمہارے منگیتر کو اللہ معاف کرے۔

جھوٹ بول رہی ہے یہ بوا" مرحا نے چہرے پہ مسکینیت سجاتے ہوئے کہا سفینہ ہچکیوں سے رونے لگی

"ہائے نہیں بوا میں مر جاؤں اگر میں جھوٹ بول رہی ہوں تو بوا میرے گھر مت بتانا میرے ابا میری بوٹیاں کر دیں گے" بے چاری سفینہ کو اس بات کی پریشانی کھائے جا رہی تھی کہ بوا اس کے گھر نہ بتا دیں پریشانی تو مرحا کو بھی تھی کہ بوا اب ضرور محب کو بتائیں گی "ہائے اللہ" مرحا کا دل اس کے حلق میں آ گیا تھا پر بوا نے ان کی کسی بھی بات کا جواب نہیں دیا اور ان تینوں کو لعنت دے کر وہاں سے چلی گئیں پر جاتے جاتے مرحا اور سفینہ کو یہ ضرور کہا

"تمہاری طبیعت میں گھر جا کر صاف کروں گی" اور اسی بات کا ان دونوں کو خطرہ تھا اب شادی کے دن پتہ نہیں کیسے گزریں گے

"شکر میرے اللہ میری تو شادی ہو جائے گی اور ویسے بھی مجھے کوئی کچھ کہے گا بھی نہیں کیونکہ میرے تو ویسے ہی اس گھر میں آخری دن ہیں پھر تو میں پرائی ہو جاؤں گی مسئلہ تو زیادہ تم

دونوں کا ہے" وانیہ نے بڑے سکون سے بیڈ پہ لیٹتے ہوئے کہا تھا مرحا کو وانیہ اس وقت زہر لگ رہی تھی پھر سفینہ اور مرحا کے لیے وہ رات اور اگلا پورا دن بہت مشکل گزرہ اور اس بھی مشکل بارات والا دن تھا جب محب کے آنے کی خبر مرحا کو اپنی ایک دوسری کزن سے ملی اس کے ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گئے تھے

__&&&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________

____

محب کو یہاں آئے دو گھنٹے سے زیادہ ہونے کو تھے اور اس کی بے چینی میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا۔ مرحا ابھی تک اس سے ملنے نہیں آئی تھی۔ اور یہ ایک غیر متوقع بات تھی ورنہ مرحا تو اس کے آفس سے آتے ہی اس کے سر پہ کھڑی ہوتی تھی اور اب تین دن بعد آنے پہ بھی وہ نہیں آئی۔۔۔

محب لاؤنج میں بیٹھا تھا وانیہ کے گھر کا لاؤنج اس وقت کچھ کچھ خالی تھا زیادہ تر مہمان قریبی ہوٹل کے گیسٹ رومز میں تھے گھر میں اس وقت کم ہی لوگ تھے۔ شام کو بارات کے انتظام کرنے میں تقریباً سبھی مصروف تھے۔ محب کے ساتھ لاؤنج میں اس وقت وانیہ کے ابو، بھائی، امی اور بوا بیٹھیں تھیں۔ وانیہ کے ابو اس سے اس کے کاروبار کے بارے میں پوچھ رہے تھے جن کا جواب دیتے ہوئے اس نے ایک گہری نظر بوا کے چہرے پہ ڈالی۔ اس نے انہیں بس چند سکینڈ دیکھا تھا اور وہ ان کے چہرے سے ہی سمجھ گیا تھا کہ مرحا نے یہاں کوئی رائیتہ پھیلا دیا ہے۔ محب نے گہرا سانس لیا اور وانیہ کے ابو کی جانب متوجہ ہو گیا۔

جب وہ وہاں سے اٹھ کر جا رہا تھا تو اس نے بوا کو اپنی جانب آنے کا اشارہ کیا

"سب ٹھیک ہے۔؟" اس نے تشویش سے پوچھا بوا کا دل کیا ابھی سب بتا دیں پر پھر زبردستی سامسکائیں

"ہاں سب ٹھیک ہے" محب نے بھنویں سکوڑ کر انہیں دیکھا

"آپ کے چہرے سے نہیں لگ رہا۔" بوا اس کی بات پہ بس خاموش ہو گئیں پھر اسے مطمئن کرتے ہوئے انہوں نے کہا

"بس شادی کی تھکان سے چہرہ ایسا ہو گیا ہے تم پریشان نہ ہو۔" محب نے سر ہلا دیا پھر پوچھا

"مرحا کہاں ہے آئی نہیں مجھے ملنے" بوا کا پارہ اس کے نام سے ہی ہائی ہو گیا تھا

"یہیں کہیں دفع ہو رہی ہو گی تم چھوڑو اسے جاؤ بھائی صاحب بلا رہے ہیں" بہت کوشش کے بعد بھی بوا اپنا غصہ قابو نہیں کر پائی تھیں اور محب اب سچ میں پریشان ہو گیا تھا

"اب پتہ نہیں اس لڑکی نے کیا کیا ہو گا یہ ایک دن مجھے بھی اپنے ساتھ گھر سے نکلوائے گی۔" وہ سوچتا ہوا انیہ کے ابو کے ساتھ باہر چلا گیا تھا۔۔۔

_&&&&&&&&&&&&&&&&&_

کمرے میں اس وقت مرحا ہی تھی۔ وہ جلے پیر کی بلی کی طرح ادھر ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔

پریشانی سے وہ اپنے ناخن چبا رہی تھی وانیہ پالر جا چکی تھی کچھ دیر میں اس نے بھی جانا تھا اور جانا بھی محب کے ساتھ تھا" ہائے میرے اللہ بوا نے بتا ہی نہ دیا ہو" وہ اضطراب سے سوچ رہی تھی تبھی کمرے کا دروازہ کھلا اور سفینہ ہانپتی کانپتی اندر داخل ہوئی اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور مرحا کو دیکھا۔

"کیا بنا۔؟" اس نے سفینہ کے پاس آکر پوچھا۔ سفینہ نے گہرا سانس لیا اور دبے دبے جوش سے بولی

"بوا نے بھائی محب کو کچھ نہیں بتایا میں ابھی بھائی محب کے پاس سے آرہی ہوں وہ کافی اچھے طریقے سے مجھ سے بولے ہیں اور وہ آپ کا بھی پوچھ رہیں ہے۔" مرحا اس کی بات سے مطمئن نہیں وہ بوا کو اچھی طرح جانتی تھی

"ہائے باجی مرحا ہم بچ گئے" سفینہ نے دونوں ہاتھ آپس میں ملا کر بے حد خوشی سے کہا

"زیادہ دانت مت نکالو بوانے "ابھی" کچھ نہیں بتایا پر بعد میں وہ ضرور بتائیں گے بیٹا میں تو بچ جاؤں گی غصہ ہی کریں گے نا محب مجھ پہ مارتے تو وہ مجھے ہیں نہیں اور نہ ہی بوا کو مارنے دیں گے قبر تو تمہاری بنے گی اور لاؤ اپنے ساتھ موبائل، مجھے ورغلا کر کیسے تم نے مجھے اپنی باتوں کا قائل کیا ہائے میرے اللہ۔!" مرحا نے سر پہ ہاتھ رکھا سفینہ ہکا بکا اسے دیکھ رہی تھی

"میں کتنی بے وقوف تھی جو تمہاری باتوں میں آگئی پر خیر میں محب کو کہہ دوں گی تم نے میری منتیں کی تھیں واسطے دیے تھے اور مجھے تم پہ ترس آگیا" وہ بڑے مزے سے ساری بات اب سفینہ پہ ڈال رہی تھی جبکہ موبائل لانے اور اعجاز کو بلانے کا مشورہ صرف اور صرف مرحا کا تھا اسے ہی شوق چڑھا تھا سفینہ کا ہونے والا دولہا دیکھنے کا

"ایک ہم لڑکیوں کو پتہ نہیں کیوں اپنا منگیتر دیکھنے سے زیادہ اپنی دوست کا منگیتر دیکھنے کا تجسس ہوتا ہے اور یہ ہی تجسس آج میرے گلے پڑ گیا ہے" مرحا اندر سے ڈرتی ہوئی سوچ رہی تھی سفینہ نے اس کی اب والی باتیں سنیں تو وہ رونے لگی

"باجی میرے ابا مجھے جان سے مار دیں گے۔" مرحا نے اسے روتے دیکھا تو چڑ گئی

"ایک تم رونا بند کرو تم جب بھی روتی ہو تو چیزیں اور بھی الٹی ہو جاتی ہیں اور نہیں مرتیں تم، میں تمھیں کسی طرح بچا ہی لوں گی" اس نے احسان کرنے والے انداز میں کہا اور سفینہ غریب بنی فوراً احسان تلے دب گئی اس نے اپنے آنسو صاف کیے اور کہا

"شکریہ باجی" مرحا کو اس پہ ترس بھی آرہا تھا کہ اس کی وجہ سے سفینہ زیادہ ہی اب کی بار پھنس گئی ہے

____&&&&&&&&&&&&&&&&______________________

____

شام گہری ہونے لگی تھی عمارتوں کی روشنیاں جل اٹھی تھیں سڑکوں پہ ٹریفک بڑھ گئی تھی دکانوں، ریستوران اور کافی شاپس پہ رش لگنے لگا تھا آسمان پہ گہری نلاہٹ تھی جو اندھیرے میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی اور جیسے جیسے اندھیرا اچھیل رہا تھا ویسے ویسے آسمان کے آنچل پہ

تارے چمکنے لگے تھے چاند آسمان پہ ایک طرف کو کھڑا اس گاڑی کو دیکھ رہا تھا جس میں مرحا بیٹھی تھی۔ وہ ابھی سادے لباس میں ملبوس تھی اس کے کپڑے وغیرہ پچھلی سیٹ پہ پڑے تھے۔ مرحا کچھ کچھ دیر بعد ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے محب کو دیکھتی اور مزید سکون کا سانس لیتی اس کا انداز بالکل سادہ تھا محب نے جب اسے دیکھا تھا تو ایک بار پوچھا تھا

"تم نے بوا کو تنگ تو نہیں کیا۔؟" مرحا کا حلق ایک پل کو سوکھ گیا اس نے اپنے ہونٹوں پہ زبان پھیر کر معصومیت سے جواب دیا

"بالکل بھی نہیں! کیا ہوتا تو آپ کو وہ بتا نہ دیتیں" اس نے یہ بات جان بوجھ کر کہی تا کہ وہ محب کے تاثر دیکھ سکے اور پھر محب کی ہلکی سی مسکراہٹ نے اس کے سارے شبے دور کر دیے اسے یقین آگیا کہ بوا نے سچ میں کچھ نہیں بتایا محب کو "اور شاید بتائیں بھی نہ" اس نے خود کو تسلی دی اور محب کے ساتھ خوش گپیوں میں لگ گئی

"محب آپ اچھے لگ رہے ہیں۔" اس نے بلیک ڈنر سوٹ میں ملبوس محب کو دیکھ کر تبصرہ کیا محب اس کی تعریف پہ مسکایا گالوں پہ ڈمپل پڑ گئے۔ سنجیدہ چہرے پہ پھیلتی اکثر کی یہ ہلکی سی مسکان بہت دل فریب ہوتی تھی

"پر میں آپ سے زیادہ اچھی لگوں گی ابھی بس تیار ہونے دیں مجھے" اس نے شرارت سے کہا تو وہ بے اختیار ہنس دیا

"تم ابھی بھی مجھ سے اچھی لگ رہی ہو میرا اور تمہارا کوئی مقابلہ نہیں ہے تم بہت اچھی ہو۔" محب نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا تھا مرحا نے فوراً شانے اچکا کر بے نیازی سے کہا

"وہ تو میں ہوں۔" اب جسے پوری پوری رات بیٹھ کر سلایا ہو اس کی ہر طرح سے طرفداری کی ہو وہ برا کیسے لگ سکتا۔؟ مرحا اکثر محب کے کمرے میں آجاتی تھی اسے عادت تھی جھوٹی سچی کہانیاں سنانے کی وہ آکر محب کو کہتی

"میں نے آج ادھر سونا ہے۔؟" وہ وجہ پوچھتا تو مرحا اپنے چہرے پہ خوف لا کر بہت آہستگی اور راز داری سے کہتی "میرے کمرے میں چڑیل ہے" پہلے پہلے محب اس کے کمرے میں اس کے ساتھ جاتا ہر طرف دیکھتا کھڑکیاں بند کرتا پردے ٹھیک کرتا پوری تسلی کرتا۔ اسے لگتا تھا کہ مرحا سچ میں اندھیرے سے ڈر جاتی ہے پر اسے بعد میں معلوم ہو گیا کہ یہ سب ڈراموں کے علاوہ کچھ نہیں ہیں وہ بس محب کے کمرے میں سونا چاہتی تھی اور محب نے کبھی اس پہ یہ بات ظاہر نہیں ہونے دی کہ وہ اسکی کہانیاں خوب سمجھتا ہے مرحا جب بھی اس کے کمرے میں آتی تو وہ اسے بہت پیار سے کہتا

"ٹھیک ہے تم ادھر سو جاؤ میں تمہارے کمرے میں سو جاؤں گا" اور مرحا خوش ہو جاتی وہ محب کی ہر چیز کو بہت حق سے استعمال کرتی تھی اسے کبھی محب سے اجازت کی ضرورت نہیں پڑی تھی اور اسی وجہ سے محب کبھی اپنے کمرے کو رات میں لاک کر کے نہیں سوتا تھا

پالر آگیا تھا محب نے گاڑی روکی تو مرحا گاڑی سے اتر گئی پچھلی سیٹ سے اپنا سامان اٹھایا" آٹھ بجے لینے آجائیے گا" وہ اسے ٹائم بتا کر جانے لگی پھر رکی

"محب۔؟" اس کی پکار پہ محب نے گاڑی کی ونڈو سے اسے دیکھا مرحا تھوڑا سا جھکی آسمان پہ اب مکمل تاریکی چھاگئی تھی ہوا ویسی ہی مسرور سی چل رہی تھی آسلام آباد روشن ہو گیا تھا اور چاند ابھی بھی انہیں دیکھ رہا تھا

"آپ مجھے کبھی ماریں گے تو نہیں نا۔؟" لاکھ خود کو تسلیاں دینے کے بعد بھی اس کے دل سے ڈر نہیں جا رہا تھا کہ محب کو جب بوا کچھ بتائیں گی تو اس کا ردِ عمل کیا ہو گا یہ سوچ کر وہ خوف زدہ ہو رہی تھی۔ محب کی آنکھوں میں الجھن در آئی

"میں تمہیں کیوں ماروں۔؟" اس نے حیرت سے پوچھا

"نہیں مطلب میں کبھی کوئی ایسی غلطی کروں جس پہ آپ کو بہت غصہ آئے تو بھی آپ مجھے نہیں ماریں گے نا۔؟" محب ٹھٹک گیا

"مرحا کچھ ہوا ہے؟ صاف صاف بتاؤ میں کچھ بھی نہیں کہوں گا" وہ نرمی سے بولا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا مرحا کو اپنی بے وقوفی پہ پچھتاوا ہوا اب وہ محب کو کیسے مطمئن کرے گی "اُف۔!" اس کا دل کیا اپنا گلا دبا لے

"کچھ بھی نہیں ہوا ویسے ہی پوچھ رہی تھی" اس نے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی پر محب کے چشمے کے پیچھے موجود آنکھیں مرحا کو اپنا چہرہ پڑھتی محسوس ہو رہی تھیں محب کا چہرہ اب سنجیدہ تھا ہلکی داڑھی مونچھوں اور سفید رنگت والا اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا مرحا نے نظریں چرائیں

"کچھ بھی نہیں ہوا بھئی آپ تو پولیس کی طرح تفتیش کرنے لگ گئے ہیں میں بس ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔" وہ جان بوجھ کر ناراضی سے گویا ہوئی تھی

"تم سچ کہہ رہی ہو۔؟" محب نے ایک بار پھر پوچھا

"مجھے پوچھنا ہی نہیں چاہیے تھا غلطی ہو گئی معاف کر دیں اب میں آپ سے کوئی بات نہیں کروں گی اللہ حافظ مجھے لینے بھی مت آیئے گا میں رکشے میں آجاؤں گی" وہ جھنجھلا کر کہتی ہوئی جانے لگی

"سنو" محب کی آواز پہ اس کی جان سی نکل گئی وہ رک گئی پھر آہستگی سے پلٹی

"میں تمہیں کچھ بھی نہیں کہوں گا پریشان نہ ہو" اس نے مسکرا کر کہا تھا۔ جتنا وہ سمجھ گیا تھا اتنا اس کے لیے کافی تھا اب وہ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا وہ وہیں کھڑے کھڑے جان گیا تھا کہ اب گھر جا کر بوا ضرور مرحا کی کوئی نئی شیطانی بتائیں گی۔ مرحا کی جان میں جان آئی

"پکی بات ہے۔؟" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ محب کو کہے قسم کھاؤ

"ہاں پکی بات ہے "

"اللہ آپ کو خوش رکھے محب آپ کی ساری پریشانیاں دور ہو جائیں" اس نے سامان سے بھرے ہاتھ اٹھانے کی ناکام کوشش کی جب وہ نہ اٹھائے گئے تو ایسے ہی دعا دے دی اور محب اس کی اس حرکت پہ بس ہنس کر رہ گیا" اس لڑکی کا کچھ نہیں ہو سکتا" اس نے دل میں سوچا تھا

"اب تمہیں لینے آؤں یا رکشے میں آجاؤ گی۔؟" مرحا ہنسی

"لینے آیئے گا پورے آٹھ بجے" وہ کہہ کر پالر میں چلی گئی تھی۔ مرحا سفینہ کو بھی لانا چاہتی تھی پر بوا نے گھورا اور وہ وہاں سے اکیلی کھسک گئی اس نے پھر سفینہ کو گھر پہ ہی تیار کر دیا تھا

____________________________&&&&&&&&&&&&&&____

____

رات کا رنگ گہرا ہو گیا تھا قمقموں سے سجے ہال میں سب موجود تھے دلہن آگئی تھی وہ سامنے اسٹیج پہ بیٹھی تھی ہر طرف گہما گہمی کا ماحول تھا بوا نفیس سے لباس میں چند خاندان کی عورتوں

کے ساتھ بیٹھیں باتوں میں مشغول تھیں تبھی ان کی نظر سامنے پڑی وہاں سے مرحا محب کا ہاتھ پکڑے چلتی آرہی تھی

سنہری اسٹرپس والی کالی ہائی ہیلز سے وہ بہت سنبھل کر چل رہی تھی۔ کالی ساڑھی جس پہ سنہری موتیوں کی بیلیں بنی تھیں ایک ہاتھ میں کلچ تھا اور دوسرا ہاتھ محب کے ہاتھ میں بوا کی نظر اس کے مومی چہرے پہ رک گئی جس پہ بہت مہارت سے میک اپ کیا گیا تھا آہو چشم کاجل سے لبریز تھیں ان کی گہرائی کا آج حساب لگانا ممکن نہ تھا آنکھوں کی پتلوں پہ اس نے لینز لگائے ہوئے تھے دور سے ہی بڑی بڑی آنکھیں واضح ہوتی تھیں باریک لبوں پہ لپ اسٹیک تھی اور گالوں پہ بلیشر، کالے بالوں کا اس نے آج جوڑا بنا رکھا تھا چہرے پہ دو خم دار لٹیں تھیں، آدھی آستینوں سے اس کے دودھیا بازو دکھائی دے رہے تھے، کلائی میں بریسلٹ تھا اور دائیں ہاتھ کی آخری سے پہلے والی انگلی میں انگوٹھی تھی جس پہ لگا ہیرا چمک رہا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہال کے بالکل درمیان میں آگئی تھی دور سے اس نے اپنی دوسری رشتے دار کزنوں کو دیکھ کر مسکان اچھالی ایک بار سب کی نظر اس پہ رک گئی تھی وہ ان کی طرف جانے لگی کہ ہلکی سی ہیل سلپ ہوگئی محب کے ہاتھ پہ اس کی گرفت فوراً مضبوط ہوئی

"شکر ہے بچ گئی" اس نے محب کو دیکھ کر کہا

"اتار دو انہیں گر گئیں تو؟ کچھ اور پہن لو" وہ ناراضی سے بولا تھا اسے اچھی نہیں لگتی تھیں مرحا کی یہ اونچی ہیلز جن سے نہ چلا جاتا تھا اور نہ ہی کافی دیر کھڑا رہ جاتا تھا

"ارے نہیں گرتی وہ فرش سلپری ہے نا اس لیے میں نا ہئیر اسپر لگالوں گی ابھی تو کچھ نہیں ہو گا" محب نے بھنوا اچکا کر اسے دیکھا

"ہئیر اسپر کا ہیلز کے پھسلنے سے کیا تعلق۔؟" مرحا مسٹری سے مسکائی

"آپ کو پتہ ہے ماڈلز جب ریمپ پہ واک کرتی ہیں تو وہ اپنی ہیلز اور جوتوں کے تلوں پہ ہئیر اسپر کر لیتی ہیں اس سے فرش پہ جوتوں کو گرپ اچھی ملتی ہے اور وہ ریمپ پہ پھسل کر گرتی نہیں ہیں" مرحا کو لگا تھا محب اس کی عقل مندی پہ اسے شاباش دے گا پر اس نے کہا

"اتنا ہی دماغ پڑھائی پہ بھی لگالیا کرو تم سچ میں بورڈ میں ٹاپ کر سکتی ہو" محب کی بات پہ اس نے ناراضی سے اسے دیکھا

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے بورڈ ٹاپ کرنے کا اور اب آپ مجھ سے بات مت کیجئے ہر وقت طعنے" وہ اسکا ہاتھ چھوڑ کر سر جھٹک کر چلی گئی اور محب اسے پیچھے سے آوازیں دیتا رہ گیا پر وہ چلی گئی تھی پھر محب بھی اپنے موبائل میں مصروف ہو کر باہر کی جانب چلا گیا۔۔۔

وہ پہلے بوا کے پاس آئی انہیں ڈرتے ڈرتے دیکھا بوا اس کے قریب آنے سے خود کو روک نہ سکیں اور انہوں نے اسکا ماتھا چوما اور اس کے کان کے پیچھے کاجل لگا دیا بوا کی اس محبت مرحا حیران رہ گئی

"طبیعت ٹھیک ہے بوا۔؟"اس نے تعجب سے سوال کیا بوا کو فوراً یاد آ گیا کہ وہ تو مرحا سے ناراض ہیں

"دفع ہو ادھر سے "انہوں نے کہا مرحا نے سکون کا سانس لیا

"شکر آپ ٹھیک ہیں ورنہ میں تو ڈر ہی گئی تھی"وہ شرارت سے کہہ کر وہاں سے چلی گئی بوا ابھی بیٹھی ہی تھیں کہ وانیہ کی امی نے کہا

"مرحا کی منگنی کر دی آپ نے محب سے۔؟"بوا کو دھکا لگا

"آپ کو کس نے کہا۔؟"وانیہ کی امی نے مرحا کی جانب دیکھا

"اس نے انگلی میں انگوٹھی تو پہن رکھی ہے اور جیسے وہ محب کے ساتھ آ رہی تھی مجھے تو لگا شاید۔۔۔"انہوں نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی اور جو باتیں ادھوری رہ جائیں ان کے پورے ہونے کا سوچ کر ہی انسانوں کو خوف آتا ہے وانیہ کی امی ویسے اچھی تھیں پر ان کی عادت تھی۔وہ اپنی مرضی سے کچھ سوچ لیا کرتی تھیں وانیہ کی امی ان عورتوں میں سے تھیں

جو شادیوں میں کنوارے لڑکے لڑکیوں پہ نظر رکھتی ہیں اور اگر کہیں دو کنوارے لڑکا لڑکی ہنس کر بات کرتے دکھائی دے جاتے تو ان کی نظر میں انکا چکر چل رہا ہوتا تھا اور بوا ان کی اس حرکت سے اچھی طرح واقف تھیں تبھی جھلا کر بولیں

"الٹے ہاتھ کی آخر سے پہلی والی انگلی میں تو آپ نے بھی انگوٹھی پہن رکھی ہے تو کیا آپ کی بھی منگنی ہو گئی ہے۔؟ نہیں نا۔؟" وہ زبردستی لب بھینچ کر مسکائیں

"تو مرحا کی کیسے ہو سکتی ہے اور وہ بھی محب سے" وانیہ کی امی ڈھٹائی سے ہنس دیں

"کیوں محب سے کیوں نہیں ہو سکتی؟ ہو سکتی "!

"پر ہو گی نہیں مرحا بچی ہے وہ محب کے زیادہ قریب ہے اس لیے اتنی بے تکلف ہے اور محب بھی یہ بات جانتا ہے محب کے لیے وہ کسی بچی سے کم نہیں ہے۔" وانیہ کی امی نے بوا کے کاندھے پہ ہاتھ رکھا

"آپ تو برا ہی مان گئیں میں تو ویسے ہی کہہ رہی تھی پر دھیان رکھیے گا محب سمجھدار ہے میں مانتی ہوں پر آپ بھی یہ مان لیں کہ مرحاب بچی نہیں ہے اور ذہن بننے اور دل ملنے میں کتنا وقت لگتا ہے۔؟ ایک منٹ یا ایک سیکنڈ بس۔!" وہ اتنا کہہ کر رکیں اور کھڑی ہو گئیں

"مجھے مرحا کی طرف سے ڈر لگتا ہے لڑکیاں دل کے معاملوں میں بہت ناسمجھ ہوتی ہیں۔ جہاں پرواہ دیکھتی ہیں وہیں دل ہارتی ہیں۔ کسی کی فکر اور تھوڑی سی توجہ پہ وہ دل دے دیتی ہیں اور پھر بغیر دل کے رہنا، ان کے لیے بڑا مسئلہ بن جاتا ہے۔ بس اس لیے کہہ رہی تھی مجھے مرحا کی فکر ہے اور کچھ نہیں" وہ کہہ کر چلی گئیں اور بوا گنگ رہ گئیں انہوں نے گردن ترچھی کر کے مرحا کو دیکھا

"اکیس سال کی لڑکی سچ میں بچی نہیں ہوتی اور ذہن بننے اور دل ملنے میں بھی ایک منٹ یا ایک سیکنڈ ہی تو لگتا ہے دل کے بغیر رہنا بھی سچ میں بہت مشکل ہوتا ہے اور اس شخص کو دل دے کر کوئی کیسے خوش رہ سکتا ہے جس کا دل پہلے کسی سے لگ ہوا ہو محب کے دل کا حال تو وہ جانتی

تھیں تبھی وہ ایسا ہو گیا تھا ورنہ ان کا محب ایسا تو نہ تھا وہ بہت ہنستا تھا اتنا کہ حویلی گونجتی تھی اور پھر اسی حویلی میں وہ کسی بچے کی طرح ایک دن رویا تھا" بوا نے ہنستی ہوئی مرحا پہ سے نظریں ہٹا لیں وہ کبھی مرحا کا دل محب سے نہیں لگنے دیں گی وہ نہیں چاہتیں کہ اس حویلی میں دوبارہ کوئی دل کے درد سے روئے، تڑپے اور زندہ لاش بن کر رہ جائے۔۔۔

پر کب کیا ہو جائے کسے پتہ۔؟ اب دل اور رائٹر پہ بھلا کس کا اختیار۔؟

______&&&&&&&&&&&&&&&&________________________

____

مرحا اپنی باقی کزنوں کے ساتھ کھڑی باتوں میں مشغول تھی۔ مہندی کی رسم شروع ہو گئی تھی۔ کیمرے والا کھچا کھچ تصویر بنا رہا تھا چمکتے ہال میں الگ ہی ہنگامہ برپا تھا۔ تبھی مرحا کی نظر

داخلی دروازے پہ پڑی جہاں سے دراز قد، تنی بھنوں، اور سپید چہرے والی لڑکی چلتی آرہی تھی

اس نے چست میکسی زیبِ تن کی ہوئی تھی ہاتھ میں سفید نگوں سے مزین کلچ تھا۔ پیروں میں

باریک ہیل تھی جس سے وہ ٹک ٹک کرتی چل رہی تھی چال میں اعتماد تھا چہرے پہ نفیس میک

اپ کے ساتھ ایک دل فریب مسکان تھی بال کمر پہ بکھرے تھے وہ ہال میں جیسے ہی داخل

ہوئی تو پاس سے گزرتے ویٹرز ایک پل کو رک سے گئے بہت سی عورتوں نے اسے دیکھ کر

شناسائی ظاہر کی تھی خاندان کے بہت سے لڑکے خوش ہو گئے تھے ہال میں جیسے لمحوں میں چار

چاند جگمگانے لگے تھے پر وہ سب سے بے نیاز سیدھی وانیہ کی امی کے پاس آگئی

"او آنٹی ایم ویری سوری سیریئسلی میں نے اتنی کوشش کی کہ وقت پہ پہنچوں پر بس کام کی وجہ

سے دیر ہو گئی" اس نے نازاکت سے کہا ہاتھ افسوس سے سینے پہ رکھا ہوا تھا پھر وہ بہت ادا سے

ان سے گلے ملی تھی مرحا نے ناگواری سے سر جھٹکا

"آگئی لوکل متھیارا چھچھوری کہیں کی" وہ منہ ہی منہ بڑبڑائی تھی۔ آنے والی وانیہ کی آنٹی کی بیٹی ہانیہ تھی جو آتی تو کم تھی پر مشہور سب میں تھی اس کی بولڈنس اور خود کا بزنس سب کی توجہ کا مرکز تھا اس کے پاس حسن تھا اور ادا بھی، تبھی خاندان کی سبھی عورتیں اور لڑکے اسے دل و جان سے چاہتے تھے پر وہ مسکرا کر دیکھتی تو سب کو تھی پر جاتی ایک کی طرف ہی تھی "محب کہاں ہیں۔؟" وانیہ کی امی سے مل کر وہ بوا سے ملی اور پوچھ لیا بوا مسکرائیں "وہ رہا" بوا نے ہال کے وسط میں کھڑے محب کی جانب اشارہ کیا جو اپنے موبائل میں مصروف تھا وہ یقیناً یہاں بور ہو رہا تھا پر اب نہیں رہے گا اکیلا بھی اور بور بھی۔!

ہانیہ مسکرائی "او بوا آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں اس ڈریس میں، پالر جایا کریں اور گروم ہو جائیں گی" بوا اس کی بات پہ بس ہنس دیں بوا کو وہ اچھی لگتی تھی "اللہ میرے محب کو بھی لگنے لگ جائے" ہانیہ جب بھی محب کے گرد منڈلاتی بوا دل سے دعا کرتیں اور مرحا

"ہائے یہ محب کے پاس کیوں جا رہی ہے۔؟" اسے وہیں سے ہی بے چینی ہوئی۔۔۔۔ کھڑا رہنا مشکل سا ہو گیا۔۔۔ مرحا کو پتہ نہیں ہانیہ بہت ہی زہر لگتی تھی وہ ہوتا ہے نا ہمیں اپنے کچھ کزنز سے اللہ واسطے کا بیر ہوتا ہے وہ ہنسیں، بولیں، ہمارے قریب آئیں یا دور جائیں، ہم سے بات کریں، یا کسی اور سے، پر ہمیں وہ برے ہی لگتے ہیں ایک الگ ہی گندی سی فیلنگ ہوتی ہے انہیں دیکھ کر عجیب سی الجھن...! مرحا کو بھی ہانیہ سے ایسی ہی الجھن تھی اس سے وہاں کھڑا نہ رہا گیا۔ کیونکہ ہانیہ محب کے پاس جا پہنچی تھی اس نے جاتے ہی کھنکار کر محب کو اپنی جانب متوجہ کیا

"مصروف لوگ۔!" وہ دلکشی سے بولی محب پہلے اسے دیکھ کر چونکا پھر بس رسمی سا مسکایا اور سنجیدہ ہو گیا

"کیسے ہیں آپ محب۔؟" وہ اس سے باتیں کرنا چاہتی تھی

"ٹھیک۔!" مختصر سا جواب۔۔۔۔۔وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔۔۔ مرحا یہاں آتی پھر الجھ گئی اسے وانیہ نے اسٹیج پہ بلا لیا تھا۔۔۔ پر دماغ ادھر ہی تھا جہاں وہ دونوں کھڑے تھے

"بزنس کیسا جا رہا ہے۔؟" وہ اس کے قریب کھڑی ہو گئی۔۔۔ گہری نظروں کو وہ وجیہہ چہرے پہ جمائے ہوئے تھی ایک الگ سی کشش تھی جو اسے ہر بار اس شخص کے قریب آنے پہ مجبور کر دیا کرتی تھی پہلی ملاقات پہ بھی محب کا اس سے بالکل سادہ اندازِ گفتار تھا۔۔۔ یا شاید پہلی ملاقات میں ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ ہانیہ اسے "کیا" سمجھنے لگی ہے۔۔۔

"ٹھیک۔!" وہ کہہ کر دوسری جانب دیکھنے لگا۔۔۔ ہانیہ مسکرانے لگی۔۔۔

"تم آج بھی نظریں چراتے ہو۔۔۔ مت چرایا کرو۔۔۔ تم سے دل لگی ہے۔۔۔ اور تم دھیان بھی نہیں دیتے۔۔۔ کیا یہ غلط نہیں ہے۔؟" اس نے اسے دیکھتے ہوئے کہا محب نے گہرا سانس لیا۔۔۔ اس کی جانب دیکھا۔۔۔ چہرے پہ بیزاری تھی

"تمہیں شرم نہیں آتی۔؟" وہ برہمی سے بولا

"تمہارے سامنے۔؟" ہانیہ نے محظوظ انداز میں پوچھا۔۔۔سینے پہ ہاتھ باندھ لیے۔۔۔محب بس لب بھینچ کر رہ گیا۔۔۔ سر جھٹک دیا

"کب تک اس کا جوگ لے کر بیٹھو گے ؟ مرد کے لیے تو ویسے ہی مشہور ہے کہ اسے محبت وقتی ہوتی ہے وہ عورت کو محبت تو دیتا ہے پر دل نہیں۔!" ہانیہ یہ بات جانتی تھی کہ محب کسی کو پسند کرتا تھا اور وہ محب کو نہیں ملی تو محب نے اپنی ذات کو محدود کر لیا

"تم یہاں سے جا نہیں سکتیں۔؟" وہ زچ ہو گیا تھا۔۔۔پر ہانیہ ڈھیٹ بن کر کھڑی رہی۔۔۔اسے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا

" خیال جس کا تھا مجھے خیال میں ملا مجھے "

" سوال کا جواب بھی سوال میں ملا مجھے "

اس کے اس شعر پہ محب جھلا گیا وہ کچھ سخت ابھی کہتا کہ مرحا کی آواز اسے سنائی دی

" کسی کو اپنے عمل کا جواب کیا دیتے"

" سوال سارے غلط تھے جواب کیا دیتے"

محب بے ساختہ ہنس دیا۔۔۔اور ہانیہ نے چونک کر اپنے پیچھے دیکھا مرحا بڑی محظوظ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔پھر وہ آگے آئی

"باجی ہانیہ کیسی ہیں آپ۔؟"اسی کے انداز میں بولتی وہ اس کے سینے سے لگی تھی۔ہانیہ جبراً مسکائی

"ٹھیک تم کیسی ہو۔؟" بادل نخواستہ پوچھا۔ مرحا محب اور اس کے درمیان میں آکر کھڑی ہوگئی۔۔۔ محب کو مسکرا کر دیکھا۔۔۔

صفِ دل ذدا گاں ہے تجھے احساس رہے

تو یہاں صرف میرے ساتھ کھڑا سجتا ہے

کسی نے دل کے کان میں سرگوشی کی۔۔۔۔ دل کی سماعتوں میں محبت گھل گئی۔۔۔۔ پر وجود بے خبر تھے۔۔۔۔ اس سرگوشی سے بھی اور محبت سے بھی۔۔۔

جب بھی ہانیہ محب کے قریب قریب بھٹکتی تھی تو مرحا اسے یونہی بچا لیتی تھی۔۔۔۔ محب اب مطمئن تھا۔۔۔ پر اسے نہیں پتہ کہ یہ اطمینان ہی اس کا بہت جلد چین چھینے گا۔۔۔

"میں بھی ٹھیک اور سنائیں کیا باتیں ہو رہی تھیں۔؟" مرحا نے پوچھا

"ابھی بھی پوچھ رہی ہو جب کہ تمہارے کہے شعر سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے تم کافی سمجھدار ہو گئی ہو" بھرپور طنز کیا گیا۔۔۔۔۔۔ مرحا نے نظر انداز کر دیا

"بس کیا کروں آپ کی فکر ہی اتنی ہے مجھے کہ اپنی نظریں اور کان آپ پہ ہی رکھتی ہوں آپ کا کیا بھروسہ کب پھسلیں اور کب گر جائیں" بڑے سکون سے اس نے اپنے اوپر ہونے والے طنز کا بدلہ لے لیا محب نے مرحا کو دیکھا

"میں باہر جا رہا ہوں تم بھی بوا کے پاس چلی جاؤ" اس کا مطلب تھا کہ چھوڑو بدتمیز نہیں کرتے جاؤ شاباش پر مرحا کہاں بخشنے والی تھی۔۔۔ سر ہلا دیا یعنی ٹھیک ہے وہ چلا گیا تو پھر ہانیہ کی جانب متوجہ ہوئی جس کا چہرہ اب سپاٹ تھا آنکھوں میں چنگاری سی تھی اسے مرحا زہر لگتی تھی

"کیوں تنگ کرتی ہیں آپ محب کو۔۔۔" وہ اپنی بات مکمل کرتی کہ ہانیہ تیزی سے بولی

"اپنی بکواس بند رکھو اور اپنی حد میں رہا کرو تم کیوں خدائی فوجدار بنی پھرتی ہو محب کے معاملے میں۔؟ "

"کیوں کہ میں انہیں ہر برائی سے دور رکھنا چاہتی ہوں" مرحا نے اس کی بات کو زرا محسوس نہیں کیا تھا اور ہانیہ کو یہی بات اس کی جبھتی تھی۔۔۔ہال کی ساری گہما گہمی اور شور پسِ پشت چلا گیا وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑی تھیں۔۔۔ایک چہرہ سپاٹ تھا اور آنکھوں میں نفرت تھی دوسری کے چہرے پہ مسکان تھی آنکھیں بھی شانت تھی پر دل میں ناپسندیدگی تھی۔۔۔نجانے کیوں پہلے نہیں تھی۔یہ ناپسندیدگی تب پیدا ہوئی جب ہانیہ محب کے قریب آنے کی کوشش کرنے لگی تھی

"مرحا دیکھو میں محب کو پسند کرتی ہوں اور۔۔۔۔"

"بس۔!اتنا کافی ہے۔۔۔۔آپ نے محب کا جواب سن لیا نا۔؟انہیں آپ نہیں پسند تو بس پھر آپ ان سے دور رہا کریں آپ اپنے لیے

کسی اور کو ڈھونڈ لیں ہال میں بہت سے لوگ ہیں آپ کی عمر کے" مرحا نے پورے ہال میں انگلی اور نظریں گھما کر کہا تھا پھر وہ وہاں سے چلی گئی تھی ہانیہ کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا تھا

"محب کو اتنی آسانی سے تو میں بھی نہیں چھوڑوں گی آخر محبت کی ہے میں نے اس سے" اس نے مرحا کی پشت کو دیکھ کر مدہم آواز میں کہا تھا مرحا اسے دور جاتی دکھائی دے رہی تھی ہال کا سارا شور ایک بار پھر کانوں میں گونجنے لگا تھا ہانیہ نے اپنا رخ موڑ کر داخلی دروازے کو دیکھا جہاں سے محب باہر گیا تھا

"میں بہت جلد تم سے دوبارہ ملوں گی محب" اس نے دل میں سوچا اور پھر وانیہ کی امی سے مل کر واپس اپنے گھر چلی گئی اس سے اب مزید یہاں رکا نہیں جا رہا تھا۔۔۔۔

باہر آسمان پہ رات گہری خاموش تھی وہ الگ ہال سے باہر بنے باغیچے میں آ کھڑا ہوا تھا۔۔۔ سنسناتی ہلکی پروائی اداس ہو گئی تھی۔۔۔ چاند نے ہوک بھری۔۔۔ تو دل میں

پرانی محبت کی ٹیس اٹھی۔۔۔وہ درد اتنا پر زور تھا کے دل کرلایا۔۔۔محب نے دل پہ ہاتھ رکھا

"تمہارے بعد دل دکھتا ہے پر بند نہیں ہوتا میں سچ مچ بہت اذیت میں ہوں میں تمہاری محبت میں اس موڑ پہ آگیا ہوں جہاں سے آگے بڑھا ہی نہیں جاتا جہاں آگے بڑھنے کا سوچتا بھی ہوں تو تمہاری یادیں چپکے سے آکر میرا ہاتھ تھام لیتی ہیں اور پھر میں آگے نہیں بڑھ پاتا وہیں رک جاتا ہوں۔۔۔وہیں پہ ہی"

محبت کی کہانی نہیں مرتی لیکن

لوگ کردار نبھاتے ہوئے مر جاتے ہیں

اس نے دل سے ہاتھ ہٹا کر گہرا سانس لیا دل کے درد کو دل میں ہی دبا کر وہ پھر سے ہال میں چلا گیا تھا جہاں اب فنکشن اپنے اختتام کو تھا۔۔۔

____&&&&&&&&&&&&&&________________________________

____

ملتان پہ عصر کا وقت ہوا چاہتا تھا۔۔۔ سورج نے اپنی کرنیں سمیٹنی شروع کر دی تھیں۔۔۔ سڑکوں پہ رش ویسا ہی تھی پر آسمان صاف تھا۔۔۔ ہلکا نیلا آسمان۔۔۔۔ بالکل صاف۔۔۔۔ بے داغ۔۔۔۔۔ حُسن آگاہی میں عجیب آپا دھاپی کا ماحول تھا۔۔۔ طرح طرح کی آوازیں اور بولیاں۔۔۔۔ وہیں اونچائی پہ بنے دربار پہ ایک سکون بخشنے والی خاموشی چھائی تھی۔۔۔۔ اور ایسی ہی خاموشی اندرون گلیوں میں موجود پلوشہ کے گھر کے صحن میں بھی تھی۔۔۔ آج چھٹی کا دن تھا امی آج گھر پہ ہی تھیں۔۔۔ وہ صحن میں بچھی چارپائی پہ سبزی کاٹ رہی تھیں۔۔۔ آلوؤں کو چھیلتے وہ صحن میں بھاگتے پھرتے چوزوں کو دیکھ رہی

تھیں۔۔۔مرغی ایک طرف کو پھر رہی تھی آج کل وہ زیادہ چوکنا نہیں رہتی تھی موٹی سفید بلی اب کم آتی تھی۔۔۔پلوشہ کو پہلے تشویش ہوئی تھی پھر ایک صبح اس نے ہمسایوں کے گھر دیکھا تو بلی وہاں موجود تھی۔۔۔وہ وہاں ہمسایوں کے بلے کے ساتھ بیٹھی دودھ پی رہی تھی۔۔۔پلوشہ کو نجانے کیوں افسوس سا ہوا۔۔۔بے ساختہ زیرِلب بولی

"دل ٹوٹے گا تو آجائے گی" پھر وہ بہت دیر تک کھڑی اسے دیکھتی رہی تھی۔۔۔

اس وقت وہ کمرے میں نماز پڑھ رہی تھی۔۔۔کالے دوپٹے کو چہرے کے گرد اچھی طرح لپیٹ رکھا تھا اس نے سلام پھیرا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کہ رک گئی۔۔۔سوچا کیا مانگے۔؟۔۔۔۔اس کے پاس مانگنے کو کیا بچا ہے۔؟

"کچھ نہیں" اس نے اپنے ہاتھ دوبارہ گرا لیے اور اٹھ کر جائے نماز لپیٹنے لگی۔۔۔۔جائے نماز لپیٹ کر اس نے چارپائی پہ رکھی اور چادر اٹھا کر باہر صحن میں آگئی۔۔۔

"کہاں جارہی ہو۔؟" وہ چادر اوڑھ رہی تھی۔امی نے اسے دیکھ کر پوچھا تھا کالی چادر، کالا دوپٹہ، جو گلے میں تھا۔۔۔بدن پہ پرنٹڈلان کا سوٹ تھا پرانا سا۔۔۔پلوشہ کی طرح۔۔۔اس کے دل کی طرح۔۔۔آنکھیں بھی ویسی ہی تھیں۔۔۔گہری اور اداس۔۔۔بالکل بے نور۔۔۔خشک لب ہلے۔۔۔

"دربار پہ" اس نے جواب دیا۔۔۔امی حیران ہوئیں۔۔۔آلو رکھ دیے۔۔۔

"کس لیے۔؟" وہ چلتی امی کے پاس آئی چوزے وہاں سے پُھر کر کے بھاگے اور دور چلے گئے۔۔۔

"بس ویسے ہی دل کررہا ہے" وہ تھکی تھکی سی لگ رہی تھی نجانے کیوں۔؟امی نے ہنکارا بھرا۔۔۔وہ نہیں چاہتی تھیں کہ وہ دربار پہ جائے۔۔۔انہیں پتہ تھا وہ وہاں جائے گی تو روئے گی۔۔۔سب یاد کرتی رہے گی۔۔۔۔تیمور کو اس کی محبت کو اسکی بے وفائی کو بھی اور واپسی تک ایسی ہو جائے گی جیسے صدیوں کی بیمار ہو۔۔۔

"مت جاؤ پلوشہ وہاں سے کچھ نہیں ملے گا نماز پڑھ رہی ہو یہ بہت اچھی بات ہے اللہ سب دے دیں گے" امی سمجھانے لگی تھیں۔۔۔وہ خاموشی سے سنتی رہی۔۔۔امی جب خاموش ہوئیں تو اس نے کہا۔۔۔

"جلدی آجاؤں گی" اور چادر کو سر پہ لے کر وہ باہر کی طرف بڑھ گئی۔۔۔امی بے بسی سے اسے جاتے دیکھتی رہ گئیں۔۔۔وہ ماں کی کبھی نہیں مانتی تھی۔۔۔ماں نے اسے تیمور سے دل لگانے سے بھی روکا تھا۔۔۔کہا تھا

"اس کی تین بہنیں جب وہ تمہیں دیکھنے آئی تھیں مجھے تب سے ہی لگ رہا ہے وہ بہت چالاک ہیں۔۔۔ان کی نظریں بہت تنقیدی تھیں۔۔۔ایک ایک بات پوچھ رہی تھیں" پلوشہ نے بھنویں سکوڑ کر انہیں دیکھا پھر ہنس دی۔۔۔

"تیمور ان کا اکلوتا بھائی ہے سب سے چھوٹا بھی، محبت کرتی ہیں اس لیے اتنا دیکھ بھال رہی تھیں اور کچھ نہیں ہوگا تیمور کہتا ہے وہ سب سنبھال لے گا" امی نے لب بھینچ کر اسے دیکھا تھا

"محبت میں خون کے رشتے بازی لے جاتے ہیں پلوشہ محبت میں جب چننے اور ماننے کا وقت آتا ہے تو انسان خونی رشتوں کو ترجیح دیتا ہے باقی سب اس کے لیے پرائے ہو جاتے ہیں" پلوشہ نے سر جھٹکا کر تب کہا تھا

"ایسا نہیں ہو گا" پر ہوا ایسا ہی۔۔۔ محبت میں جب ماننے کا اور چننے کا وقت آیا تو خونی رشتوں کا چن لیا گیا۔۔۔۔ دل کا رشتہ نظر انداز کر دیا گیا تھا۔۔۔۔

پلوشہ نے گھر کا دروازہ عبور کر لیا تھا اب وہ گلی کے ایک طرف چل رہی تھی۔۔۔ آسمان پہ موجود ڈوبتا سورج اس کے ساتھ ساتھ تھا۔۔۔ وہ تنگ گلیوں سے ہوتی ہوئی بازار میں آ گئی تھی۔۔۔

)سفید گاڑی معمولی رفتار سے چل رہی تھی۔۔۔ اندر وہ تھا۔۔۔ جس کے سینے میں بے چین دل تھا۔۔۔ پچھتاوے کے بوجھ تلے دبا ہوا دل۔۔۔۔ بے بس اور بے کس دل۔۔۔ اس

کی نظریں سامنے تھیں۔۔۔۔اس کی منزل سامنے تھی راستے جدا ہو کر بھی ان کی منزل ایک ہی تھی۔۔۔۔دربار(

پلوشہ ہر چیز سے بے نیاز تھی کہ اس کی نظر سامنے ایک جوڑے پہ پڑی جو ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چل رہے تھے۔۔۔لڑکی کے ہاتھ مہندی سے بھرے تھے۔۔۔۔چہرے پہ دل کشی اور سرشاری۔۔۔۔وہ اپنے ساتھ چلتے خوبرو شخص سے باتیں کر رہی تھی۔۔۔۔پلوشہ دانستہ ان کی جانب متوجہ ہوئی تھی وہ اس کے پاس سے گزر رہے تھے کہ پلوشہ کی سماعت سے ان کی آوازیں ٹکرائیں۔۔۔لڑکی اپنے شوہر کو کہہ رہی تھی

"تو سوری کون کرے گا۔؟"اس کا انداز روٹھا ہوا تھا۔۔۔۔پلوشہ بے ساختہ رک گئی اس نے گردن ترچھی کر کے اس جوڑے کی پشت کو دیکھا۔۔۔۔

"غلطی تمہاری تھی نا۔؟" وہ تیمور کو ناراضی سے کہہ رہی تھی۔۔۔یونی کی کینٹین میں وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔۔۔ایک ناراض تھی اور دوسرا پریشان۔۔۔

"ہاں میری ہی تھی میں نے نہیں اٹھائی تھی کال یار میں بزی تھا" اس نے بے بسی سے کہا۔۔۔پلوشہ کی ناراضی۔۔۔دل کی بے چینی۔۔۔اور تیموری کی بے بسی۔۔۔!

"تم ایسے ہی کرتے ہو" تیمور نے سر کھجایا

"پر کبھی کبھی" پلوشہ نے لب بھینچ کر اسے دیکھا

"ہفتے میں دو سے تین دن ضرور ہماری اس بات پہ لڑائی ہوتی ہے" وہ افسوس سے بولی۔۔۔

"کرتی بھی تم ہی ہو" تیمور کی زبان پھسل گئی۔۔۔پلوشہ کا افسوس چہرے سے غائب۔۔۔ بھنو اچک گئی یعنی اچھا جی میں ہی لڑاکا ہوں۔۔۔اس نے رخ موڑ لیا۔۔۔ تیمور نے دانتوں تلے زبان دبائی

"اچھا اب چھوڑو بھی اس بات کو آؤ صلح کرتے ہیں" اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔۔۔ پر جواب نہ آیا۔۔۔ وہ رخ موڑے ہی بیٹھی رہی۔۔۔

"کر بھی لو صلح اب نہیں کروں گا نا" وہ معصومیت سے بولا۔۔۔ پلوشہ نے اسے کی طرف دیکھا۔۔۔ نیلی جینز کی پینٹ اور سفید شرٹ میں ملبوس تیمور۔۔۔ اسکا تیمور۔۔۔ وجیہہ اور معصوم چہرے والا۔۔۔ سحر زدہ آنکھوں والا۔۔۔ پلوشہ کو اس پہ پیار آیا۔۔۔ پھر اس نے گہرا سانس لیا۔۔۔

)پلوشہ نے اپنی نظریں اس جوڑے کی پشت سے ہٹالی تھیں۔۔۔ وہ دوبارہ چلنے لگی تھی۔۔۔ یادِ ماضی۔۔۔۔ دردِ دل(

"سوری کرو غلطی کی ہے تو معافی بھی مانگنی پڑے گی میں جب غلطی کرتی ہوں تو معافی مانگتی ہوں نا تو تم بھی مانگو۔" اس نے فیصلہ کیا۔۔۔ تیمور نے حیرت سے دیکھا۔۔۔

)وہ ونڈ اسکرین سے باہر دیکھ رہا تھا۔۔۔ گاڑی اسی رفتار سے چل رہی تھی۔۔۔وہ حسین آگاہی۔۔۔۔ دربار کی سڑک پہ پہنچ گیا تھا۔۔۔ گاڑی اوپر کو جاتی سڑک پہ موڑ کر اڑتے کبوتروں کو دیکھنے لگا۔۔۔ سرمئی کبوتر۔۔۔ جو بے پرواسے دربار کی گنبد پہ بیٹھے تھے(

وہ حیرت سے دیکھتا دیکھتا شرارت سے بولا۔۔۔۔ اس کے تاثر پکے ہوتے تھے چہرے سے وہ حیران ہی لگتا اور لہجہ شریر

"میں سوری نہیں کروں گا" پلوشہ کا منہ بن گیا۔

"کیوں تم پہ واجب نہیں ہے۔؟" ا تیمور نے سر نفی میں ہلا دیا

)اس نے گاڑی کو ایک طرف لگایا اور روش پہ چلنے لگا۔۔۔۔ جس کے اطراف میں سبزہ تھا۔۔۔۔ اکا دکا لوگ بیٹھے تھے۔۔۔۔ وہ آفس سوٹ میں ملبوس تھا کوٹ اس نے اترا کا گاڑی میں رکھ دیا تھا ٹائی ڈھیلی تھی۔۔۔۔ بال بکھرے سے تھے۔۔۔۔ شکستہ قدموں سے چلتا وہ دربار میں داخل ہو گیا تھا۔۔۔۔ جوتے اتار کر اس نے وہاں بیٹھے آدمی کو والٹ سے کچھ پیسے اور جوتے دے دیے اور ننگے پاؤں دربار کے صحن میں آ گیا۔۔۔۔ اس نے وضو کیا اور دربار کا صحن عبور کر کے اندر بر آمدے میں آ کر صف پہ عصر کی نماز کی نیت کی اور نماز پڑھنے لگا۔۔۔۔ دربار کے دائیں جانب بیٹھے بہت سے کبوتروں نے اسے دیکھا تھا۔۔۔۔ انہیں اس پہ ترس آیا تھا(

"تو تم پہ کیا واجب ہے۔؟" پلوشہ نے چبا کر کہا۔۔۔۔ وہ مسکرایا۔۔۔۔ درمیان میں موجود ٹیبل پہ رکھے پلوشہ کے ہاتھ تھام لیے پلوشہ نے چھڑوانے چاہے پر اس نے نہ چھوڑے وہ بولا رہا تھا۔۔۔۔

"تم سے کرنے کے لیے مجھ پہ صرف محبت واجب ہے۔۔۔۔ یہ کروں گا۔۔۔۔ اور بے حساب کروں گا" ساحر جادو کرنے لگا تھا۔۔۔۔ یونی کی گہما گہمی پسِ پشت چلی گئی۔۔۔ دل کی دھڑکن بے قابو سی ہوئی تھی۔۔۔۔ ایک خوشبو اطراف میں پھیلنے لگی تھی۔۔۔۔۔ محبت کی خوشبو۔۔۔۔۔ وہ جس سے سانسیں لینی آسانی ہوتی ہے۔۔۔۔ وہی خوشبو جس کے بعد پھر انسان ایک ایک سانس کا محتاج ہو جاتا ہے۔۔۔۔ پلوشہ پہ اس کا جادو چلنے لگا تھا۔۔۔۔ وہ بھول گئی کہ وہ ناراض تھی۔۔۔۔

"اور جس دن اس حساب میں غلطی ہو گئی تو۔؟" اس کی دل کش آنکھوں میں جھانکتی وہ پوچھ رہی تھی۔۔۔۔ محبت کے تخت پہ بیٹھے بادشاہ نے اپنے غلامِ عاشق کو دیکھا۔۔۔۔ وہ بولا

"اس دن۔ !اس دن معافی مجھ پہ واجب ہو گی اور جزا سزا کا اختیار تمہارا۔۔۔ دل سے دینا۔۔۔ اور دل کھول کر۔۔۔ جان مانگو گی تو جان بھی دوں گا" شہرِ عشق میں محبت کے تخت پہ براجمان بادشاہ اپنے غلام کو سارے حق دے رہا تھا۔۔۔ تیمور کی بات پہ پلوشہ ہنس دی۔۔۔۔ غلامِ عشق خوش ہو گیا۔۔۔ نہ سمجھ تھا۔۔۔ معصوم تھا۔۔۔ انسان جب دل کسی کو دیتا ہے تو اس کی عقل بھی دل کے ساتھ ہی رخصت ہو جاتی ہے۔۔۔ یونہی تو نہیں عشق کو روگ اور لوگوں کو محبت میں اندھا کہتے۔۔۔

)پلوشہ بازار سے گزر کر اوپر جاتی سڑک کی طرف بڑھ گئی۔۔۔ روش پہ تیمور کے قدموں کی چھاپ پہ اپنے قدم جماتی وہ دربار میں داخل ہو گئی تھی۔۔۔ صحن میں آ کر اس نے کبوتروں کو دیکھا۔۔۔ کبوتر بھی اسے دیکھنے لگے۔۔۔۔ ساتھ چلتا سورج بھی۔۔۔۔ وہ آگے بڑھ رہی

تھی۔۔۔۔برآمدے میں آکر صف پہ قدم رکھا۔۔۔۔اور تیمور نے سلام پھیر لیا۔۔۔نظریں پیروں پہ رک گئیں۔۔۔۔پھر اس کی جانب اٹھنے لگیں جو ساکت ہو گئی تھی۔۔۔۔(

اس نے کہا تھا" جان مانگو گی تو جان بھی دوں گا" پلوشہ نے طلاق مانگی اور اس نے دے دی۔۔۔۔محکوم بن کر نہیں حاکم بن کر۔۔۔۔بادشاہ نے حق دے کر سب چھین لیا تھا غلام سے۔۔۔۔رسوا کیا۔۔۔۔برباد کیا۔۔۔ناشاد کیا۔۔۔۔اور بے مراد بھی۔۔۔۔وہ کہتا تھا کہ اسے محبت کا ختیار ہے۔۔۔۔۔۔اور جیسے محبت کا اسے اختیار تھا ویسے ہی محبت سے اور دل سے نکالنے کا اختیار بھی اس نے خوب استعمال کیا۔۔۔۔محبت کے حساب میں غلطی بھی کی۔۔۔۔مانا بھی نہیں۔۔۔۔اور سزا بھی خود دی۔۔۔۔پلوشہ کو کہیں کا نہ چھوڑا۔۔۔۔نہ در کا نہ دل کا۔۔۔۔نکالا تو دونوں سے نکالا۔۔۔۔اور ایسے نکالا کے اب واپس وہ چاہ کر بھی نہیں جا سکتی واپسی کی قیمت بہت بڑی ہے۔۔۔۔۔ایک صلح محبت کی ہوتی جو الفاظ سے ادا ہو کر مکمل

ہوتی ہے۔۔۔۔اور دوسری صلح نکاح توڑ کر جوڑنے کی ہوتی ہے "حلالہ" جس کے لیے پہلے ایک نکاح ہوتا اور پھر طلاق اور پھر واپسی۔۔۔۔ہائے اور یہ واپسی۔۔۔۔کتنی مشکل تھی۔۔۔۔پلوشہ کے لیے بھی اور تیمور کے لیے۔۔۔۔پلوشہ دل دے کر پچھتائی اور تیمور دل لے کر اور پھر طلاق دے کر۔۔۔۔

نظریں پیروں سے ہوتیں اس لاغر اور ناتواں سراپے پہ ہی ٹھہر گئیں۔۔۔۔

دیکھ تجھ سے محبت کا صلہ ہے یہ

کہ دل بھی برباد ہے اور میں بھی۔!

جو آگے بڑھ رہی تھی۔۔۔۔ ٹھہر گئی۔۔۔۔ تھم گئی۔۔۔۔ سورج کی طرح۔۔۔۔کبوتروں کی نظروں کی طرح۔۔۔۔اپنے دل کی طرح۔۔۔۔تیمور کے دل کی طرح۔۔۔۔وہ جو پیروں

میں بیٹھا تھا کبھی شہرِ عشق کا بادشاہ تھا۔۔۔۔۔وہ جو کھڑی تھی اسکی غلام تھی اسکے عشق کی غلام تھی۔۔۔۔محبت میں بے وفائی انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی۔!جو کرتا ہے وہ یونہی بکھر جاتا ہے جیسے تیمور بکھرا تھا۔۔۔اور جو نہیں کرتا وہ مرتا نہیں پر بے وفائی کا داغ اتنا گہرا دل پہ لگتا ہے کہ وہ بے کسی کی زندگی گزارنے پہ مجبور ہو جاتا ہے۔۔۔۔جیسے پلوشہ

تیمور دھیرے سے کھڑا ہوا۔۔۔۔اس کے مقابل۔۔۔۔بہت قریب۔۔۔پلوشہ کی آنکھیں دھندلا سی گئیں۔۔۔کچھ ٹوٹ ٹوٹ کر گالوں پہ بہہ رہا تھا۔۔۔اس کا سحر ٹوٹ گیا تھا۔۔۔پلوشہ نے نظریں جھکا لیں۔۔۔قدم واپسی کے لیے اٹھائے وہ کیوں آگئی تھی آج یہاں وہ نہیں ملنا چاہتی تھی اس شخص سے۔۔۔۔وہ تو یہاں سکون کی طلب میں آئی تھی پر اب۔۔۔

اس نے اپنے ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کیے اور پلٹی سورج زرد پڑ گیا تھا۔۔۔آسمان پہ سرخ پھیل گئی تھی۔۔۔۔ملتان پورا اس اونچے دربار سے دکھائی دیتا تھا۔۔۔زرد سورج کے

سامنے سے پرندے اڑتے جا رہے تھے۔۔۔پلوشہ صحن میں آگئی تھی۔۔۔وہ بھی بے ساختہ اس کے پیچھے آیا۔۔۔ تیمور نے پلوشہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔وہ رک گئی۔۔۔پلٹی۔۔۔ بہتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔۔ نم آنکھوں والا اسے آزمارہا تھا۔۔۔اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑوایا پر وہ اس کے سامنے آگیا۔۔۔ تبھی پلوشہ ایک طرف ہونے لگی تھی کہ پاؤں مڑ گیا۔۔۔وہ گر جاتی اگر تیمور اسے نہ تھام لیتا اس گرنے اور پکڑنے کی ہڑبڑی ہوئی تو بہت سے کبوتر یکدم اڑے۔۔۔۔ پھڑ پھڑاتے پروں سے وہ ان دونوں کے سروں پہ تھے۔۔۔۔

"مجھے سکون نہیں آرہا ہے پلوشہ میں اس درد سے پل پل مرتا جا رہا ہوں۔۔۔ میری زندگی تمہارے ہاتھوں میں ہے۔۔۔۔ تم مجھے یہاں مانگنے آتی تھیں۔۔۔ اور اب میں تمہیں یہاں مانگنے آتا ہوں۔۔۔ مجھے مل جاؤ کہ زندگی ملے۔۔۔۔ کچھ سانسیں میں بھی سکون کی لے سکوں" وہ رندھی آواز سے کہہ رہا تھا اس کی آنکھ کا آنسو پلوشہ کے چہرے پہ گرا۔۔۔

پلوشہ اس کی اس فرمائش پہ کڑھ کر رہ گئی۔۔۔وہ سیدھی ہوئی۔۔۔اپنا آپ اس سے دور کیا۔۔۔۔کبوتروں نے اپنی جگہیں دوبارہ سنبھال لی تھیں۔۔۔۔سورج ڈوب گیا تھا۔۔۔اندھیرا سا چھا گیا تھا۔۔۔

"میں کسی کے ساتھ تمہیں چند پل کے لیے کمرے میں ملی تھی تو تم نے میری بغیر سنے مجھے گھر سے نکال دیا تھا اب حلالے کے لیے ایک رات کیسے کسی دوسرے مرد کے ساتھ مجھے برداشت کر لو گے۔؟میں تم سے زیادہ تکلیف میں ہوں۔۔۔مجھ تم سے زیادہ اذیتیں ملی ہیں۔۔۔اور مل رہی ہیں۔۔۔تمہارا کیا گیا کچھ بھی نہیں

۔۔۔اور۔۔۔اور میرا۔۔۔میرا تو سب کچھ گیا۔۔۔دل، محبت، گھر، اور عزت سب کچھ۔۔۔یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے" وہ رو دی تھی۔۔۔آنسوؤں کو بے دردی سے صاف کرتی وہ اس کے سامنے سے ہٹ کر باہر کی طرف بھاگی تھی کہ اس کے الفاظ پہ دہل گئی

"پھر دعا کرو میں مر جاؤں۔۔۔۔ تم نہیں ہو تو زندگی کا بھی کیا کروں گا۔۔۔۔ جتنی بڑی غلط کی ہے اتنی بڑی سزا بھی ملے۔۔۔۔ اور سزاِ موت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی بڑی سزا مجھے نہیں لگتا ہے" پلوشہ نے پلٹ کر اسے دیکھا

"سزاِ موت سے بڑی سزا یہ ہی ہے تیمور جو تم اور میں اس وقت کاٹ رہے ہیں۔۔۔۔ اور ہم یونہی مریں گے دیکھنا تم سے پہلے میں۔۔۔۔ کیونکہ میرا نقصان زیادہ ہوا ہے۔۔۔۔ میرا زخم بڑا ہے" وہ کہہ کر چلی گئی تھی۔۔۔۔ اور سورج کے ساتھ تیمور کو لگا صرف ملتان ہی نہیں دنیا کی ہر چیز تاریک ہو گئی ہے۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&________________________________

_____________________________&&

کمرہ تاریک تھا۔۔۔۔ اور سرد بھی۔۔۔۔ سحر پھٹی پھٹی آنکھوں سے اطراف میں دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔ پر۔۔۔۔ پر نظر کچھ نہ آتا تھا۔۔۔۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں

سے اس چیز کو ٹٹولا جس پہ وہ لیٹی تھی۔۔۔۔ محسوس کرنے پہ اسے معلوم ہوا کہ وہ کسی بہت نرم چیز پہ لیٹی ہے۔۔۔ اس نے اس گدے پہ ہاتھ کی ہتھیلیاں جمائیں اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔۔۔۔ سحر نے اپنے ارد گرد دیکھا پر کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔۔۔ اس کے ماتھے پہ پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے۔۔۔۔ اسے اب اس تیرگی سے وحشت ہو رہی تھی۔۔۔ اس نے گہرے گہرے سانس لیے۔۔۔۔ اور اپنا منہ کچھ بولنے کے لیے کھولا پر اس سے بولا نہ گیا۔۔۔ لب ہلتے تھے پر آواز۔۔۔ آواز نہ نکلتی تھی۔۔۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔۔۔ اس کا حلق خشک ہو گیا تھا۔۔۔ اس کا دل گھبرانے لگا تھا۔۔۔ اس نے آنکھیں موندیں اور پھر ایک جھماکے سے کھول دیں۔۔۔

اس نے دیکھا کمرے میں اچانک ہی ایک دروازہ کھل گیا تھا۔۔۔ جس سے روشنی داخل ہو رہی تھی۔۔۔ سحر بے ساختہ گدے سے کھڑی ہوئی۔۔۔ ننگے پیر وہ اس روشنی کی سمت بڑھی تھی۔۔۔ پر چند قدم اٹھانے کے بعد وہ ٹھٹھک کر رکی۔۔۔۔ اس نے کچھ آوازیں سنیں۔۔۔ باہر سے کئی ساری ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں۔۔۔ وہ پھر سے چلنے

لگی۔۔۔ ہر قدم پہ دروازہ نزدیک آرہا تھا روشنی سے سکون سا محسوس ہوتا تھا پر پھر بھی ایک ڈر تھا جو دل کو اپنے بس میں کیے ہوا تھا۔۔۔ دل کی دھڑکن ہر قدم پہ بڑھ رہی تھی۔۔۔ اور باہر کی آوزیں بھی واضح ہو رہی تھیں۔۔۔

بہت سی آوازیں۔۔۔ پر کسی کی۔؟ اس نے سوچا۔۔۔ اپنی توجہ ان پہ مرکوز کی تو وہ جان گئی۔۔۔ "بچوں کی" اس نے زیرلب کہا۔۔۔ وہ چلتی ہوئی اب دروازے کے بالکل قریب آگئی تھی۔۔۔ آوازیں واضح ہو گئی تھیں۔۔۔

الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں

اِس بات سے کہ میں کسی چیز کو تیرا شریک بناؤں

اور مجھے اس کا علم ہو

اور میں معافی مانگتا ہوں تجھ سے اس گناہ سے

جس کا علم مجھے نہیں،

میں نے اس سے توبہ کی

اور بیزار ہوا

کفر سے اور شرک سے اور جھوٹ سے اور غیبت سے اور بدعت سے اور چغلی سے اور بے حیائی کے کاموں سے اور تہمت لگانے سے اور (باقی) ہر قسم کی نافرمانیوں سے

اور میں ایمان لایا اور کہتا ہوں کہ اللہ کے سِوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

** چھٹا کلمہ ** "

اس کی روح تک کانپ گئی۔۔۔۔ وہ بدحواسی میں اس روشن دروازے سے باہر نکلی اور دھک سے رہ گئی۔۔۔۔ اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔۔۔ اس کی نظر سامنے صحن میں بیٹھی لڑکی پہ تھی۔۔۔ جو اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔۔۔ اس کی مسکان خوبصورت تھی بالکل اس کی

طرح۔۔۔۔اور وہ مسکراتی ہوئی لڑکی سحر کی ہم شکل تھی۔۔۔۔بالکل اسی جیسی۔۔۔۔اس نے ارد گرد بیٹھے بچوں کو دیکھا وہ سب بھی اسے دیکھ رہے تھے۔۔۔۔ مسکرا کر۔۔۔۔پر ان کی آنکھوں میں اسے نفرت دکھائی دے رہی تھی۔۔۔۔وہ ابھی ان بچوں کی نفرت ظاہر کرتی آنکھوں کو سمجھتی کہ اس نے ایک ایک کر کے سب بچوں کو دھواں بن کر فضا میں تحلیل ہوتے دیکھا۔۔۔۔وہ بے یقینی سے سب دیکھتی رہی۔۔۔۔سب بچے وہاں سے غائب ہو گئے تھے۔۔۔۔اب وہاں صحن میں بس اسکی ہم شکل لڑکی بیٹھی تھی۔۔۔۔جس کے چہرے پہ مسکراہٹ نہ تھی۔۔۔۔!اس لڑکی نے نظریں جھکائیں۔۔۔۔اور پھر اس ہم شکل لڑکی کے چہرے پہ خوف پھیلنے لگا۔۔۔۔ سحر سامنے کھڑی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔جب سحر نے اس لڑکی کے پیروں کی جانب دیکھا تو شل رہ گئی۔۔۔۔اس کے پیروں میں دہکتی آگ جل رہی تھی۔۔۔۔جو اس کے کپڑوں پھر وجود کو دیکھتے ہی دیکھتے جھلسانے لگی۔۔۔۔وہ ہم شکل لڑکی اب چیخ چلا رہی تھی۔۔۔۔وہ جلتی جا رہی تھی۔۔۔۔ تبھی ان بچوں کی آوازیں پھر سے اطراف میں گونجنے لگیں۔۔۔۔ سحر اسے بچانا چاہتی تھی پر وہ بے

بس کھڑی رہ گئی۔۔۔بچوں کی آوازیں بڑھتی جا رہی تھیں۔۔۔وہ زور زور سے پڑھ رہے تھے

)الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔۔۔۔(

سحر نے خوف ارد گرد دیکھا جہاں سے آوازیں آ رہی تھیں۔۔

)اِس بات سے کہ میں کسی چیز کو تیرا شریک بناؤں

اور مجھے اس کا علم ہو۔۔۔۔(

سامنے کھڑی لڑکی پوری آگ کی لپیٹ میں تھی وہ سحر کو مدد کے لیے بلا رہی تھی۔۔۔۔

)اور میں معافی مانگتا ہوں تجھ سے اس گناہ سے

جس کا علم مجھے نہیں،

میں نے اس سے توبہ کی(

آوازیں متواتر آ رہی تھیں۔۔۔ سحر کو لگا اس کے کان ان آوازوں سے پھٹ جائیں گی۔۔۔۔ سر میں بری طرح سے درد ہونے لگا تھا۔۔ وہ ڈری سہمی پیچھے کی طرف قدم اٹھانے لگی

)اور بیزار ہوا

کفر سے اور شرک سے اور جھوٹ سے اور غیبت سے اور بدعت سے اور چغلی سے اور بے حیائی کے کاموں سے اور تہمت لگانے سے اور (باقی) ہر قسم کی نافرمانیوں سے (

سحر پیچھے کی جانب قدم اٹھا رہی تھی کہ اس کا پیر پھسل گیا۔۔۔۔

)اور میں ایمان لایا اور کہتا ہوں کہ اللہ کے سِوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔(

سحر نے دل خراش چیخ ماری تھی۔۔۔اور پھر اس کی آنکھ کھل گئی۔۔۔اور تیزی سے ایک روشنی پورے کمرے میں پھیلی تھی۔۔

"تم ٹھیک ہو۔؟"وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔۔۔سحر کا چہرہ پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔۔۔خوف اس کے چہرے سے عیاں تھا۔۔۔وہ خالی خالی نظروں سے مصطفٰی کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

"پھر وہی خواب دیکھا۔؟"اس نے بہت نرمی سے سحر کے چہرے پہ آئے پسینے کو صاف کیا تھا۔۔۔صحر کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔۔۔

"اللہ۔۔۔اللہ مجھے کبھی۔۔۔۔کبھی بھی معاف نہیں کریں گے"وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔۔۔اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔۔۔وہ کہہ رہی تھی

"مصطفٰی آپ تو اتنے نیک ہیں آپ میرے لیے دعا کریں آپ کہتے ہیں نا کہ اللہ آپ کی دعا سن لیتے ہیں تو آپ اللہ سے میری سفارش کریں اللہ کو کہیں مجھے معاف کر دیں"وہ ہچکیوں سے

رونے لگی تھی۔۔۔۔ مصطفیٰ نے اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹائے اور دونوں ہاتھ تھام لیے۔۔۔

"میں دعا کروں گا تمہارے لیے بلکہ میں دعا کرتا ہوں اور دیکھنا ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا چلو اب لیٹ جاؤ" اس نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر اسے لیٹا دیا۔۔۔

"آنکھیں بند کرو شاباش" وہ کہہ رہا تھا۔۔۔ سحر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔۔۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے" مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔۔۔ اور بیٹھ کر دوسرا ہاتھ اس کے ماتھے پہ رکھ دیا

"میں دم کر رہا ہوں تم آنکھیں بند کرو دیکھنا پھر نہیں لگے گا اور میں تمہارے پاس ہی ہوں کہیں بھی نہیں جا رہا تم مت ڈرو سو جاؤ" وہ محبت سے کہہ رہا تھا۔۔۔ اس نے سحر کا سر ہلکا ہلکا دبانا شروع کر دیا سحر نے آنکھیں موند لیں۔۔۔ آنکھوں کی نمی ساری کانوں سے ہوتی ہوئی بستر

میں جذب ہو گئی۔۔۔ مصطفیٰ نے اس پہ دم کر دیا تھا۔۔۔ اور وہ سو بھی گئی تھی۔۔۔ مصطفیٰ نے آہستگی سے لائٹ بند کی اور خود بھی لیٹ گیا۔۔۔

باہر چھوٹے سے لان میں رات کا سناٹا پھیلا تھا۔۔۔ آسمان پہ تارے تھے اور چاند کی روشنی۔۔۔۔ میلسی شہر خاموشی تھا۔۔۔

اور یہ ہی وہ شہر ہے جہاں بہت سے راز دفن ہیں۔۔۔ میلسی شہر۔۔۔ جو دل والوں کا شہر ہے۔۔۔

____&&&&&&&&&&&&&&&&&________________________

محب کی حویلی کے لان کے درمیان میں بنی روش پہ قدم قدم چلو تو سامنے برآمدہ آتا تھا جہاں جانے کے لیے دو زنے بنے تھے۔۔۔ برآمدے کے آدھے حصے میں اس وقت سہنری

کرنیں بکھری تھیں۔۔۔ جبکہ آدھے میں پھولوں کی بیلیں برآمدے کے ستونوں سے لپٹی تھیں۔۔۔ اور ایک چوڑے تخت کا جھولا زنجیروں کی مدد سے چھت سے بندھا تھا۔۔۔ جس پہ مرحا کسی ملکہ کی شان لیے بیٹھی تھی۔۔۔ سفید آنچل زمین پہ جھول رہا تھا ہلکے پیلے رنگ کی اونچی قمیض اور گھیر دار شلوار میں وہ اس وقت ملبوس تھی۔۔۔ پیروں میں نازک چپل تھا۔۔۔ بال کھلے تھے جو ہوا سے اڑ اڑ جاتے تھے۔۔۔ اور چہرے پہ ہلکی سی مسکان وہ ہلکے ہلکے جھولے جھول رہی تھی ابلق چشم والی لڑکی سامنے رکھی کرسی پہ بیٹھی بوا کو دیکھ رہی تھی جو سبزی بنا رہی تھیں۔۔۔ اور اسے کہہ رہی تھیں۔۔۔

"تم نے پڑھنا بھی ہے یا نہیں۔؟" مرحا نے بڑے ہی سکون سے نہ میں سر ہلا دیا۔۔۔ اور بوا جل گئیں۔۔۔ تپ گئیں۔۔۔ چھری رکھی اور گھورا

"کیوں؟ کیوں نہیں پڑھنا تم نے؟ بہت اچھی بات ہے اکیس کی ہونے والی ہو اور ابھی تک دس ہی کی ہیں اپنی باقی کزنوں کو دیکھا ہے ایم اے تک پہنچ گئیں ہیں۔۔۔" وہ ابھی اور بولتیں کہ مرحا نے ہلکتے جھولے سے ناگواری سے انہیں دیکھا

"ایم اے والی کزنیں اکیس کی نہیں ہیں" اسے عمر سب کی یاد تھی

"تو اکیس والی تیرہویں چودیں میں ہیں" بوا نے فوراً کہا

"ہوتی رہیں ہمیں کیا" مرحا نے لاپروائی سے کہا

"تمہاری میں یہ گردن ہی دباؤں گی اگر اب تم فیل ہو گئیں تو میں نے کہا ہے محب کو کہ وہ تمہارا ایڈمیشن ایف اے میں کروا دے ہم نے سوچا تمہیں ڈاکٹر بنائیں گے اور تم۔۔۔" بوا نے افسوس ظاہر کیا اور دوبارہ چھری اٹھالی۔۔۔ ہلتا جھولا رک گیا۔۔۔ مرحا نے صدمے سے انہیں دیکھا

"کیا میرا ایڈمیشن۔؟"

"ہاں تمہارا ہی" بوا نے چبا کر کہا تھا پر اس کی طرف نہیں دیکھا مرحا جھنجھلا گئی

"کیا مسئلہ ہے بھئی آپ سب کو میرا سکون برداشت نہیں ہوتا؟ میں دس کر کے ہی خوش ہوں میں نے نہیں کرنی آگے پڑھائی اچھی بھلی زندگی ہے میری اسے خراب کرنے پہ تلے ہیں آپ اور محب" وہ روہانسی ہو گئی۔۔۔بوا نے حیرت سے دیکھا

"شرم تو نہیں آتی نا تمہیں؟ کیسا ہمیں اپنا دشمن بتا رہی ہو زندگی کا کچھ پتہ نہیں ہوتا اس میں کب برا وقت آجائے کسی کو معلوم نہیں" بوا اسے سمجھانے لگی تھیں۔۔۔

"مجھ پہ برا وقت نہیں آئے گا محب ہیں نا وہ سنبھال لیں گے آپ کا شکریہ میں نے نہیں پڑھنا" اس نے جھولا روکا۔۔۔آنچل سنبھال۔۔۔سر کو ناراضی سے خم دیا۔۔۔اور گھسر گھسر کرتی اندر چلی گئی۔۔۔اور بوا گہرا سانس لے کر رہ گئیں۔۔۔ان کے ذہن سے ابھی تک وانیہ کی امی والی بات نکلی نہیں تھی۔۔۔کوشش کرتی تھیں کہ وہ بات بھلا دیں پر ناکام

رہتیں۔۔۔برآمدے میں اب کرنیں بڑھ گئیں تھیں۔۔۔سورج آسمان پہ سرکتا بالکل لان میں آگیا تھا اس لیے بوا بھی اندر چلی گئیں۔۔۔

مرحا اپنے کمرے میں آگئی تھی۔۔۔آکر بیڈ پہ لیٹی اور آنکھیں موند لیں۔۔۔وہ لوگ رات میں ہی اسلام آباد سے آگئے تھے۔۔۔محب کو آفس جانا تھا اس لیے وہ فنکشن کے ختم ہوتے ہی آگئے تھے۔۔۔صبح وہ دیر تک سوتی رہی تھی پر ابھی بھی اس کی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔۔۔

_&&&&&&&&&&&&&&&&_______________________________

____

ملتان پہ رات کی آمد آمد تھی۔۔۔۔گہری شام باہر ہر سو پھیلی تھی۔۔۔کمرے میں بھی تاریکی تھی۔۔۔دوپہر کی سوئی ہوئی مرحا ابھی تک سو رہی تھی بوا کا کہنا تھا کہ مرحا نشہ کرتی

ہے اس لیے مدہوش رہتی ہے اور وہ کہتی "ہاں جی کرتی ہوں مجھے بار بار نہ اٹھایا کریں" وہ غصے سے کہتی تھی۔۔۔۔اور پھر سو جاتی تھی۔۔۔۔

وہ ابھی بھی گہری نیند میں سو رہی تھی کہ کمرے کا دروازہ دھڑا دھڑ بجنے لگا۔۔۔۔ مرحا ہڑبڑا کر اٹھی۔۔۔۔ سائیڈ لیمپ روشن کیا۔۔۔۔ آنکھیں زرا زرا کھول کر چیخی

"کیا باہر قیامت آگئی ہے جو دروازہ توڑنے کو ہو رہی ہو" باہر سے سفینہ کی آواز پہ وہ غصے سے بولی تھی۔۔۔۔ سفینہ نے جواب نہ دیا بس دروازہ بجاتی رہی

"یہ مرے گی آج میرے ہاتھ سے" مرحا نے دانت کچکچا کر سوچا اور کھڑی ہو کر کمرے کی لائٹ جلا کر دروازہ کھولا

"یاجوماجو کی بہن کیا تکلیف ہے؟ کیوں پاگلوں کی طرح دروازہ پیٹ رہی تھیں" وہ اس کا گلا دبانے ہی والی تھی سفینہ گھبرائی ہوئی آواز سے بولی

"وہ۔۔۔وہ باجی مرحا۔۔۔۔مرحا باجی بھائی محب بلا رہے ہیں آپ کو" وہ ہاتھ مسل رہی تھی۔۔۔۔اس کی ہوائیں اڑی ہوئی سی تھیں۔۔۔مرحا کا ماتھا ٹھنکا

"کیوں۔؟ "

"مجھے لگتا ہے بوا نے انہیں اعجاز والی بات بتا دی" سفینہ کا جملہ بم بنا۔۔۔۔اور ٹھا سے مرحا پہ گر گیا۔۔۔۔مرحا نے دل پہ ہاتھ رکھا

"تمہیں کس نے بتایا۔؟ "

"وہ بھائی محب مجھے غصے میں گھور رہے تھے اور بوا کے چہرے پہ ناگواری تھی اس سے مجھے اندازہ ہوا ہے بھائی محب نے بہت رعب سے مجھے کہا کہ میں آپ کو ان کے کمرے میں بھیجوں" مرحا کی جان نکل گئی۔۔۔نیند کا خمار جو کچھ دیر پہلے آنکھوں میں تھا اڑن چھو ہو گیا۔۔۔تھوک نگلا

"کہہ دو میں نہیں آ رہی"

" وہ وجہ پوچھیں گے "سفینہ نے کہا

"کہہ دینا مرحا مر گئی ہے "مرحا کی جان نکل گئی تھی۔۔۔۔ سفینہ کو کمرے سے باہر نکلا اور دروازہ کو لاک کر لیا۔۔۔۔

"ایک بوا کے پیٹ میں کوئی بات نہیں رہتی اب میں کیا کروں "وہ پریشانی سے ادھر ادھر کے چکر کاٹنے لگی تھی۔۔۔۔ پھر بیڈ پہ بیٹھ گئی اور کمبل اوڑھ کر بیڈ کراؤن سے کمر ٹکا کر بیمار سامنہ بنا لیا

اور دوسری طرف سفینہ کانپتی ہوئی محب کو کہہ رہی تھی کہ

"وہ باجی مرحا کہہ رہی ہیں میں نہیں آرہی"

"وجہ۔؟"محب نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا تھا

"وہ کہہ رہی تھیں کہ وہ مر گئی ہیں "سفینہ کی خود کی جان نکلی ہوئی تھی۔۔۔۔ محب کھڑا ہوا اور اس کے مقابل آکر بولا

"تم دونوں بہت الٹے کام کرنے لگی ہو مجھے یہ امید نہیں تھی تم دونوں سے جاؤ یہاں سے میں زرا مرحا سے بات کرلوں پھر تمہاری خبر لوں گا" اور سفینہ کل کی کل دیکھیں گی سوچ کر سر پہ پیر رکھ کر بھاگ گئی۔۔۔اور محب مرحا کے کمرے کے باہر آکر کھڑا ہو گیا دروازہ بجایا۔۔۔اندر بیٹھی مرحا نے رونے والی شکل بنالی

"مرحا دروازہ کھولو" وہ باہر سے بولا تھا

"میں نہیں کھول رہی" صاف انکار "میری طبیعت خراب ہے "کانپتی آواز سے جواب دیا تو باہر کھڑے محب نے کہا

"میں ٹھیک کر دوں گا دروازہ کھولو جلدی سے" وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔۔۔مرحا نے کوئی جواب نہ دیا

"ٹھیک ہے تم نہیں کھول رہیں دروازہ مت کھولو اور میرے بعد بوا کچھ بھی تمہیں کہیں گی تو میں ذمہ دار نہیں ہوں گا مجھے مت بتانا پھر کچھ بھی" وہ کہہ کر جانے لگا تھا کہ مرحا اونچی آواز سے بولی

"کھول رہی ہوں" اور پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔۔۔ چہرے پہ بے پناہ معصومیت کے ساتھ۔۔۔ محب نے ایک نظر اسے دیکھا اور کمرے میں آ کر کرسی پہ بیٹھ گیا۔۔۔ عدالت لگ چکی تھی ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس وجیہہ چہرے والا سامنے کھڑی مرحا کو اپنے بغیر فریم کے چشمے کے پیچھے موجود آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ ہلکی داڑھی مونچھیں چہرے پہ ہمیشہ کی طرح موجود تھیں۔۔۔ مرحا قدم قدم چلتی اس کے سامنے آ گئی

"ایم سوری محب" وہ اب سچ میں شرمندہ تھی "میں نے سچ میں اب کی بار غلطی کی ہے مجھے سفینہ کے منگیتر کو نہیں بلانا چاہیے تھا اور گھر کے پچھلے دروازے سے تو بالکل بھی نہیں بلانا چاہیے تھا پر۔۔۔" وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی تھی اسے الفاظ نہیں مل رہے تھے اور وہ سمجھ

گئی تھی کہ اب غلطی ماننے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔۔۔اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔۔۔محب بس اسے سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا اور وہ جانتا تھا کہ اب اگر محب نے اسے ہلکی سی بھی برہمی سے کچھ کہا تو وہ رونے لگ جائے گی۔۔۔اور محب اسے رلانے نہیں آیا تھا

"شاباش تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اچھی بات ہے اب بوا سے بھی سوری کر لینا اور ان سے وعدہ کرنا کہ تم دوبارہ ایسا کوئی کام نہیں کرو گی" وہ اٹھ کر اسکے پاس آیا تھا۔۔۔مرحا نے نظریں اٹھا کر محب کو دیکھا

"آپ اب مجھے کچھ کہیں گے تو نہیں نا۔؟" اسے یقین سا نہیں آ رہا تھا۔

"نہیں تم تو اچھی بچی ہو بات مان جاتی ہو تو تمہیں ہم کچھ کیوں کہیں گے۔؟" وہ نرمی سے مسکا کر بولا تھا اور اس وقت اگر بوا ہوتیں تو اپنا سر پیٹ لیتیں کتنا سمجھایا تھا انہوں نے کہ "سختی سے بات کرنی ہے ایک ڈیڑھ گھنٹے تک غصہ کرنا ہے" پر محب۔۔۔!

مرحا کے پورے دانت باہر آ گئے

"وہی تو" اس نے ہاتھ پہ ہاتھ مارا "میں بھی یہی کہہ رہی تھی کہ میں تو سمجھدار ہوں میں اب دوبارہ ایسا کچھ بھی نہیں کروں گی" مرحا نے گہرا سانس لیا اور سارا ڈر سانس کے ساتھ ہی باہر نکال دیا۔۔۔ محب بس مسکرا کر رہ گیا۔۔۔

وہ جا کر بیڈ پہ بیٹھ گئی تھی۔۔۔۔ محب کو دیکھا

"اڑتی اڑتی سی خبر آئی ہے کہ آپ میرا ایڈمیشن کروا رہے ہیں" انداز بالکل سرسری تھا۔۔۔ اور دل میں دعا جاری تھی کہ یہ جھوٹ ہو۔۔۔

"یہ سچ ہے خبر نہیں حقیقت بچے" وہ سامنے کھڑا اسے دیکھ کر بولا تھا۔۔۔۔ مرحا کا دل ہی ٹوٹ گیا اس نے بہت آہستگی سے بیڈ کراؤن سے سر کی پشت لگائی۔۔۔ اور آنکھوں کا رخ دوسری جانب کر کے نہایت مدھم آواز میں گویا ہوئی۔۔۔

"آپ کو نہیں ہوتی نا میری خوشی برداشت۔؟ نہیں چاہتے نہ آپ کہ میں خوش رہوں۔۔۔ ہر بار کوئی نیا عذر تلاش لاتے ہیں آپ میری ذات کو اذیت دینے کے

لیے۔۔۔اور میں معصوم سمجھتی ہوں کہ آپ کو میری پرواہے" اداسی سے ہنسی" پر نہیں آپ تو زمانے کی انگلیوں پہ چلتے ہیں کیسے میرے آسمان سے خوشی کا ایک ایک تارا آپ بجھاتے جارہے ہیں۔۔۔میری آنکھوں میں جگر جگر کرتے خوابوں کے جگنوں آپ کے اس تغافل کے باعث بجھ رہے ہیں میری خواہشوں کی رنگین تتلیوں کے پر جل گئے ہیں محب جل گئے ہیں" اتنا کہہ کر محب کو دیکھا" پر آپ کو اس سے کیا دکھ میرا اذیت میری آپ تو تماشائی بن کر میرے جلتے خوابوں سے حظ اٹھائیں حظوظ ہوں" مرحا نے گہرا سانس لے کر خاموشی اختیار کی اور نظریں دوبارہ موڑ لیں۔ لہجے میں ٹی وی سیریئل کی ہیروئنوں والا دکھ تھا۔۔۔مرحا نے نچلا لب بھی دانتوں میں دبالیا تھا جیسے بے چاری کو رونا آرہا ہو اور ضبط کیے ہو۔۔۔محب نے لب بھینچ کر اسے دیکھا پھر داہنی بھنو اچکالی۔۔۔

" آج ہی میں اس ٹی وی کو بھی ٹھکانے لگاتا ہوں بہت خراب ہو گئی ہو تم یہ ڈرامے دیکھ کر کیسے خوف ناک جملے کہتی ہو" وہ کہہ کر پلٹ۔۔۔مرحا ہڑبڑا کر اٹھی۔۔۔اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔

"آپ تو برا ہی مان گئے "اس کے سامنے آئی "مذاق تھا بھئی "دانت نکال کر کہا۔۔۔ساتھ سر بھی ہلایا

"پر میں سچ کہہ رہا ہوں "وہ سنجیدہ ہی رہا

"میں بات نہیں کروں گی آپ سے "ہاتھ چھوڑ دیا۔۔۔یعنی ساتھ بھی چھوڑ دوں گی۔۔۔

"آج کل تم مجھے بہت زیادہ ہی دھمکیاں نہیں دینے لگیں کہ بات نہیں کروں گی تم لگتا ہے اب مجھ سے مار کھاؤ گی "وہ سینے پہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔جیسے کہتا ہو ساتھ چھوڑا تو اچھا نہیں ہو گا۔۔۔!

"آپ مجھے ماریں گے۔؟"اسے صدمہ ہوا۔۔۔۔امید نہ تھی اس بات کی

"بالکل "وہ شانت لہجے سے بولا۔۔۔جیسے بہت عام سی بات کہی ہو

"مار کر دکھائیں کیسے ماریں گے مجھے۔؟" اس نے منہ آگے کر لیا۔۔۔ محبت کی بساط پہ شطرنج کا مہرہ دل بنا۔۔۔۔ اور قدم قدم آگے بڑھنے لگا۔۔۔ محب نے اسکا منہ دیکھا۔۔۔۔ مقابل نے بساط پہ بڑھتے ہوئے دل کو دیکھا

"میں سچ میں تمہیں مار بھی سکتا ہوں" مرحا نے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔ وہ آج محب کی جرات دیکھنا چاہتی تھی۔۔۔ محب کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔۔۔ اس کے گال کو نرمی سے تھپکا۔۔۔ دل رکھ لیا۔۔۔ بہت خاموشی سے۔۔۔ مقابل نے بساط پہ سے دل کو اٹھا لیا۔۔۔ اور چھپا لیا۔۔۔ دل والا دل سے گیا۔۔۔ اور ہار گیا۔۔۔ یہ سب اتنی خاموشی سے ہوا کہ نہ دل دینے والے کو علم ہوا نہ لینے والے کو۔۔۔۔ دونوں ہی اس سودے سے بے خبر رہے۔۔۔

مرحا نے لب بھینچ کر آنکھیں کھولیں۔۔۔ ان میں شرارت تھی

"مجھے پتہ تھا ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ مجھے ماریں" امید رہ گئی۔۔۔۔ دل نہ رہا۔۔۔۔ صرف دھڑکنیں رہ گئیں سینے میں۔۔۔۔

"پر جیسی تمہاری حرکتیں ہیں تم ایک دن سچ میں مجھ سے مار کھالو گی اس دن رونا مت" وہ اتنی نرمی سے تنبیہ کر رہا تھا کہ مرحا نے اس بات کو محسوس ہی نہ کیا

"میں اس دن بھی آپ کے گلے لگ کر روؤں گی ایسے ہی نہیں چھوڑنا میں نے آپ کو" وہ فاتحانہ مسکرا کر بولی تھی۔۔۔۔ محب پھر وہاں کچھ دیر رکا اسے سمجھتا رہا ہے کہ اب وہ دل لگا کر پڑھے اچھا نہیں لگتا کہ اب وہ اتنی بڑی فیل ہو...! اور مرحا سر ہلاتی رہی۔۔۔۔ یعنی دیکھیں گے سوچیں گے۔۔۔۔! پھر محب اس کے کمرے سے چلا گیا۔۔۔۔ اور وہ بھی کچھ دیر بعد رات کا کھانا کھانے چلی گئی تھی۔۔۔۔ کمرے میں پیچھے خاموشی رہ گئی تھی۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&

اگلے کچھ دنوں میں مرحا کا کالج میں ایڈمیشن ہو گیا تھا۔۔۔اور جہاں وہ پہلے اکیڈمی جاتی تھی وہاں سے اسے بوا نے ہٹا لیا تھا

"ایسے وہ اچھا پڑھانے والے ہوتے تو مرحا بار بار فیل نہ ہوتی" بوا نے محب کو یہ کہا تھا۔۔۔مرحا نے اس بات پہ بھرپور سر ہلایا یعنی بالکل اکیڈمی والے ہی نکمے ہیں ورنہ وہ تو۔۔۔۔

محب بے چارا خاموش ہو گیا بوا نے اسے کہہ دیا تھا کہ

"ہماری حویلی چھوڑ کر دو بنگلوں کے بعد مسز تہذیب کا بنگلا ہے نا ان کے گھر ایک ٹیچر آتی ہے ان کی بیٹی کو پڑھانے مسز تہذیب بہت تعریف کر رہی تھیں کہ وہ بہت اچھا پڑھاتی ہے اور ان کی بیٹی کے نمبر بھی اچھے آئے ہیں میں کوشش کروں گی کہ وہ مرحا کو بھی پڑھا دے ہمارے گھر آ کر" محب نے سر ہلا دیا تھا اور بوا پھر مسز تہذیب کے گھر چلی گئیں جس وقت ان کے گھر پلوشہ پڑھانے آتی تھی انہوں نے رسمی علیک سلیک کے بعد پلوشہ کو کہا

"بیٹا میری بھتیجی ہے سمجھو میری بیٹی ہی ہے بس تم اسے بھی پڑھانے آجایا کرو گی تو بہت احسان ہو گا۔۔۔۔ تم جتنی فیس کہو گی ہم دے دیں گے مسز تہذیب تمہاری بہت تعریف کررہی تھیں اس لیے کہہ رہی ہوں بلکہ ہم تمہیں لینے اور لیجانے کے لیے ڈرائیور بھی لگا دیں گے میں بہت پریشان ہوں اپنی بچی کے لیے جتنی تیزی سے بڑی ہو رہی ہے اتنی ہی رفتار سے فیل ہوتی جارہی ہے" بوا اپنا دکھڑا سنا چکیں تو پلوشہ انہیں شش و پنج سے دیکھنے لگی۔۔۔۔ پھر اس نے کھنکار کر کہا

"دیکھیں آنٹی میں فیس کے لیے نہیں پڑھاتی۔! اور میں معذرت کرتی ہوں میں نہیں آسکوں گی آپ کے گھر مجھے یہیں شام ہو جاتی ہے اس لیے میری معذرت قبول کریں سوری" پلوشہ نے بہت سہولت سے انکار کر دیا تھا۔۔۔۔ بوا کے چہرے کی جوت بجھ گئی۔۔۔ ان کے بہت اصرار پر پلوشہ نے انہیں یہ کہہ کر ٹال دیا کہ

"میں گھر امی سے پوچھ کر آپ کو ایک دو دنوں میں بتا دوں گی" بوا کو اس بات پہ کچھ اطمینان ہوا۔۔۔ پھر وہ اسے بہت ساری دعائیں دے کر حویلی واپس آ گئیں جہاں شام اپنی چھایا کرے کھڑی تھی۔۔۔

_&&&&&&&&&&&&&&&&_______________________________

____

ملتان کی حسین آگاہی کی جلتی روشنی سے کچھ آگے ایک تاریک سی گلی تھی جہاں سے نکلنے پہ ایک میدان آتا تھا اور پھر اس میدان کے بعد کچھ گھر چھوڑنے پہ پلوشہ کا گھر تھا۔ جہاں زرد تیز روشنی کا بلب صحن کو روشن کیے ہوئے تھا۔۔ دیواروں کے ساتھ لگے گملے اور پھول خاموش تھے۔۔۔ کھڈے میں بیٹھی مرغی اپنے چوزوں سنگ سو رہی تھی۔۔۔ سفید بلی کا چکر ابھی ساتھ والوں کے بلے کے ساتھ چل رہا تھا اس لیے وہ یہاں نہیں آتی تھی۔۔۔

کمرے میں سفید بلب جل رہا تھا جس سے کمرہ روشن تھا۔۔۔چارپائی پہ دستر خوان لگا تھا۔پلوشہ اور اس کی امی خاموشی سے کھانا کھا رہی تھیں۔۔۔

"امی میں ایک جگہ اور ٹیوشن پڑھانے کا سوچ رہی ہوں" پلوشہ نے جھکی نظروں سے لقمہ توڑ کر کہا۔۔۔لون کے ہلکے سبز سوٹ میں وہ کالے دوپٹے کو سر پہ لپیٹے ہوئے تھی آنکھیں اور چہرہ ویسا ہی تھا۔۔۔اداس اور بس اداس۔۔۔!

امی کا کھانا کھاتا ہاتھ رک گیا۔پلوشہ کو دیکھا

"پیسوں کی ضرورت ہے۔؟" انہوں نے اندازلگایا

"میں نے پیسوں کا کیا کرنا۔؟ ہر ضرورت آپ پوری کر رہی ہیں" اس نے اپنی امی کو دیکھ کر کہا

"پھر۔؟" انہوں نے پوچھا

"وہ مسز تہذیب کی ایک پڑوسن ہیں بہت اصرار کر رہی تھیں آج کے میں ان کی بھتیجی کو بھی پڑھا دوں میں نے ان کو منع کر دیا تھا۔۔۔" اسکی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ امی بولیں

"اچھا کیا۔۔۔مجھے تمہارا مسز تہذیب کے گھر پڑھانا بھی نہیں پسند میں کما رہی ہوں کافی ہے تمہیں جوتیاں گھسانے کی ضرورت نہیں ہے"امی دوبارہ کھانا کھانے لگی تھیں۔۔۔ایک یہ ان کی خودداری ابو کی موت کے بات دوہری ہوگئی تھی۔۔۔پلوشہ نے گہرا سانس لیا

"امی آپ کو پتہ ہے نا میں صرف خود کو مصروف رکھنے کے لیے پڑھانے جاتی ہوں"

"بس اتنی مصروفیت کافی ہے نام نہاد محبت اور شادی کے پیچھے پوری عمر کا روگ لے لیا اب مصروفیت ڈھونڈتی پھر رہی ہو میں نے پہلے ہی کہا تھا سنبھل جاؤ پر تم۔۔۔!"انہوں نے اپنی بات بے بسی سے ادھوری چھوڑ دی۔۔۔امی سچ کہہ رہی تھیں انہوں نے بہت سمجھایا تھا کہ تیمور کی بہنیں اسے بسنے نہیں دیں گی پر وہ ہی نہ مانی تھی۔۔۔اس لیے اب امی کے کبھی کبھار کے اس اچانک سے غصے کو وہ خاموشی سے سہہ جاتی تھی ماں باپ کی نافرمانی کے انعام میں جو دکھ ہماری قسمت میں لکھ دیے جاتے ہیں ان کا شکوہ ہم شرم کے مارے کبھی کر ہی نہیں پاتے نہ ماں باپ سے اور نہ اللہ سے۔۔۔

"امی وہ بہت منتیں کر رہی تھیں مجھے اچھا نہیں لگا ان کو صاف انکار کرنا کہہ کر آگئی تھی آپ سے پوچھ کر بتاؤں گی" وہ مدھم آواز میں بولی تھی

"میں نے جواب دے دیا منع کر دینا" امی کی نظر اس پہ پڑی تو نجانے کیوں وہ اسے دیکھنے لگیں۔۔۔۔پلوشہ نے نظریں جھکالی تھیں۔۔۔وہ مان گئی تھی۔۔۔۔پر پتہ نہیں کیوں امی کو اس پہ ترس سا آیا۔۔۔۔دل میں تکلیف سی ہونے لگی۔۔۔۔وہ اپنی جگہ سے اٹھیں

"مجھے معاف کر دو پلوشہ میں نے یونہی تم پہ غصہ کیا چلی جانا پڑھانے" انہوں نے پلوشہ کو خود سے لگا کر کہا پلوشہ نے ان کے گرد بغیر حیران ہوئے اپنی بانہیں پھیلا لیں اور سسکنے لگی۔۔۔۔اس ایک کمرے میں اکثر ہی یوں بے وجہ پرانے دکھوں پہ وہ ماں بیٹی رو دیا کرتی تھیں۔۔۔۔

صحن میں خاموشی تھی پودے اور کھڈے کے چوزے سو رہے تھے۔۔۔مرغی نے بوجھل آنکھیں کھولیں اور ایک نظر صحن کو دیکھا اور دوبارہ موند لیں۔۔۔اس کے دل سے بلی کا ڈر نہیں جاتا تھا۔۔۔

___________&&&&&&&&&&&&&&___________________________

____

اگلی صبح ملتان پہ روشن روشن تھی۔دھوپ کی تپش اب ماند پڑتی جا رہی تھی۔۔۔ہر وقت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلتی رہتی تھیں۔۔۔سردیوں کی آمد آمد تھی اور ان ہواؤں میں اداس سی خوشبو جو جسم میں سرائیت کرتی دل کو بوجھل کرتی جاتی ہے اب جوبن پہ تھی۔ہم انسان بھی کتنے عجیب ہوتے ہیں نا ہر موسم میں اداسی کا کوئی نہ کوئی پہلو تلاش ہی لیتے ہیں۔

محب کی حویلی پہ موجود سورج بادلوں کی اوٹ سے دکھائی دیتا تھا۔ کرنیں سبز لان میں پھیلی تھیں۔ لاؤنج میں سفید روشنیاں روشن تھیں۔ بوا صوفے پہ بیٹھی تھیں۔ ملازم اپنے کاموں میں صروف تھے۔۔۔ تبھی داخلی دروازے سے مرحا داخل ہوئی

"ہائے میں تھک گئی" وہ بولتی ہوئی سنگل صوفے پہ ڈھے گئی۔ بوا نے حیرت سے اسے دیکھا پھر اس کے ہاتھ میں موجود شابر کو

"یہ سب کیا ہے ؟ تم تو کتابیں نہیں لینے گئی تھیں۔ ؟" اس کے ہاتھ میں کتابوں کے علاوہ دوسرے شاپر دیکھ کر بوا نے پوچھا تو مرحا کے چہرے پہ دفعتاً مسکان آگئی۔

"میں مارکیٹ گئی تھی نا تو وہاں سے چوڑیاں لے آئی" وہ جوش سے بتانے لگی "اتنی اچھی تھیں کہ کیا بتاؤں دیکھیں" اس نے شاپر کھولا اور انہیں دکھانے لگی بوا کو چوڑیوں میں کوئی دل چسپی نہیں تھی

"کتابیں کہاں ہیں۔؟" مرحا کے چوڑیاں دکھاتے ہاتھ رکے چہرے کی مسکراہٹ معصومیت میں بدل گئی

"ان سے میں یہ لے آئی "

"کیا۔؟" بوا سمجھ تو گئی تھیں پر پھر بھی ایک موہوم سی امید سے پوچھا

"چوڑیاں " مرحا نے ہلکے سے شانے اچکا کر کہا اور بوا نے دل پہ ہاتھ رکھ لیا

"تم سارے پیسوں کی چوڑیاں لے آئیں مرحا۔؟" بوا نے صدمے کی حالت میں کہا پھر دانت پیسے "مجھ سے تم کتابوں کے پیسے لے کر گئی تھیں اور وہاں جا کر تم یہ سب۔۔۔۔اف اللہ" بوا نے اپنا ماتھا پیٹا "مرحا تمہارا دماغ چل گیا تھا۔؟ اتنی ساری چوڑیاں کیوں اٹھا لائیں تم پاگل انسان" بوا کا بس نہیں چل رہا تھا مرحا کو چوڑیوں سمیت پھینک دیں

"تو کیا ہوا چوڑیاں اچھی لگ رہی تھیں۔ میں نے پہلے سوچا کتابیں لے لوں پھر میں رک گئی۔ خیال آیا کہ کتابوں والی دکان پہ کتابیں ختم نہیں ہوں گی پر ایسی چوڑیاں پھر نہیں ملیں گی آپ دیکھیں تو سہی کتنی پیاری ہیں" وہ دوبارہ سے چوڑیاں نکالنے لگی

"بہت اچھے میں کہتی ہوں محب کو کہ اس لڑکی نے نہیں پڑھنا اس نے بس ہمارا دل جلانا ہے مرحا میں تمہارا کیا کروں تم سارے پیسوں کی چوڑیاں لے آئیں۔۔۔" بوا بے بس ہو کر رہ گئی تھیں۔ مرحا کا منہ اتر گیا

"مجھے لگا تھا آپ خوش ہوں گی پر آپ کب میری کسی بات سے خوش ہوتی ہیں زیادہ فکر نہ کریں میں آپ کے کتابوں والے پیسے محب سے لے دوں گی اور کتابیں بھی وہ لا دیں گے شکریہ آپ کا" وہ تن فن کرتی شاپر اٹھا کر اپنے کمرے میں چلی گئی بوا اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھیں۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&____________________________________

________________________&&

شام جب ملتان پہ ڈھلی تو محب اپنی گاڑی سے حویلی میں داخل ہو گیا۔جب وہ لاؤنج میں آیا تو اس وقت لاؤنج خاموش پڑا تھا وہ فریش ہونے چلا گیا۔فریش ہو کر وہ سیدھا بوا کے کمرے میں آیا تھا

"اسلام علیکم "بوا بیڈ پہ نیم دراز تھیں محب کو اندر آتا دیکھ وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں

"سو رہی تھیں۔؟"محب بیڈ سے کچھ فاصلے پہ رکھی کرسی پہ بیٹھ گیا تھا۔کالے ٹراؤزر کے ساتھ سفید ہاف آستینوں والی شرٹ پہنے ہوئے تھا بال ابھی بھی ہلکے ہلکے گیلے تھے اور ماتھے پہ بکھرے تھے

"نہیں سو تو تب سکوں گی نا جب یہ مرحا مجھے سکون لینے دے گی میں تو لگتا ہے ایک دن پاگل ہو جاؤں گی"بوا کا موڈ پھر سے خراب ہو گیا۔

"کیوں اب کیا کر دیا اس نے۔؟" محب نے عام سے انداز میں پوچھا تھا یہ ہر روز کی کہانی تھی

"کرنا کیا تھا مجھے صبح کہہ رہی تھی کہ کالج کی کچھ کتابیں لینی ہیں پیسے دے دیں۔ میں نے دے دیے اور وہ محترمہ بازار سے ان پیسوں کی چوڑیاں لے آئی کہہ رہی تھی کہ پہلے سوچا کتابیں ہی لے لوں پر پھر سوچا کتابیں تو دوبارہ بھی مل جائیں گی پر اتنی پیاری چوڑیاں دوبارہ نہیں ملیں گی" بوا کڑھتے ہوئے بتا رہی تھیں جب ان کی بات مکمل ہوئی تو محب کا قہقہہ بے ساختہ تھا

"ہاں تم ہنس لو اس لڑکی کا دماغ خراب ہے محب اس نے پڑھنا وڑھنا نہیں ہے تم اس پہ سختی کیوں نہیں کرتے تم بڑے بھائی ہو اس کے اسے ڈرا دھمکا کر رکھو میں اس کے مستقبل کے بارے میں سوچتی ہوں تو ڈر جاتی ہوں کیا بنے گا اس کا" محب ہنستا ہوا بوا کے پاس آ کر بیٹھا ان کا ہاتھ پکڑا

"میرا دل نہیں کرتا اسے ڈانٹنے کو وہ ویسے ہی میرے تھوڑے سے غصے سے ہی رونے لگتی ہے میں ڈانٹوں گا تو وہ اور مجھ سے بدظن ہو جائے گی اور بوا ابھی تو چھوٹی ہے وہ ہم ہیں نا اسے

سنبھالنے کے لیے" وہ بوا کے ہاتھ پہ دباؤ ڈال کر بول رہا تھا بوا اس کا چہرہ خاموشی سے دیکھنے لگیں

"محب اسے اپنی اتنی عادت مت ڈالو اسے بعد میں مسئلہ ہو گا" بوا نے کسی خواب کی سی کیفیت میں کہا تھا محب کی آنکھوں میں پہلے نا سمجھی آئی پھر وہ نجانے کیا سمجھا پر اس نے جواب میں کہہ دیا

"میں اس کے ساتھ ہمیشہ ہوں بوا" وہ اٹھ کر کمرے سے نکل گیا پیچھے بوا اس کی پشت دیکھتی رہ گئیں جب وہ کمرے سے باہر نکل گیا تو بوا نے دوبارہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا لی بوا کے دل سے وانیہ کی امی کی بات نکل کر ہی نہ دیتی تھی انہیں اب بس ہر وقت ایک ڈر سا لگا رہتا تھا وہ مرحا کو اب اور دباؤ سے کہتی تھیں کہ وہ محب کو بھائی کہا کرے دن میں کئی بار اس کے سامنے کہتیں کہ "محب تمہارا بڑا بھائی ہے" اور وہ ایسے ظاہر کرتی جیسے اس نے سنا ہی نہیں۔

_&&&&&&&&&&&&&&_

یہ عشاء کا وقت تھا اور محب کے کمرے میں نیم تاریکی تھی۔ وہ اپنی ورکنگ ٹیبل پہ لیپ ٹاپ لیے بیٹھا ای میلز چیک کر رہا تھا۔ لیپ ٹاپ کی روشنی سے اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ کھلی کھڑکیوں سے پردے ہٹے تھے وہ اپنے کام میں مصروف تھا تبھی یک دم کمرے کی لائٹ روشن ہوئی

"آپ آگئے اور مجھے پتہ ہی نہیں چلا" وہ جوش سے اندر داخل ہوئی چہرے پہ بے پناہ خوشی تھی

محب نے بغیر چونکے گردن ترچھی کر کے اسے دیکھا چہرے پہ ہلکی سی مسکان تھی

"ابھی کچھ دیر پہلے آیا ہوں۔ کیسی ہو۔؟" اس نے پوچھا تو مرحا نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا

"اٹھیں میں نے آپ کو کچھ دکھانا ہے" وہ اسے زبردستی کھڑا کرنے لگی

"کیا دکھانا ہے۔؟" محب جانتا تھا وہ کیا دکھائے گی پر دل رکھنے کے لیے پوچھ لیا

"ایک چیز ہے میں لے کر آئی ہوں اب چلیں بھی" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگی پھر رکی

"آپ اپنا والٹ بھی اٹھالیں "

"کیوں۔؟" محب نے کچھ حیرت سے پوچھا

"آپ اٹھالیں نا اور چلیں میرے ساتھ" اس نے زور دے کر کہا تو محب "اچھا بھئی ٹھیک ہے"

کہہ کر اپنا والٹ اٹھا کر اس کے ساتھ چلا گیا۔۔۔

مرحا اس کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے سیڑھیاں اترتی آرہی تھی لاؤنج میں صوفوں کے درمیان میں

رکھی میز پہ کانچ کی رنگ برنگی بہت ساری چوڑیاں رکھی تھیں سفینہ اور باقی ملازمین کھڑے

انہیں استعجاب سے دیکھ رہی تھیں۔ البتہ بوا کچھ ناراض لگتی تھیں

وہ محب کے ساتھ لاؤنج میں آگئی

"یہ دیکھیں" وہ گھٹنوں کے بل میز کے پاس بیٹھ گئی اور کسی چھوٹے بچے کی طرح چوڑیوں کو اٹھا اٹھا کر دکھانے لگی کبھی کس رنگ کی کلائیوں میں ڈالتی تو کبھی کسی رنگ کی، محب کے چہرے کی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی اسے مرحا کی خوشی بہت عزیز تھی اس نے فوراً کہا

"بہت پیاری لگ رہی ہیں اور لے لیتیں" اس کی بات پہ جہاں مرحا کھل کھلا کر ہنس دی اور کہا "سچ میں۔؟" وہیں بوا نے اسے گھورا تھا محب ہنسی دبا کر نظریں چرا گیا مرحا کھڑی ہوئی

"محب پتہ ہے۔۔۔" وہ ابھی آگے بولتی کہ بوا نے تندہی سے کہا

"بھائی کہو ہزار بار کہا ہے کہ تم سے بڑا ہے بھائی کہا کرو اسے" بوا کا لہجہ عجیب سا تھا یہ بات محب نے نوٹس کی پر مرحا نے کمر پہ ہاتھ رکھا

"کیوں؟ کیوں کہوں بھائی؟ یہ میرے کزن ہیں میں نے بھی لاکھ بار کہا ہے کہ بھائی وہی ہوتا ہے جو اللہ بنا کر بھیجتے ہیں باقی کزن اور اجنبی ہی ہوتے ہیں"

"ہر بات پہ بکواس کرنے مت کھڑی ہو جایا کرو میں تمہارے منہ سے اب محب کا نام نہ سن لوں بھائی کہا کرو سمجھیں" بوا غصے میں بولتیں کھڑی ہو گئیں اور کمرے میں چلی گئیں مرحا نے گندا سا منہ بنایا

"یہ مجھ سے جیلس ہوتی ہیں اور کچھ نہیں" اس نے ہلکی سی آواز سے محب کو کہا محب نے اسے ناراضی سے دیکھا

"ایسے نہیں کہتے مرحا اور بوا ٹھیک کہہ رہی ہیں میں تمہارا بڑا بھائی ہوں بھائی کہا کرو"

"کیوں میں تو نہیں کہوں گی آپ میرے بھائی ہیں ہی نہیں" وہ اپنی بات پہ مصر تھی محب نے گہرا سانس لیا اور خاموش ہو گیا مرحا دوبارہ اسے اپنی چوڑیوں کی کہانی سنانے لگی بوا کو اپنے کمرے میں ان کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ مرحا محب کو کہہ رہی تھی

"میں اتنی ساری چوڑیاں اس لیے لے کر آئی ہوں مجھے یہ نہیں پتہ تھا کہ آپ کو کونسے رنگ کی چوڑیاں پسند ہیں میں اس لیے سارے رنگ کی لے آئی ٹھیک کیا نا۔؟" وہ بڑے مزے سے

پوچھ رہی تھی جیسے اس نے بہت مہان کام کیا ہو محب نے سر کو خم دے دیا بوا نے اپنے کمرے کی لائٹ بجھا دی اور بیڈ پہ لیٹ گئیں انہیں کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا اس وقت نہ چوڑیاں اور نہ ہی مرحا اور نہ مرحا کی خوشی۔!

کچھ دیر تک اس کی چوڑیوں کی داستان چلتی رہی پھر اس نے سفینہ کے ساتھ مل کر ساری چوڑیاں سمیٹیں اور جانے لگی پھر رکی اور سر پہ ہاتھ مارا

"اوہاں میں آپ کو ایک بات کہنا ہی بھول گئی وہ نا آپ بوا کو ان کے پیسے دے دیجئے گا میں نے ان سے کتابوں کے لیے لیے تھے وہ شاید اسی لیے غصے میں تھیں بہت کنجوس ہیں محب بوا" مرحا نے شرارت سے کہا

"تم مار کھاؤ گی مرحا ایسے نہیں کہتے" محب نے اسے ڈانٹا تو وہ ہنستی ہوئی سفینہ کے ساتھ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد محب بوا کے کمرے میں گیا پر وہ تب تک سو چکی

تھیں اس لیے وہ بھی اپنے کمرے میں آ گیا اور پھر وہ بھول گیا بوا کے پیسے دینا بھی اور ان کے غصے کی اصل وجہ پوچھنا بھی۔

___&&&&&&&&&&&&&&&&___________________________

____

دن اپنی رفتار سے گزرنے لگے تھے۔ مرحا کالج جانے لگی تھی بوا نے ایک بار پھر مسز تہزیب کے گھر جا کر پلوشہ کو ٹیوشن کا کہا تو وہ مان گئی جس دن پلوشہ مرحا کو پڑھانے آئی تو مرحا کا خوشی کا ٹھیکانہ ہی نہ رہا

"اللہ آپ مجھے پڑھائیں گی۔؟" وہ اتنی خوشی سے بولی کے پلوشہ کو لگا کہ مرحا اسے جانتی ہے پر پھر اس کی غلط فہمی مرحا کے اگلے جملے میں دور ہو گئی

"مجھے تو لگا تھا کوئی کھڑوس سی عمر رسیدہ عورت ہو گی پر آپ تو کافی ینگ ہیں ماشاءاللہ آپ بہت پیاری ہیں اور بتائیں گھر میں کون کون ہے۔؟" مرحا بڑے مزے سے بیڈ پہ آلتی پالتی مار کر بیٹھ کر اس سے باتیں کرنے لگی پلوشہ کے چہرے پہ بے ساختہ مسکراہٹ دوڑ گئی

"میں تمہیں پڑھانے آئی ہوں باتیں کرنے نہیں" اس نے نرمی سے کہا تو مرحا نے کچھ خفگی سے سر جھٹکا

"یہ بھی آپ کو بوا نے ہی کہا ہو گا کہ مرحا کو زیادہ منہ مت لگانا وہ سر چڑھ جاتی ہے آپ کو پتہ ہے میری بوا ایسی ہی ہیں بات بے بات غصہ کرتی ہیں" پلوشہ نے مرحا کو دیکھا اسے مرحا بہت پیاری لگی تھی اس کی مسلسل چلتی زبان پلوشہ کو اچھی لگ رہی تھی

"نہیں انہوں نے ایسا کچھ بھی نہیں کہا بلکہ وہ تو تمہاری بہت تعریفیں کر رہی تھیں" مرحا نے اس کی بات مکمل ہوتے ہی سر نہ میں ہلایا

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا میری اس گھر میں صرف ایک شخص تعریف کرتے ہیں اور وہ ہیں میرے محب "پلوشہ اس کی بات پہ کچھ الجھی

"آپ نے دیکھا ہے محب کو۔؟"مرحا اس کی آنکھیں پڑھ گئی پلوشہ نے نہ میں سر ہلا دیا

"اوہو وہ دراصل اس وقت آفس ہوتے ہیں اکثر لیٹ ہو جاتے ہیں اس لیے نہیں دیکھا آپ نے محب کو بہت بہت پیارے ہیں وہ"پلوشہ کی نظریں مرحا کی آنکھوں پہ ٹھہر گئیں ان میں اسے الگ ہی چمک دکھائی دے رہی تھی۔مرحا مسلسل بول رہی تھی۔پلوشہ نے اسے ٹوکا

"اچھا اب پڑھ لیتے ہیں پھر میں نے جانا بھی ہے"پلوشہ نے بڑی مشکل سے اسے پڑھنے پہ راضی کیا تھا

اس کے بعد مرحا اور پلوشہ کی کافی اچھی دوستی ہو گئی تھی اب مرحا کا پڑھنے کو دل کرنے لگا تھا بوا اسے دیکھ کر بہت خوش تھیں کہ چلو مرحا پڑھنے تو لگی۔پلوشہ ہر روز وقت پہ آجاتی تھی اور

مرحا کو پڑھا کر وہ شام ڈھلنے سے پہلے ہی چلی جاتی تھی اس کا ابھی محب سے سامنا نہیں ہوا تھا پر اس نے مرحا کے منہ سے محب کی تعریفیں بہت سنی تھیں۔

&&&&&&&&&&&&&&&&_________________________________

&_________________

ملتان پہ رات نے باہیں پھیلائیں تو ٹھنڈی سی ہر سو چھا گئی۔ پلوشہ کے گھر میں رات خاموشی پر سکون سی تھی۔ امی اندر سو رہی تھیں۔۔۔ دیوار کے ساتھ رکھے گملے ہوا سے لہک رہے تھے مرغی اور اس کے چوزے کھڈے میں سو رہے تھے۔ بلی اب کبھی کبھار آجایا کرتی تھی۔۔۔

پلوشہ صحن میں آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ ہاتھ میں موبائل تھا جس پہ بار بار میسج آرہے تھے

"تمہیں پتہ ہے آج مجھے کتنے دن ہو گئے ہیں تمہیں دیکھے۔؟" تیمور کا یہ پہلا میسج تھا۔ اس وقت پلوشہ سونے کے لیے لیٹی تھی اس نے میسج پڑھ کر موبائل دوبارہ رکھ دیا پر پھر میسج بار بار آنے

لگے تو وہ باہر آ گئی امی کی آنکھ کھل گئی تو وہ غصہ کریں گی اس ڈر سے وہ باہر آ کر اس کے میسج پڑھنے لگی

"میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔؟" تیمور کا ایک اور میسج آیا پلوشہ نے کوئی جواب نہ دیا

"کیا تم سو گئی ہو۔؟" پلوشہ نے اس کا بھی جواب نہ دیا

" تمہیں پتہ ہے میں بیمار ہوں" پلوشہ کے قدم رک گئے اس نے اس میسج کو کئی بار پڑھا۔ وہ اس کا بھی جواب دینا نہیں چاہتی تھی پر یہ میسج نظر انداز کرنا مشکل تھا

"کیا ہوا ہے تمہیں۔؟" اس نے لکھ بھیجا

"جو تمہیں ہوا تھا" تیمور کا فوراً جواب آیا

"مجھے تو محبت کے نام پہ دھوکا ہوا تھا تیمور "

"پر مجھے دل کا درد ہو رہا ہے تم مجھے معاف کر دو پلوشہ۔؟" اس میسج سے پلوشہ کے چہرے پہ بے بسی چھا گئی

"تم دوائی کھا لینا میں سونے جا رہی ہوں اور میسج مت کیا کرو امی کو پتہ لگ گیا تو انہیں دکھ ہو گا میں انہیں تمہاری وجہ سے پہلے ہی بہت دکھ دے چکی ہوں اب مزید دکھی نہیں کرنا چاہتی" اس نے میسج بھیج کر موبائل سے ہسٹری ڈلیٹ کی اور اندر چلی گئی۔۔۔

حسین آگاہی سے دور تیمور کے کمرے کی کھڑکی سے جھانکو تو بیڈ پہ لیٹا تیمور پلوشہ کا آخری میسج پڑھ کر اب آنکھیں موند چکا تھا کمرے کی تاریکی نے بھی آنکھیں موند کر کروٹ بدل لی تھی۔

____________________&&&&&&&&&&&&&____________

____

ٹرین مسلسل چل رہی تھی۔۔۔۔رات ہر سو پھیل گئی تھی۔۔۔سر تا پا برقعے میں ملبوس وہ ٹرین کے دروازے پہ کھڑی تھی۔۔۔شام ڈھل گئی تھی۔۔۔سورج گم ہو گیا تھا۔۔۔اس کا برقعہ ہوا سے اڑا جاتا تھا۔۔۔اس نے اپنے وجود کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور دروازے کے ساتھ کمر ٹکا کر بیٹھتی چلی گئی۔۔۔اکا دکا لوگ جو آ جا رہے تھے وہ اسے کچھ تعجب سے دیکھتے پھر گزر جاتے۔۔۔پر وہ سب سے بے نیاز تھی۔۔۔اس نے اپنی گیلی ہوتی آنکھوں کو موندا تو سامنے وہ مسکاتا ہوا آ گیا۔۔۔

"شام اداس ہوتی ہے" وہ کہہ رہا تھا۔۔۔

"ہاں دل بن، دلدار بن" مرحا کے کوچائے جاں نے صدا بلند کی تو اس کے وجود میں لرزش ہونے لگی۔۔۔لبوں کو سختی سے بھینچ کر اس نے خود کی سسکیاں دبائیں۔۔۔اب یہاں کوئی نہیں جو اسے چپ کرائے۔۔۔اور نہ ہی اب آنے والی زندگی میں اسے وہ ہاتھ اور محبت

نصیب ہو گی جو اس کے ہر درد کو فراموش کر لیتے تھے۔وہ سب کچھ پیچھے چھوڑ آئی

ہے۔۔۔محب،پلوشہ،اور دل بھی بس ساتھ آیا،جو ہاتھ آیا وہ تکلیف اور ہجر تھا بس۔۔۔

"کاش پلوشہ کبھی ان کے گھر نہ آتی "مرحا نے آنکھیں کھول کر تاریک آسمان کو دیکھا اور اپنی

ہ

بانہوں کو اپنے ہی گرد لپیٹ لیا۔۔۔

__&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&__________________________

____

کالج کی دیواروں پہ دھوپ لپٹی تھی۔۔۔سبز لان میں لگے رنگین پھول ہوا کے زور سے

جھول رہے تھے۔۔۔کلاسوں سے شور اٹھ رہا تھا۔۔۔ایک ہی قطار میں بنی کلاسوں میں سے

ایک کلاس میں وہ بیٹھی تھی۔۔۔۔ڈیسک کے درمیان میں،اس کے اطراف میں حنا اور سیما

بیٹھی تھیں۔۔۔ان کا یہ ہی حال تھا"یہ دوستی ہم نہیں توڑیں گے "سہیلیوں کے بعد حنا اور

سیما کا بھی گھر والوں نے دوبارہ داخلہ کروا دیا تھا۔۔۔ کیونکہ ان کے باقی مضامین میں بھی نمبر پورے سورے ہی تھے اس لیے انہیں بھی ایف اے میں داخلہ لینا پڑا۔۔۔ اور وہ تینوں ایک بار پھر ساتھ ہو گئیں۔۔۔ لیکچرار ابھی لیکچر دے کر گئی تھیں اس لیے اب وہ تقریباً فارغ تھیں اس لیے بات شروع ہوئی تو کزنوں پہ رک گئی

"میری منگنی میرے کزن سے ہی ہو گی" سیما نے کہا

"تمہیں کیسے پتہ۔؟" حنا نے فوراً پوچھا

"چلو جی اب اتنی بچی تو میں بھی نہیں ہوں گھر میں دبی دبی سی سنتی رہتی ہوں اور تبھی تو میری امی باہر سے آنے والے رشتوں کے لیے منع کر دیتی ہیں" اس نے پوری بات بتائی

"اور ہو گی کس والے سے۔؟" اب کی بار مرحا نے پوچھا۔ سیما نے حیرت سے اسے دیکھا رخ اس کی طرف کیا

"تم نے نہیں دیکھا اسد کو؟" مرحا نے نہ میں سر ہلا دیا

"ارے وہی جو مجھے اکثر چھوڑنے بھی آتے ہیں" مرحا اس کی بات پہ سوچ میں پڑ گئی۔۔۔۔ پھر اس نے بے ساختہ اپنے کھلتے منہ پہ ہاتھ رکھا

"توبہ کرو سیما تم اسے بھائی کہتی ہو اور وہ تم سے بڑا ہے" اس نے کہا تو سیما نے بیزاری سے اسے دیکھا

"او منی کاکی شادی سے پہلے سب بہن بھائی ہی ہوتے ہیں اور لڑکے کی عمر نہیں دیکھی جاتی شادی کے معاملے میں، لڑکے ہمیشہ بڑے ہی ہوتے ہیں کیونکہ ہمارا معاشرہ بڑے لڑکے اور چھوٹی لڑکی کو تو میاں بیوی کے روپ میں قبول کر لیتا ہے پر بڑی عمر کی لڑکی اور چھوٹی عمر کے لڑکے کو قبول نہیں کرتا" سیما کی بات پہ مرحا کچھ خاموش ہوئی پھر بولی

"اچھا وہ تمہیں پسند بھی کرتے ہیں۔؟" اس بات پہ سیما شرما سی گئی۔۔۔۔ حنا اور مرحا اس کے مزید قریب ہو گئیں

"بتاؤ بھی" حنا نے کہا۔ سیما نے ہلکا سا سر کو خم دے دیا چہرے پہ شرمیلی مسکان تھی۔ رخسار گلابی ہو گئے تھے

"میری چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھتے ہیں وہ جب مجھے کالج چھوڑنے آتے ہیں تو لمبے راستے سے لاتے ہیں ہم ڈھیر ساری باتیں کرتے ہیں" حنا نے اس کے کاندھے پہ کاندھا مارا

"او ہو بڑی بات ہے" سیما مزید سرخ ہو گئی۔۔۔ مرحا اور حنا ہنس دیں

"تمہاری کہاں ہو گی۔؟" حنا سے سیما نے پوچھا

"اللہ جانے میرا تو کوئی کزن ہی نہیں ہے لگتا ہے خاندان سے باہر ہو گی جو کزن ہیں وہ سب چھوٹے ہیں بہت مجھ سے" حنا نے سرد آہ بھر کر کہا تھا۔۔۔ سیما نے مرحا کو دیکھا

"پر مجھے پتہ ہے مرحا کی شادی کس سے ہو گی" مرحا اس کی بات پہ چونکی

"میری۔؟" اس نے پوچھا

"ظاہر سی بات ہے تمہارا نام لیا ہے تو تمہاری ہی بات کر رہی ہوں"

"اچھا بتاؤ پھر" مرحا اس کی طرف بالکل متوجہ ہو گئی

"تمہارے کزن محب سے" اس کی بات پہ مرحا چند لمحے ساکت رہ گئی پھر اس نے کہا

"بکواس مت کرو سیما" مرحا کو اس کی بات بری لگی۔ سیما نے ناراضی سے اسے دیکھا

"اس میں غصہ ہونے والی کونسی بات ہے۔ ٹھیک کہہ رہی ہوں تمہارا کوئی اور کزن تو ہے نہیں اور مجھے نہیں لگتا تم لوگ بھی خاندان سے باہر شادی کرتے ہو گے اس لیے تمہارے لیے تمہارے محب ہی بچتے ہیں تو اسی سے ہو گی" سیما نے شانے اچکائے

"ایسی بات نہیں ہے سیما" اس نے انکار کیا

"ایسی ہی ہے" سیما نے فوراً کہا

"نہیں ایسی نہیں ہے" مرحا نے نفی میں سر ہلایا

"کیوں نہیں ہے؟ کیا وہ تمہاری فکر نہیں کرتے؟" سیما کا انداز سوالیہ تھا

"کرتے ہیں پر" مرحا نے کچھ کہنا چاہا

"کیا وہ تم پہ توجہ نہیں دیتے۔؟" سیما نے بغیر تامل کہا

"کرتے ہیں لیکن"

"کیا وہ تمہاری بے تکی خواہشیں پوری نہیں کرتے۔؟ "

"ہاں پر "

"پر یہ کہ وہ تمہیں پسند کرتے ہیں تم اپنی آنکھیں بند کرو دیکھو سب سے پہلے کون تمہاری آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔؟ "

"ظاہر سی بات ہے محب ہی آئیں گے کیونکہ میں انہیں بہت سوچتی ہوں پر وہ بات نہیں ہے" مرحا بے عاجزی سے بولی

"بات وہی ہے پر تم ماننا نہیں چاہ رہی اس بات کو ہم سے پوشیدہ رکھنا چاہتی ہو وہ الگ بات ہے پر تم محب کو پسند کرتی ہو اور وہ تمہیں" مرحا سے سیما کی اور باتیں نہ سنیں گئیں وہ تیزی سے اٹھی اور کلاس سے بھاگ گئی۔۔۔۔دل تیز تیز دھڑکنے لگا تھا اندر ہی اندر جیسے ایک جنگ چھڑ گئی تھی۔۔۔۔اس نے سبز لان میں بکھری دھوپ میں گہرے گہرے سانس لیے۔۔۔۔اور آنکھیں بند کیں

"مرحا" آنکھوں کے مقابل اس کی تصویر بنتی چلی گئی اور کسی نے جیسے اسے بہت قریب سے پکارا تو اس نے ڈر کے آنکھیں کھولیں۔۔۔۔وہ تنہا کھڑی تھی۔۔۔۔محب قریب کہیں بھی نہ تھا۔۔۔۔مرحا نے دل پہ ہاتھ رکھا۔۔۔۔اور اسے پہلی بار دل کی دھڑکنیں بدلی سی لگیں۔۔۔۔اور اب کی بار اس نے آنکھیں بند کیں تو محب کا چہرہ سامنے آنے پہ وہ مسکائی تھی۔۔۔۔۔

_&&&&&&&&&&&&&&&&&&_

کالج کی چھٹی ہوئی تو وہ گیٹ سے نکل کر سڑک پہ آگئی۔۔۔۔سامنے کالی گاڑی میں وہ منتظر سا شیشے سے کالج کے دروازے کی طرف ہی دیکھ رہا تھا مرحا کو دیکھ کر اس نے جلدی آنے کا اشارہ کیا مرحا کو تامل ہوا اس تک جانے میں دل تھر تھر کانپ رہا تھا۔اس نے خود کو سنبھالا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی

"آج اتنی دیر کیسے ہو گئی۔؟"محب نے گاڑی اسٹارٹ کر کے پوچھا

"کیوں آپ تھک گئے تھے۔؟"اس نے مدہم لہجے سے پوچھا

"نہیں تو"محب نے سامنے نظریں رکھ کر جواب دیا

"اگر مجھے اور دیر ہو جاتی تو بھی آپ میرا انتظار کرتے ہوئے نہ تھکتے۔؟"مرحا نے اب اسے براہِ راست دیکھا کالے آفس سوٹ میں ملبوس وہ ہمیشہ جیسا وجیہہ لگتا تھا بالوں کو سامنے پف کی

صورت ڈھال رکھا تھا آنکھوں پہ بغیر فریم کا چشمہ لگائے مسکراتی آنکھوں سے اس نے مرحا کو دیکھا

"میں پھر بھی نہ تھکتا "

"آپ کو مجھ پہ غصہ بھی نہ آتا کہ میں نے آپ کو دیر کروادی۔؟ "

"مجھے تم پہ غصہ نہیں آتا "

"کیوں۔؟" مرحا نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ محب نے گاڑی کی سیپڈ ہلکی کر کے مرحا کو دیکھا کچھ الجھی ہوئی مسکان سے۔

"کیونکہ۔۔۔" وہ ابھی کچھ کہتا کہ مرحا بولی

"کیونکہ آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں۔؟" انداز پوچھنے والا تھا۔۔ محب کو بتانے والا لگا اس نے سر کو خم دے دیا۔۔

"ہاں جی کیونکہ میں تم سے پیار کرتا ہوں" مرحا کو اپنا دل اندر ہی اندر بیٹھتا محسوس ہونے لگا ہتھیلیوں پہ پسینا آنے لگا

"محب۔؟" اس نے پکارا۔۔۔ محب سامنے سڑک کو دیکھنے لگا تھا اس کی پکار پہ سر کو جنبش دی

"میں بھی آپ سے پیار کرتی ہوں" اس کا انداز بتانے والے تھا۔ محب کو سادہ لگا تبھی بے نیازی سے بولا

"جانتا ہوں "

"آپ جانتے تھے۔؟" مرحا کو جھٹکا لگا

"بالکل یہ تو مجھے بہت پہلے سے پتہ ہے کہ تم مجھ سے پیار کرتی ہو" وہ ہلکے سے شانے اچکا کر بولا تھا

"پر مجھے آج پتہ چلا ہے محب" وہ معصومیت سے بولی آواز ہلکی تھی محب نے شاید سنی نہ تھی۔۔۔۔ مرحا نے اپنی بات میں مدھم لہجے سے ہی اضافہ کیا

"میں کتنی بے وقوف تھی نا" اس نے خود کو ڈانٹا اور محب کو دیکھنے لگی۔۔۔ محب سامنے سڑک کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ بالکل بے نیازی اور لاپرواہی سے۔۔۔ پر مرحا کی پوری توجہ اب محب پہ ہی تھی۔۔۔ اور یہیں سے ہی شروع ہوتی ہے "طمعِ خام کی داستان "

______&&&&&&&&&&&&&_____________________________

____

محب اسے حویلی کے گیٹ پہ اتار کر چلا گیا۔ وہ اندر لان میں آئی اور جتنے گلاب کے پھول لگے تھے سب توڑ لیے۔۔۔ اس نے ان کی ایک ایک پنکھڑی کو اپنے دوپٹے میں ڈالا اور حویلی میں داخل ہو گی

****

"ایک خط جانِ ادا کے نام"

"سوچ رہا ہوں آغاز کہاں سے کروں۔؟ الفاظ نجانے کہاں گم ہو گئے ہیں۔۔۔ پر میں پھر بھی لکھنا چاہتا ہوں۔۔۔ مجھے پہلی نظر کی محبت پہ کبھی یقین نہیں تھا۔۔۔ پر تمہیں دیکھ کر مجھے پہلی نظر کی محبت پہ یقین آ گیا۔۔۔ میں تمہاری طرف بڑھتے اپنے قدم روک نہیں پا رہا۔۔۔ ایک طلسم ہے جو میری روح پہ حاوی ہو گیا ہے۔۔۔ یہ جادو یہ سحر میرے سر پہ چڑھ کر بولنے لگا ہے۔۔۔۔

****

وہ بھاگتی ہوئی حویلی میں داخل ہوئی بیگ صوفے پہ رکھا۔۔ دوسرے صوفے پہ بوا بیٹھی تھیں۔۔۔ مرحا نے دوپٹے میں موجود پھولوں کی پتیوں سے مٹھی بھری اور اوپر کو اچھال دیے۔۔۔ بوا نے تعجب سے اسے دیکھا۔۔ وہ ایک کے بعد ایک مٹھی بھرتی پھولوں کی لُٹا رہی تھی۔۔۔ اس کے چہرے پہ زمانوں کی خوشی تھی۔۔۔

"کیا ہوا۔ ؟" بوا نے پوچھا۔۔۔ اس نے اپنے آنچل میں موجود سارے پھولوں کو اپنے اوپر نچھاور کر کے بوا کے ہاتھ پکڑے کر انہیں ڈوفے سے اٹھایا اور ان کے ساتھ گول گول گھومنے لگی۔

* *

میں اب اپنے بس میں نہیں ہوں سحر ش۔۔۔ مجھے لگتا ہے اب میں تم سے جدا ہوا تو یہ جدائی میرا سب کچھ چھین لے گی۔۔۔ میں تمہارے بغیر اب نہیں رہ سکتا۔۔۔ مجھے تم سے بہت محبت ہے بہت زیادہ۔۔۔ جو مقام میں نے تمہیں دے دیا ہے اب زندگی میں دوبارہ میں کسی کو نہیں دے پاؤں گا۔۔۔ اگر میری قسمت میں تم نہ ہوئی تو میں کسی کو بھی اپنی قسمت کا حصہ نہیں بننے دوں گا"

اس نے خط کو تہہ کیا اور "کل دوں گا" سوچ کر رکھ دیا

* *

"بوا میں بہت خوش ہوں۔" اس نے اونچی آواز میں کہا۔۔۔جوش سے خوشی سے۔۔۔

"وجہ کیا ہے۔؟" بوا نے اس سے اپنے ہاتھ چھڑ ائے چکراتے سر کو تھاما پر ہنس کر پوچھا۔وہ اصل وجہ بتانے لگی پر پھر رکی شانے اچکائے

"بس ویسے ہی" بوا نے سر پہ ہاتھ مارا

"دیوانی کہیں کی" مرحا نے ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر ان کا گال چوما

"ہاں جی دیوانی، میں دیوانی، پاگل" وہ کھل کھلا کر ہنس دی۔۔

* * * * * * * * * * * * * * * * *

وہ حویلی کے لاؤنج میں گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا۔۔۔حال بے حال لگتا تھا۔۔۔۔بوا پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔۔۔وہ اس کے سامنے بیٹھ گئیں ابھی وہ کچھ بھی پوچھتیں کہ محب نے اپنا سر پیٹنا شروع کر دیا تھا۔۔۔وہ رونے لگا تھا۔۔۔۔اس کی آواز اتنی بلند اور دل

خراش تھی کہ بوا کی روح کانپ گئی۔۔۔ بوا نے محب کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھاما جن سے

وہ اپنا سر پیٹ رہا تھا۔۔ اس نے رک کر بوا کو دیکھا اور پھر ان کے گلے لگ گیا

"بو۔۔۔بوا۔۔۔۔ بوا سحرش۔۔۔ سحرش مجھے۔۔۔۔ مجھے چھوڑ کر چلی

گئی۔۔۔۔ بوا۔۔۔۔ وہ مجھے تنہا کر کے اس دنیا سے چلی گئی۔۔۔ اس کی بس کا ایکسڈینٹ

ہو گیا ہے بوا بس پوری جل گئی کوئی بھی نہیں بچا۔۔۔۔۔ بوا میں آج برباد

ہو گیا۔۔۔ بوا۔۔۔ میں سب گنوا کر بیٹھ گیا ہوں۔۔۔۔ بوا میں مر کیوں نہیں جاتا۔؟"

اس نے سسکتی ہوئی آواز سے کہا تھا۔۔۔۔ اور وہ پھر سے رونے لگا تھا۔۔۔ اور تب اس نے

فیصلہ کیا تھا کہ اب وہ کبھی دل نہیں لگائے گا۔۔۔ سحرش سے محبت کی تھی اب اس کے نام پہ

دم توڑے گا۔۔۔۔ اس کا تہہ شدہ خط اس کی جیب میں ہی رہ گیا تھا۔۔۔

****

وہ اپنا آنچل لہراتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔۔۔کمرے میں آکر اس نے دروازہ بند کیا۔بیڈ پہ لیٹ گئی اور چہرے پہ دوپٹہ ڈال لیا۔۔۔

"میں تم سے پیار کرتا ہوں"محب کی آواز پورے کمرے میں گونجنے لگی اور مرحا اس گونج پہ جھوم جانا چاہتی تھی۔۔۔۔

________________________&&&&&&&&&&&&&&&______

____

ملتان کی فضا پہ رات ڈھل رہی تھی۔وہ محب کی حویلی سے نکلی تو ٹھٹھک کر رک گئی۔سامنے سفید گاڑی سے پشت ٹکائے تیمور کھڑا تھا۔ہلکے بادامی رنگ کی شرٹ اور جینز کی پینٹ میں ملبوس وہ منتظر لگتا تھا۔۔۔کالے بال ماتھے پہ بکھرے تھے پلوشہ کو سامنے کھڑا دیکھ وہ اس کی جانب بڑھا۔ہاتھ سے بال سنوارے۔پلوشہ نے اسے اپنی جانب بڑھتے دیکھا تو وہ انجان بن کر چلنے لگی کہ وہ پیچھے سے بولا

"انجان مت بنا کرو پلوشہ مجھے تکلیف ہوتی ہے" اس کی آواز پہ وہ رکی

"کیوں آئے ہو۔؟" وہ بغیر پلٹے پوچھنے لگی

"میری طبیعت خراب ہے" وہ اب آہستہ قدموں سے اس کی طرف جا رہا تھا

"آئے کیوں ہو۔؟" وہ عاجزی سے بولی۔ تیمور اس تک پہنچ چکا تھا۔ اس کا شانا پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا

"میں تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں، میں ٹھیک ہونا چاہتوں" پلوشہ نے لب بھینچ کر اسے دیکھے

"میں نے گھر جانا ہے تیمور امی انتظار کر رہی ہوں گی" وہ جانے لگی۔ تیمور کا ہاتھ کاندھے سے ہٹایا۔ تیمور نے وہی ہاتھ تھام لیا

"کتنی فکر ہے نا تمہیں سب کی؟ میری کیوں نہیں کرتیں تم اب فکر۔؟ "

"تیمور میرے پاس تمہاری ان فضول باتوں کا جواب نہیں ہے میں نے نہ ہی تم سے بات کرنی ہے اور نہ ہی تمہاری کسی بات کا جواب دینا ہے میرا راستہ چھوڑ دو ہمارے درمیان اب کچھ نہیں ہے میں مر گئی ہوں تمہارے لیے۔۔۔" اس کی باقی کی بات تیمور نے کاٹی۔وہ چلایا

"میرے سامنے یہ مت کہا کرو۔میں نے گناہ کیا ہے پر میں اپنے حصے کی سزا کاٹ رہا ہوں پر تم چاہتی ہو میں مر جاؤں" اس کی آنکھیں ڈڈبڈبا گئیں۔۔۔اس نے ہاتھ کی پشت سے آنکھ رگڑی

"میں اب مرنا بھی نہیں چاہتا پلوشہ میں تمہارے ساتھ جینا چاہتا ہوں۔تم مجھے معاف کر دو۔ میرے پاس لوٹ آؤ" پلوشہ نے بے بسی سے اسے دیکھا۔اسے تیمور پہ غصہ آرہا تھا

"میں کیسے واپس آؤں تم نے چھوڑا ہے واپسی کا کوئی راستہ ؟" پلوشہ نے ناں میں سر ہلایا "نہیں تم نے ہر طرف سے مجھے برباد کر دیا اور اب تم کہتے ہو میں تمہاری فکری نہیں کرتی کیسے

کروں؟ تم نے مجھ سے سارے حق چھین لیے ہیں تیمور اب میرے پاس تمہارے لیے کچھ بھی نہیں بچا" تیمور نے اسے دیکھا پھر اس کے دونوں شانے پکڑے اس کے چہرے کو قریب گیا۔

"تو پھر دعا کرو مجھے موت آجائے۔ اب تم دربار پہ پھر سے جانا شروع کرو اور میرے مرنے کی دعائیں کرو پر میری ایک بات یاد رکھنا۔ میں جب تک زندہ ہوں تمہیں کسی اور کا نہیں ہونے دوں گا۔ تم میری تھیں، ہو، اور رہو گی۔" اس نے ایک ایک بات چبا کر کہی تھی۔۔۔ پلوشہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔ وہ کچھ بھی نہ بول سکی

"گاڑی میں بیٹھو" وہ سپاٹ لہجے سے بولا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کی طرف چلا پر پلوشہ نے قدم نہ اٹھائے

"میں نے گھر جانا ہے تیمور" اسے تیمور سے پہلی بار ڈر سا لگا۔ تیمور نے گردن گھما کر اسے دیکھا

"تمہیں پتہ پلوشہ محبت جب جنون بن جاتی ہے تو بہت بری ہو جاتی ہے وہ پھر کچھ نہیں دیکھتی اور میں نہیں چاہتا میری محبت اس حد تک جائے جہاں مجھے کسی کا بھی احساس نہ رہے اور اس

"کسی" میں تم بھی شامل ہو گی پلوشہ "اس نے کسی پہ زور دے کر کہا۔پلوشہ اس کا منہ دیکھتی رہ گئی۔وہ پلوشہ کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی تک لایا۔ گاڑی کا دروازہ کھولا تو وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔ تیمور کی آنکھوں میں موجود سرد مہری اس کی رگوں کے خون کو جما رہی تھی۔ تیمور نے ایک ہاتھ سے گاڑی اسٹارٹ کی اور دوسرے سے پلوشہ کا ہاتھ تھام کر بیٹھ گیا۔

پلوشہ کے لیے تیمور کے ساتھ کا یہ سفر اس کی زندگی کا مشکل ترین سفر تھا۔جب تیمور نے حسن آگاہی میں گاڑی روکی تو وہ تیمور کو بغیر دیکھے اتری اور تیزی سے اپنے گھر کی گلیوں میں گم ہو گئی۔اس کے جانے کے بعد تیمور کو اپنے بگڑے لہجے کا احساس ہوا تو اس نے اپنا سر اسٹیئرنگ پہ پٹخ لیا۔

______________________________&&&&&&&&&&&&&&

&______________________

محب کی حویلی کے لان میں لگے پھولوں پہ رات بیٹھی خاموشی سے آسمان کو دیکھ رہی تھی جس پہ کہیں کہیں بادل تھے۔ تارے ماند سے دکھائی دیتے تھے۔ اور چاند کچھ زرد تھا۔ سرد سی ہوا چل رہی تھی۔ لان کے سبز گھاس پہ کھڑے ہو کر گردن اٹھ کر اوپر دیکھو تو بلائی منزل کے کمرے سے روشنی جھانک رہی تھی۔ بالکونی کے کھولے دروازے ہوا سے کمرے میں داخل ہوتی تھی۔ وہ ٹائٹ ڈریس میں ملبوس سونے کے لیے لیٹ رہا تھا پر پھر اٹھ کر وہ الماری کی جانب بڑھا۔ اس نے الماری کھولی۔ وہاں ایک باکس رکھا تھا۔ اس نے اس باکس کو احتیاط سے کھولا۔ اس میں ایک ایک تہہ شدہ کاغذ رکھا تھا جسے دیکھ کر محب کے چہرے پہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔۔ماضی چپکے چپکے کمرے کی بالکونی سے داخل ہوتی خنک ہوا سے پورے کمرے میں چھا گیا۔۔۔

وہ بے نیازی سے چلتا زینے پڑھ رہا تھا۔ جینز پینٹ میں ملبوس محب بے فکر سا لگتا تھا۔ کاندھے پہ بیگ تھا اور ایک کتاب ہاتھ میں تھی۔ کالے بال جیل سے پف کی صورت ڈھلے تھے۔ چہرے پہ ہلکی شیو تھی پر چمکتی سیاہ آنکھوں پہ چشمہ نہ تھا لیکن اس کی مسکان پہ اس کا ڈمپل ہمیشہ جیسا ہی تھا گہرا اور گھائل کر دینے والا۔

محب بلائی منزل پہ پہنچا اپنے کمرے کی جانب جاتا جاتا رک گیا۔ گردن کو ترچھا کیا اور دوسرے کمرے کی چوکھٹ پہ کھڑی سولہ سال کی ناراض لڑکی کو دیکھا

"ارے میرا بابو" وہ اڑھیوں کے بل گھوم گیا۔

"آپ مجھے لینے کیوں نہیں آئے اسکول سے۔؟" بابو نے سینے پہ ہاتھ باندھ لیے۔ ناراضی ویسی ہی تھی۔ محب نے افسوس سے لب بھینچے

"میں دوست کے ساتھ چلا گیا تھا سوری۔؟" توقف دیا۔ جیب میں ہاتھ ڈالا "پر تمہاری ہر روز والی چاکلیٹ لے کر آیا ہوں" اس نے جیب سے چاکلیٹ نکال کر اس کے سامنے کی مرحا نے رخ بدل لیا

"میں نے نہیں لینا کچھ بھی میں نے آپ کے کمرے میں ایک چیز رکھی ہے وہ جا کر دیکھ لیں" محب نے بھنویں سکوڑ کر اسے دیکھا

"کیا۔؟" پوچھا تو مرحا نے جواب ہی نہ دیا جیسے سنا ہی نہ ہو یہ اس کی پکے والی ناراضی تھی۔

"اچھا جاؤ میرے کمرے میں لے کر آؤ کیا رکھا ہے تم نے میرے لیے" اس کی بات پہ مرحا نے برہمی سے سر جھٹکا

"میں کیوں لاؤں میں کوئی آپ کی نوکر ہوں۔؟" محب نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں سینے پہ انگلی رکھی

"میں بھی تو تمہیں ہر روز لینے آتا ہوں اسکول سے۔۔۔" مرحا نے اس کی بات کاٹی

"ہر روز نہیں لینے آتے۔ اگر ہر روز لینے آتے تو آج بھی آتے نا" محب اس کی طرف بڑھا۔ وہ دو قدم پیچھے ہو گئی۔ محب وہیں رک گیا

"پہلے اپنے کمرے میں جائیں" محب نے گہرا سانس لیا۔

"اچھا یہ تو لے لو مرحا" وہ رسان سے چاکلیٹ اس کی طرف بڑھا کر بولا تھا مرحا کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے خفا قدم اس کی طرف اٹھائے اور احسان کرنے والے انداز میں اس کے ہاتھ سے چاکلیٹ لے کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا وہ انتظار میں تھی کہ اب محب اسے منانے آئے گا۔

محب بھی اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔ اس نے بیڈ پہ کتاب اور بیگ رکھا اور سیدھا سائیڈ ٹیبل کے پاس گیا۔ وہاں ایک تہہ شدہ کاغذ رکھا تھا۔ اس نے کاغذ اٹھایا اور بیڈ پہ بیٹھ گیا۔ کاغذ پہ لکھا تھا

"اسلام علیکم۔ "!

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔بلکہ امید کیا پکی بات ہے آپ ٹھیک ہی ہیں تبھی آپ مجھے لینے نہیں آئے۔میں نے آپ سے اتنی ساری باتیں کرنی تھی پر خیر آپ کو میری کیا پروا۔۔۔

میں ٹھیک نہیں ہوں محب۔!میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔پر میں یہ آپ کو کس لیے بتا رہی ہوں آپ کو میری پرواہے ہی نہیں۔افسوس۔۔۔۔ہائے۔۔۔۔ایک شعر لکھ رہی ہوں اسے پڑھنا آپ کو رونا آجائے گا۔۔۔

دانا دانا دانا۔۔۔۔۔

مجھے کبھی نہ بلانا۔۔۔۔

میں مر جاؤں گی۔۔۔۔

میری قبر پہ نہ آنا۔۔۔۔

خدا حافظ میں آپ سے ناراض ہوں پر چھوڑیں اس بات کو میں آپ کو یہ کیوں بتا رہی ہوں۔ آپ کو کون سا میری فکر ہے اگر ہوتی تو لینے آتے پر خیر۔۔۔۔ "

محب نے پورا خط پڑھا چند پل وہ ساکت بیٹھا رہا۔۔۔۔ پھر وہ ہنسا۔۔۔۔ ہنسا۔۔۔۔ اور بہت دیر تک ہنستا رہا۔۔۔۔

" اتنی مشکل باتیں توبہ " اس نے اپنی ہنسی قابو کر کے کہا۔ خط ایک بار پھر پڑھا۔ ہنسی دوبارہ آئی پر وہ خود پہ کنٹرول کرتا اٹھا۔۔۔۔ اداس شکل بنا کر وہ اپنے کمرے سے نکل گیا۔

" مجھے تمہاری پرواہ ہے " وہ چوکھٹ سے بولا۔ بیڈ پہ بیٹھی مرحا نے خفگی سے منہ بنایا اور رخ بدل لیا۔ وہ قدم قدم چلتا اس کے پاس آ گیا۔۔۔ بیڈ پہ بیٹھ گیا۔

" میں سچ کہہ رہا ہوں " مرحا نے اسے دیکھا

" آپ رو کر آ رہے ہیں۔؟ " اس کے لہجے میں ہلکا ہلکا تجسس تھا۔ محب نے مزید اداس شکل بنا کر لب بھینچ کر سر اثبات میں ہلا دیا۔ مرحا کی آنکھیں چمک گئیں

"شعر پڑھ کر آیا ہو گا۔ہاں نا۔؟" اس نے جوش سے پوچھا

"بالکل رونا بھی آیا اور غصہ بھی کتنی فضول باتیں لکھی ہوئی تھیں تم نے شعر کے نام پہ" مرحا کا پھر سے منہ بن گیا

"اس میں کچھ بھی فضول نہیں تھا وہ سب سچ تھا "

"وہ فضول تھا اتنی الٹی باتیں مت کیا کرو میں ماروں گا بھی تمہیں۔ آئیں بڑی مرنے والیں" وہ اسے گھور کر اب ڈانٹنے لگا تھا۔ مرحا نے رونی شکل بنالی

"آپ لینے کیوں نہیں آئے تھے آپ کو پتہ بھی ہے میں آپ کے ساتھ ہی آتی ہوں" اس کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔ محب بے ساختہ اس کے قریب ہوا

"ارے رو کیوں رہی ہوں میں سچ میں دوست کے ساتھ۔۔۔ نہیں جانا چاہ رہا تھا۔ وہ زبردستی لے گیا۔ اچھا اب روؤ تو مت میں سوری کر تو رہا ہوں" مرحا نے چہرہ ہاتھوں سے چھپالیا۔ محب مزید بے چین ہو گیا۔

"اچھا مجھے سزا دے لو۔ بتاؤ میری سزا کیا ہے۔؟" مرحا نے چہرے سے ہاتھ ہٹائے۔۔۔ آنکھیں رگڑیں۔

"میرا آج ٹیسٹ ہوا تھا سکول میں اور میں اس میں فیل ہو گئی ہوں کل آپ اسکول جائیں گے پرنسپل میم نے بلایا ہے۔ اور آپ وہاں مجھے کچھ بھی نہیں کہیں گے چاہے پرنسپل میم آپ کے کتنے ہی کان کیوں نہ بھر دے" محب اس کا منہ دیکھتا رہ گیا۔ گیلی آنکھوں والی بڑے سکون سے سزا کے نام پہ اس کے ہاتھ پیر باندھ چکی تھی

"گھوریں بھی مت یہ آپ کی سزا ہے کہ آپ مجھ پہ غصہ نہیں کریں گے "

"پر تم فیل کیوں ہو گئیں میں جب رات کو تمہیں پڑھانے لگا تھا تب تمہیں نے کہا تھا کہ تمہیں سب یاد ہے "

"تب یاد تھا سچ میں، پر صبح بھول گئی میں" وہ اداسی سے بولی محب اب اور کیا کہہ سکتا تھا بیچارا خاموش ہو گیا۔۔۔ اور مرحا مطمئن۔۔۔

الماری کے سامنے کھڑے محب کے جسم سے ایک سرد ہوا کا جھونکا ٹکرایا تو اسے ہوش آیا۔

اس نے ہاتھ میں موجود کاغذ کو دیکھا پھر ہلکا سا ہنس کر سر جھٹکا دیا۔ یہ مرحا کا پہلا خط تھا جو اس نے بہت سنبھل کر رکھ لیا تھا۔

محب نے کاغذ دوبارہ باکس میں رکھا اور الماری بند کر کے بیڈ پہ بیٹھ گیا۔ تبھی دروازہ دھڑام سے کھلا

"محب سو رہے ہیں۔؟" وہ تیزی سے اندر آئی

"تیاری کر رہا ہوں" وہ عام سے انداز میں بولا۔ وہ اسی لیے دروازہ کھلا رکھتا تھا پر پھر بھی مرحا یونہی آندھی طوفان کی طرح اندر داخل ہوتی تھی۔

"مت سوئیں" وہ اس کے بیڈ پہ اچھل کر بیٹھی۔ ہتھیلیاں بیڈ پہ جمالیں اور اسے دیکھنے لگی

"کیوں۔؟" محب نے پوچھا۔ مرحا کھڑی ہوئی بالکونی کی طرف گئی۔ پردے بالکل ہٹا دیے

"دیکھیں موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے" اس نے تاریک آسمان پہ ٹھہرے بادلوں کو دیکھا اور محب نے مرحا کو۔ سفید قمیص شلوار کے ساتھ بڑا سا جالی کا آسمانی رنگ دوپٹہ سینے پہ پھیلائے مرحا نے اپنے لمبے بال کھول کر کمر پہ پھیلا رکھے تھے ہوا سے لٹیں چہرے پہ آنے لگیں

"تو۔؟" اس کے سوال پہ مرحا نے تعجب سے محب کو دیکھا

"باہر چلتے ہیں نا۔" وہ جوش سے بولی۔ لٹ کو کان کے پیچھے اڑس لیا۔ محب نے ناں میں سر ہلا دیا

"بچے اتنی رات میں باہر نہیں جاتے باہر بھوت ہوتے ہیں" مرحا کو اس کی بات پہ ہنسی نہ آئی۔ وہ دھپ دھپ کرتی بیڈ پہ دوبارہ بیٹھ گئی

"مجھے بھوتوں سے ڈر نہیں لگتا" وہ بولی۔ محب کو دیکھا "آپ کو بھی نہیں لگتا مجھے پتہ ہے۔ آپ چلیں اٹھیں نا" وہ ضدی لہجے سے بولی تھی۔ ہلکی بڑھی شیو اور وجیہہ چہرے والے محب نے چشمے کے پیچھے موجود اپنی آنکھوں کو چھوٹا کیا

"بات مان جاتے ہیں"

"آپ عمل کریں اس پہ" وہ ناراضی لہجے سے کہہ رہی تھی

"مرحا" وہ بولنے لگا

"محب" مرحا نے اس کے نام کو کھینچ کر فوراً اس کی بات کاٹی۔ محب خاموش ہو گیا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ مرحا کچھ دیر محب کے جواب کا انتظار کرتی رہی۔

"آپ ایسے ہی ہیں" محب نے اسے گھورا

"کیسا۔؟ "

"آپ مجھے گھور کر مت ڈرایا کریں "

"تم ڈرتی بھی ہو مجھ سے۔؟" اس کا انداز پوچھنے والا تھا۔ مرحا نے سر ہلا دیا۔

"مجھے نہیں لگتا "

"آپ کو تو کچھ بھی نہیں لگتا۔ میں اب کتنی اچھی ہو گئی ہوں۔ اب میں دل لگا کر پڑھ رہی ہوں" وہ اتنا کہہ کر خاموش ہوئی۔ دھک دھک کرتے دل سے کچھ دیر بعد بولی

"بوا کہہ رہی تھیں آپ کو ذہین لڑکیاں بہت اچھی لگتی ہیں اس لیے میں اب دل لگا کر پڑھ رہی ہوں تا کہ میں آپ کو اور زیادہ اچھی لگنے لگ جاؤں" محب اس کی معصوم سی بات پہ بے اختیار ہنس دیا۔ "تم مجھے ابھی بھی بہت اچھی لگتی ہو" مرحا نے ناں میں سر ہلایا

"پر میں چاہتی ہوں میں آپ کو بہت بہت بہت بہت اچھی لگوں اتنی اچھی کہ بس صرف آپ کو میں ہی اچھی لگوں" اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا ہی کہہ دے۔ پھر اس نے خود پہ قابو کیا

"اب لے جائیں نا محب باہر پلیز۔؟"

"نہیں مرحا"

"پلیز پلیز پلیز۔؟ "

"نہیں ناں رات۔۔۔۔"

"ریکویسٹ۔؟" اس نے بڑی بڑی آنکھیں پٹ پٹا کر کہا تو محب کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے

"چلو کھڑی ہو پر ہم جلدی آجائیں گے ٹھیک ہے۔؟" مرحا خوشی سے اچھلی

"ٹھیک ہے پر جائیں گے بہت دور پھر جلدی آجائیں گے" وہ شرارت سے کہہ کر باہر نکل گئی۔

محب نے مسکرا کر سر جھٹک دیا۔ وہ گاڑی کی چابی اٹھا کر کمرے سے نکل گیا تھا۔۔۔

______________________________&&&&&&&&&&&&&&______

____

دور آسمان پہ موجود چاند بادلوں سے چھپ سا گیا تھا۔۔۔نیچے بازار کی روشنیاں اپنے جوبن پہ تھیں۔ حسین آگاہی کے اندر تنگ گلیوں والے بازار میں آؤ تو وہاں ایک دکان دکھائی دیتی تھی جس کے دو حصے تھے ایک اوپر کا اور دوسرا نیچے کا وہاں بازار سے شاپنگ کرتی تھکی تھکی سی عورتیں اور بچے بیٹھے دہی بھلے اور آئسکریم کھا رہے تھے۔ محب گاڑی کو پیچھے کھڑا کر کے مرحا کے ساتھ یہاں آ گیا تھا۔

"ہم یہاں سے آئسکریم لیں گے اور پھر گھر چلیں گے" وہ اسے کہہ رہا تھا" اور تم کوئی بحث نہیں کرو گی۔ میں آئسکریم کھلانے کے حق میں بھی نہیں ہوں۔ موسم بدل رہا ہے گلا خراب ہو جاتا ہے پھر بخار" وہ چلتا ہوا بول رہا تھا۔ مرحا ساتھ چلتی اپنی جماہی روکنے کی اداکاری کر رہی تھی۔ محب ایک دم سے رکا۔ رخ موڑ کر مرحا کو دیکھا

"یہ ڈرامے بند کرو میں ٹھیک کہہ رہا ہوں" مرحا نے ناں میں سر ہلایا

"جناب یہ سب آپ کے دل کا وہم ہے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ایویں آپ کو عادت ہے مجھ معصوم کو باتیں سنانے کی" اداس سی ہو گئی تھی

"مجھے تمہاری فکر ہے مرحا میں تمہیں باتیں نہیں سناتا" وہ سمجھانے والے انداز میں گویا ہوا۔ مرحا کی خفا آنکھوں سے خفگی محب کے چہرے کی فکر دیکھ کر دھواں بن کر اڑتی چلی گئی

"بہت فکر ہے آپ کو میری۔؟ "

"بہت زیادہ پر تمہیں نہیں لگتا۔ ہیں نا۔؟ "

"اب مجھے لگنے لگا ہے محب" وہ بے خود سے لہجے میں بولی

"کیا۔؟" محب نے سینے پہ ہاتھ باندھ لیے۔ دلچسپی سے دیکھنے لگا

"یہی کہ مجھے آپ سے۔۔۔" مرحا کی زبان کہتے کہتے رک گئی۔ اس نے خود کو سنبھالا سر جھٹکا

"یہی کہ آپ مجھے اب آئسکریم نہیں دلائیں گے" وہ کہہ کر ہنس دی۔ اس کی ہنسی مصنوعی سی تھی۔ اس نے بات بدل دی تھی۔

"نہیں جی اب لایا ہوں تو کھلا کر لے کر جاؤں گا پر یہ تمہاری سردیوں کی پہلی اور آخری آئسکریم ہے اس کے بعد بالکل بند پھر گرمیوں میں ٹھیک ہے۔؟"

"اچھا بھئی ٹھیک ہے" وہ مان گئی۔ محب نے سر ہلایا اور اس کے ساتھ جا کر دکان سے آئسکریم لے لی

"آپ نے اپنی کیوں نہیں لی۔؟" واپس پہ اس نے پوچھا

"میں بچہ نہیں ہوں" بے نیازی سے کہا

"میں بھی نہیں ہوں" آئسکریم کھاتے ہوئے وہ مگن سی بولی

" نظر آرہا ہے" اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی مرحا اس کے ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھی گئی تھی۔ اس نے محب کی بات اَن سنی کر دی تھی۔ محب نے گاڑی چلا لی تھی مرحا کی تبھی نظر دربار پہ پڑی۔ اس نے فوراً رخ محب کی طرف کیا

"آپ کو پتہ ہے پلوشہ باجی بھی ادھر ہی رہتی ہیں" اس نے دربار کی گنبد کو دور جاتے دیکھ کر بتایا۔ محب کے چہرے پہ ناسمجھی در آئی

"یہ کون سی باجی ہیں۔؟" مرحا کو تعجب کا جھٹکا لگا

"آپ کو نہیں پتہ ان کا۔؟" محب نے ناں میں سر ہلایا

"ارے وہی جو مجھے ٹیوشن پڑھانے آتی ہیں۔ بہت پیاری ہیں بہت سوئیٹ سی" وہ پلوشہ کے بارے میں خوشی سے بتانے لگی پھر رکی

"آپ ان سے ابھی تک نہیں ملے نا۔ اس لیے آپ ان کو نہیں جانتے ایک بار ملیں گے ناں تو آپ کو بھی بہت اچھی لگیں گی وہ" مرحا نے آئسکریم کو ختم کر کے کہا تھا

"ٹھیک ہے" محب کو دلچسپی نہیں تھی پلوشہ کے قصے میں اس لیے بات ختم کر دی۔ بادلوں کی اوٹ میں چھپا چاند ویسے ہی زرد تھا۔۔۔۔

__&&&&&&&&&&&&&&&&&&________________________________

____

کھلے صحن کی دیواروں کے ساتھ رکھے گملے رات کو آنکھیں اٹھائے دیکھ رہے تھے جو گہری ہو رہی تھی۔ کھڈے میں موجود مرغی کے چوزے اب اس کے پروں میں چھپ کر نہیں سوتے تھے وہ بڑے ہونے لگے تھے اس لیے بلی کا ڈر انہیں نہیں ہوتا تھا۔ سفید موٹی بلی ویسے ہی کبھی کبھی دکھائی دیتی تھی۔ اس کا دانا پانی ساتھ والوں کے بلے کے ساتھ ہوتا تھا تبھی مرغی اب کچھ آزاد اور آسودہ تھی۔

پلوشہ اپنے بستر پہ لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔ تیمور کے سرد لہجہ کو وہ ابھی تک بھلا نہیں سکی تھی۔ تیمور نے کبھی اس سے ایسے بات نہیں کی تھی۔ وہ کیا اب اس کے ساتھ زبردستی کرے گا۔؟

"پر کس حق سے۔؟" اس کے دل نے بے ساختہ سوال کیا تو کمرے کے سناٹے میں کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے کروٹ موڑلی۔ موبائل ساتھ رکھا تھا۔ جو فلحال خاموش تھا پر اسے نجانے کیوں لگ رہا تھا جیسے وہ کال کرے گا پر اس نے کال نہ کی اور پلوشہ پہ نیند غالب آنے لگی۔

______&&&&&&&&&&&&&&______________________________

____

"لو جی اب وہ کیوں آرہی ہیں۔؟" ہانیہ کی آمد کا سن کر مرحا کو جھٹکا لگا۔۔۔۔ اور جھٹکے سے زیادہ برا بھی

"کس لیے کا کیا مطلب ہے کام ہے اسے ملتان میں، بتا رہی تھی کہ ہوٹل میں رہے گی۔ میں نے کہہ دیا کہ جب اپنا گھر ہے تو ہوٹل میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔" بوا نے ناشتہ کرتے محب کو دیکھ کر بات مکمل کی تو اس نے دھیرے سے شانے اچکا دیے

"جیسا آپ کو ٹھیک لگے کر لیں" اس کے لہجے میں کوئی جذبہ نہ تھا۔ مرحا نے بوا کو دیکھا

"آپ انہیں ہوٹل میں ہی رہنے دیں ہمارے گھر میں پہلے ہی جگہ نہیں ہے "

"کیوں اس گھر میں کیا پورا شہر آباد ہے۔؟ ہم تین لوگ ہیں۔ اور حویلی میں کمرے بارہ ہیں تین کے علاوہ باقی خالی ہیں وہ بچی رہ لے گی تو کیا برا ہو جائے گا۔؟" بوا نے برہمی سے کہا اور مرحا بے بس سی ہو گئی۔ اس نے محب کو دیکھا جس کی توجہ ناشتے پہ تھی اور پھر وہ ناشتہ کر کے اٹھ کر چلا گیا۔ مرحا سے پھر ناشتہ نہ ہو سکا۔ اس کے دل میں ایک ڈر سر اٹھانے لگا تھا۔ اس محبت کو کھونے کا ڈر جو ابھی ملی بھی نہیں تھی۔

پر بوا کافی خوش خوش تھیں۔ ہانیہ کے لیے کمرہ صاف کروایا جس دن ہانیہ نے آنا تھا اس دن خاص کھانے بنوائے۔ اور مرحا جلتی کڑھتی رہ گئی۔۔۔۔

___&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

____

تاریخ تھی 25 دسمبر۔!

وقت تھا ڈھلتی شام کا۔!

موقع تھا کرسمس کا۔!

بہت سی موبتیاں ہولی کراس کے سامنے جل رہی تھیں۔ سارے بینچ اس وقت خالی پڑے تھے۔ پاسچر سفید ٹخنوں تک آتے اپنے مخصوص لباس میں کھڑا تھا اور ہاتھ میں موجود مقدس کتاب پہ نظریں جمائے وہ ایک روانی سے پڑھتا جا رہا تھا۔ چرچ میں اس وقت ان تین کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ پاسچر کے سامنے سر تا پا برقعے میں ملبوس لڑکی نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ اس کے

بدن میں لرزش ہو رہی تھی۔ ساتھ کھڑے کالے ڈنر سوٹ میں ملبوس گہری نیلی آنکھوں والے لڑکے نے اپنے گورے ہاتھ سے اسکا نازک ہاتھ تھام رکھا تھا۔ لڑکی کا دل ڈوبتا جا رہا تھا۔۔۔۔

"مجھے خوشی ہے، ہینیل کہ یہ اس شوب دن پہ یسوع کے پیروکار میں سے ایک ہونے جا رہی ہیں۔ امید کرتا ہوں یہ اپنے اس فیصلے پہ مطمئن ہو گیں اور میری دعا ہے کہ ان کی آنے والی زندگی تمہارے ساتھ خوش باش گزرے" پاسچر نے مسکرا کر ہینیل کو دیکھ کر کہا تو نیلی آنکھوں اور صاف رنگت والے لمبے چوڑے وجیہہ ہینیل نے لڑکی کے ہاتھ پہ دباؤ ڈالا اور اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔ لڑکی نے جھکی نظریں آہستہ آہستہ اٹھا کر نیلی کی آنکھوں میں دیکھا۔

"ہم اب ہمیشہ ساتھ رہیں گے" لڑکی مسکرا بھی نہ سکی پر وہ وہاں سے جانا بھی نہیں چاہتی تھی۔ محبت کی زنجیر دل کو اپنے قبضے میں لیے ہوئے تھی۔ وہ جس کے ساتھ آج کھڑی تھی اس کے لیے وہ بہت کچھ چھوڑ کر آئی تھی۔۔۔۔ بہت کچھ یا شاید سب کچھ ہی۔!

پھر لڑکی پادری کے بتائے کلمات پڑھنے لگی۔ اب کی بار اس نے ہینیل کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ سارے ڈر اب دم توڑتے جا رہے تھے۔ اسے محبت مل گئی تھی۔ اور محبت مل جانا قسمت کی بات ہوتی ہے۔!

___&&&&&&&&&&&&&&___________________________

____

ہانیہ گھر آگئی تھی اور اس وقت وہ بوا کے ساتھ ان کے کمرے میں بیٹھی تھی۔ بوا نے چائے کا مگ اس کی جانب بڑھایا جو ابھی سفینہ رکھ کر گئی تھی۔

"میں چاہتی ہوں محب کی تم سے شادی ہو جائے" انہوں نے ہانیہ کو جانچتی نظروں سے دیکھ کر کہا وہ اس کا ایک ایک تاثر پڑھنا چاہتی تھیں۔ ہانیہ نے مگ تھام کر انہیں عام انداز میں دیکھا

"پر میری محب سے شادی اس کے چاہنے سے ہو گی۔ آپ کے یا میرے چاہنے سے نہیں" بوا نے گہرا سانس لیا

"ہانیہ ہو سکتا ہے وہ اس لڑکی کو کبھی نہیں بھولے گا پر محبت کے معیار وقت کے ساتھ بدل جاتے ہیں۔ اب وہ زمانہ ہے جب محبت میں آپشن ہوتے ہیں یہ نہ سہی تو وہ سہی۔ اور جہاں تک بات محب کے چاہنے کی ہے تو عورت کی کوشش محبت میں رائیگاں نہیں جاتی۔ مرد انا میں نہیں بڑھتا اور عورت ڈر کے مارے محبت دل میں رکھے رکھتی ہے "

"پر میں نے محب سے بہت بار اپنی محبت کا اظہار کر دیا ہے اور بوا محبت میں آپشن ہوتے ہوں گے پر پہلی محبت میں نہیں ہوتے پہلے محبت انسان کے دل سے کبھی نہیں نکلتی یہ دل میں چھپ کر بیٹھ جاتی ہے۔ یہ وقت کے ساتھ ساتھ اپنی جڑیں مضبوط کرتی ہے۔ ہم کسی اور کے ہو بھی جائیں تو پرانی محبت کے نام پہ دل ضرور ایک پل کو دھڑکنا بھولتا ہے" ہانیہ نے فوراً کہا اس کی بات پہ بوا خاموش سی ہو گئیں۔

"ہم مل کر کوشش کریں گے ہانیہ دیکھنا تم سب ٹھیک ہو جائے گا میں محب کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔" ہانیہ نے چائے کے مگ کے کنارے پہ انگلیاں پھیرتے ہوئے ہلکی آواز میں کہا

"اور میں محب کے ساتھ خوش رہنا چاہتی ہوں وہ میری پہلی محبت ہے" چائے سے اٹھتی بھانپ فضا میں تحلیل ہو رہی تھی۔ بوا خاموش ہو کر سوچتی نظروں سے ہانیہ کو دیکھ رہی تھیں۔ جس کی نظریں جھکی تھیں۔

__&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

____

مرحا کے کمرے میں اختلاج کی کیفیت برپا تھی۔ ساری چیزیں مرحا کی طرح بے چین سی تھیں۔ وہ کمرے میں جلے پیر کی بلی کی طرح چکر لگا رہی تھی۔ تبھی دروازے سے سفینہ اندر داخل ہوئی۔

"کیا باتیں کر رہی تھیں بوا اس چڑیل کے ساتھ کمرے میں۔؟" اس نے سفینہ کو اندر آتے دیکھا تو برجستہ سوال کیا سفینہ نے اس کے سامنے آ کر کہا

"وہ محب بھائی سے شادی کرنا چاہتی ہیں" مرحا کی دنیا تھم گئی۔ اسے اپنے کان سائیں سائیں کرتے محسوس ہو رہے تھے۔ اس نے سفینہ کو بے یقینی سے دیکھا

"تمہیں سننے میں فرق ہوا ہو گا" سفینہ نے ناں میں سر ہلایا

"میں نے بہت دھیان سے دروازے سے کان لگا کر سنا ہے وہ یہی کہہ رہی تھیں" سفینہ نے جو کچھ سنا تھا اس سے اس نے یہی مطلب نکالا تھا۔ مرحا کی آنکھیں اچانک ہی خالی سی ہو گئیں۔ سفینہ کو ان آنکھوں میں کچھ بجھتا ہوا محسوس ہوا۔ اسے سمجھ نہ آیا تو اس نے کہا

"آپ کو تو خوش ہونا چاہیے مرحا باجی بھائی محب کی شادی ہو جائے گی کتنا مزہ آئے گا" وہ خوشی کا اظہار کرنے لگی تو مرحا نے کھا جانے والی نظروں سے سفینہ کو گھورا

"بکواس بند کرو منحوس کہیں کی اللہ نہ کرے ایسا ہو جاؤ یہاں سے احمق لڑکی" مرحا نے برہمی سے اسے جھاڑا تو وہ منہ پھلا کر وہاں سے نکل گئی۔ مرحا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی بیڈ پہ بیٹھ گئی

"کیا میں بوا کو بتا دوں کہ محب مجھے پسند کرتے ہیں۔؟" اس نے کھڑکی کے پردوں پہ نظریں جما لی تھیں۔

"نہیں انہیں بتا کر کچھ نہیں ہو گا وہ نہیں سمجھیں گی" مرحا نے اپنے خیالوں کی تردید کی۔ اور یہاں مرحا غلط تھی بوا سب سمجھنے لگی تھیں تبھی تو انہوں نے ہانیہ کو بلایا تھا۔

"پھر میں کیا کروں۔؟" مرحا نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں گرا لیا اسے اب اس ہانیہ کو گھر سے جلد ہی نکلانا تھا۔

__&&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________

____

ملتان پہ شام ڈھلی تو محب کی حویلی کی روشنیاں جل اٹھیں۔لان کی گھاس پہ اندھیرا قدم جمانے لگا تو مین گیٹ سے محب کی گاڑی اندر داخل ہوئی۔گاڑی کو پورچ میں کھڑی کر کے وہ کوٹ کا بٹن بند کرتا اندر داخل ہو گیا۔لاؤنج روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔اس نے ایک نظر یں صوفے پہ بیٹھی ہانیہ کو دیکھا اور پھر وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔

"جب گھر میں مہمان آتے ہیں تو آتے جاتے ان سے مسکرا کر بولنا اور حال پوچھنا میزبان پہ فرض ہوتا ہے"محب سیڑھیاں چڑھتا ہوا رک گیا۔پلٹ کر ہانیہ کو دیکھا۔سرخ ٹاپ کے ساتھ بلیک چست جینز میں ملبوس دراز قد لڑکی کے بال کھلے تھے چہرے پہ میک اپ تھا اور لبوں پہ گہری لپ اسٹیک ،بڑی آنکھوں پہ لائنر لگا تھا۔پیروں میں موجود سرخ اسٹرپس والی ہیل سے چلتی خوب صورت لڑکی محب کے سامنے آرکی اس کی مسکان کے جواب میں محب نے سنجیدہ سا سوال کر لیا

"کیسی ہو۔؟"ہانیہ زخمی سا مسکائی

"تمہیں تو حال بھی نہیں پوچھنا آتا محب" اس کی بات پہ محب نے گہرا سانس لیا

"میں ایسے ہی پوچھتا ہوں تم نے بتانا ہے تو بتا دو ورنہ تمہاری مرضی" وہ کہہ کر بڑھنے لگا ہانیہ نے بے ساختہ اسکا ہاتھ تھاما

"میں بتانا چاہتی ہوں" محب نے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ فوراً چھڑوایا

"دوبارہ اتنی بے تکلف مت ہونا" تنبیہ کیا تو ہانیہ اسے دیکھنے لگی

"محب میں تم سے محبت کرتی ہوں" اس نے اپنی ہزار بار کہی بات دہرائی تو محب کڑھ کر رہ گیا ضبط سے گردن ترچھی کر کے خود پہ قابو کیا

"تمہاری بے تکی باتوں کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے بوا کہہ رہی تھیں تمہیں یہاں کام ہے اپنا کام جلدی مکمل کرو اور جاؤ یہاں سے مجھے تنگ مت کرو" اس کے لہجے میں عاجزی تھی۔ ہانیہ کو برا لگا۔ وہ اسے اپنے گھر سے نکل جانے کو اتنے صاف انداز سے کہہ دے گا ہانیہ کو علم نہیں تھا۔ اس کے گلے میں آنسوؤں کا گول اٹک گیا۔

"تم مجھے اپنے گھر سے نکلنے کا کہہ رہے ہو۔؟" گول کو نگلتے ہوئے اس نے پوچھا۔ یہ سوچ کر کہ شاید اسے غلط فہمی ہوئی ہو

"ہاں میں تمہیں یہی کہہ رہا ہوں تم میرے گھر میں کھڑی ہو کر میرے دل میں جگہ مانگ رہی ہو اور میرے دل میں کسی کے لیے جگہ نہیں ہے میں تمہیں دل میں اور گھر میں کہیں نہیں برداشت کر سکتا" وہ اتنی صاف گوئی سے بولے گا ہانیہ کو اندازہ نہیں تھا۔ بے عزتی کے احساس سے اس کا منہ سرخ ہو گیا۔ آنکھوں میں نمی سی سر اٹھانے لگی اس نے ہاتھ سے نمی صاف کی۔ محب کو دیکھا

"ٹھیک ہے تم جاؤ میں بھی چلی جاؤں گی "

"اچھی بات ہے" وہ کہہ کر سڑھیاں چڑھ کر اوپر چلا گیا۔ ہانیہ نے بار بار نم ہوتی آنکھوں کو صاف کیا اور وہاں سے چلی گئی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________&

ہانیہ اپنے کمرے میں گم صم سی بیٹھی تھی۔ تبھی اس کے کمرے کا دروازہ ناک ہوا۔اس نے گردن موڑ کر دروازے کو دیکھا وہاں سے مرحا اندر داخل ہوئی چہرے پہ کوئی تاثر نہ تھا۔ہانیہ نے گہرا سانس لیا

"میں اس وقت کوئی بات نہیں کرنا چاہتی کسی سے مرحا، تم چلی جاؤ" مرحا ہنسی

"لو جی گھر میرا ہے میں کیوں جاؤں جائیں گی تو آپ" وہ مزے سے بیڈ پہ بیٹھ گئی۔ہانیہ نے اس کی بات کو نظر انداز کر دیا

"ویسے آپ بہت ڈھیٹ ہیں یہاں تک آ گئیں منہ اٹھا کر" وہ ہانیہ کا چہرے دیکھ کر بولنے لگی

"محب کتنی بار تو آپ کو کہہ چکے ہیں آپ کو کہ وہ آپ کو پسند نہیں کرتے پھر کیوں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔؟" ہانیہ نے جواب نہ دیا

"آپ کو ایک بات بتانے آئی تھی" وہ ہنوز اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ہانیہ نے کوفت سے مرحا کو دیکھا

"جاؤ یہاں سے۔۔۔" وہ جھجھلا کر بولی مرحا نے فوراً اس کی بات کاٹی

"محب مجھے پسند کرتے ہیں" ہانیہ کو کرنٹ لگا۔اس کی آنکھیں مرحا پہ ٹھہر گئیں جس کے چہرے پہ ہلکی سی شرمیلی مسکان تھی

"محب مجھے پسند کرتے ہیں اور میں محب کو آپ ہمارے درمیان میں مت آئیں" مرحا نے کہہ کر ناراضی سے سر بھی جھٹک دیا ہانیہ چند پل ساکت سی اسے دیکھتی رہی پھر اس نے جاندار قہقہہ لگایا

"تمہیں۔؟" اس نے ہنسی کے درمیان میں کہا اور پھر ہنسنے لگی مرحا کو اس کی ہنسی بری لگی وہ کھڑی ہو گئی

"میں سچ کہہ رہی ہوں" وہ بیڈ سے کھڑی ہو گئی۔ہانیہ نے اپنی ہنسی کو مشکل سے قابو کیا

"تمہیں غلط فہمی ہو گئی ہے مرحا" مرحا نے ناں میں سر ہلایا

"نہیں جی مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی مجھے محب نے خود کہا ہے" ہانیہ بھی بیڈ سے کھڑی ہو گئی۔

"مانتی ہوں کہا ہو گا پر وہ تو یہ بات بہت عرصے سے کہتا آ رہا ہے پر اس کہ محبت تمہارے لیے وہ والی نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو" مرحا کے چہرے پہ تنفر پھیلنے لگا اس نے ہاتھ کے اشارے سے ہانیہ کو خاموش کرایا

"آپ تو ایسا کہیں گی ہی کیونکہ محب نے آپ کو جو ٹھکرا دیا" ہانیہ نے اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھا۔ وہ کچھ بولنے لگی پر پھر ایک پل کو رکی دماغ تیزی سے چلنے لگا پھر وہ مسکائی

"مان لیتی ہوں کہ محب تمہیں پسند کرتا ہے "

"مان لیں آپ کو بعد میں مسئلہ نہیں ہو گا" مرحا نے فاتحانہ مسکرا کر کہا۔

"بالکل تم صحیح کہہ رہی ہو تم محب سے اب اپنی محبت کا اظہار دوبارہ کرنا اور بے فکر رہو میں تم دونوں کے درمیان میں نہیں آؤں گی" اس نے مرحا کے شانے پہ ہاتھ رکھا۔ مرحا شا کی

نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ اس امید نہیں تھی کہ ہانیہ اتنی جلدی اپنے قدم پیچھے کھینچ لے گی۔

مرحا ہانیہ کے کمرے سے نکل گئی تو ہانیہ قدم قدم چلتی قدِ آدم شیشے کے سامنے آ رکی۔ اس نے اپنے عکس کو دیکھا

"تم نے مجھے اور میری محبت کو ٹھکرایا ہے محب اور اب دیکھنا تمہیں وہاں سے دکھ ملے گا جہاں سے تمہیں پہلے سے کہیں زیادہ تکلیف ہو گی۔ تم نے آج جتنی میری بے عزتی کی ہے اتنی آج تک کسی نے نہیں کی۔ میں نے تم سے محبت ضرور کی ہے پر تمہیں اپنی عزت پہ ترجیح نہیں دی میں شاید یہاں کچھ دن اور رک جاتی کوشش کرتی تمہیں پانے کی پر اب میں اس آگ پہ ہاتھ سینکنا چاہتی ہوں جو تم انجانے میں بھڑا چکے ہو" اس کا عکس شیشے میں مسکرانے لگا تھا

"مزہ تو اب آئے گا جب تمہارے سامنے مرحا کھڑی ہو کر محبت کا دعویٰ کرے گی" وہ پھر شیشے کے سامنے ہٹ گئی پر اس کا عکس شیشے میں ٹھہر گیا۔ جس پہ سفا کی چھائی تھی۔۔

__&&&&&&&&&&&&&&&&&&

بوا نے صدمے سے ہانیہ کو دیکھا

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ تمہیں محب سے سچی محبت ہے پھر ایک دن میں ہی ہار گئیں۔؟" ہانیہ نے بیگ پیک کرتے ہوئے رک کر بوا کو دیکھا

"محبت عزت سے بڑھ کر نہیں ہے ہانیہ کے لیے۔ اس نے مجھے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ میرے گھر سے نکل جاؤ میں کیا اب اس کے ہاتھ پکڑ کر نکالنے کا انتظار کروں۔؟" اس نے اپنی بات مکمل کر کے بوا کو دیکھا بوا بے چینی سے آگے بڑھیں

"میں سمجھاؤں گی اسے" اس کا ہاتھ تھام کر کہا ہانیہ نے ناں میں سر ہلا کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا

"مت سمجھائیں اسے، میں دل کو سمجھا لوں گی یہ جلدی سمجھ جائے گا" ہانیہ نے کہہ کر اپنا بیگ بند کیا اور بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

"میں نے اپنے لیے کیب کروالی ہے کچھ دیر میں آجائے گی" اس نے بوا کو اطلاح دی تو وہ بے بسی سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔

جب ہانیہ گھر سے جارہی تھی تو اسنے مرحا کو خوش دلی سے گلے لگایا اور اس کے کان میں کہا

"اب کی بار اظہار تم کرنا اور ڈنکے کی چوٹ پہ کرنا کہ محب کی دنیا ہل جائے وہ سچ میں تمہیں پسند کرتا ہے اب مجھے بھی یہی لگتا ہے" اس نے کہہ کر مرحا کا گال چوما مرحا کو پہلی بار ہانیہ اچھی لگی تھی۔ہانیہ جب چلی گئی تو وہ دوڑ کر اپنے کمرے میں آگئی۔

خوشی سے بیڈ پہ لیٹ گئی اور چمکتی آنکھوں سے چھت کو دیکھنے لگی۔اسے تو کچھ کرنا ہی نہیں پڑا ہانیہ خود ہی چلی گئی۔مرحا کو یہ سب اتنا آسان نہیں لگتا تھا پر شاید اس کی اور محب کی محبت سچی ہے اس لیے ساری رکاوٹیں خود ہی دور ہو رہی ہیں۔

"ہاں میری اور محب کی محبت سچی ہے تبھی سب کچھ ٹھیک ہو رہا ہے" مرحا نے سوچ کر آنکھیں موند لی تھیں۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&&&&

ملتان پہ رات کا پہلا پہر پرسکون سا اتر تھا۔ اب موسم میں خنکی بڑھتی جا رہی تھی۔ باہر ابھی بھی ہوا چل رہی تھی۔ وہ آفس سے آ کر فریش ہوا اور نیچے جانے کے لیے دروازہ کھولا تو سامنے مرحا کھڑی تھی۔ ہلکے پہلے دوپٹے کو سینے پہ پھیلائے آسمانی رنگ کی گول گھیرے والی قمیض اور پھیر والی شلوار پہنے ہوئے تھی۔ کھلے کالے بال کمر پہ بکھرے تھے۔ چہرے پہ ہلکا میک اپ اور آنکھوں میں گہرا کاجل لگ تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ وہ خوش تھی۔

محب بھی اسے دیکھ کر خوش ہو گیا۔

"آپ پیارے لگ رہے ہیں" اس نے محب کو دیکھ کر کہا کہنا چاہتی تھی "اب آپ میرے ہی لگتے ہیں ایسا سب کہتے ہیں" پر دل میں کہہ کر رہ گئی۔ محب نے اس کی بات پہ بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھا۔ چشمے کے پیچھے موجود آنکھیں چھوٹی ہو گئیں۔

"کیا چاہیے۔؟" اس نے اندازلگایا

"آپ۔!" اس کے منہ سے نکل گیا۔ منہ پہ ہاتھ رکھا۔ گھبرا کر پھر سر چھوا۔ محب نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ دفعتاً سنبھلی

"آپ کی تعریف میں بغیر مقصد بھی کر سکتی ہوں" اس نے ناراض ہونے کی اداکاری کی۔

"پر میرے ساتھ ایسا کم ہوتا ہے بچے تم بہت مطلبی ہو" وہ شرارت سے بولا۔ مرحا کی ناک نرمی سے پکڑ کر دبا دی۔ مرحا نے اسکا ہاتھ ناک سے ہٹایا۔ خفگی سے بولی

"میں بچی وچی نہیں ہوں" اسے بچی والی بات اب کچھ زیادہ ہی بری لگتی تھی۔ وہ بڑی ہو گئی تھی۔ محبت انسان کو بزرگی دیتی ہے دل لگنے سے پہلے ہی عمر سال سے سوا سال ہو جاتی ہے۔ اور مرحا بھی اب خود کو آئینے میں دیکھتی تھی تو خود کو بہت میچور سمجھتی تھی۔

"نہیں جی تم بچی ہی ہو" وہ اس بار عام انداز میں گویا ہوا۔ مرحا فوراً اس کے شانے کے ساتھ آ کھڑی ہوئی

"دیکھیں آپ کے کاندھے سے کاندھا ملتا ہے" محب نے گردن ترچھی کر کے مرحا کو دیکھا جس کا سر محب کے کاندھے تک آتا تھا۔

"نہیں جناب آپ جھوٹ بول رہی ہیں آپ کا سر میرے کاندھے تک آتا ہے" اس نے مرحا کا بازو پکڑ کر اسے اپنے سامنے کیا۔ محبت سے کہا۔

"پر میں بڑی ہو گئی ہوں"

"میرے لیے تم ہمیشہ چھوٹی رہو گی"

"آپ ایسا مت کہا کریں کہ میں بچی ہوں"

"میں تو ایسا ہی کہوں گا" وہ چڑانے والے انداز میں بولا

"میں ناراض ہو جاؤں گی" اس نے رخ موڑ لیا۔ منہ بھی بنا لیا

"تم میرے کاندھے سے کاندھا ملنا کیوں چاہتی ہو۔؟" اس نے مرحا کی ٹھوڑی پکڑ کر اپنی طرف اسکا رخ کیا

"کیونکہ میں آپ کے ساتھ چلنا چاہتی ہوں" مرحا نے ان چھوٹی کالی آنکھوں میں آج غور کیا تو اسے معلوم ہوا کہ ان آنکھوں میں جادوئی چمک ہے جو حاوی ہو تو دل اور زبان بے اختیار ہو جاتے ہیں

"کاندھے سے کاندھا ملا کر۔؟" اس نے پوچھا مرحا نے سر ہلا دیا

"تم میرا ہاتھ تھام لو"

"آپ چھڑوائیں گے تو نہیں نا۔؟" محب ہنسا

"پاگل ہو ایسا کبھی نہیں ہو گا" مرحا بے اختیار اس کے قریب ہوئی۔ اسکے بازو کے گرد اپنی بانہیں لپیٹ لیں۔ محب اس کی حرکت پہ حیران نہ ہوا۔ وہ اکثر ایسے ہی اس سے لپٹ جاتی تھی۔ محب کے لیے اس کی باتیں بھی عام ہی تھیں۔ مرحا اس پہ یونہی حق جتاتی تھی پر محب کو

آج کی کہی باتوں کا پچھتاوا بعد میں ہو گا۔ اسے بعد میں اندازا ہو گا کہ کہے گئے لفظوں کی بھی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔

"میں کچھ دنوں میں آپ کو ایک سرپرائز دوں گی" مرحا نے اس کے بازو کو چھوڑ کر گردن اٹھا کر کہا۔ ہاتھ محب نے اسکا تھام لیا تھا

"کیا۔؟"

"وقت آنے پہ آپ کو پتہ چل جائے گا" وہ شرمیلی مسکان سے بولی

"میں انتظار کروں گا" اس نے سر ہلا کر کہہ پھر بولا تو آواز میں عجلت تھی

"چلو جلدی میں بھول گیا۔ کھانا لگ گیا ہو گا نیچے بوا ڈانٹیں گی" وہ مسکرا کر مرحا کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ مرحا نے اپنے ہاتھ کو محب کے ہاتھ میں دیکھا تو اسے پکا یقین ہو گیا کہ اب محب اسے کبھی نہیں چھوڑے گا۔

نیچے آکر وہ ڈائننگ ہال میں آکر کرسیوں پہ بیٹھ گئے۔ محب نے حیرت سے سفینہ کو دیکھا

"بوا کہاں ہیں۔؟" سیفنہ آگے کو ہوئی

"بھائی وہ کہہ رہی تھیں ان کی طبیعت خراب ہے وہ کھانا نہیں کھائیں گی اور ان کے کمرے میں کوئی نہ آئے" محب نے نچلا ہونٹ کچھ سوچتے ہوئے دانتوں میں دبایا پھر کھڑا ہوا

"تم شروع کرو میں بوا سے مل کر آتا ہوں"

"میں بھی آتی ہوں" مرحا بھی کھڑی ہونے لگی محب نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا

"نہیں تم کھاؤ کھانا میں پوچھ آتا ہوں تم بعد میں چلی جانا کھانے کو انتظار نہیں کروایا کرتے کھانا ناراض ہو جاتا ہے اور جب کھانا ناراض ہوتا ہے تو وہ ہم سے دور ہو جاتا ہے اور یوں انسان پہ رزق تنگ ہو جاتا ہے" مرحا نے اس کی فلاسفی نما بات پہ بس سر ہلا دیا۔ اسے یہ باتیں سمجھ نہیں آتی تھیں۔

محب پھر بوا کے کمرے کی جانب بڑھ گیا

_&&&&&&&&&&&&&&&&_

وہ بوا کے کمرے کے دروازے پہ رک گیا۔ دستک دی۔ جواب نہ آیا تو اس نے دروازے کے قریب ہو کر کہا

"ہمیں اس بارے میں بات کر لینی چاہیے بوا، خفا ہو کر خاموش ہو جانا دوریاں لاتا ہے خفا ہو کر بولنا چاہیے ناراضی کے اظہار اور بیان سے مسئلہ کا علم ہو تا ہے اور جب مسئلہ پتہ چلتا ہے تبھی تو اس کا حل نکلتا ہے" اس نے کہہ کر بوا کے جواب کا انتظار کیا۔ اسے کچھ دیر بعد قدموں کی چاپ سنائی دی وہ مسکا دیا۔ دروازہ کھلا تو اسے یقین ہو گیا کہ اب مسئلہ بھی حل ہو جائے گا

"کیوں ناراض ہیں مجھ سے۔؟" اس نے بوا کی پشت کو دیکھ کر کہا وہ چلتی ہوئی بیڈ پہ بیٹھ گئیں

"میں ناراض نہیں ہوں۔ ناراض ان سے ہوا جاتا ہے جن پہ مان ہو کہ وہ ہمارے ہیں "

"تو کیا میں آپ کا نہیں ہوں۔؟" اسے بوا کی بات سے تکلیف ہوئی تھی بوا نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا

"میرے ہوتے تو میری مان جاتے تم میری ایک بات نہیں سمجھتے" محب کا وجود اچانک ہی شکستہ ہو گیا۔ وہ آہستہ قدموں سے چلتا بوا کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا

"آپ کی وہ ایک بات ہی میرا چین چھین لیتی ہے۔ میں اسے بھلا نہیں پا رہا۔ وہ مجھے چھوڑ کر نہیں گئی۔ اسے مجھ سے قدرت نے چھین لیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں مرے پہ صبر آجاتا ہے پر میں کہتا ہوں انسان کو صبر کسی صورت نہیں آتا" اس نے چہرہ جھکا لیا تھا۔ اس کی آواز میں یاسیت سمٹ گئی تھی۔ بوا کے دل میں ٹیسیں اٹھنے لگیں

"میرے بچے صبر آجاتا ہے پر ہمت کرنی پڑتی ہے جانے والے کو بھلانے کی۔"

"کیا ہم بھلا پاتے ہیں چھوڑ جانے والے کو۔؟" محب نے بے ساختہ سوال کیا

"ہاں بھلا سکتے ہیں اگر اس کی جگہ ہم کسی اور کے حوالے کر دیں۔ جگہیں تب تک ہی ویران رہتی ہیں جب تک ان پہ نگران نہ ہو اور دل بھی ایسی ہی ایک جگہ ہے جہاں ایک نگران ہونا ضروری ہوتا ہے جو اسکا دھیان رکھے اسے شاداب رکھے" بوا کی بات پہ وہ زخمی سا ہنسا

"آپ کو شاید یہ نہیں پتہ بوا کہ کچھ باغ اپنے مالی کے اتنے عادی ہوتے ہیں کہ اگر وہ انہیں چھوڑ جائے تو وہ اجڑ جاتے ہیں"

"اجڑ جاتے ہوں گے پر اجڑے باغ بھی ہمیشہ اجڑے نہیں رہتے۔ کوئی اور آتا ہے پہلے والے سے زیادہ محبت دیتا ہے تو باغ اور پیڑ اسی کے ہو جاتے ہیں۔ دل بھی ایسا ہی ہوتا ہے دل کو انسان سے مطلب نہیں ہوتا اسے محبت سے مطلب ہوتا ہے یہ جہاں محبت دیکھتا اسکا ہو جاتا ہے تبھی دل کو بچہ کہتے ہیں۔ یہ محبت سے بہل جاتا ہے اسے صرف محبت چاہیے صرف محبت۔!" محب نے ان کی گود میں سر رکھ لیا

"میرا نہیں بہلتا۔ میں اپنی زندگی میں ابھی کسی کو شامل نہیں کرنا چاہتا ہانیہ کو تو بالکل نہیں۔ وہ آ کر دل مانگتی ہے۔ دل میں جگہ مانگتی ہے۔ میں کسی کو اگر کبھی مجبوری میں دوں گا بھی تو ساتھ دوں گا۔ محبت اور پیار نہیں دے پاؤں گا آپ پلیز سمجھیں میری حالت، میں بہت مضطرب ہوں بوا اندر سے بہت دکھی ہوں آپ ناراض ہو گئیں تو میرے پاس دل کا حال کہنے والا بھی کوئی نہیں بچے گا اور آپ کو پتہ ہے جس کے پاس دل کا حال سنانے کے لیے کوئی نہ ہو وہ دل کی بیماری سے مر جاتا ہے۔ دل کا حال بیان کرنے سے اندر کا غبار دھلتا ہے اور انسان کی عمر کچھ عرصہ بڑھ جاتی ہے اسے سکون ملتا ہے" بوا اس کی بات پہ رو دیں بے ساختہ اسکا چہرہ اوپر کر کے چوم لیا

"میری جان تمہیں میری بھی عمر لگ جائے" محب نے ان کے گرد بانہیں حائل کر لیں۔

پھر جب کمرے کا دروازہ کھلا تو محب کے ساتھ بوا تھیں۔ وہ دونوں مسکراتے ہوئے باتیں کر رہی تھیں۔

مرحا نے بوا کو آتے دیکھا تو بھاگ کر اٹھی

"کیوں بیمار ہو گئیں آپ" اسنے ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر پوچھا

"تمہاری وجہ سے" مرحا حیران ہوئی

"میں نے تو اب کچھ بھی نہیں کیا"

"تم نے کتنے دن سے اپنی بوا سے لڑائی نہیں کی نا اس لیے وہ بیمار ہو گئیں" بوا نے شریر لہجے سے کہا مرحا نے محب کو دیکھا

"محب" اسے پکار کر بوا کو قریب سے دیکھا پھر دوبارہ محب کی طرف نظریں کیں

"بوا کو قریب سے دیکھیں نا تو یہ بہت بوڑھی لگتی ہیں اب بس ہم انہیں اولڈ ہاؤس چھوڑ آئیں گے" کہہ کر اس نے تیزی سے بوا کو چھوڑا اور بھاگ گئی۔

بوا پیچھے سے چلائیں "تم مار کھاؤ گی مجھ سے بے شرم" اور پھر وہ مرحا کی طرف لپک گئیں محب پیچھے کھڑا گہری مسکراہٹ سے ان دونوں کی لڑائی دیکھتا رہا۔

"بے شک مرحا اس گھر کی رونق ہے وہ دکھوں کو بھلانے کا ہنر رکھتی ہے" محب نے زیرِ لب کہا تھا

&&&&&&&&&&&&&&&&&&

اس دوپہر سورج کی کرنیں حویلی کی دیواروں سے پھسلنے لگیں تو پلوشہ مرحا کو پڑھانے کے لیے حویلی میں داخل ہو گئی۔ مرحا اپنے کمرے میں موجود تھی۔ اس نے پلوشہ کو دیکھا تو بہت محبت سے اسکا ہاتھ تھام کر بیڈ پہ بٹھا لیا۔ پلوشہ کو اس کا یہ اپنائیت بھرا انداز بہت اچھا لگتا تھا۔

آج اسے آنے میں دیر ہو گئی تھی اور اب جانے میں بھی یقیناً دیر ہو جائے گی۔ وہ مرحا کو پڑھانے تو لگ گئی تھی پر اس کے چہرے پہ پریشانی تھی۔ جلدی جلدی کرتے بھی شام پوری ڈھل گئی۔ مرحا کو جب وہ پڑھا کر فارغ ہوئی تو آسمان پہ تاریکی چھائی ہوئی تھی

"میں اب بس چلتی ہوں آج بہت دیر ہو گئی ہے" پلوشہ نے کھڑے ہو کر بیڈ سے اپنا پرس اٹھایا۔

"ارے ہاں آج تو بہت دیر ہو گئی ہے آپ رکیں میں ڈرائیور کو دیکھ کر آتی ہوں" مرحا بھی بیڈ سے کھڑی ہو گئی۔ پلوشہ نے اسے روکا

"رہنے دو میں چلی جاؤں گی" مرحا نے ناں میں سر ہلایا

"محب کہتے ہیں اچھی لڑکیاں راتوں میں اکیلے باہر نہیں جاتیں۔ آپ رکیں میں ابھی دیکھ کر آتی ہوں۔ بلکہ آپ نیچے ہی آجائیں بوا کے کمرے میں بیٹھ جایئے گا" وہ اسکا ہاتھ تھام کر چلنے لگی تو پلوشہ خاموش ہو گئی۔

بوا کے کمرے میں پلوشہ کو بٹھا کر وہ خود باہر ڈرائیور کو دیکھنے چلی گئی

"میں چلی جاتی اکیلے ہی" اس نے ہلکا سا کہا۔ اسے یوں بیٹھنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"لو بھئی ایسے کیسے چلی جاتیں؟ رات ہو گئی ہے اچھا لگتا ہے کہ اب ہم تمہیں یوں اکیلا بھیجیں۔؟" بوا نے پاس بیٹھی پلوشہ کا ہاتھ پکڑا "ابھی ڈرائیور آجائے گا تم اس کے ساتھ چلی جانا" پلوشہ زبردستی سا مسکا دی۔ اسے امی کی پریشانی ہو رہی تھی "وہ کتنی پریشان ہو جائیں گی" اس نے دل میں سوچا اور مرحا کا انتظار کرنے لگی۔

مرحا کو آنے میں وقت لگا اور جب وہ آئی تو اس نے آکر کہا

"ڈرائیور تو دوسری گاڑی ٹھیک کروانے گیا ہے۔ اسے دیر ہو جائے گی "

"پھر اب۔؟" بوا نے کچھ پریشانی سے مرحا کو دیکھا اتنے میں پلوشہ کھڑی ہو گئی

"میں چلی جاؤں گی کوئی بات نہیں" مرحا آگے آئی

"نہیں نہیں میں نے محب کو کال کر دی ہے وہ آرہے ہیں کہہ رہے تھے بس دس بیس منٹ میں آجائیں گے پھر وہ آپ کو چھوڑ آئیں گے" پلوشہ کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ لے

"اس کی کیا ضرورت تھی میں سچ میں چلی جاتی امی پریشان ہوں گی" اس نے بے بسی سے کہا

"تو بیٹا انہیں کال کر کے بتا دو" بوا نے سہولت سے کہا۔ پلوشہ ششں و پنج میں مبتلہ ہو کر رہ گئی۔ بے دلی سے وہ دوبارہ بیٹھ گئی

"میں آپ کے لیے کھانا لاؤں۔؟" مرحا نے فوراً پوچھا

"نہیں شکریہ میں امی کے ساتھ کھاتی ہوں وہ میرا انتظار کرتی ہیں کھانے پہ" پلوشہ نے منع کر دیا" چلیں میں پھر سفینہ کو کہتی ہوں وہ آپ کے لیے چائے لادے گی میں ڈرامہ دیکھنے جا رہی ہوں بوا" وہ عجلت میں کہتی ہوئی کمرے سے نکل گئی

"یہ اور اس کے ڈرامے" بوا نے سر جھٹکا

"گھر کی رونق ہے مرحا آپ کے" پلوشہ نے مسکرا کہا۔ بوا نے اسے مسکراتی نظروں سے دیکھا

"ہاں بالکل یہ نہیں ہوتی تو دل بھی نہیں لگتا" بوا اتنا کہہ کر خاموش ہوئیں پھر پوچھا "تمہارے گھر میں کون کون ہے۔؟" انہوں نے اتنے دنوں سے پلوشہ سے کوئی اس کے بارے میں ذاتی سوال نہیں کیا تھا

"میں اور امی، ابو کا بہت سال پہلے انتقال ہو گیا تھا" بوا کے ہونٹ بے ساختہ "او" کی صورت ڈھل گئے۔

"کوئی بات نہیں اللہ کی مرضی، مرحا کے بھی امی ابو اس کے بچپن میں ہی چل بسے تھے۔ قریبی رشتے دار ہم تھے تو اسے ہم لے آئے۔ اس کے ننہال والے ہیں پر میرا وہاں دل نہیں مانا اسے چھوڑنے کو میں مرحا کے ابو کی سگی پھپھی ہوں، محب کے ابو کے چھوٹے بھائی تھے وہ۔ محب اپنے ابو کو دیکھتے ہوئے مجھے بوا کہنے لگا اور مرحا نے محب سے یہ لفظ سیکھ لیا۔ یہ بچے مجھے بوڑھا نہیں ہونے دیتے" وہ آخر میں اداسی سے ہنس دیں تو پلوشہ بھی بس مسکا دی۔ اسے مرحا

کے والدین کا سن کر دکھ ہوا تھا پر بوا کی اس کے لیے محبت دیکھ کر اسکے دل کو تسلی بھی ہو گئی تھی۔

پلوشہ نظریں جھکا کر بیٹھ گئی تھی۔ تبھی سفینہ چائے لے آئی۔پلوشہ نے چائے کا کپ تھاما اور اس کے کنارے پہ انگلی پھیرنے لگی

"اور تمہاری امی نے تمہاری کہیں منگنی وغیرہ کی ہوئی ہے۔؟"بوا نے یہ سوال ویسے ہی کیا تھا پر پلوشہ کی انگلی کب کنارے سے پھسل کر گرم چائے میں چلی گئی اسے اندازہ نہ ہوا۔جب انگلی جل گئی تو اس نے کپ تیزی سے سائیڈ پہ رکھا

"ٹھیک ہو۔؟"بوا نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھاما۔

"جی میں ٹھیک ہوں"پلوشہ نے آہستگی سے ان کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور انگلی کو سہلا لیا۔ اس نے جب نظریں اوپر کیں تو بوا کو خود کو دیکھتا پایا۔یعنی انہیں اپنے سول کا جواب چاہیے تھا

"میری شادی ہوئی تھی پھر کچھ عرصے بعد ہی طلاق ہو گئی" اس کی آواز مدھم تھی بوا نے چونک کر اسے دیکھا۔ انہیں پلوشہ کی بات پہ جیسے کرنٹ لگا تھا

"کیا۔؟"

"جی مجھے طلاق ہو گئی ہے" اس نے کہہ کر اپنے باہر آتے آنسو اندر ہی اتار لیے

"مجھے معاف کر دو مجھے سچ میں نہیں پتہ تھا میں نے تمہارا دل دکھا دیا" پلوشہ نے تیزی سے سر ناں میں ہلایا

"پلیز ایسا نہ کہیں مجھے برا نہیں لگا" اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔ بوا خاموش سی ہو گئیں پھر پلوشہ نے چائے کا کپ دوبارہ نہ اٹھایا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔

کچھ دیر بعد مرحا اندر آئی

"محب آ گئے" اس نے اطلاع دی پلوشہ جلدی سے کھڑی ہو کر مرحا کے ساتھ باہر نکل گئی۔ بوا اس کی پشت کو یاسیت سے دیکھتی رہ گئیں

__&&&&&&&&&&&&&&&&__________________________

باہر لان پہ اندھیرا پھیلا تھا۔ آسمان پہ تیرگی چھائی تھی لیکن پورچ زرد روشنیوں سے چمک رہا تھا جہاں محب کھڑا تھا۔ پلوشہ عادتاً نظریں جھکا کر مرحا کے ساتھ آرہی تھی اس کا دھیان محب کی جانب نہیں تھا

"یہ ہیں میری ٹیچر" مرحا نے محب کی جانب دیکھ کر کہا

"اور ٹیچر یہ میرے محب ہیں" اس نے خوشی سے بتایا۔ پلوشہ نے پلکیں اٹھائیں۔ سرمئی آفس سوٹ میں ملبوس لمبا چوڑا وجیہہ چہرے والا محب رسماً مسکایا چشمے کے پیچھے موجود آنکھیں مزید چھوٹی ہو گئیں۔ پلوشہ بھی اسی کے انداز میں مسکرا دی۔ پھر پلوشہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ محب نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور گاڑی کو حویلی سے نکال لیا۔ گاڑی اب سڑک پہ دوڑ رہی تھی۔ پلوشہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی اس نے محب کو راستہ بتا دیا تھا

"مرحا آپ کی بہت تعریفیں کرتی ہے" محب کے اچانک مخاطب کرنے پہ وہ چونکی پھر سنبھل کر کہا

"آپ کی بھی"

"وہ آپ کو تنگی تو نہیں کرتی نا۔؟" محب نے گردن ترچھی کی "وہ تھوڑی شرارتی ہے بہت الٹے کام کرتی ہے" پلوشہ مسکائی

"نہیں میرے ساتھ تو اس کی بہت بنتی ہے" محب نے سکون کا سانس لیا

" چلیں اچھی بات ہے۔ اس کی ویسے کم لوگوں سے ہی بنتی ہے۔ اگر کبھی وہ کوئی حرکت کرے تو بلا جھجھک بتا دیجئے گا میں اسے خود سیدھا کر دوں گا"

"نہیں آپ کبھی اسے کچھ مت کہیے گا وہ بہت مانتی ہے آپ کو۔ آپ نے کچھ کہا تو اسے بہت دکھ ہو گا" پلوشہ کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ محب نے ناسمجھی سے اسے براہِ راست دیکھا پلوشہ نے نظریں جھکا لیں

"بس یہیں رو دیں" حسن آگاہی آگیا تھا۔ محب نے گاڑی روک دی

"یہاں ہے آپ کا گھر۔؟" اس نے پوچھا

"جی بس دو چار گلیاں کراس کر کے" وہ دروازہ کھول کر نکل گئی۔ محب نے بھی دروازہ کھولا

"میں چھوڑنے آجاتا ہوں" پلوشہ نے سر ناں میں ہلا دیا

"نہیں بس شکریہ میں انہیں گلیوں میں بڑی ہوئی ہوں یہ گلیاں مجھے جانتی ہیں مجھے ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے" وہ کہہ کر آگے بڑھ گئی۔ محب بھی گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی واپسی کے لیے موڑ لی۔

___&&&&&&&&&&&&&______________________________

____

وہ حسن آگاہی کے پر رونق بازار میں چلتی جا رہی تھی۔ تبھی کسی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ پلوشہ کی جان نکل گئی۔ وہ گھبرا کر پلٹی

"مجھے تم سے بات کرنی ہے" جینز کی پینٹ پہ رف شرٹ پہنے تیمور ہلکی سرخ آنکھوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ بال اس کے ماتھے پہ بکھرے تھے۔ چمکتے کالے بال۔ پلوشہ کا جواب سنے بغیر وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے کر جانے لگا۔

"تیمور میں نے گھر جانا ہے" چلتی چلتی وہ اچانک رک گئی

"میں تمہاری سننے نہیں آیا" اس کے لہجے میں تپش تھی۔ پلوشہ کا ماتھا ٹھنکا

"نہیں میں گھر جانا چاہتی ہوں امی میرا انتظار کر رہی ہوں گی" وہ اس کی آنکھوں میں بھی نہیں دیکھ پا رہی تھی۔ اسے آج پھر تمیور سے ڈر لگنے لگا تھا۔ تیمور نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا

"جا کر دکھاؤ مجھے تم آج" وہ سرد مہری سے بولا۔

"کیا کر لو گے تم۔؟" پلوشہ کو اس کی بات پہ غصہ سا آیا۔ تیمور نے سپاٹ لہجے سے پلوشہ کو دیکھا

"میں نے تمہیں پہلے ہی کہا ہے پلوشہ میرا امتحان نہ لو" وہ اسی انداز سے بولا

"تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے۔؟میں نے نہیں سننی تمہاری بات نہیں دیکھنا تمہارا چہرہ میری جان چھوڑ دو" پلوشہ نے ہاتھ جوڑنا چاہے پر ارد گرد سے گزرتے لوگوں کی وجہ سے وہ یہ نہ کر سکی۔ آنکھوں میں سر اٹھاتی نمی کو ہاتھ کی پشت سے صاف کیا۔ تیمور کچھ دیر اسے دیکھتا رہا۔ پھر وہ قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا۔ بہت قریب۔۔۔۔۔ اسے ارگرد کی پرواہ نہیں تھی

"تم میری ہو پلوشہ میں نے تمہیں ہارا ہے پر کھو نہیں دیا۔ میں تمہیں پھر سے جیت لوں گا سب سے چھین لوں گا اور" وہ اتنا کہہ کر پلوشہ کے چہرے پہ جھکا" اور اگر کوئی دوسرا تمہاری طرف بڑھا تو میں اسے یا خود کو ختم کر لوں گا۔ میں تمہیں کسی اور کا دیکھنے سے پہلے آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند کر لوں گا" اس نے پلوشہ کے دہکتے گال پہ اپنا ہاتھ رکھا تو پلوشہ کے ساکت وجود میں کرنٹ سا دوڑ گیا۔ اس نے تیمور کو دیکھا جس کی آنکھیں مزید سرخ ہو گئی تھیں۔ پلوشہ نے قدموں کو پیچھے ہی اٹھانا شروع کر دیا تھا۔ وہ تیمور سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ تیمور وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا وہ آگے نہ بڑھا پلوشہ پھر پلٹی اور وہاں سے چلی گئی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&

پلوشہ نے گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہی خود کو نارمل کر لیا تھا۔اس نے جلدی جلدی کھانا کھایا اور سونے کے لیے لیٹ گئی۔امی سے نظریں ملائے بغیر اگر وہ ان سے نظریں ملا لیتی تو شاید امی اس کے اندر کے طوفان جان جاتیں۔اس لیے وہ منہ تک چادر لپیٹے لیٹی تھی۔ذہن میں تیمور کی آواز گردش کر رہی تھی۔پلوشہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"تم نے مجھے چھوڑا ہی کیوں تیمور" اس نے اپنی سسکیوں کو روکنے کے لیے منہ پہ مضبوطی سے ہاتھ رکھ لیا اور سسکیاں دبتی چلی گئیں۔

ہم اب یہاں تیمور اور پلوشہ کی کہانی کو واضح کر دیتے ہیں تا کہ ہماری طمعِ خام کی داستان آگے بڑھ سکے۔

" تیمور اور پلوشہ "

تیمور کی پلوشہ سے یونیورسٹی میں دوستی ہوئی تھی اور یہ دوستی کب پیار میں بدل گئی دونوں کو علم نہ ہوا۔ تیمور نے اظہار کرنے میں دیر نہ لگائی اور پلوشہ نے اس کی محبت کو قبول کرنے میں،

وہ یونیورسٹی میں ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ ان کی جوڑی یونیورسٹی میں مشہور ہوگئی تھی۔

یونیورسٹی کے ختم ہوتے ہی تیمور نے اپنا فیملی بزنس سنبھال لیا جو تیمور سے پہلے اس کی بڑی بہن سنبھال رہی تھی۔ تیمور کی تین بہنیں تھیں۔ تیمور ان تینوں سے چھوٹا اور لاڈلا تھا۔ اس کی تینوں بہنوں کی شادیاں ہوگئی تھیں پر جب ماں باپ کی موت یک بعد دیگرے ہوئی تو تیمور کے اکیلے پن کو دیکھتے ہوئے وہ تینوں بہنیں ایک ایک ماہ اس کے پاس آجاتی تھیں۔ کچھ عرصہ ایسے ہی گزرتا رہا پھر بڑی آپا مستقل اپنے بچوں اور شوہر کے ساتھ اپنے ماں باپ کے گھر آگئیں اور یوں گھر ان کی دسترس میں آگیا۔

جب تیمور نے اپنی پڑھائی مکمل کی تو اس نے آفس جوائن کرتے ہی پلوشہ کے بارے میں بڑی آپا سے بات کی انہوں نے خوشی سے اس کی بات مان لی تھی پر جب وہ تینوں بہنیں ایک بار پلوشہ کے گھر گئیں تو اس کے ایک کمرے کے مکان میں انہیں کچھ خاص نظر نہ آیا۔

"ہمارا ہیرے جیسا بھائی اب ان گلیوں میں شادی کرے گا" منجھلی نے کہا تو بڑی آپا نے فوراً کہا

"کبھی نہیں" ان کی بات پہ چھوٹی نے گردن ہلادی پر تیمور کی ضد دن بدن بڑھنے لگی تو وہ تینوں بہنیں بے بس ہو گئیں۔ وہ پلوشہ کو شادی کر کے لے تو آئیں پر دل سے کبھی قبول نہیں کیا

بڑی آپا نے ایک بار تیمور کو اس کی شادی سے پہلے کہا تھا

"ایسی لڑکیاں یونیورسٹی آتی ہی اس لیے تاکہ وہ بڑے گھر کے لڑکوں کو پھانس کر اپنا مستقبل محفوظ کر سکیں" اور اس دن بڑی آپا نے پہلی بار تیمور کی اپنے سامنے اتنی بلند آواز سنی تھی

"بس" وہ چلایا تھا" آج کہہ دیا دوبارہ مت کہیے گا پلوشہ ایسی نہیں ہے" بڑی آپا کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ تب تیمور یہ کہہ کر وہاں سے بڑے بڑے ڈگ بھرتا چلا گیا تھا۔

بہنیں بھائی کی ضد سے ہار گئیں اور پلوشہ گھر آگئی پر وہ آتی جاتی پلوشہ کو طعنے دیتیں اس کے اٹھنے بیٹھنے پہ ہنستیں۔ پلوشہ ان کی ہر بات کو نظر انداز کر دیتی تھی پر کبھی کبھی جب اسے اپنی امی کی بات یاد آتی تو اس کی روح لرز جاتی اس کی امی نے تیمور کی بہنوں کو دیکھتے ہی کہا تھا

"یہ تمہیں کبھی بسنے نہیں دیں گی ان کی آنکھوں میں نفرت ہے" تب پلوشہ ان کی بات پہ ہنس دیتی تھی۔ کہہ دیتی تھی "مجھے تیمور پہ یقین ہے وہ مجھے سنبھال لے گا" پر ایسا نہ ہوا تیمور سے پلوشہ نہ سنبھالی گئی۔

ان دنوں تیمور کی منجھلی بہن ان کے گھر رہنے آئی ہوئی تھی۔ وہ امید سے تھی۔ منجھلی بہن کا ایک دیور بھی تھا جو اکثر تیمور کی بہن کے شوہر کے ساتھ آجاتا تھا۔ پلوشہ کو اس کی نظریں نجانے کیوں اچھی نہیں لگتی تھیں۔ ابرار اسے مسلسل دیکھتا رہتا تھا اور پلوشہ کا دل کرتا تھا وہ کہیں بھاگ جائے وہ جلدی جلدی کام سے فارغ ہو کر کمرے میں چلی جاتی پر بڑی آپا سے یہ بھی برداشت نہ ہوتا

"ہاں دیکھ لو نندیں گھر آئی ہوئی ہیں اور یہ محترمہ کمرے میں چھپنے کو بے قرار رہتی ہیں" پلوشہ ان کی باتیں سنتی تو بے چاری دوبارہ باہر آجاتی اور باہر آکر بھی بے چین ہی رہتی

اس کے بعد ابرار اب ہر روز ہی گھر آنے لگا تھا۔ وہ بے مقصد پورا دن بیٹھا رہتا۔ گھر میں دندناتا پھرتا

پلوشہ نے تیمور کو بھی کہا

"مجھے یہ آپ کی بہن کا دیور اچھا نہیں لگتا آپ اسے روک دیں کہ یہ ہمارے گھر نہ آئے" تیمور نے اسے حیرت سے دیکھا

"میں ایسے کہوں گا تو چھوٹی آپی کو برا لگ جائے گا" پلوشہ بے بس سی کچھ کہتی کہتی رک گئی۔

اس شام وہ گھر پہ اکیلی تھی۔ بڑی آپا منجھلی بہن کو ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی ہوئی تھیں۔ پلوشہ اپنے کمرے میں لیٹی تھی۔ باہر اسے لاؤنج میں قدموں کی چاپ سنائی دی تو وہ اٹھ کر باہر آگئی۔

لاؤنج میں ابرار کھڑا تھا۔ دروازے کی چرمراہٹ سے وہ ایڑھیوں کے بل گھوما۔ پلوشہ کو دیکھا۔ مسکایا۔ اور اسکی جانب بڑھا

"آپی گھر نہیں ہیں آپ بعد میں آیئے گا" ابرار کو اپنی جانب بڑھتے دیکھ وہ بے چینی سے بولی۔

ابرار پستے قد کا پھننے نقوش اور چوڑے سے ناک والا مرد تھا۔ اس کی آنکھیں چھوٹی اور عجیب بے حیا سی تھیں۔ چہرہ دیکھنے سے ہی اس سے نفرت سی ہوتی تھی۔ اس کی مسکراہٹ سے کراہت محسوس ہوتی تھی۔

وہ چلتا ہوا پلوشہ کے قریب آکر رک گیا

"گھر آئے مہمان کو واپس جانے کا نہیں کہتے" وہ گہرا سا مسکرایا

"میں چائے پیوں گا" وہ کہہ کر جاکر صوفے پہ پھیل کر بیٹھ گیا۔ ٹانگ پہ ٹانگ جمائی اور ایک ہاتھ صوفے کی پشت پہ پھیلا لایا اور پلوشہ کو دیکھنے لگا۔ پلوشہ کو اس پہ بے اختیار غصہ آیا پر بس

دل پہ جبر کرتی وہ کچن میں چلی گئی اور چائے بنا لائی۔ چائے لا کر اس نے ابرار کو دی اور جانے لگی کہ ابرار پیچھے سے بولا

"میرے ساتھ نہیں بیٹھو گی۔؟"

"نہیں میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ وہ ابھی دروازہ بند کرتی کہ ابرار نے دروازے پہ ہاتھ رکھ

"یہ کیا حرکت ہے۔؟" پلوشہ کا اب ضبط جواب دے گیا تھا ابرار ہنسا

"مجھے تم بہت اچھی لگتی ہو" وہ دروازہ پوری قوت سے کھول کر اندر داخل ہو گیا اور پلوشہ کے کچھ بھی کرنے سے پہلے اس نے دروازہ بند کر دیا پلوشہ شل رہ گئی

"مجھے لگتا ہے مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے" وہ قدم قدم اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ پلوشہ سے ہلا تک نہ جا رہا تھا۔ جب ابرار نے اس کا ہاتھ تھاما تو پلوشہ گھبرا گئی اور اپنا ہاتھ چھڑوانے کے لیے اس نے پوری قوت سے ابرار کے منہ پہ تھپڑ مار دیا۔ تھپڑ اتنا زناٹے دار تھا کہ ابرار کا چہرہ جھک

گیا۔ اس نے جب چہرہ اٹھایا تو اس کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔ اس نے بڑھ کر پلوشہ کا بازو دبوچا

"حرام زادی مجھ پہ ہاتھ اٹھائے گی تو۔؟" اس نے پلوشہ کو جھنجھوڑا پلوشہ نے پوری طاقت سے ابرار کو دھکا دیا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے دروازہ کھولنا چاہا کہ ابرار نے اسے بالوں سے پکڑ لیا

"اب میں تجھے تیری اوقات یاد دلا کر ہی چھوڑوں گا" اس نے پلوشہ کو دھکا دیا تو وہ دیوار سے ٹکرائی ابرار اس کی طرف اپنی شرٹ کے بٹن کھولتا بڑھ رہا تھا پلوشہ کا ذہن ماؤف ہو گیا۔ اسے سمجھ نہ آیا۔ اب وہ کیا کرے اس نے اونچی آواز سے ملازمہ کو آواز دینا شروع کر دی تھی۔ جسے وہ ابھی کچن میں کہہ کر آئی تھی کہ "بڑی آپا کو کال کر دو کہہ دو کہ ابرار بھائی آئے ہیں "

پلوشہ کی آواز پہ ابرار تیزی سے اس کے قریب ہوا اور اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔ پلوشہ کی چیخیں دب گئیں۔ ابرار نے مچھلی کی طرح تڑپتی پلوشہ کو دیکھا اور مکاری سے مسکایا۔ وہ اس کی

جانب جھک رہا تھا پلوشہ نے اس کے پیر پہ اپنی ہیل دے ماری تو وہ درد سے کراہ کر اس سے پیچھے ہو گیا۔ پلوشہ موقع ملتے ہی دروازے کی طرف بڑھی اور دروازہ کھول دیا۔ ملازمہ باہر ہی کھڑی تھی۔ پلوشہ کو دیکھ کر وہ گھبرا گئی

"کیا ہوا بی بی جی۔؟" پلوشہ ڈر سے کانپ رہی تھی۔ اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ پلوشہ کچھ بھی بولتی کہ وہ پیچھے آنے والی آواز پہ ساکت رہ گئی

"یہ کیا ہو رہا ہے میرے گھر میں" بڑی آپا کی گرجدار آواز پہ وہ پتھر بن گئی۔ اتنے میں کمرے سے ابرار بھی باہر نکل آیا۔ بڑی آپا کے پیچھے تیمور کی چھوٹی بہن بھی لاؤنج میں آ گئی تھی۔ پلوشہ نے ڈبڈبائی آنکھوں سے انہیں دیکھا اور بھاگ کر ان سے لپٹ گئی۔

"یہ۔۔۔۔یہ۔۔۔مجھے۔۔۔"

"بس اب کچھ مت کہنا میں ہی کہوں گا جو بھی کہنا ہو گا" ابرار تیزی سے آگے آیا۔ پلوشہ کا ہاتھ پکڑا

"ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اب ہم آپ سب سے یہ سب اور نہیں چھپا سکتے ہم تھک گئے ہیں چھپ چھپ کر ملتے ہوئے" پلوشہ نے شا کی نظروں سے ابرار کو دیکھا۔ جس نے گردن موڑ کر للوشہ کو ایک نظر دیکھا جس میں صاف لکھا تھا" میں تمہیں برباد کر دوں گا یہ مجھ پہ ہاتھ اٹھانے کا انعام ہے" پھر وہ بولتا رہا پلوشہ نے اس کی ہر بات کی نفی کی چیخی چلائی پر عورت کی گھوائی بھی آدھی شمار کی جاتی ہے اور ان حالات میں تو عورت کی طرف سے سب بہرے ہو جاتے ہیں۔ بڑی آپا نے پلوشہ کے منہ پہ تھپڑ مارا اور اسے کمرے میں بند کر دیا

"اب جو فیصلہ ہو گا وہ تیمور کرے گا میں نے اسے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تم کس قماش کی ہو" انہوں نے کہہ کر دروازہ بند کر دیا ملازمہ نے جب یہ سب ہوتے دیکھا تو اس نے منجھلی آپا کو سب سچ بتا دیا پر انہوں نے اسے سختی سے گھورا

"تمہاری اتنی اوقات نہیں ہے کہ تم ہمارے گھر کے معاملے میں بولو" ملازمہ نظریں جھکا کر خاموش ہو گئی۔ چھوٹی بہن کو بھی بڑی آپا نے بلا لایا تھا تینوں بہنیں تیمور کے آنے سے پہلے سچائی بھی جان گئی تھیں پر خاموش رہیں۔

جب تیمور گھر آیا تو انہوں نے تیمور اور پلوشہ کی محبت کی کہانی کو من مرضی کا اختتام پزیر کیا۔ ابرار کو تیمور کے سامنے کھڑا کر دیا اور ابرار اس کے سامنے کھڑا محبت کے دعوے کرتا رہا۔ تیمور نے اس کا پہلی بار گیریبان پکڑ لیا تھا پر جب بڑی آپا نے ملازمہ کو کہا

"بتاؤ اسے کہ تم نے خود ان دونوں کو کمرے میں پکڑا ہے" ملازمہ کچھ نہ بولی بڑی آپا نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھ تو اس نے سر ہلا دیا اور تیمور کا محبت کا مان ٹوٹ گیا۔ اس نے خاموشی سے کمرے کا دروازہ کھولا۔ پلوشہ اس سے لپٹ گئی

"تیمور میں نے کچھ نہیں کیا "

"میں تمہیں تمہاری امی کے گھر چھوڑنے جارہاہوں" اس نے بس اتنا کہا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اس کی امی کے گھر چھوڑ آیا۔

کچھ دنوں بعد ہی تیمور نے اسے طلاق بھی دے دی تھی۔ یہ بات ہمیشہ دبی ہی رہ جاتی اگر تیمور کی منجھلی بہن کے ہاں اولاد نہ ہوتی۔ جب تیمور کی بہن نے اپنی اولاد دیکھی تو وہ سانس لینا بھول گئی۔

ان کے بے بی کی پری مچیور ڈیلیوری تھی۔ اس بچے کے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں آپس میں جڑی تھیں۔ آنکھوں کی پتلیاں سفید تھیں۔ جسم پہ نیلے دھبے تھے۔ وہ اپنی ہی اولاد کو زیادہ دیر دیکھ نہ سکیں۔ ان کے کان میں نرس کی آواز پڑی

"اللہ معاف کرے" اس نے جھرجھری لے کر کہا تھا۔ انہوں نے خالی نظروں سے نرس کو دیکھا پھر وہ بلند آواز میں رونے لگیں۔ بڑی آپا اور تیمور کی چھوٹی بہن خود حواس بختہ رہ گئیں تھیں

بچے کو دیکھ کر۔۔۔۔۔ تیمور کمرے میں جب داخل ہوا اس نے اپنی بہن کو سینے سے لگا لیا اور بہن نے سینے سے لگ کر بغیر دیر کیے سب سچ بتا دیا

"وہ بے قصور تھی ہمیں ملازمہ نے بتا دیا تھا پر ہم خاموش رہیں اور تمہارے سامنے غلط بیانی کر دی اور دیکھو مجھے سزا مل گئی۔ مجھے پلوشہ کی ہائے لگ گئی" تیمور نے شاکی نظروں سے اپنی باقی دونوں بہنوں کو دیکھا جن کی نظریں جھکی تھیں۔ پھر تیمور سے وہاں نہ رکا گیا وہ ہسپتال سے نکل گیا۔ وہ بچہ زیادہ دیر زندہ نہیں رہا تھا۔

وہ ہسپتال سے سیدھا پلوشہ کے گھر آیا تھا۔ اس نے دروازہ بجایا۔ کچھ دیر میں ہی دروازہ کھل گیا سامنے پلوشہ کھڑی تھی۔ تیمور نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ لیے

"مجھے معاف کر دو میں نے تمہارا یقین نہیں کیا" پلوشہ نے اس کے منہ پہ دروازہ بند کر دیا۔

اس دن کے بعد سے تیمور اس سے معافیاں مانگ رہا تھا

"پر مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اب وہ مجھ سے کچھ مانگ ہی کیوں رہا ہے کیا طلاق کے بعد میرے پاس اسے دینے کے لیے کچھ بچا ہے۔؟" پلوشہ نے چادر سے چھپے چہرے سے زیرِ لب کہا اور دوبارہ رونے لگی۔ باہر رات ڈھلتی جا رہی تھی۔۔۔۔

_&&&&&&&&&&&&&&&&____

____

یہ صبح ملتان پہ گھرے بادلوں کو اپنے سنگ لیے چمکی تھی۔ ہوائیں تیز تیز چل رہی تھیں۔۔۔ محب کی حویلی کے لان میں لگے پھول جھوم رہے تھے۔ حویلی میں ابھی خاموشی سی تھی۔ بس کچن سے بوا کی آواز آ رہی تھی جس میں عجلت شامل تھی۔

مرحا اپنے کمرے میں کروٹیں لے رہی تھی پھر وہ آہستگی سے ہتھیلیوں کے بل بیڈ پہ نیم دراز ہو کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔۔۔۔کچھ دیر کمرے کو خمار آلود آنکھوں سے تکنے کے بعد اس نے اٹھ کر قدِ آدم کھڑکیوں سے پردے ہٹائے تو تحیر میں مبتلا سی کھڑی گہرے بادلوں سے چھپے آسمان کو دیکھتی رہ گئی۔۔۔وہ بے ساختہ بالکونی میں آگئی۔ جسم سے سرد ہوا ٹکرائی تو اس نے اپنی باہیں اپنے گرد لپیٹ لیں۔۔۔۔

سرد ہوائیں۔۔۔۔

سردیوں کا آغاز۔۔۔۔۔

بھید بھری شاموں کا آغاز۔۔۔۔۔

اداس شاموں کا آغاز۔۔۔۔

طمعِ خام کے دکھوں کا آغاز۔۔۔۔۔

مرحا نے گہرے گہرے سانس لیے پھر وہ پلٹی کمرے میں آ کر اپنا دوپٹہ لیا اور نیچے لاؤنج میں آگئی۔۔۔ آنے سے پہلے اس نے محب کے کمرے میں جھانکا تھا پر وہ شاید فریش ہو رہا تھا۔ نیچے آتے آتے ہی اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ آج کالج نہیں جائے گی۔ مرحا اس لیے سیدھی کچن میں چلی گئی

"بوا۔؟" اس نے اندر داخل ہو کر بوا کو پکارا۔ بوا پراٹھے بنا رہی تھیں۔ صبح کا ناشتہ وہ اپنے ہاتھ سے بنایا کرتی تھیں کچن کی صفائی وغیرہ ملازمائیں کرتی تھیں۔

"مرحا میں تمہیں اٹھانے ہی آ رہی تھی" بوا نے اسے دیکھ کر کہا۔

"میں آج کالج نہ جاؤں۔؟" اس نے کچھ ڈر کے پوچھا

"ہاں میں تمہیں اسی لیے ہی اٹھا رہی تھی کہ تم آج کالج نہ جاؤ" مرحا کو دھچکا لگا تیزی سے آگے بڑھ کر بوا کا رخ اپنی جانب کیا۔ ان کا ماتھا چھوا

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے۔؟" چہرے پہ فکرمندی لا کر پوچھا

"ارے پیچھے ہو جاؤ کیا ہر وقت ڈرامے کرتی رہتی ہو" بوا نے اسے ہلکا سا دھکا دیا اور دوبارہ پراٹھوں کی جانب متوجہ ہو گئیں۔

"میں آج اسلام آباد جا رہی ہوں" یہ دوسرا جھٹکا تھا مرحا کے لیے

"میں بھی جاؤں" اس نے پہلے یہ کہنا ضروری سمجھا پھر دوسری بات کہی "پر کیوں جا رہی ہیں آپ وہاں۔؟ "

"وانیہ کے ابو کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ہسپتال میں داخل ہیں۔ دو چار دن کے لیے میں وہاں جا رہی ہوں اور تم گھر میں رہو گی۔ تمہارا وہاں کوئی کام نہیں ہے "

"میرا یہاں بھی کوئی خاص کام نہیں" اس نے پر سکون انداز سے کہا

"تمہارا یہیں کام ہے کالج کی چھٹیاں اس لیے کروا رہی ہوں تا کہ تم گھر رہ کر گھر کا دھیان رکھ سکو" بوا نے پراٹھے بنا لیے ملازمہ کو اشارہ کرتیں وہ مرحا کے ساتھ باہر آ گئیں۔ ڈائننگ ٹیبل کی سربراہی کرسی کھینچ کر بیٹھیں اور اپنی بات جاری کی

"تم گھر رہنا گھر کا دھیان رکھنا محب کے لیے کھانا وغیرہ بنانا ہو گا تم اپنی نگرانی میں بنوانا تمہیں پتہ ہے نا گھر میں جب مالک نہیں ہوتے تو ملازم لاپرواہ ہو جاتے ہیں اور تمہیں محب کا بھی پتہ ہے وہ کچھ کہتا نہیں باہر سے کھالیتا ہے اور میں نہیں چاہتی وہ باہر سے کھائے اس لیے تم گھر میں رہ کر یہ سب دیکھو گی" اتنا کہہ کر رکیں۔ مرحا ساتھ والی کرسی پہ بیٹھ چکی تھی مرحا کو دیکھا

" سمجھیں۔؟" مرحا نے ہلکا سا سر ہلا دیا

"پر آپ چار دن کے لیے کیوں جا رہی ہیں۔؟" وہ اداس لگنے لگی تھی

"دیکھو مرحا وہ ہمارے سگے ہیں اور میں ایک آدھ دن کے لیے نہیں جا سکتی۔ مجھے سفر سے اختلاجِ قلب ہوتا ہے دو دن تک تو طبیعت نہیں سنبھلتی اس لیے میری مجبوری ہے "

"میرا دل کیسے لگے گا اکیلے۔؟" اس نے چہرہ جھکا لیا۔

"لو یہ کیا بات ہوئی میری بچی میں جلدی آجاؤں گی" انہوں نے مرحا کا ہاتھ تھام کر کہا۔ بوا اور اس کی ایک منٹ نہیں بنتی تھی پر وہ ایک دوسرے کے بغیر رہ بھی نہیں پاتی تھیں۔ مرحا نے چہرہ اٹھایا تو آنکھیں نم تھیں۔

"تم روؤ گی تو میں جا نہیں سکوں گی مرحا" وہ کھڑی ہو کر اسے اپنے ساتھ لگا کر بولیں اتنے میں محب بھی ڈائننگ ہال میں داخل ہو گیا

"کیا ہوا اسے۔؟" آتے ہی مرحا کو بوا سے لپٹے دیکھا تو فکر مندی سے بولا۔ مرحا نے گردن ترچھی کر کے محب کو دیکھا۔ وہ ہلکی آسمانی شرٹ اور سفید ٹراؤزر پینٹ میں ملبوس تھا۔ گیلے بال کچھ ماتھے پہ بکھرے تھے۔ کالی آنکھوں پہ چشمہ تھا اور وجیہہ ہلکی داڑھی مونچھوں والا چہرہ دھلا دھلایا خوبرو لگتا تھا۔

"بوا جا رہی ہیں میرا دل نہیں لگے گا "

"مرحا میں ادھر ہی ہوں گا" وہ بھی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا۔

"آپ آفس نہیں جائیں گے۔؟ "

"جاؤں گا پر جلدی آجایا کروں گا۔بس آج بوا کو چھوڑ کر آجاؤں تو پھر کچھ کام ہیں آفس میں وہ نمٹا کر جلدی آنے کی کوشش کروں گا"

"کوشش "مرحا نے دوہرا کر دوبارہ بوا کے گردن بانہیں حائل کر لیں۔

"اچھا میں جلدی آجاؤں گی اب ناشتہ کر لو پھر میں نے جانا بھی ہے "بوا نے اس کے آنسوں صاف کیے اور محبت سے کہا تو وہ بس سر ہلا کر رہ گئی۔

ناشتے کے بعد بوا کو محب ائیر پورٹ چھوڑ آیا تھا اسلام آباد سے وانیہ کا شوہر انہیں پک کرنے کے لیے آگیا تھا۔

محب ان کی فلائٹ کے پروان کرنے کے بعد گھر آیا۔ آفس کے لیے تیار ہوا اور لاؤنج میں بیٹھی مرحا کو کہا

"میں نے سفینہ کو کہہ دیا ہے میں جب تک نہیں آؤں گا وہ تمہارے ساتھ ہی رہے گی۔ میں جلدی آجاؤں گا۔شام کو آتے ہوئے تمہارے لیے کچھ لے کر آؤں۔؟" وہ اس کے سامنے کھڑا ہو کر پوچھ رہا تھا۔

"نہیں میرا دل نہیں کر رہا" محب کو اندازتھا جواب یہی ہو گا پر شام تک مرحا کا دل بدل جائے گا اس لیے وہ سر ہلا کر چلا گیا۔

_&&&&&&&&&&&&&&&&_______________________

____

وہ بوا کے جانے کے بعد کافی بور ہو گئی تھی۔ پورا دن جب ڈھل گیا تو رات حویلی کو اپنے آغوش میں بھرنے لگی۔ وہ لاؤنج میں آبیٹھی اور گھڑی کو دیکھنے لگی پر وقت نہ گزرتا تھا۔ کچھ دیر ٹی وی پہ دل لگانے کی کوشش کی پر ناکام رہی۔ پھر مرحا نے ریسیور اٹھا کر محب کا نمبر ملایا۔۔۔

"جی جی" محب کال اٹھاتے ہی بولا

"میں گھر بور ہو گئی ہوں آپ کب آئیں گے۔؟" اس نے جھنجھلائی آواز میں کہا

"بچے بس تھوڑی دیر میں آ رہا ہوں۔ تم بتاؤ کچھ لاؤں تمہارے لیے۔؟" وہ ازل کی محبت سے پوچھنے لگا

"آپ جلدی آجائیں بھئی مجھے ڈر لگتا رات میں اکیلے" اس کا انداز ویسا ہی تھا۔

"ڈر کس بات۔؟ تمہارا اپنا گھر ہے اور گھر میں باقی سب تو ہیں سفینہ اور باقی ملازم، مجھے بس تھوڑا سا کام زیادہ ہونے کی وجہ آج دیر ہو رہی ہے" محب نے وضاحت پیش کی

"ٹھیک آپ نہ آئیں اللہ حافظ، میں جب ڈر سے مر جاؤں گی تو لاش اٹھانے آجایئے گا" وضاحت رد ہو گئی مرحا نے برہمی سے ریسیور رکھ دیا۔ جو رکھتے ہی بجنے لگا

"نہیں کرنی مجھے آپ سے بات "

"یہ کہنے کے لیے کال ریسیو کی ہے۔؟" وہ محظوظ انداز میں بولا

"ہاں جی" معصومیت سے جواب، عقل کی کمی کا ثبوت

"چلو اچھا میں نے بھی نہیں کرنی تم سے بات" محب کا لہجہ نروٹھا سا ہو گیا۔ مرحا کی آنکھیں پھیل گئیں۔۔۔

"کیوں؟ کیوں؟ میں نے کیا کیا ہے بتائیں زرا۔؟" اس نے لڑنے والے انداز سے پوچھا۔ حویلی سے دور اس اونچی عمارت کے کیبن میں بیٹھے محب نے اپنی فائلز سمیٹیں، موبائل ایک ہاتھ سے تھام رکھا تھا

"کیونکہ تم مجھ سے ہر وقت لڑتی ہو۔ بہت گندی ہو گئی ہو تم" وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔ فائلز سمیٹ کر اس نے میز پہ رکھیں۔ اپنا کوٹ اور گاڑی کی چابی اٹھائی اور کیبن سے نکل گیا

"میں موں نہیں لڑتی آپ میری اب کوئی بات نہیں مانتے آپ بدل گئے ہیں محب" وہ اداس سی ہو گئی۔ اب کی بار لفٹ میں جاتا ہوا محب حیران ہوا

"میں ؟" تعجب سے پوچھا۔ مرحا بولی نہیں بس ریسیو کان سے لگا کر سر ہلا دیا جیسے وہ دیکھ رہا ہو۔

دوسری جانب محب نے لفٹ کا بٹن دبایا اور بولا

"میں کیسے بدل گیا۔ ؟ "

" آپ۔ ؟" وہ سوچنے لگی۔ "ہاں" سر پہ ہاتھ مارا جیسے محب کی کوئی غلطی یاد آگئی ہو " آپ میری بات نہیں مانتے میں کتنے عرصے سے کہہ رہی ہوں مجھے موبائل لے دیں پر آپ سنتے ہی نہیں میں کسی دن گم ہو جاؤں گی پھر آپ کو ملوں گی بھی نہیں " اسنے ڈرایا

"میں تمہیں ہر جگہ سے ڈھونڈ لوں گا تم اس بات کی فکر نہ کرو اور جہاں تک موبائل کی بات ہے " وہ اتنا کہہ کر رکا۔ فلٹ سے نکلا " وہ میں تمہیں تب لا کر دوں گا جب تم انٹر پاس کر لو گی "

"یعنی اگلے جنم " مرحا کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ اس نے اپنی زبان دانتوں میں دبائی۔

محب جو فلٹ سے اتر کا پارکنگ کی جانب جا رہا تھا اس بات پہ چونکا

"کیا۔ ؟ "

"کچھ نہیں آپ پلیز لادیں نا مجھے موبائل میری ساری دوستوں کے پاس ہے میں نے سلفیاں لینی ہوتی ہیں بوا نہیں دیتی اپنا موبائل" وہ اپنے دکھڑے سنانے لگی۔ محب نے پارکنگ میں آکر اپنی گاڑی کا لاک کھولا اور بیٹھ کر بولا

"تم شاید بھول رہی ہو تم میرے موبائل کو اپنے موبائل سے زیادہ استعمال کرتی ہو اور اس کی گیلری میں صرف تمہاری ہی تصویریں ہیں" اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے سڑک پہ ڈال لی تھی۔

" صحیح ہے بچو اللہ پوچھیں گے آپ کو بھی کیسے مجھے تنگ کرتے ہیں آپ پھر کہتے ہیں آپ کو مجھ سے پیار ہے" یہ بات اس نے سوچ سمجھ کر نہیں کہی تھی بس جذبات میں نکل گئی۔

"میں سچ کہتا ہوں "

"نہیں آپ جھوٹ کہتے ہیں "

"تمہیں کیسے یقین آئے گا۔؟ "

"آپ مجھے موبائل لادیں" مرحا نے اپنا الو سیدھا کرنا چاہا اور محب نے دوسری جانب سے کہا

"ہاہاہا ویری فنی میرا بو نگا بے بی آپ بھول رہی ہیں محب آپ سے سترہ سال بڑے ہیں۔ آپ اپنے محب کو گھما پھرا نہیں سکتیں سمجھیں۔؟" مرحا نے غصے سے لب بھینچ لیے

"آپ بہت برے ہیں محب "

"پہلے صرف گندا تھا اب برا بھی۔؟" محب نے آخری موڑ کاٹا اور حویلی کے گیٹ سے گاڑی لے کر اندر داخل ہو گیا

"ہاں جی آپ، آپ۔۔ بھوت بھی ہیں اور غصیل بھی جب آپ غصہ کرتے ہیں تو مجھے آپ ایلین لگتے ہیں، آپ کا ناک اس وقت سرخ ہو جاتا ہے اور کان لمبے آپ عینک والا جن لگتے ہیں اور۔۔ اور" مرحا سوچنے لگی اور کیا کیا کہے محب کو وہ

"اور؟ آگے۔؟" لاونج میں یکدم گونجنے والی گھمبریں سنجیدہ آواز سے وہ اچھلی ہی تو پڑی تھی ریسیو چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا۔ اس نے سامنے دیکھا۔ محب بالکل سنجدہ کھڑا تھا کان سے

موبائل ہٹالیا تھا۔ قدم قدم چلتا وہ مرحا کے سامنے آگیا۔ سینے پہ بازو لپیٹے اور مرحا کو دیکھا۔

بھنیوں اوپر اچکا کر سر کو ہلایا یعنی اب بولو۔ مرحا نے تھوک نگلا

"اور بس۔!" ریسیور رکھا صوفے پہ ہی سیمٹ گئی۔ معصومیت سے آنکھیں پٹ پٹائیں پھر

دانت نکلا کر زبر دستی کا ہنسی

"کیسا لگا میرا انداق۔؟" محب نے کوئی ردِ عمل نہ دیا وہ ویسے ہی سپاٹ چہرے سے اسے دیکھتا رہا

"اچھا نہیں لگا محب آپ کو۔؟" دوبارہ تھوک نگلا۔ محب نے جواب نہ دیا

"میں مذاق ہی کر رہی تھی" مرحا نے جھوٹ بولا

"میری اتنی ساری برائیاں گنوا کر۔؟" اس کے لہجے میں کوئی لچک نہ تھی۔ مرحا کا دل دھک

دھک کرنے لگا۔ وہ کیوں اتنا بول گئی

"میں رونے لگا جاتی ہوں جب آپ مجھے یوں غصے سے دیکھتے ہیں" اس نے بتایا

"ضرور تمہیں ڈر لگنے لگ جاتا ہو گا کیونکہ غصے میں، میں ایلین لگتا ہوں، میرا ناک سرخ ہو جاتا ہے اور میرے کان لمبے ہیں نا۔؟"

"مجھے اب رونا آرہا ہے" اسے اب سچ میں محب کی اتنی سنجیدگی سے ڈر لگنے لگا تھا۔

"پھر۔؟"اس نے پوچھا

"میں آپ کے گلے لگ جاؤں۔؟" آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو بھر کر اس نے پوچھا تو محب فوراً ہڑبڑا گیا

"میں مذاق کر رہا تھا مرحا" وہ بے اختیار اس کے قریب بیٹھا تو وہ اس کے گلے لگ کر رونے لگی

"سوری" مرحا نے رونے کے درمیان کہا

"مرحا پاگل، میں تو بس مذاق کر رہا تھا تم۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑی مرحا کو خود سے جدا کیا "پاگل ہو گیا میں مذاق کر رہا تھا" اس نے اسکے آنسو صاف کیے۔ مرحا کی آنکھیں دوبارہ بھر گئیں

"میں بوا کو بتاؤں گی آپ نے مجھے ڈانٹا ہے" اس نے محب کے ہاتھ پیچھے کر دیے

"مرحا یار یہ کیا بات ہوئی۔؟ میں مذاق کر رہا تھا سچ میں" محب مرحا کو اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ محب کے کچھ کہنے پہ بھاگ کر بوا کے پاس جاتی تھی اور بوا کے کچھ کہنے پہ وہ محب کے پاس آتی تھی اور جب بوا کہیں چلی جاتی تھیں تو وہ سچ میں سولہ سال والی مرحا بن جاتی تھی جو رو رو کر کہتی "مجھے بوا یاد آ رہی ہیں" اور محب اس کی دلجوئی کرتا رہتا تھا

"میں صبح لے جاؤں گا ٹھیک ہے۔؟" مرحا تب مان جاتی تھی پر اب وہ کہہ رہی تھی

"نہیں میں ابھی کال کروں گی" گیلی سانس اندر کھینچ کر کہا۔ ریسیو اٹھا لیا۔ محب نے تیزی سے اسکے ہاتھ سے ریسیور لیا

"مجھ سے غلط ہو گئی سزا دے دو" یہ آخری حل ہوتا تھا محب کے پاس وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اسے اب مرحا کی کوئی بھی بات ماننی پڑے گی

"مجھے باہر جانا ہے اور آئسکریم کھانی ہے" مرحا نے ہتھیلیوں سے آنسو صاف کیے

"کچھ اور" محب نے سر نہ میں ہلا دیا

"سزا میں مرضی نہیں ہوتی" دوپٹے سے آنکھیں رگڑیں

"تم بہت میسنی ہو مرحا" اس نے اب سچ مچ والے غصے سے دانت کچکچائے

"آپ بھی ہیں" مرحا نے سر جھٹک دیا "اب لے کر جا رہے ہیں یا میں بوا کو کال کروں۔؟" اس نے دھمکی دینے والے انداز سے کہا محب نے چشمے کے پیچھے موجود اپنی کال چھوٹی آنکھوں سے اسے گھورا

"گھورنا منع ہے محب" بے نیازی سے مرحا نے کہا تو وہ تنے اعصاب سے کھڑا ہو گیا

"بس ایک آئسکریم اور اس کے بعد میں تمہیں سوپ بنا کر دوں گا تم وہ پی کر سوؤ گی سمجھیں۔؟ "

"سوپ وپ نہیں" مرحا نے احتجاج کیا

"پھر آئسکریم وائسکریم بھی نہیں "

"میں بوا کو کروں کال۔؟"مرحا نے کمر پہ دونوں ہاتھ رکھ لیے محب نے سامنے کھڑی لڑاکا کو دیکھا

"کر دو میں بھی پھر تمہاری کبھی سائیڈ نہیں لوں گا جب بوا تمہیں ڈانٹیں گی تو"محب نے رخ موڑ لیا۔مرحا کا تیزی سے دماغ چلنے لگا

"اچھا ٹھیک ہے معاف کیا آپ کو بس آئسکریم کھلا دیں میں

سوپ بھی پی لوں پر تھوڑا سا۔ٹھیک ہے۔۔؟"محب نے سر ہلا دیا

"چلو جاؤ منہ دھو کر آؤ رونے کے بعد بالکل گندی والی بھیڑ لگتی ہو کوجی "

"اور آپ غصہ کرنے کے بعد بھیڈو"وہ کہہ کر تیزی سے چلی گئی اور محب اس کے اس ترکی بہ ترکی جواب پہ چونکا پھر ہنس دیا

"دن بدن تیزی ہوتی جارہی ہے یہ" اس نے سر جھٹک دیا۔ اسے وہ تیز تو لگنے لگی تھی پر وہ بڑی بھی ہوگئی یہ نہیں لگتا تھا۔

________________________&&&&&&&&&&&&&&&&&&______

____

ملتان پہ گہری خاموش رات ڈھل رہی تھی۔ وہ محب کے ساتھ آئسکریم کھا کر حویلی میں داخل ہوگئی تھی۔

" دیکھا باہر کتنی سردی ہورہی تھی اس لیے منع کرتا ہوں آئسکریم کے لیے اب سوپ پہ ڈرامے مت کرنا سمجھیں" وہ بولتا ہوا اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ مرحا نے گندا سا منہ بنایا

"میں تب تک سوپ نہیں پیوؤں گی جب تک میرے منہ سے آئسکریم کا ذائقہ نہیں جائے "

"اور اس ذائقے کو جانے میں ایک عمر لگ جائے گی میں جانتا ہوں تم ڈرامے بند کرو اور چلو میرے ساتھ کچن میں "

"نو جی میں تو کمرے میں جا رہی ہوں آپ بنا کر لے آئیں" محب نے اسے حیرت سے دیکھا وہ دونوں لاؤنج میں آ کھڑے ہوئے تھے۔

"میں تمہارا ملازم ہوں۔؟ "

"آپ میرے محب ہیں" وہ شریر لہجے سے بولی۔ محب مسکا دیا

"اچھا چلو پھر اپنے محب کو کمپنی دو" اس نے اپنائیت سے مرحا کا ہاتھ تھاما اور چلنے لگا۔ وہ دونوں کچن میں آ گئے تھے۔ محب نے اپنا کوٹ اتارا۔ شرٹ کی آستینیں اوپر چڑھائیں۔ ٹائی کا ناٹ ڈھیلا کیا اور پین کو چولہے پر رکھ دیا۔ وہ سوپ بنانے لگا تھا۔ مرحا اسے دیکھنے لگی۔ وہ اپنے کام میں مصروف تھا۔ اور مرحا اسے دیکھنے میں، وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ کتنی فکر ہے ان آنکھوں میں مرحا نے دل میں سوچا۔

"محب" اس نے دھیرے سے محب کو پکارا محب نے مصروف انداز میں سر ہلا دیا۔

"میں آپ کو ایک سرپرائز دوں گی "

"کب۔؟" اس کا انداز ویسا ہی تھا

"کل جب آپ آفس سے آئیں گے"

"سچی۔؟" اس نے نظریں اٹھا کر مرحا کو دیکھا۔ مسکراتی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ بال ماتھے پہ بکھرے تھے۔ گال کا ڈمپل گہرا سا تھا۔ وہ بہت خوب صورت تھا۔ اس پہ ہر چیز جچتی تھی۔

"جی مچی۔ آپ کل کب آئیں گے آفس سے۔؟"

"جب تم کہو گی"

"ٹھیک ہے پھر میں آپ کو کال کر دوں گی" محب نے سر ہلایا اور گرم سوپ کو پیلے میں نکال لیا

"چلو اب شاباش اسے پیؤ پھر سونا بھی ہے تم نے" اس نے پیلا مرحا کے سامنے کیا اور مرحا پہ نیند غالب آنے لگی۔ محب اسے ڈانٹ ڈانٹ کر اپنی نظروں کے سامنے سوپ پلاتا رہا۔ یہ رات ان کے درمیان بے تکلفی کی آخری رات تھی۔ ڈائننگ ہال کی کھڑکی سے جھانکتی رات نے یاسیت سے آنکھیں نم کر کے کہا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&

&&&&

اگلی صبح محب کی حویلی پہ پچھلی صبح جیسی ہی گھرے بادلوں سے اٹی ہوئی تھی۔بس فرق اتنا تھا کہ پچھلی صبح حسین دلفریب تھی اور یہ صبح اداس تھی۔۔۔محب نے ناشتہ مرحا کے ساتھ کیا اور آفس چلا گیا۔آج مرحا اسے پورچ تک چھوڑنے آئی تھی۔محب کی کار جب حویلی سے نکل گئی تو وہ بھاگ کر اندر داخل ہوئی۔

"مجھے ڈھیر سارے گلاب چاہیں" اس نے ڈرائیور کو پیسے دے کر کہا۔ڈرائیور سر ہلا کر چلا گیا۔وہ محب کے کمرے میں آگئی تھی۔اس نے آتے ہی ملازمہ سے نئی بیڈ شیٹ منگوائی اور کمرے کی صفائی میں جت گئی۔

"بوا کہتی ہیں محب کو گھر کے کام کرنے والی لڑکیاں اچھی لگتی ہیں جو گھر کو صاف رکھتی ہیں" اب پتہ نہیں یہ سچ تھا یا بوا کا مرحا کو سگھڑ بنانے کا طریقہ، پر جو بھی کام کر رہا تھا بلکہ مرحا سے

کام کرواراہا۔ اس کے کمرے کی صفائی کرتے ہوئے ہی ڈرائیور نے گلاب کے پھول لا دیے۔ مرحا نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور گہرا سانس لیا۔ خوشبو اچھی تھی۔

"پر محب کے پرفیوم کی خوشبو سے کم" وہ کہہ کر خود ہی ہنس دی۔

"باجی آج محب بھائی کی سالگرہ ہے۔؟" سفینہ نے اندر آکر پوچھا

"وہ تو گزر گئی" مرحا نے پھولوں کو ایک طرف رکھا۔

"پھر آج کیا ہے۔؟" اس نے تجسس سے کہا

"اظہار کا دن" مرحا نے سفینہ کے شانے تھام کر کہا چہرہ سرخ ہو گیا۔ سفینہ کو سمجھ نہ آئی پر وہ مرحا کے ساتھ کام کروانے لگی۔ انہوں نے ہر دیوار پہ پھول لگائے۔ کمرے میں رکھی ٹیبل پہ پھول کی پتیوں کو پھیلا کر موم بتیاں جلا دیں۔ سائیڈ ٹیبلز پہ بھی پھول تھے۔ یکدم ہی پورا کمرہ گلاب کی خوشبو سے مہک گیا تھا۔ مرحا دو قدم پیچھے ہوئی کمرے کو دیکھا۔ جیسے مصور اپنی مصوری کو تخلیق کرنے کے بعد دیکھتا ہے۔ اس کے چہرے پہ دفعتاً مسکان پھیل گئی تھی۔ کمرہ

بہت پیارا لگ رہا تھا۔ اس نے کھڑکیوں کے پردے گرا دیے۔ کمرے میں اندھیرا چھا گیا تھا۔ باہر بھی بادلوں والی دوپہر باسی ہونے لگی تھی بادل سیاہ تھے جیسے ابھی برسیں گے۔ مرحا لاؤنج میں آئی اور محب کو لاؤنج میں رکھے فون سے کال کی

"آجائیں محب" اس کا دل بری طرح دھک دھک کر رہا تھا

"ٹھیک ہے بس بیس منٹ میں آرہا ہوں" وہ عام سے انداز میں بولا۔ مرحا نے فون رکھ دیا اور اپنے کمرے میں آگئی۔

بیگ سے رجسٹر اور قلم نکالا رجسٹر کا صفحہ پھاڑ کر وہ اسے رجسٹر پہ رکھ کر میز پہ آبیٹھی۔۔۔۔

ایک خط محب کے نام۔۔۔۔

ایک خط محبت کے نام۔۔۔

اس نے سوچ کر قلم رجسٹر پہ گھسیٹنا شروع کر دیا۔۔۔۔ چہرے کی خوشی ہر لفظ سے بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔۔

___&&&&&&&&&&&&&&______________________________

____

آسمان پہ گہرے بادل اب کالے ہوتے جا رہے تھے۔ موسم خراب سا ہو گیا تھا۔ محب کے آفس کی عمارت اس اندھیرے میں کھڑی بے بسی سے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ جو بالکل رونے کو تیار لگتا تھا۔ محب نے کیبن کے شیشے کی دیوار سے باہر کے خراب موسم کو دیکھا تو عجلت میں کھڑا ہو گیا۔ اسے جلدی گھر پہنچنا تھا۔ مرحا گھر اکیلی ہو گی۔۔۔۔ مرحا آج کے بعد اکیلی ہی رہ جائے گی۔

اس نے کانچ کی ٹیبل سے اپنی گاڑی کی چابی اٹھائی اور کیبن سے نکل گیا۔ پیچھے اس کے اندھیرا اور خاموشی رہ گئی۔۔۔

+************************************+

ایک خط محبت کے نام۔۔۔۔۔

ایک خط محب کے نام۔!

جانِ مرحا۔۔۔

یا کہوں تمہیں جہانِ مرحا۔۔۔

تم کیا بن گئے ہو اس کے۔۔۔

یہ کیسے تمہیں بتائے مرحا۔۔۔

پر حالِ دل بتانا ضروری ہے۔۔۔

کیسے دل کا حال چھپائے مرحا۔۔۔

میرے محب۔۔۔۔۔صرف میرے محب۔۔۔۔

"کہاں سے شروع کروں میں اپنی بات محب؟ سمجھ نہیں آرہا۔میں بہت مشکل میں ہوں۔دل گنوا کر میں نے آپ کو پایا ہے محب۔میں نے آپ کو اپنا دل دے دیا یا خود یہ آپ کی طرف کھنچ گیا مجھے پتہ ہی نہ چلا۔

مجھے آپ سے محبت ہے۔اس بات کو جاننے میں مجھے اتنی دیر پتہ نہیں کیسے لگ لگئی۔ "

+ ✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻ +

وہ اٹھ کر الماری کی جانب بڑھی۔کمرے میں خاموشی تھی۔کھلی کھڑکی سے گھرے سیاہ بادل اسے دیکھ رہے تھے۔جس نے الماری سے سفید سلک کا فراک اور تنگ پاجامہ نکال اور فریش ہونے چلی گئی۔

فریش ہو کر جب وہ نکلی تو سیدھی سنگھار میز کے سامنے آرکی۔گیلے بالوں کو خشک کرنے کے بعد اس نے چہرے پہ میک اپ کرنا شروع کیا۔

آہو چشم کو کاجل سے لبریز کیا۔۔۔۔لبوں پہ تیز میرون لپ اسٹیک لگئی۔۔۔۔ گالوں پہ بلیشر لگا کر اس نے کھلے بالوں سنوارے اور انہیں کمر پہ پھیلا لیا۔لمبے سیاہ بال کمر کو چھپا گئے تھے۔

مرحا نے ہاتھوں میں رنگین چوڑیاں پہننا شروع کیں اور دونوں کلائیاں چوڑیوں سے بھر گئیں۔۔۔بیڈ پہ رکھے شفون کے دوپٹے کو سینے پہ پھیلا کر اس نے ہیلز کو پیروں میں اڑس کر خود کو شیشے میں دیکھا۔۔۔۔۔مرحا کے چہرے پہ شرماہٹ پھیل گئی۔۔۔وہ آج بہت حسین لگ رہی تھی۔۔۔وہ بالکونی میں آکر کھڑی ہو گئی اور گیٹ کو دیکھنے لگی اور محب کا انتظار کرنے لگی۔۔۔۔۔

+**+

محب کی گاڑی سڑک پہ دوڑ رہی تھی۔وہ سامنے نظریں جمائے ہوئے تھا۔اس کے چہرے پہ کوئی خاص تاثر نہ تھا۔حویلی کی جانب مڑنے والے موڑ پہ گاڑی کو کرتے اس نے ڈیش بورڈ پہ

رکھے اپنے موبائل کو دیکھا۔اسے پتہ تھا اگر وہ پانچ منٹ اور گھر نہ پہنچا اور بارش برسنے لگی تو مرحا اسے روتی ہوئی ملے گی۔۔۔اس نے گاڑی کی سپیڈ اور تیز کرلی۔۔۔۔

+ ✲ +

"لیکن میں اب جان گئی ہوں کے میں صرف آپ ہی کی ہوں اور آپ میرے۔۔۔۔میں جب بھی آپ کو دیکھتی ہوں تو مجھے لگتا ہے جیسے آپ کی آنکھوں میں میری دنیا ٹھہر گئی ہے۔۔۔۔مجھے آپ کی آنکھیں اچھی لگتی ہیں۔میں جھوٹ کہتی تھی کہ آپ غصے میں ایلین لگتے ہیں۔۔۔۔ آپ کا ناک بھی بہت پیارا ہے۔۔۔۔وہ سرخ نہیں ہوتا۔۔۔۔نہ ہی کان لمبے ہوتے ہیں۔۔۔۔ آپ بہت پیارے ہیں محب۔۔۔۔ آپ میں بس جھوٹ کہتی تھی۔۔۔۔مجھے آپ کا غصہ پسند ہے۔۔۔۔ آپ کی ڈانٹ اچھی لگتی ہے۔۔۔۔میرے آنسوؤں پہ آپ کے چہرے کی بے چینی اچھی لگتی ہے"۔۔۔

+ ✲ +

مرحا کچھ دیر باہر بالکونی میں کھڑی گیٹ کو دیکھتی رہی۔۔۔ پھر وہ اندر کمرے میں واپس آگئی۔۔۔ وہ ابھی اندر داخل ہی ہوئی تھی کہ گیٹ پہ ہارن کی آواز آئی۔۔۔ مرحا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔۔۔

"محب آگئے" وہ بے ساختہ بالکونی کی طرف گئی۔۔۔ پورچ میں محب کی گاڑی رک گئی تھی۔ وہ گاڑی سے نکل کر اب اندر جارہا تھا۔۔۔ مرحا کے دل کی ڈھڑکنیں محب کے ہر قدم پہ تیز ہو رہی تھیں۔۔۔ وہ بالکونی سے دوبارہ کمرے میں آگئی۔۔۔

خود کو دوبارہ شیشے میں دیکھا۔۔۔

+ ✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻ +

محب اپنے کمرے میں داخل ہوا تو دھک سے رہ گیا۔۔۔ اس کی آنکھیں تعجب سے پھیل بھی نہ سکیں۔۔۔ گلابوں کی خوشبو اس کی سانسوں میں گھلنے لگی تھی۔۔۔ اس کے قدم سست پڑ گئے تھے۔۔۔ جلتی موم بتیاں جھل ملا رہی تھیں۔۔۔ کمرے میں خواب ناک اندھیرا

تھا۔۔۔۔اس میں لائٹ روشن کرنے کی بھی ہمت نہ رہی۔۔۔۔وہ چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا اور ایک ہاتھ سے پردے دھکیلے۔۔۔۔کمرے کا ماحول مزید واضح ہو گیا۔۔۔۔باہر بادلوں نے دکھ سے آنکھیں چرائی تھیں۔۔۔۔وہ گرجنے لگے تھے۔۔۔۔

محب کی آنکھیں کمرے کی ایک ایک چیز کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔۔پھر اس کی نظریں ایک جگہ ٹھہر گئیں۔۔۔۔جہاں ایک سفید کاغذ رکھا تھا۔۔۔۔وہ اس کی جانب بڑھا۔۔۔۔

+*******************************+

"اور آپ کو پتہ ہے مجھے آپ کی ہر چیز کیوں اچھی لگتی ہے؟کیونکہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔جیسے آپ کو میری ہر شیطانی اور ضد سے محبت ہے جیسے آپ کو مجھ سے محبت ہے مجھے بھی آپ سے ویسی ہی محبت ہے۔۔۔۔آپ نے کہا تھا کہ میں آپ کا ہاتھ لوں گی تو آپ مجھے کبھی نہیں چھوڑیں گے۔۔۔۔میں نے آپ کی مان لی محب میں نے آپ کو اپنا دل دے کر آپ کا ہاتھ تھام لیا ہے"۔۔۔۔

+***+

سفید آنچل جھاڑو دیتا فرش پہ جا رہا تھا۔۔۔اونچی ہیل والی مرحا سفید پری کی مرحا چلتی محب کے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی۔۔۔دل بے اختیار سا ہو رہا تھا۔۔محب کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔۔۔اس کے قدم سست ہو گئے۔۔۔وہ آہستگی سے کمرے میں داخل ہو گئی۔۔۔۔

+***+

"اب آپ مجھے کبھی نہ چھوڑیئے گا محب۔۔۔میں آپ کے بنا نہیں رہ سکوں گی۔۔۔مجھے اپنے قریب کر لیں اتنا کہ میرا ہر خوف دور ہو جائے۔۔۔آپ کی مرحا آپ کو دل دے چکی ہے اب آپ نے اسے سنبھال کر رکھنا ہے اور میں جانتی ہوں آپ ایسی ہی کریں گے"

" آپ کی اور فقط آپ کی مرحا"

آخری الفاظ پہ نظریں ٹھہر گئیں۔۔۔۔۔ وہ ہلنا تک بھول گیا تھا۔۔۔ کسی پتھر کے مجسمے کی طرح وہ شل کھڑا تھا۔۔۔ چہرہ اچانک ہی زرد پڑ گیا تھا۔۔۔۔ گلے میں کانٹے اگ آئے تھے۔۔۔

کمرے میں آہٹ ہوئی تو وہ ویسے ہی دھیرے سے مڑا۔۔۔ سامنے کھڑی لڑکی۔۔۔ کیا یہ وہی تھی۔؟ جسے وہ کل تک جانتا تھا۔۔۔

"نہیں یہ وہ نہیں ہے" محب نے دل میں سوچا وہ اس کی جانب بڑھنے لگا۔۔۔

"مجھے آپ سے محبت ہے" گاڑی میں بیٹھی مرحا اسے کہہ رہی تھی۔۔۔ اسے یہ بات عام لگی تھی۔۔۔ بہت بار کہی ہوئی مرحا کی ایک بات۔۔۔۔ پر وہ عام نہ تھی۔۔۔ اس میں جذبات تھے۔۔۔

محب قدم اٹھاتا مرحا کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔۔۔

"میں آپ کے کاندھے سے کاندھا ملنا چاہتی ہوں"۔۔۔

"تم میرا ہاتھ تھام لو"

"آپ مجھے چھوڑ تو نہیں دیں گے۔۔؟"

"پاگل ہو ایسا کبھی نہیں ہو گا"۔۔۔۔ محب کو اپنے الفاظ یاد آئے۔۔۔۔اسے غلطی کا احساس ہوا۔۔۔۔

محب مرحا کے مقابل آر کا تھا۔۔۔۔اس نے مرحا کو دیکھا۔۔۔۔ جس کی نظریں جھکی تھیں۔۔۔۔

"مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے محب "اس نے سفید لباس والی لڑکی کو کہتے سنا۔۔۔۔جو اسے مقابل کھڑا دیکھ اس کی جانب بڑھی اور اس کے سینے سے لگ گئی۔۔۔۔اور محب کا سکوت ٹوٹ گیا۔۔۔۔آنکھوں کے سامنے چلتی فلم اب ختم ہو گئی تھی۔۔۔۔سانسوں میں شامل ہوتی گلاب کی خوشبو سے اسکا دم گھٹنے لگا تھا۔۔۔۔ہاتھ میں موجود خط کو اس نے مروڑنا شروع

کیا۔۔۔چہرے کے تاثر بدلتے چلے گئے۔۔۔۔آنکھوں میں اشتعال کے شعلے بھڑک اٹھے۔۔۔

اس نے مرحا کا بازو پکڑا اور ضبط سے خود سے اسے الگ کیا۔۔

"یہ کیا بکواس ہے۔؟"محب کے وجود میں ہلکی سی لرزش تھی۔۔ مرحا نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔۔کھڑکی سے آسمان کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔۔۔جہاں گہری تیرگی غالب آرہی تھی

"یہ بکواس نہیں ہے محب"اس نے چھوٹی کالی آنکھوں میں دیکھ کر کہا"مجھے آپ سے۔۔۔" محب نے اسکا بازو بے دردی سے پکڑا۔

"چپ"دانت پیس کر کہا"دوبارہ مت کہنا چلی جاؤ ادھر سے"مرحا دھک سے رہ گئی۔۔۔اس نے محب کو کبھی خود سے ایسے بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔

"محب یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔؟"اس نے بے یقینی سے پوچھا محب کی اس کے بازو پہ گرفت اور سخت ہو گئی

"میں نے کہا یہاں سے دفعہ ہو جاؤ"اس نے ایک ایک لفظ کو چبا کر کہا

"مجھے درد ہو رہا ہے محب"اس نے محب کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔۔ آواز میں تکلیف تھی

"میرے سامنے تم اب کچھ دیر مت آنا مرحا"اس نے گرفت ڈھیلی کی اور گہرا سانس لے کر کھڑکی کو دیکھنے لگا۔

"میں کیوں نہ آؤں محب آپ کے سامنے مجھے آپ سے محبت ہے"اس نے محب کے کاندھے پہ ہاتھ رکھا ہی تھا کہ وہ حلق کے بل چلایا

"اپنی بکواس بند کرلو مرحا"محب نے پوری قوت سے مرحا کے چہرے پہ تھپڑ دے مارا باہر زور سے بادل گرجے اور ٹپاٹپ بارش ہونے لگی۔ کھڑکی کے شیشے پہ وہ موٹے آنسوؤں کی طرح گر رہی تھی۔۔۔

"مجھے تم اس وقت زہر لگ رہی ہو دفع ہو جاؤ ادھر سے" مرحا جو تھپڑ لگنے سے تیورا کر زمین پہ گری تھی۔۔۔۔ ششدر رہ گئی۔۔۔۔ اس نے گال پہ ہاتھ رکھا۔۔۔۔ بال چہرے پہ آ گئے تھے۔۔۔۔ اس نے بمشکل محب کو دیکھنے کے لیے نظریں اٹھائیں۔۔۔۔ جو کسی بپھرے شیر کی طرح کھڑا تھا۔۔۔۔

"مح۔۔۔ محب۔۔۔۔" کانپتے لبوں سے بس اتنا ہی نکلا۔ محب جھکا اسے کلائی سے تھاما۔

"میں نے تمہیں کہا ہے میری نظروں کے سامنے سے دفع ہو جاؤ" وہ اسے کھینچتا ہوا دروازے تک لایا اور باہر کی طرف دھکیل دیا۔۔۔۔ مرحا کی کلائی کی ساری چوڑیاں ٹوٹ کر فرش پہ بکھر گئیں۔۔۔۔ چوڑیاں کو کانچ اسکی کالئی میں پیوست ہوا تھا پر مرحا کو فلحال اتنا ہوش نہیں تھا۔ وہ محب کو خوف سے دیکھ رہی تھی۔ کھڑی پہ بارش کے قطرے تیز تیز گر رہے تھے۔۔۔ مرحا کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

"محب۔۔۔۔؟" وہ اس کی جانب بڑھی

"مرحا یہاں سے چلی جاؤ" وہ دھاڑا۔ مرحا وہیں رک گئیں۔۔۔۔ آنسوں ٹوٹ کر چہرے پہ گرنے لگے۔۔۔ کاجل چہرے پہ پھیلنے لگا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے یہ سب لکھنے کی؟ تمہیں پتہ ہے میں تمہیں کیا مانتا ہوں۔؟" وہ اس کی جانب بڑھا مرحا سہم گئی اس نے مرحا کو دونوں شانوں سے پکڑا۔۔۔

"میں نے تمہیں اپنے بچے کی طرح پالا ہے اور آج تم میرے سامنے کھڑی ہو کر محبت کے دعوے کر رہی ہو" اس نے دانت پیس کر مرحا کو جھنجھوڑا

"کہاں سے سیکھی یہ ساری بکواس تم نے؟" اس کی آنکھیں جل رہی تھیں۔۔۔۔ مرحا کی ہچکیاں بندھنے لگیں۔۔۔۔

"تمہیں شرم نہیں آئی ایک بار بھی یہ سب لکھتے ہوئے؟" اس نے ہاتھ میں موجود خط کو مرحا کے سامنے لہرا کر کہا۔۔۔۔ ایک ہاتھ سے اسکا بازو جکڑ رکھا تھا۔

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔۔۔مجھے تم آج زہر لگ رہی ہو۔۔۔دفع ہو جاؤ یہاں سے

مرحا" اس نے مرحا کو ایک جھٹکے سے چھوڑا۔دو قدم پیچھے ہوا اور مرحا کے سامنے اس کے خط

کے پرزے کیے اور فرش پہ پھینک کر وہ وہاں سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔۔۔

مرحا نے نظریں جھکا کر پیر میں پڑے ٹکڑوں کو دیکھا۔۔۔اسے لگا جیسے یہ اس کے دل کے

ٹکڑے ہوں۔۔۔وہ وہاں بیٹھی۔۔۔اور ایک ایک ٹکڑا اٹھانے لگی۔۔۔ہتھیلی میں

سارے ٹکرٹے سمیٹ کر وہ کھڑی ہوئی اور شکستہ قدموں سے چلنے لگیں۔۔۔آنکھوں سے

مسلسل آنسوں بہہ رہے تھے۔۔۔محب کی انگلیوں کے نشان اس کے گال پہ ٹھہر گئے

تھے۔۔۔کاجل سارے چہرے پہ پھیل گیا تھا

"آپ مجھے کبھی نہیں مار سکتے" اسے اپنی اعتماد بھری آواز سنائی دی۔۔۔

وہ اپنے کمرے میں آگئی تھی۔۔۔دروازہ بند کیا اور اسے لاک لگا لیا۔۔۔اور وہیں رک

گئی۔۔۔اس میں چلنے کی سکت ختم ہو گئی تھی۔اس نے کمر دروازے سے ٹکائی اور بیٹھتی چلی

گئی۔۔۔اس نے بیٹھ کر اپنی مٹھی کھولی جس میں اس کی محبت کا خط تھا۔۔۔اس کی نظر ہتھیلی سے کلائی پہ رک گئی جہاں اب چار چوڑیاں رہ گئی تھیں اور کلائی سے خون نکل رہا تھا۔۔۔

"مجھے تم زہر لگنے لگی ہو دفع ہو جاؤ یہاں سے" مرحا نے کرب سے آنکھیں بھینچ لیں۔۔۔آنکھوں سے ایک بار پھر برسات برسنے لگی۔۔۔سسکیاں ہچکیوں میں بدل گئیں اور پھر وہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔۔۔۔

"محب میں آپ سے محبت کرتی ہوں" اس نے اس جملے کو حلق کے بل روتے ہوئے کہا۔ دروازے پہ اسکی چیخوں سے دستک ہونے لگی۔۔۔سفینہ دروازہ پیٹ رہی تھی۔۔۔اور اندر مرحا اپنا سر۔۔۔وہ کچھ دیر روتی رہی پھر وہ نیم بے ہوش سی ہو گئی۔۔۔اس نے آنکھیں کھولنا چاہیں پر وہ ناکام ہو رہی تھی۔۔۔آنکھوں کے سامنے محب کھڑا اسے تھپڑ مارتا نظر آ رہا تھا۔۔۔مرحا کا سر بھاری ہونے لگا تھا۔۔۔وہ بمشکل کھڑی ہوئی۔ دو قدم چلی ہی تھی کہ غش کھا کر فرش پہ گر گئی۔۔۔۔

__&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&__

محب اپنے کمرے میں سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔۔۔گلاب کے پھول فرش پہ گرے تھے جہاں مرحا کی چوڑیاں بھی بکھری تھیں۔۔۔۔

یہ سب کیا ہو گیا۔؟ کیا یہ سب ممکن ہے۔؟ نہیں

"مرحا نے یہ سب سوچ بھی کیسے لیا۔؟" اس نے بے بسی سے سوچا۔۔۔۔اس کا سر دکھنے لگا تھا۔۔۔بارش ویسی ہی برس رہی تھی۔۔۔ آسمان ویسے ہی رو رہا تھا۔۔۔

"محب بھائی" کمرے میں اچانک سفینہ پریشانی سے داخل ہوئی۔۔۔

"مرحا باجی" اس نے کانپتی آواز سے کہا محب نے چہرہ اٹھایا۔۔۔

"محب بھائی مرحا باجی دروازہ نہیں کھول رہیں۔ ان کے کمرے سے روز روز سے رونے آواز آرہی تھی۔۔۔"

"سفینہ جاؤ یہاں سے" اس نے سرد لہجے سے کہا چہرہ دوبارہ جھکا لیا

"محب بھائی مرحا باجی ٹھیک نہیں ہیں۔۔۔" وہ ماحول اور گلاب کے بکھرے پھولوں کو دیکھ کر اچانک ہی چپ ہو گئیں۔۔۔۔ محب نے دوبارہ چہرہ اٹھایا تو سفینہ لرز گئی۔۔۔۔ محب کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔۔۔

"یہاں سے چلی جاؤ" اس نے سپاٹ چہرے سے کہا۔۔۔۔ سفینہ مزید کچھ نہ بول سکی۔۔۔ وہ واپسی کے لیے پلٹی پھر دروازے پہ رک گئی

"باجی مرحا کے کمرے کا دروازہ بند ہے اور اب ان کے رونے کی بھی آواز نہیں آ رہی محب بھائی" کہہ کر وہاں سے بھاگ کر مرحا کے کمرے کی جانب آ گئی۔۔۔ وہ دوبارہ دروازہ پیٹ رہی تھی

"مرحا باجی دروازہ کھولیں" وہ رونے لگی تھی۔۔۔ اس نے کئی بار یہی جملہ کہا محب اس کی آواز سن سکتا تھا پر اس میں اٹھنے کی ہمت نہیں تھی۔۔۔

"مرحا باجی دروازہ کھول دیں۔۔۔" سفینہ دونوں ہاتھوں سے دروازہ بجا رہی تھی پھر اس نے دوسرے ملازموں کو آوازیں دیں وہ سب بھاگ کر اوپر آئے

"دروازہ کھولو باجی مرحا ٹھیک نہیں ہیں" محب نے سفینہ کو کہتے سنا۔۔۔اس کی آنکھوں میں نمی جما ہونے لگی۔۔۔اس نے چشمہ اتارا اور آنکھیں صاف کیں۔۔۔وہ نہیں جائے گا مرحا کے پاس۔۔۔اس نے دل میں سوچا۔۔۔

"مجھے پتہ ہے آپ مجھے کبھی بھی نہیں مار سکتے" اسے مسکراتی ہوئی مرحا کی آواز آئی تو وہ کرنٹ کھا کر اٹھا۔۔۔وہ تیزی سے باہر کی طرف بھاگا۔۔۔۔

مرحا کے کمرے کے دروازے کے باہر کھڑے ملازم دروازہ پیٹ رہے تھے۔کھولنے کی کوشش کر رہے تھے پر وہ کھل نہیں رہا تھا۔۔۔

"محب بھائی باجی مرحا کو کچھ ہو گیا ہے" سفینہ نے فق ہوتے رنگ سے اسے دیکھ کر کہا اور تب محب کو پہلی بار ڈر لگا تھا۔۔۔وہ بھاگ کر دروازے کے قریب آیا

"مرحا دروازہ کھولو" وہ چلایا۔۔۔ دروازہ پہ مسلسل دستک دی۔۔۔ اندر سے جواب نہ دیا۔۔۔۔ محب کا دل ڈوبنے لگا۔۔۔ اس نے ملازموں کے ساتھ مل کر دروازے کو دو چار بار دھکیلا تو لاک ٹوٹ گیا۔۔۔ سفینہ اور وہ اندر داخل ہوئے۔۔۔

"باجی مرحا" سفینہ کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکلی تھی۔۔۔ مرحا فرش پہ گری تھی۔۔۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔۔۔ زخمی کلائی پہ جمے ہوئے خون کے قطرے تھے۔۔۔ محب گھٹنوں کے بل بیٹھا۔۔

"مرحا۔؟" اس نے اس کا سر اپنی گود میں رکھا۔۔۔ اس کا چہرہ تھپکا

"اٹھو مرحا"

"پانی" وہ اونچی آواز میں بولا "سفینہ پانی لاؤ" سفینہ سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس تیزی سے لے آئی محب نے مرحا کے منہ پہ چند چھنٹے مارے

"میرا موبائل کہاں ہے۔؟" اس نے گلاس کو ایک طرف رکھا جیبوں میں دیکھا۔۔۔

"میرا موبائل لاؤ" دوسرے ملازم کو کہہ کر اس نے مرحا کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا۔۔۔اور بیڈ پہ لیٹا لیا۔۔۔

"آنکھیں کھولو مرحا" وہ اس کا چہرہ تھپک کر کہہ رہا تھا۔۔۔کچھ دیر پہلے جو کچھ ہوا تھا محب اس وقت وہ سب بھول گیا تھا۔۔۔ملازم جیسے ہی موبائل لایا اس نے جھپٹ کر اس سے موبائل لیا اور تیزی سے انگلیاں چلا کر موبائل کو کان سے لگا لیا۔۔۔اس کی مرحا آنکھیں نہیں کھول رہی تھی۔۔۔محب کا دل بند ہونے کو ہو رہا تھا۔۔۔

______&&&&&&&&&&&&&&&&____________________

____

مرحا کے کمرے میں گہری خاموشی چھائی تھی۔۔۔ڈاکٹر ابھی مرحا کو چیک کر کے گئے تھے انہوں نے محب کو کہا تھا

"انہیں کیا ہوا ہے۔؟" وہ مرحا کے چہرے پہ انگلیوں کے نشان دیکھ کر بولے تھے۔۔۔ محب کچھ نہ بول سکا۔۔۔ڈاکٹر اس کی خاموشی دیکھ کر خاموش ہو گئے تھے۔۔۔ انہوں نے مرحا کے ہاتھ پہ پٹی کی کچھ دوائیاں لکھ کر دے دیں اور کہہ دیا

"انہیں ہوش آجائے گا پر مرد عورت پہ ہاتھ اٹھاتے اچھے نہیں لگتے" ڈاکٹر یہ کہہ کر کمرے سے نکل گئے تھے۔۔۔ محب نے ملازم کو دوائیاں لانے کو کہہ دیا تھا وہ خود مرحا کے سرہانے بیٹھ گیا تھا اور تب سے وہ یہیں مرحا کے سرہانے بیٹھا تھا۔۔۔ کبھی اس کے گال پہ ہاتھ لگاتا کبھی اس کی کلائی کو چھوتا۔۔۔۔

"یہ میں نے کیا کر دیا" اس نے مرحا کے ماتھے پہ ہاتھ رکھا جو تپ رہا تھا۔۔۔ ملازم دوائیاں دے کر چلا گیا تو محب نے مرحا کے گال پہ انگلیاں آہستہ آہستہ پھیریں

"اٹھ جاؤ مرحا" اس نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔۔۔

"مجھ سے غلطی ہو گئی" وہ کہہ رہا تھا پر مرحا خاموشی سے لیٹی تھی آنکھیں بند تھیں۔۔۔۔ محب اس کا سر دبانے لگا۔۔۔ تبھی اسے احساس ہوا کہ مرحا کے وجود میں حرکت ہوئی ہے۔ اس نے ہاتھ ماتھے سے ہٹا لیا مرحا آنکھیں کھول چکی تھی۔

مرحا نے آنکھیں کھول کر محب کو دیکھا۔۔۔۔

"مجھے معاف کر دو" وہ بغیر تامل بولا

"آپ جائیں یہاں سے" مرحا نقاہت کی وجہ سے چلا نہ سکی۔۔۔

"مرحا" اس نے مرحا کا ہاتھ پکڑنا چاہا

"آپ جائیں یہاں سے محب مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے" وہ دوبارہ رونے لگی تھی اور بیڈ پہ سیمٹ گئی۔۔۔۔

"مرحا مجھے۔۔۔" مرحا نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی زور زور سے کہنا شروع کر دیا۔

"آپ جائیں۔۔۔بوا۔۔۔۔بوا۔۔۔۔"وہ چیخ چیخ کر بوا کو بلا رہی تھی۔۔۔

"مرحا بچے۔۔۔"وہ دوبارہ بولنے لگا۔۔۔

"میں نے کہا آپ جائیں یہاں سے مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے آپ چلے کیوں نہیں جاتے"وہ بیڈ کے کونے پہ ہو گئی محب کے ہاتھوں کو پیچھے جھٹکنے لگی۔۔۔

"مرحا میری بات تو سنو"اس نے کہنا چاہا تبھی مرحا بیڈ سے اٹھ کر دوسری جانب کھڑی ہو گئی محب بھی فوراً کھڑا ہوا اس کی جانب بڑھنے لگا۔۔۔

"میرے پاس مت آئیں جائیں یہاں سے"اس نے بیڈ سے تکیہ اٹھا کر محب کو پوری قوت سے مارا۔۔۔جو محب کے سینے ٹکرایا تھا۔۔۔

"مرحا پاگل ہو گئی ہو۔"اس نے آگے بڑھ کر مرحا کو شانوں سے پکڑا۔۔۔

"میری بوا کو بلائیں۔۔۔میں نے نہیں رہنا آپ کے ساتھ۔۔۔"وہ اس کے ہاتھوں میں جھنجھلا رہی تھی۔۔۔

"میں بلالوں گا انہیں تم بیٹھو" اس نے زبردستی اسے بٹھایا۔۔۔

"آپ چلے کیوں نہیں جاتے۔۔۔۔ جائیں یہاں سے" وہ پھر سے چیخی اور اپنا ہاتھ اس نے بیڈ کراؤن میں مارا جو محب نے پکڑ رکھا تھا۔۔۔ محب نے فوراً اسے چھوڑ دیا اور کھڑا ہو گیا۔۔۔ وہ دوبارہ ہاتھ مارنے لگی تھی کہ وہ بولا

"میں جا رہا ہوں تم خود کو کچھ مت کرو "

"جائیں" محب کمرے سے نکل گیا۔۔۔ اس نے باہر آتے ہی سفینہ کو اندر بھیج دیا۔۔۔ مرحا سفینہ کے گلے لگ کر رونے لگی تھی

"بوا کو بلاؤ جلدی سے مجھے ڈر لگ رہا ہے" وہ سیڑھیاں اترتا نیچے لاؤنج میں آ گیا مرحا کی آواز اسکے پیچھے دم توڑتی چلی گئی۔۔۔ نیچے لاؤنج میں وحشت زدہ خاموشی تھی۔۔۔ محب نے موبائل نکالا اور بوا کا نمبر ملایا اور کان سے لگالیا

"آپ آجائیں بوا مرحا ٹھیک نہیں ہے" اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی سنائی دی۔۔۔

بوا کے کچھ بھی کہنے سے پہلے اس نے کال کاٹ دی اور نمبر بند کر دیا۔۔۔اب وہ بوا کو کیا بتائے گا۔۔؟ کیا کہے گا۔؟

_&&&&&&&&&&&&&&&&_______________________________________

____

ملتان پہ برستی بارش اب تھم چکی تھی۔ ہر طرف گیلی مٹی کی خوشبو پھیلی تھی۔رات کی تیرگی محب کی حویلی پہ چھائی تھی۔وہ لاؤنج میں بیٹھ تھا۔۔۔ آفس سوٹ میں ملبوس اس کا وجود بکھرا ہوا تھا۔۔۔بار بار وہ اپنے ہاتھ کو دیکھتا پھر کرب سے آنکھیں مچ لیتا۔۔۔وہ نا سمجھ تھی پر محب تو سمجھدار تھا نا۔۔۔اس نے جو بھی کیا ہو پر محب کو اس پہ ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔ آج مرحا کا دل ہی نہ اس کا مان بھی ٹوٹ گیا تھا۔۔۔کیا اب وہ کبھی محب کو دیکھے گی۔؟

"شاید نہیں اسے اب مجھ سے ڈر لگنے لگا ہے" محب نے آنکھیں بند کر کے صوفے کی پشت سے سر ٹکا لیا۔۔۔۔ مرحا اس کی شکل دیکھنے پہ بھی راضی نہیں تھی۔۔۔۔۔ وہ نہ کچھ کھا رہی تھی نہ پی رہی تھی بس زبان پہ ایک ہی بات تھی

"بوا کو بلائیں" بوا وہاں سے چل پڑیں تھیں۔ انہوں نے محب کے نمبر پہ بہت سی کالز کی تھیں پر نمبر بند تھا۔ بوا نے پھر گھر کے نمبر پہ کل تو سفینہ نے بھی بس انہیں اتنا ہی کہا۔

"باجی مرحا کو بہت تیز بخار ہے آپ بس آجائیں" بوا مزید پریشان ہو گئی تھیں۔۔۔۔

آدھی رات جب ملتان پہ ڈھل گئی تو بوا حویلی داخل ہو گئیں۔ انہیں لینے محب ہی گیا تھا

"کیا ہوا ہے مرحا کو۔؟" انہوں نے تفکر سے پوچھا محب خاموش رہا۔

"تم سے پوچھ رہی ہوں محب" انہوں نے اب جھنجھلا کر کہا تھا

"وہ بیمار ہے "

"پر ابھی پرسوں تو بالکل ٹھیک تھی اب اچانک۔؟ "

"جو بیماری اسے ہوئی ہے بوا وہ اچانک ہی ہوتی ہے اور انسان کو اندر ہی اندر کھا جاتی ہے" اس نے یہ بات دل میں سوچی تھی بوا کو بس یہ ہی کہا

"اچانک ہی طبیعت خراب ہوگئی تھی" اس کی آواز مدہم تھی۔ وہ نظریں تک نہیں ملا رہا تھا بوا سے۔۔۔

بوا جب حویلی میں داخل ہوئیں تو ان کا استقبال ایک الگ ہی کہانی کر رہی تھی۔ وہ سیدھی مرحا کے کمرے میں آئی تھیں۔۔۔ مرحا بیڈ پہ لیٹی تھی۔ آنکھیں بند تھیں۔۔۔ جسم پہ چادر ڈلی تھی۔۔۔ بوا قدم قدم چلتی اس کے قریب آئیں اور کرسی پہ بیٹھ گئیں۔۔۔ محب ان کے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہوا اور چوکھٹ پہ ہی رک گیا۔ بوا کی نظریں مرحا کے چہرے پہ تھیں اور ان کی آنکھیں ابل کر باہر گرنے کو ہو رہی تھیں

"یہ۔۔۔؟" انہوں نے مرحا کے چہرے پہ ہاتھ لگایا۔۔۔ان کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ "کس نے مارا۔۔۔؟" انہوں نے محب کو دیکھا جس کی نظریں جھکی تھیں۔۔۔۔بوا کا دل دھک سے رہ گیا۔۔۔انہوں نے مرحا کو دیکھا اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھا۔۔۔۔اس کا ماتھا جل رہا تھا۔۔۔

مرحا کی نیند میں کھلل پڑا تو اس نے آنکھیں کھول کر بوا کو دیکھا۔۔۔

"آپ آگئیں۔۔۔؟" بوا کو سامنے بیٹھا فیکھ اس کی آنکھیں بھیگ گئیں وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی اور بیڈ پہ بیٹھنے لگی

"دھیان سے" محب اس کی طرف بڑھنے لگا تو وہ جلدی سے بوا کے گلے لگ گئی۔۔۔۔

"بوا آپ مجھے چھوڑ کر کیوں چلی گئی تھیں۔۔۔؟" اس نے رونا شروع کر دیا تھا۔۔۔بوا نے اپنے گرد لپٹی اس کی کلائیوں کو دیکھا جن میں سے ایک پہ پٹی تھی۔۔۔۔

"مرحا یہ سب کیسے؟ کیا ہوا ہے میری بچی۔؟" وہ زارو قطار روتی مرحا سے پوچھ رہی تھیں۔۔۔۔ مرحا کچھ نہ بولی تو بوا نے محب کو دیکھ کر کچھ بولنا چاہا پر پھر کہیں سے وانیہ کی امی کی بات یاد آئی۔۔۔۔ اور بوا شل رہ گئیں۔۔۔۔

"محب۔؟" انھوں نے بے یقنی سے محب کو پکارا۔ اس نے بوا کو نظریں اٹھا کر دیکھا اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔۔۔۔ بوا دہل کر رہ گئیں۔۔۔۔ محب پھر وہاں رکا نہیں وہ کمرے سے چلا گیا۔۔۔۔ بوا کو اپنے سارے سوالوں کا جواب مل گیا تھا۔۔۔۔

مرحا ان کے گلے سے لگ کر زور زور سے رو رہی تھی۔۔۔۔ اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔۔۔۔ جیسے آج سے کئی سال پہلے محب کی بندھی تھیں۔۔۔۔ انہیں اس حویلی کی درو دیوار سے آج پھر وحشت ہو رہی تھی۔۔۔۔ ان کے بوڑھے جسم میں لرزش ہونے لگی تھی۔۔۔۔ انھوں نے مرحا کو اپنے آغوش میں بھر لیا

__&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&________________________

____

یہ رات ملتان پہ ڈھلنے پہ ہی نہ آرہی تھی رات کا دوسرا پہر طویل ہوگیا تھا۔۔۔

محب لاؤنج میں سر اپنے ہاتھوں میں تھامے بیٹھا تھا۔۔ تبھی اس کے شانے پہ بوا نے آہستگی سے ہاتھ دھرا۔۔

"میں اس لیے تمہیں کہتی تھی کہ اسے اپنی اتنی عادت نہ ڈالو بعد میں اسے مسئلہ ہو گا اور آج دیکھو جب تم اس سے پہلو بچا رہے ہو تو اس کی حالت کیا ہو گئی ہے میں نے تمہیں کہا تھا محب" بوا اس کے ساتھ بیٹھ گئی تھیں ان کے لہجے میں بے بسی تھی

"بوا مجھ سے کہاں غلطی ہو گئی تھی جو آج میرے ساتھ یہ سب ہو رہا ہے۔؟" محب نے تکلیف سے کہا

"محب تم سے غلطی ہی تو کوئی نہیں ہوئی ہے اگر ہوتی تو بات یہاں تک نہ پہنچتی "

"میں اسے سمجھاؤں گا" محب نے ان کا ہاتھ تھام کر کہا

"نہیں سمجھے گی" بوا نے سپاٹ لہجے سے جواب دیا

"نہیں وہ سمجھ جائے گی" بوا اداسی سے ہنسیں

"تم سمجھ گئے جو وہ سمجھ جائے گی۔؟ "

"میری بات الگ ہے بوا"

"روگ تو ایک ہی ہے نا۔۔؟" محب ان کی بات کے جواب میں کچھ نہ بول سکا۔۔۔

"میں اس معاملے میں خاموش رہوں گی محب تم نے میری نہیں مانی پہلے۔ اب میں تمہاری مدد نہیں کروں گی۔ تم جانو اور تمہارا کام جانے میں مرحا کے ساتھ ہوں وہ سچ کہتی تھی۔ بھائی وہی ہوتا جسے اللہ آپ کا بنا کر بھیجتے ہیں کسی کو بھائی کہنے سے وہ بھائی نہیں بن جاتا" بوا نے محب سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور دھیرے سے اٹھ کر چلی گئیں۔۔۔ محب ان کی پشت دیکھتا رہ گیا۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&

وہ رات حویلی پہ گہرے سناٹوں کو چھوڑ کر ڈھل گئی تھی۔۔۔اس کے بعد حویلی اتنے لوگ ہونے کے بعد بھی خاموش سنسان لگتی تھی۔۔۔۔مرحا اپنے کمرے میں ہی رہتی تھی۔۔۔اس نے بوا سے بھی کوئی بات نہیں کی تھی۔۔۔۔وہ محب کے گھر سے چلے جانے کے بعد کمرے سے نکلتی تھی اور اس کے گھر آنے سے پہلے وہ اپنے کمرے میں آجاتی تھی دروازے کو لاک کر کے وہ بیڈ پہ لیٹ جاتی تھی۔۔۔محب نے ایک دو بار اس سے بات کرنے کا سوچا پر اس میں ہمت ہی جمع نہیں ہو رہی تھی۔۔۔۔وہ اس کے کمرے کے دروازے سے ہی پلٹ جاتا تھا۔۔۔۔

پلوشہ کو بھی بوا نے کچھ دنوں کے لیے آنے سے روک دیا تھا۔۔۔

"پر اس کے تو پیپرز ہونے والے ہیں" پلوشہ نے حیرت سے کہا

"اس کی زندگی کا مشکل ترین امتحان تو کب سے شروع ہو گیا ہے" انہوں نے دل میں سوچا پر پلوشہ کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ "اس کہ کچھ طبیعت خراب ہے جیسے ہی ٹھیک ہو گی وہ پلوشہ کو بتا دیں گی" پلوشہ نے پھر زیادہ سوال نہ کیے۔ وہ پوری گفتگو میں بوا کا چہرہ دیکھتی رہی تھی ان کے چہرے پہ صاف لکھا تھا کہ وہ پریشان ہیں۔۔۔ پلوشہ اسی لیے خاموشی سے وہاں سے چلی گئی تھی۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&

اس روز صبح ملتان پہ ہلکی دھوپ سنگ اتری تھی حویلی میں ویسی ہی خاموشی چھائی تھی جیسی اس رات کے بعد سے تھی۔۔۔۔

محب اپنے کمرے سے آفس کے لیے تیار ہو کر نکلا اور ڈائننگ ہال میں آگیا جہاں ناشتہ چنا تھا۔۔۔ بوا ہمیشہ کی طرح سربراہی کرسی پہ بیٹھی تھیں۔۔۔ مسکا بھی رہی تھیں۔۔۔ پر ان کی مسکراہٹ میں وہ بات نہ تھی۔۔۔ محب خاموشی سے بیٹھ گیا

"مرحا کو بلا لیں" اس نے ہلکی آواز میں کہا

"کہہ رہی تھی تم جاؤ گے تو آئے گی" محب کے دل میں ٹیس اٹھی اس نے بوا کو دیکھا

"وہ مجھے کبھی تھپڑ کے لیے معاف نہیں کرے گی" بوا نے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ تمہیں معاف کر دے گی محب پر وہ اس کے بدلے تم سے محبت مانگے گی اور تم پھر سے اس پہ برس جاؤ گے" بوا نے ناشتہ کرنا شروع کر دیا تھا

"کیا یہ ممکن ہے بھی بوا؟ جو آپ یہ کہہ رہی ہیں؟ میں اور مرحا۔۔۔" اس نے کرب سے بات ادھری چھوڑ دی۔۔۔

"محب یہ دنیا ہے اور یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے" انہوں نے آرام سے کہہ کر منہ میں توس کا ٹکڑا ڈالا اور اسے چبانے لگیں۔۔۔۔ محب کھڑا ہو گیا

"مت جاؤ محب وہ نہیں مانے گی"

"آپ نے اس سے بات کی ہے۔؟" انہوں نے سر ناں میں ہلایا

"اس نے بھی مجھ سے کوئی بات نہیں کی شاید وہ مجھے اس معاملے میں گھسیٹنا نہیں چاہتی۔۔" بوا نے کہا پھر کھڑی ہو گئیں

"اور میں بھی نہیں چاہتی کہ میں اس معاملے میں پڑوں تم دونوں اپنے مسئلے حل کر سکتے ہو مجھے معلوم ہے" انہوں نے محب کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔۔۔ محب نے گہرا سانس لیا۔۔۔ اسے آج مرحا سے بات کرنی ہی تھی۔۔۔ وہ کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا پھر وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

مرحا بیڈ پہ بیٹھی گھڑی کو دیکھ رہی تھی محب کے جانے کا وقت ہو گیا تھا۔ اس نے اٹھ کر ساتھ پڑے دوپٹے کو اٹھایا اسے سینے پہ پھیلایا اور اپنے اداس چہرے کو شیشے میں دیکھ کر وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آئی ہی تھی کہ ٹھٹھک کر رک گئی۔۔۔۔ محب اس کے سامنے کھڑا تھا۔

مرحا انہیں قدموں سے واپس پلٹی کہ محب اس کے سامنے آ گیا

"مجھ تم سے بات کرنی ہے "

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی" اس نے سرد لہجے سے جواب دیا۔ محب کی ساتھ سے گزر کے جانے لگی پر محب نے اس کی کلائی تھامی

"بات کرنے سے مسئلوں کے حل نکلتے ہیں" مرحا نے سپاٹ چہرے سے اسے دیکھا۔۔۔۔ پھر ایک جھٹکے سے اس سے کلائی چھڑائی

"میرے مسئلے کا حل آپ کی دلجوئی اور سمجھانے والی باتوں میں نہیں ہے میں اتنی سمجھدار نہ پہلے کبھی تھی اور نہ میں اب ہوں" وہ کہہ کر جانے لگی کہ اسے محب کی آواز آئی

"میں کسی اور کو پسند کرتا ہوں" مرحا کے قدم رک گئے۔۔۔خاموشی سی چھا گئی۔۔۔وہ مرحا کی جانب بڑھنے لگا۔۔۔مرحا کی پشت کے قریب آ کر اس نے کہا

"میں کسی اور کو پسند کرتا ہوں اور اسی سے شادی کروں گا" مرحا آہستگی سے پلٹی۔۔۔چہرے پہ کوئی تاثر نہیں تھا۔۔۔

"پر افسوس محب وہ زندہ نہیں ہے" محب اس کے جواب پہ دنگ رہ گیا۔۔۔

"آپ کو کیا لگا کہ میں یہ سب نہیں جانتی۔؟ آپ کے والٹ سے رقم میں آنکھیں بند کر کے نہیں نکالتی تھی جس میں ایک تصویر ہر وقت مسکرا رہی ہوتی ہے میں نے وہ بہت بار دیکھی ہے۔۔۔" وہ محب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہی تھی "میں نے اظہار سے پہلے سارے حساب لگائے تھے تب جا کر آپ کے سامنے آئی تھی۔میں اسی لیے آپ سے پوچھا

کرتی تھی کہ کیا "اب" آپ کو مجھ سے محبت ہے۔؟" اس نے اب پہ زور دیا" اور آپ ہاں کہتے تھے۔مجھے لگا شاید کہ آپ اب مجھ سے محبت کرنے لگے ہیں پر" اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔۔۔مزید بولا نہ گیا تو رخ موڑ کر دوسری جانب دیکھنے لگی سینے پہ بازو لپیٹ لیے تھے۔۔۔محب نے گہرا سانس لیا

" اچھی بات ہے تمہیں سب پتہ ہے" وہ اب سنبھل گیا تھا۔۔۔اس نے آنسوؤں سے بھری مرحا کی آنکھوں میں دیکھنا چاہا پر ناکام رہا

" تمہیں اب یہ بھی پتہ لگ گیا ہو گا کہ میں تم سے کبھی وہ محبت نہیں کر سکتا جس کی خواہش تم کر رہی ہو" اس کے چہرے کے تاثر بدلنے لگے تھے وہ سنجیدہ ہو گیا تھا

"میں تمہاری اب بس شادی کر دوں گا" مرحا نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔۔آنسوں ٹوٹ کر چہرے پہ پھسل گئے۔۔۔

"آپ ایسا نہیں کر سکتے" اس نے کہا۔۔۔

"جب کروں گا تو تمہیں یقین آجائے گا" وہ کہہ کر پلٹ گیا۔۔۔ مرحا وہاں ساکت سی کھڑی رہ گئی۔۔۔۔

____&&&&&&&&&&&&&&&&____________________________

____

محب اس دن کے بعد دوبارہ مرحا کے پاس نہیں گیا۔ مرحا اس کی بات سے پہلے کچھ دن تو پریشان رہی پھر گزرتے دنوں کے ساتھ اس کا ڈر بھی جاتا رہا۔۔

"محب ایسا نہیں کر سکتے" اس نے سوچا پر اس کی غلط فہمی جلد ہی دور ہو گئی۔۔۔

اس رات وہ لان میں بیٹھی تھی۔۔۔ تبھی محب کی گاڑی اندر داخل ہوئی اس نے اچٹتی نظروں سے محب کو گاڑی سے نکلتے دیکھا اور پھر وہ دوبارہ اپنی ہتھیلیوں کو دیکھنے لگی۔۔۔ تبھی اسے اپنے قریب محب کی آواز سنائی دی

"کل بوا کے ساتھ بازار چلی جانا" مرحا نے چونک کر اسے دیکھا

"کل شام کو تمہیں دیکھنے کے لیے کچھ لوگ آرہے ہیں لڑکا میرے دوست کا کزن ہے فیملی اچھی ہے تم وہاں خوش رہو گی انہیں تم پسند ہو پر میں چاہتا ہوں تم ایک بار لڑکے سے مل لو"

مرحا اپنی جگہ پہ شل رہ گئی وہ بے یقنی سے محب کو دیکھتے ہوئے کھڑی ہوئی محب کی آنکھیں اسی پہ جمی تھیں

"تم نے مجھے پہلے ہی بہت تکلیف دی ہے مرحا اب مجھے مزید اذیت مت دینا" اس کی بات پہ مرحا کی آنکھیں بھر گئیں

"اور میرا کیا محب ؟ میرا کیا قصور ہے ؟" وہ چلائی تھی

"تمہارا کوئی قصور نہیں ہے غلطی میری ہے مجھے تمہاری فکر ایک حد تک کرنی چاہیے تھی۔ میں نے تمہیں خود یہاں تک پہنچایا ہے اور اس بات کا دکھ مجھے ہمیشہ رہے گا" وہ تڑپ کے محب کے قریب ہوئی اس کا ہاتھ پکڑا

"محب میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکوں گی مجھے آپ سے محبت ہے" محب نے لب بھینچ کر اسے غصے سے دیکھا۔ اپنا ہاتھ اس سے چھڑایا

"میرے سامنے یہ بات مت کہا کرو" اس نے تنبیہہ کیا مرحا رونے لگی

"میں خود کو ختم کرلوں گی اگر آپ نے میرے ساتھ زبردستی کی تو" اس کی بات پہ محب نے اسے بازو سے پکڑا اور دھاڑا

"اور میں تمہارا منہ توڑ دوں گا اگر تم نے ایسا ویسا کوئی قدم اٹھایا تو" مرحا نے آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے محب کو دیکھا

"مجھے میرے محب چاہیں مجھے وہ دے دیں" وہ اس کے سینے سے لگ جانا چاہتی تھی۔ وہ اس کے سینے پہ سر رکھ کر دل کھول کر رونا چاہتی تھی۔۔ محب نے جھٹکے سے اسے چھوڑا اور دو قدم پیچھے ہو گیا

"مر گیا ہے تمہارا محب۔۔۔۔اسے جی بھر کر آج ہی رو لو جتنا رونا ہے۔۔۔۔ آج کے بعد میں تمہاری زبان سے یہ سب نہ سن لوں کل تمہارا رشتہ ہو جائے گا پھر میں تمہاری شادی بھی جلدی ہی کر دوں گا" وہ کہہ کر بڑے بڑے ڈگ بھرتا حویلی میں چلا گیا۔۔۔ مرحا وہیں لان کی گھاس پہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی

"محب میں نہیں رہ سکوں گی آپ کے بغیر" اس نے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ لیے تھے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

&______________________

وہ فریش ہو کر بوا کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ چہرہ سپاٹ تھا۔

"تم کب آئے۔؟" بوا نے حیرت سے پوچھا۔۔۔ وہ بیڈ پہ بیٹھیں تسبح پڑھ رہی تھیں۔۔۔

"ابھی آیا ہوں" وہ ان کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔۔۔ "میں نے آپ سے بات کرنی تھی" بوا نے تسبیح ایک طرف رکھی

"ہاں کرو" وہ متوجہ ہو گئی تھیں۔۔۔ محب کچھ دیر خاموش رہا۔

"آپ نے کہا تھا کہ آپ اس معاملے میں نہیں پڑیں گی" اس نے بوا کی بات دہرائی۔ اتنا کہہ کر رکا۔ بوا کو دیکھا۔ "اس لیے میں نے خود ایک فیصلہ کیا ہے آپ بس میرا اس فیصلے میں ساتھ دے دیں" بوا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔۔

"کیا فیصلہ۔؟"

"میں نے مرحا کے لیے ایک رشتہ دیکھا ہے" بوا اس کی بات ششدر رہ گئیں "میرے دوست کا کزن ہے بہت اچھی فیملی ہے لڑکا اٹلی ہوتا ہے۔ اچھے، سمجھدار، اور سلجھے ہوئے لوگ ہیں میں ان کی طرف سے مطمئن ہوں میں نے ساری چھان بین کرلی ہے انہیں کل بلایا ہے وہ کل آکر رسم کر جائیں گے آپ کو پہلے اس لیے نہیں بتایا کیونکہ میں جانتا تھا آپ ایک دم

سے مرحا کی شادی کے لیے نہیں مانیں گے" اس نے توقف دیا۔۔۔بوا دم سادھے اسے سن رہی تھیں

"پر میں یہ سب کرنے کے لیے مجبور ہو گیا ہوں۔میں مرحا کو وہ سب نہیں دے سکتا جس کا وہ دعویٰ کر رہی ہے" اس نے اپنی بات مکمل کر کے بوا کا ہاتھ تھاما

"آپ کل اسے منائیں گی کہ وہ ان کے سامنے کوئی الٹی سیدھی حرکت نہ کرے اور خاموشی سے یہاں سے رخصت ہو کر چلی جائے" اس کی آواز میں دکھ سمٹنے لگا تھا "میری زندگی پہلے ہی بہت مشکل ہے بوا آپ اسے کہیں وہ اسے مجھ پہ مزید تنگ نہ کرے۔۔۔میں اس کے اظہار کے بعد خود سے بھی نظریں نہیں ملا پا رہا" بوا نے یاسیت سے محب کو دیکھا

"تم غلط کر رہے ہو محب" انہوں نے محب کو کہا تو اس نے ناں میں سر ہلایا

"میں صحیح کر رہا ہوں بوا۔میں خاندان میں نہیں یہ سننا چاہتا کہ ہم نے مرحا پہ ظلم کیا ہے۔اس کے سر پہ ماں باپ نہ ہونے کا فائدہ اٹھایا ہے" بوا اس کی بات پہ تڑپ گئیں

"فائدہ کیسا میرے بچے؟ ہم بھلا اس کا فائدہ کیوں اٹھائیں گے ہم اسے خوش دیکھنا چاہتے ہیں"

محب نے سر کو جنبش دی

"جی تبھی میں کہہ رہا ہوں کہ مرحا کی شادی کر دی جائے وہ میرے ساتھ کبھی خوش نہیں رہ پائے گی میرا اور اسکا کوئی جوڑ نہیں ہے" وہ کہہ کر اٹھ گیا

"آپ صبح اسے لے جایئے گا۔وہ کپڑے وغیرہ لے لے گی۔شام کو وہ لوگ آجائیں گے" کہہ کر محب وہاں سے نکل گیا۔۔۔کمرے میں بوا اپنا سر تھام کر بیٹھ گئیں۔۔۔

"مرحا کبھی نہیں مانے گی" انہوں نے بے بسی سے سوچا تھا

&&&&&&&&&&&&&&&

صبح کی چمک حویلی کی دیواروں سے ٹکرائی تو حویلی کے لوگ اٹھ گئے۔۔۔بوا، محب اور مرحا ناشتے کی ٹیبل پہ بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔

"بوا تمہیں آج بازار لے جائیں گی تمہارا جو دل کرے خرید لینا" وہ پہلے والا محب بننے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میرا آپ کی محبت خریدنے کا دل کرتا ہے پر افسوس وہ بازار سے نہیں ملتی" وہ سرد سا مسکائی تھی۔۔۔ محب کو دیکھ کر کہا تھا۔ بوا کا ناشتہ کرتا ہاتھ رک گیا۔۔۔ وہ پہلی بار بوا کے سامنے محب سے یوں کھلم کھلا اظہار کر رہی تھی۔۔۔

ہلکے گاجری رنگ کی قمیض شلوار میں اداس آنکھوں والی مرحا سرد مسکان لیے ہوئے تھے بال اس کے کیچر میں بندھے تھے۔ سینے پہ سفید آسمانی رنگ دوپٹہ تھا۔۔۔

محب نے لب بھینچے "تم۔۔" مرحا نے اس کی بات کاٹی

"میں آپ کی ہوں اور آپ کی رہوں گی آپ کر کے دیکھ لیں جو آپ کر سکیں آپ اپنے فیصلوں میں آزاد ہیں اور میں اپنے فیصلوں میں" وہ کہہ کر دوبارہ ناشتہ کرنے لگی تھی بوا ساکت سی اسے دیکھ رہی تھیں۔۔۔ مرحا انہیں پہلی والی مرحا لگ ہی نہیں رہی تھی۔۔۔

"تم نے اگر شام کو کسی بھی قسم کا تماشہ کیا تو مرحا اچھا نہیں ہو گا" محب نے اسے وارن کیا۔

مرحانے ناشتہ چھوڑ کر اسے چبھتی نظروں سے دیکھا

"میرے ساتھ پہلے بھی کچھ خاص اچھا ہو نہیں رہا محب جو آپ مجھے ڈرا رہے ہیں۔ مجھے اب ڈر نہیں لگتا۔۔۔ نہ آپ سے، نہ آپ کے غصے سے، اور نہ ہی اس بات سے کہ آپ مجھے ماریں گے میں آپ کی مار کھا چکی ہوں" وہ کہہ کر کھڑی ہو گئی۔۔۔۔

"آپ ناشتہ کر لیں بوا پھر بازار چلیں گے شام کو مہمانوں نے آنا ہے" اس نے کہہ کر اپنی نظریں محب کی طرف کیں

"شام کو ملتے ہیں محب" وہ کہہ کر لاؤنج کی جانب بڑھ گئی۔۔۔

"ایک بار پھر سوچ لو محب" بوا کا جب سکوت ٹوٹا تو انہوں نے کہا

"میں نے سوچ لیا ہے بوا میں دیکھوں گا یہ کیا کرتی ہے یہ مجھے جانتی نہیں ابھی اس نے ابھی صرف میری محبت دیکھی ہے میرے غصے سے یہ واقف نہیں ہے" وہ برہمی سے کہہ کر پلیٹ پرے دھکیلتا کھڑا ہوا اور چلا گیا۔۔۔ بوا کا بھی ناشتے سے دل اچاٹ ہو گیا تھا۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&

ملتان پہ صبح باسی ہو رہی تھی۔۔۔ باہر سورج کی نرم کرنیں بکھری تھیں۔۔۔ بوا مرحا کے کمرے بیٹھی تھیں۔۔۔

"آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں۔؟" وہ بہت دیر سے خاموش بیٹھیں بوا کو دیکھ کر بولی "کیا بازار ابھی جانا ہے۔؟" اس نے پوچھا بوا نے سر ناں میں ہلایا

"پھر۔؟" وہ کسی بھی تاثر سے عاری چہرے سے پوچھ رہی تھی

"ویسے ہی بیٹھی ہوں کیوں تمہیں اچھا نہیں لگ رہا میرا یہاں بیٹھانا۔؟ "

"مجھے کیوں برا لگے گا؟ بیٹھی رہیں پر مجھے یوں گھور گھور کر نہ دیکھیں" کہہ کر اس نے دوبارہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگالی اور چھت پہ لگے پنکھے کو گھورنے لگی۔ بوا کا دل ڈوبنے لگا

"پنکھے کو کیوں دیکھ رہی ہو۔؟" بوا نے بے چینی سے پوچھا

"سوچ رہی ہوں اس پہ لٹک جاؤں" گہری پر سوچ آواز میں کہا بوا نے دل پہ ہاتھ رکھا

"بکواس بند کرو" وہ گھبرا کر اس کے قریب ہوئیں

"میں مذاق کر رہی تھی" مرحا ہنسی تھی "میں نہیں مرتی بوا، آپ اسی لیے یہاں بیٹھی ہیں نا کہ کہیں میں مرنے کی کوشش نہ کرلوں؟" اس نے بوا کے ہاتھ تھامے "میں نے اگر مرنا ہوتا تو اسی دن مر جاتی جب محب نے مجھے مارا تھا پر نہیں مری نا۔؟" اس کا انداز سوالیہ تھا بوا نے کوئی جواب نہ دیا

"میں زندہ رہنا چاہتی ہوں بوا میں محب کے ساتھ زندہ رہنا چاہتی ہوں "

"مرحا وہ نہیں مانے گا "

"بوا آپ کو لگتا ہے میں مان جاؤں گی۔ ؟" اس نے سرد مہری سے سوال کیا

"اس جنگ میں مرحا کچھ حاصل نہیں ہو گا کسی کو" بوا نے بے بسی سے کہا

"نہیں بوا میں اپنی محبت کو لے کر پر امید ہوں محب میرے ہیں اور وہ مجھے ہی ملیں گے دیکھنا آپ" اس کے لہجے میں اعتماد تھا بوا بس خاموش ہو گئیں۔ پتہ نہیں مرحا میں اتنا اعتماد کہاں سے آگیا تھا۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

________________________________&

وہ آج آفس سے جلدی آگیا تھا۔ آتے ہی وہ بوا کے کمرے گیا

"مرحا کیسی ہے۔ ؟" اس نے اپنا انداز سرسری سا بنا کر پوچھا

"جسے محبت ہو جائے پھر وہ کیسا ہوتا ہے محب۔؟" ان کے سوال پہ محب نے گہرا سانس لیا

"آپ تو یہ سب مت کہیں"

"تم چاہتے ہو میں سچ نہ کہوں"

"سچ کہیں پر یہ سب مت کہیں" محب کے لہجے میں بیزاری تھی۔۔۔۔بوا سنجیدہ ہو گئیں۔

اسے دیکھا

"ٹھیک نہیں ہے وہ اتنی چپ تو وہ کبھی نہیں رہی تھی جاتی اب وہ ہے ہر وقت اسے کا جسم بخار میں جلتا رہتا ہے تم نہیں دیکھتے اسے پورا دن میں دیکھتی ہوں "

"شادی ہو جائے گی تو محبت بھول جائے گی دیکھنا آپ، بوا آپ ہی تو کہتی ہیں کہ دل کو انسان سے مطلب نہیں ہوتا اسے محبت سے مطلب ہوتا ہے یہ جہاں محبت دیکھتا ہے اسی کا ہو جاتا ہے" اس نے مسکرانے کی کوشش کی

"اور آپ دیکھنا مرحا بھی ایک دن یہ سب بھول جائے گی"

"وہ یہ سب تب بھولے گی جب اسے کوئی محب جیسی محبت کرنے والا ملے گا بتاؤ جو تم اس کے لیے ڈھونڈ کر لائے ہو وہ محب جیسا ہے۔؟" بوا کے سول پہ وہ خاموش ہو گیا پھر کہا

"اللہ سب بہتر کریں گے" اس نے کہا اور کھڑا ہو کر کمرے سے نکل گیا۔

&&&&&&&&&&&&&&&&

وہ بوا کے کمرے سے نکل کر مرحا کے کمرے میں آیا تھا۔ مرحا بیڈ پہ بیٹھی سامنے رکھے شاپرز کو دیکھ رہی تھی۔ قدموں کی چاپ پہ سر اٹھا کر دیکھا پھر دوبارہ سر جھکا لیا

"شاپنگ کر آئیں۔؟" محب کو شاپرز دیکھ کر خوشی ہوئی تھی اسے لگا تھا کہ مرحا اس کی بات مان رہی ہے پر اسے غلط لگ رہا تھا مرحا نے اس کے سوال کا کوئی جواب نہ دیکھا محب چلتا اس کے قریب آیا

"تم دیکھنا تم شادی کے بعد بہت خوش رہو گی" مرحا نے اس بات پہ سر اٹھا کر محب کو دیکھا انداز کچھ عجیب تھا

"آپ میرے ساتھ زبردستی کر رہے ہیں محب "

"تم مجھے یہ سب کرنے پہ مجبور کر رہی ہو "

"آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ میری شادی کرنے سے میرے دل سے آپ کی محبت نکل جائے گی۔؟" وہ کھڑی ہو گئی۔۔۔ بالکل محب کے مقابل

"آپ کر دیں میری شادی میں وہاں سے جب موقع ملے گھر بھاگ جاؤں گی" محب اس کی اس بات ششدر رہ گیا

"کیا بکواس ہے یہ" اس نے برہمی سے کہا

"یہ بات بھی میری محبت کی طرح سچی ہے" مرحا کا انداز پرسکون تھا محب نے اسے گھورا

"میں تمہاری یہ بکواس سننے نہیں آیا مرحا، میں بس یہ کہنے آیا تھا کہ تم ان کے سامنے کوئی تماشہ نہیں کرو گی اگر کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا تم نے ابھی بس میری محبت دیکھی ہے مجھے سختی کرنے پہ مجبور نہ کرو" اس نے تنبیہ کی

"آپ اس سب میں آزاد ہیں محب پر میں آپ کو ایک بات بتا دوں محب سختی کرنے سے محبت ختم نہیں ہوتی" محب نے اس کی بات پہ سر جھٹکا

"جمعہ جمعہ چار دن نہیں ہوئے تمہیں محبت کرتے ہوئے اور تم محبت کو جاننے بھی لگ گئیں۔ تمہیں ابھی محبت کے بارے میں پتہ ہی کیا ہے۔۔۔" مرحا نے اس کی بات کاٹی

"آپ کو پتہ ہے نا تو آپ بتا دیں محبت کے بارے میں" محب نے اسے بازو سے پکڑا

"تو سنو محبت کے بارے میں" اس نے غزالی آنکھوں میں دیکھ کر اپنی بات شروع کی "محبت صرف رسوائی ہے تمہیں اس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا تم سب کھو دو گی" مرحا نے محب کے ہاتھ پہ دوسرا ہاتھ رکھا

"سب کھو کر آپ کو تو پالوں گی نا۔؟" محب نے اس کا بازو چھوڑا

"تم سب سے پہلے مجھے ہی کھوؤ گی" وہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا۔۔۔۔ مرحا وہاں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔۔۔

___&&&&&&&&&&&&&&&&___________________________

____

"نیچے مہمان آ گئے ہیں" سفینہ نے دروازے پہ دستک دے کر کہا۔ دروازہ کھلا تھا۔ مرحا شیشے کے سامنے کھڑی تھی۔ ٹخنوں تک آتے تیز نیلے رنگ کے فراک اور تنگ پاجامے میں ملبوس لڑکی نے گردن ذرا سی ترچھی کی۔

"ٹھیک ہے۔ آ رہی ہوں" اس نے کہا۔ دوبارہ شیشہ دیکھنے لگی۔۔۔

"بھائی محب نے کہا ہے کہ آپ کو ساتھ لے کر ہی آؤں" سفینہ نے زور دے کر کہا اور قدم قدم چلتی اس کے قریب آ گئی۔۔۔ مرحا نے سامنے شیشے میں بنتے نئے عکس کو دیکھا

"کون کہتا ہے میک اپ سے چہرے پہ رونق آجاتی ہے؟ جن لڑکیوں کا دل ٹوٹ ہو ان کے تو چہرے پہ جیسے سوگ رچ جاتا ہے آنکھوں کی رعنائی، لبوں کی مسکان سب ہی تو چھن جاتا ہے" سفینہ کی آنکھوں میں نمی در آئی

"مت روؤ سفینہ" وہ پلٹی "اب مجھے کوئی دیکھ کر روتا ہے تو مجھے خوف آنے لگتا ہے کہ کیا سچ میں میری محبت کی خواہش ادھوری ہے رہ جائے گی۔؟" وہ کہہ کر سفینہ کی آنکھوں کی نمی صاف کرتی آگے بڑھ گئی تھی۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________&

لاؤنج میں رکھے دیوان پہ ایک پرکشش چہرے والا لڑکا کچھ سمٹ کر بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ادھیڑ عمر نفیس سی عورت بیٹھی تھی۔ جبکہ دوسرے ڈبل صوفے پہ محب لڑکے کے والد کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا لیکن اندر ایک دھڑکا سا لگا تھا اس نے اپنی طرف سے مرحا کو

خوب سمجھایا بھی تھا اور ڈرایا بھی تھا پر ابھی بھی اس کے دل کا ڈر نہ جاتا تھا۔ بوا کی بھی حالت کچھ ایسی ہی تھی۔ وہ عورت سے باتیں کر رہی تھیں پر ذہن پہ مرحا سوار تھی۔۔۔

تبھی سیڑھیوں پہ قدموں کی چاپ ہوئی تو بوا اور محب نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا۔۔

"لیں آگئی میری بیٹی "عورت مرحا کے بارے میں پوچھ رہی تھی تو بوا نے خوشی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ عورت نے بھی مرحا کو دیکھا تو مسکرا دی۔۔۔ تب تک مرحا ان کے قریب آگئی تھی۔ عورت نے محبت سے اس کا ہاتھ تھاما

"ماشاء اللہ بہت پیاری ہے "اس نے سرشاری سے کہا۔ مرحا اس کی بات پہ مسکا دی۔ لڑکا بھی تحیر میں مبتلا مرحا کو ایک ٹکٹکی سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ عورت نے مرحا کو اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ مرحا نے بیٹھتے ہی محب کو نظریں اٹھا کر دیکھا۔۔۔ آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی اور بہت سا ملال۔۔۔۔ محب نے یوں ظاہر کیا جیسے اس نے مرحا کو دیکھا ہی نہیں۔۔۔

"بے پرواہ، جھوٹے" مرحا کے دل نے کرلا کر سفید کاٹن کے سوٹ میں ملبوس وجیہہ چہرے پہ ہلکی مونچھوں اور داڑھی والے کو دیکھ کر کہا۔ جو مسکرا کر لڑکے کے والد سے دوبارہ بات کرنے لگا تھا۔ مرحا نے محب کے چہرے سے نظریں ہٹائیں، گہرا سانس لیا، آنکھوں کی نمی آنکھوں میں جذب کی اور ٹانگ پہ ٹانگ رکھی، بوا کو دیکھا جو سامنے بیٹھی اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ اس کے بیٹھنے کا انداز دیکھ کر بوا کا ماتھا ٹھنکا پر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا وہ مسکائی اور ساتھ بیٹھی عورت کو دیکھا

"کیسی ہیں آپ۔؟" بہت ہی اپنائیت سے پوچھا۔ عورت خوش ہو گئی

"میں ٹھیک بیٹا آپ کیسی ہیں۔؟" مرحا گہرا سا مسکائی

"میں۔؟" محب کو دیکھا جو چشمے کے پیچھے اپنی کالی چھوٹی آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔ "میں بھی ٹھیک ہوں، آپ میرا رشتہ لائی ہیں۔؟" معصومیت سے پوچھا، عورت کچھ حیران ہوئی پھر کھنکھاری۔

"ہاں جی" اس سے بس اتنا ہی کہا گیا۔ بوا کچھ بولنے لگیں پر مرحا نے بولنا شروع کر دیا تھا

"آپ کو پتہ ہے میں بہت بولتی ہوں" رکی محب کو دیکھا "ہیں نا محب۔؟" محب سے سوال کیا محب بے بسی سے مسکرایا سر ہلا دیا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے یعنی آپ ہمارے گھر رونق لگا دیں گی" عورت نے کہا۔ مرحا نے سر ہلایا

"میں بہت ضدی بھی ہوں، محب میری ہر ضد پوری کرتے ہیں" دوبارہ محب کو دیکھا "ہیں نا محب۔؟" محب کی مسکراہٹ اب ماند ہو رہی تھی۔ آنکھیں میں برہمی در آئی تھی

"ہم بھی تمہاری ساری ضدیں پوری کیا کریں گے ٹھیک ہے؟ مجھے تم بہت اچھی لگی ہو" عورت نے جواب میں کہا۔ مرحا لب بھینچ کر مسکا دی

"کیا آپ کو پتہ ہے؟ میری تعلیمی بھی زیادہ نہیں ہے بس میٹرک کیا ہے وہ بھی روپیٹ کر، پہلے ایف ایس سی کر رہی تھی پر بری طرح سے فیل ہو گئی۔ اب محب نے مجھے دوبارہ ایف اے

میں ایڈمیشن دلوایا ہے۔ ہیں نا محب۔؟" اس نے بات کا آغاز عورت سے کیا تھا اور اختتام پر وہ محب کو دیکھنے لگی تھی۔۔۔ محب نے دانت پیس کر اسے دیکھا

"کیا آپ نے انہیں یہ نہیں بتایا تھا۔؟" محب کے تاثر دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی۔۔۔ تبھی لڑکے کے والد نے کہا

"تو کیا ہوا بچے ہم نے آپ سے نوکریاں تھوڑی کروانی ہیں" تھری پیس پہنے، سفید بالوں والا آدمی مسکرا کر بولا۔ مرحا نے چونک کر انہیں دیکھا

"سو سوئیٹ" گردن کو ایک طرف گرا کر اس نے کہا لڑکا کچھ جزبز سا لگنے لگا تھا۔ وہ کنفیوژ ہو رہا تھا۔ بوا بھی بے بسی سے مرحا کو دیکھ رہی تھیں۔

"آنٹی آپ کو پتہ ہے" وہ دوبارہ سے عورت کو دیکھنے لگی۔ محب فوراً کھنکارا

"اچھا بس کرو جاؤ چائے لے کر آؤ" مرحا کا بولنے کے لیے منہ کھلا ہی تھا کہ محب کی بات پہ بند ہو گیا اس نے منہ بنا کر محب کو دیکھا

"آپ سے کون بات کر رہا ہے میں آنٹی سے بات کر رہی ہوں اور میں کیوں لاؤں چائے میں کوئی نوکر ہوں" کہہ کر سر جھٹکا دوبارہ عورت کو دیکھا

"ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ مجھے نا کھانا وانا بھی نہیں بنانا آتا میں بہت ہی سست ہوں محب نے یہ آپ کو ضرور بتایا ہو گا" محب کو دیکھا

"بتایا تھا کیا محب۔؟" محب نے ضبط سے گہرا سانس لیا

"کیا یہ بھی نہیں بتایا تھا آپ نے۔؟" وہ پھر سے حیران ہوئی محب کا بس نہیں چل رہا تھا مرحا کی زبان کاٹ دے۔

"تو کیا ہوا بچے کوئی بات نہیں" عورت کی اب ہوائیاں سی اڑ رہی تھیں پر وہ پھر بھی مسکرا رہی تھی پر اب مسکراہٹ میں وہ بات نہیں تھی۔

"لگتا ہے آپ اپنے بھائی سے بہت زیادہ مانوس ہیں" عورت کا اشارہ محب کی طرف تھا۔ محب اپنے تاثر چھپاتا دوبارہ مسکایا وہ سر ہلا کر کچھ کہتا کہ مرحا تعجب سے بولی

"یہ میرے بھائی نہیں ہیں" عورت اب کی بار چونکی تھی

"یہ میرے کزن ہیں "

"اوہ اچھا، کزن بھی بھائیوں جیسے ہی ہوتے ہیں" عورت نے اپنی بات میں اضافہ کیا۔ مرحا نے اس کی بات پہ ناں میں سر ہلایا

"نہیں کزن بھائی نہیں ہوتے، بھائی محرم ہوتے ہیں اور کزن نامحرم ان سے شادیاں ہو جاتی ہیں آنٹیں" بوا نے اس کی بات پہ اپنا سر پکڑ لیا۔ عورت اسکے شوہر اور اسکے بیٹے کی مسکان غائب ہو گئی۔ محب نے ضبط سے مٹھی بند کی

"مرحا بس" اس نے کہا

"ابھی کہاں سے بس ابھی تو میں نے انہیں آخری بات بتانی ہے" وہ کھڑی ہو گئی۔۔۔۔بہت دیرے سے چہرے پہ سجی مسکان غائب ہو گئی سپاٹ چہرے سے عورت کو دیکھا

"اور میں اپنے اس کزن سے محبت کرتی ہوں" محب کی طرف اشارہ کر کے کہا" میں ان کے بغیر نہیں رہ سکتی، میں نے انہیں کہا تھا کہ میں انہیں سے شادی کروں گی پر یہ نہیں مانتے، لیکن میرے دل میں یہی ہیں اور مجھے نہیں لگتا کہ آپ ایک ایسی لڑکی سے اپنے بیٹے کی شادی کریں گی جو پہلے ہی کسی کی محبت میں گردن تک پھنسی ہو" مرحا نے سینے پہ ہاتھ باندھ کر لڑکے کو دیکھا

"تم بڑے تیار ہو کر آئے ہو چھان بین کی نہیں اور منہ اٹھا کر آ گئے کیا تمہیں گنوارا ہو گا کہ میں شادی کے بعد بھی تمہارے سامنے سینہ ٹھونک کر کہوں کہ ایک دن بھاگ جاؤں گی تمہارے گھر سے، میں محب کی تھی اور اسی کی رہوں گی" لڑکا کے چہرے پہ خفت کے سائے لہرانے لگے۔

"میں نے محب کو بھی کہا تھا کہ میرے ساتھ زبردستی نہ کریں اگر کی تو خود کو ختم کر لوں گی پر انہوں نے سیرئیس نہیں لیا مجھے، اور میں بھی ابھی مرنا نہیں چاہتی میں مر گئی تو محب سے محبت

کون کرے گا۔؟" وہ اب مسکرائی تھی۔ محب کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا وہ تیزی سے کھڑا ہوا۔ بڑھ کر اس نے مرحا کی کلائی پکڑی

"بند کرو اپنی یہ بکواس" وہ پوری قوت سے دھاڑا تھا مرحا نے آنکھیں بند کیں باقی سب بھی کھڑے ہو گئے۔۔۔ مرحا نے اپنی آنکھیں آہستہ آہستہ کھولیں

"کہا تھا آپ کو مت بلائیں کسی کو" اس نے پر سکون لہجے سے کہا پھر عورت کو دیکھا

"ابھی بھی آپ کھڑی ہیں آنٹی اب بس جائیں آپ، اللہ آپ کے بیٹے کے نصیب اچھے کرے آمین "

"چلیں ممی بہت ہو گئی ہماری بے عزتی" بہت دیر سے خاموش لڑکا تن فن کرتا کھڑا ہوا اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اس کے پیچھے اس کے والدین بھی چلے گئے لاؤنج میں اب بس بوا محب اور مرحا ہی تھے ملازم سارے کونوں میں کھڑے دلچسپی سے سب دیکھ رہے تھے

محب نے سرخ آنکھوں سے مرحا کو دیکھا اور اسے لچھنچتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا بوا اسکے پیچھے بھاگی تھیں

&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

&____________________

وہ مرحا کو اس کے کمرے میں لایا اور اسے اپنے سامنے کیا

"میں تمہیں مارنا نہیں چاہتا مرحا میرا دماغ مت خراب کرو تمہیں عقل نہیں تم۔۔۔۔" وہ اشتعال سے پاگل ہونے کو ہو رہا تھا۔

"مجھے آپ کی مار سے ڈر نہیں لگتا" مرحا نے عام سے انداز میں جواب دیا محب کے قریب ہوئی

"آپ میرے ساتھ غلط کر رہے ہیں محب "

"تم اپنی بکواس بند کرو تم ہر بار جب میرے سامنے کھڑی ہو کر مجھے کہتی ہو نا کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے تو مجھے تم سے نفرت ہونے لگتی ہے تم مجھے خود سے اتنا بدگمان نہ کرو مرحا کے مجھے

تمہاری شکل سے نفرت ہو جائے میں نے تمہارے لیے کیا نہیں کیا اور تم آج میرے ساتھ یہ سب کر رہی ہو تم مجھے زمانے کے سامنے رسوا کرتی پھیر رہی ہو "

"میں کر رہی ہوں۔؟" اس نے صدمے سے سوال کیا "یا آپ مجھے تکلیف دے رہے ہیں؟ اگر محبت کرنے سے پہلے سوچنے کے کچھ لمحے ملتے تو میں ضرور سوچتی پر یہ سب بے ختیار ہے انسان کے بس میں کچھ بھی نہیں ہوتا محب، میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں میں نہیں رہ سکتی آپ کے بغیر آپ کیوں نہیں سمجھ رہے۔؟" محب نے افسوس سے اسے دیکھا

"ٹھیک ہے تم کرو جو تمہارا دل کرے میں بھی اب تمہاری پرواہ نہیں کروں گا تم اب دیکھتی جاؤ میں کیا کرتا ہوں" وہ چبھتی نظروں سے مرحا کو دیکھتا باہر کی طرف جانے لگا

"آپ کو اگر میری پرواہ ہوتی تو آپ مجھے اتنا دکھ نہ دے رہے ہوتے" محب اس کی بات پہ رکا نہیں تھا وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔ چوکھٹ پہ کھڑی بوا مرحا کے پاس آئیں

"تم اسے اور مت ستاؤ مرحا وہ اپنی جگہ ٹھیک ہے اس نے تمہیں اپنے بچے کی طرح پالا ہے وہ کیسے تم سے شادی کے لیے مان جائے۔؟ "

"بوا آپ بتائیں دل پہ کسی کا اختیار ہوتا ہے۔؟" اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں "میں پورا دن محب کا نام اتنی مرتبہ لیتی ہوں کہ جیسے کلمہ ہو مجھے ان کی اتنی عادت ہے کہ اگر اب میں اس عادت کو چھوڑوں گی تو میں مر جاؤں گی" وہ رونے لگی تھی

" آپ اور محب چاہتے ہیں کہ میں مر جاؤں۔؟" اس کا انداز پوچھنے والا تھا۔۔۔ بچوں کی طرح چہرے پہ ہاتھ رکھ کر رونے لگی تھی۔ بوا نے اسے اپنے آغوش میں بھرا

"نہیں میری جان نہیں" وہ اس کی بات پہ ڈر گئیں کہ کہیں مرحا اب ایسا ہی کچھ نہ کر لے

"میں سمجھاؤں گی محب کو" مرحا نے ان کے گرد اپنی بانہوں کا حصار مضبوط کر لیا

"بوا مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے ان کی باتوں سے۔۔۔ میں بہت اذیت میں ہوں میں محب کو خود سے دور جاتے نہیں دیکھ سکتی "

"میں اسے سمجھاؤں گی" بوا نے اس کا سر سہلا کر کہا پر وہ بہت بڑی مشکل میں پھنس گئی تھیں

اب وہ محب کو کیسے سمجھائیں گی۔؟

"اے میرے خدا اب تو ہی کوئی حل نکال دے" انہوں نے دل میں دعا کی تھی۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&____________________________________

&&____________________________

محب کے کمرے میں خاموشی چھائی تھی وہ ساری بتیاں بجھا کر گہری سوچ میں گم تھا۔بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر وہ کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہا تھا۔۔ تبھی کمرے میں بوا داخل ہوئیں انہوں نے دیوار پہ ہاتھ مارا تو بٹنوں کے دبنے کی آواز آئی اور کمرہ روشن ہوتا چلا گیا

"آپ۔؟" محب نے چونک سامنے دیکھا۔سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔۔

"تم سے بات کرنی تھی" بوا آگے آئیں اور بیڈ پہ بیٹھ گئیں۔۔۔

"میں نے بھی آپ سے بات کرنی ہے"

"تم کرلو پہلے "محب نے سر کو خم دیا

"ٹھیک ہے "وہ کہہ کر چپ ہوا۔

"میں شادی کرنا چاہتا ہوں "بوا کو جھٹکا لگا۔ دل کی دھڑکنیں بڑھ گئیں۔۔۔ کیا وہ مان گیا مرحا سے شادی کے لیے۔؟ بوا کے لب ہلے انہوں نے محب کو کہا

"کس سے۔؟ "وہ اپنی سوچوں کی تصدیق کرنا چاہتی تھیں محب کچھ دیر خاموش رہا

"ہانیہ سے "بوا کے لیے یہ دوسرا جھٹکا تھا

"پر تم۔۔۔ "اس نے بوا کی بات کاٹی

"میں سمجھوتا کرلوں گا پر میں مرحا کی فضول ضد کو پورا نہیں کر سکتا۔ میں جب اس کی آنکھوں کے سامنے کسی اور کا ہو جاؤں گا تو اسے یقین ہو جائے گا کہ اس کی محبت طمعِ خام تھی جو کبھی اسے حاصل نہیں ہو سکتی وہ اس کے بعد کچھ دن روئے گی پر پھر ضرور اپنی زندگی میں آگے بڑھ جائے گی "وہ سارے حساب کتاب کر کے بیٹھا تھا۔۔۔ بوا کو سمجھ ہی نہ آرہی تھی کہ وہ

اب کیا کہیں وہ تو یہاں محب کو سمجھانے آئیں تھیں کہ محب مرحا سے شادی کے لیے مان جائے پر یہاں تو۔۔۔۔

"پر محب "انہوں نے کچھ کہنا چاہا

"بوا کچھ مت کہیں اس مسئلہ کا ایک یہی حل ہے جب میں کسی اور کا ہو جاؤں گا تو مرحا کی محبت دم توڑ دے گی "

"اور تم ؟" بوا نے اسے دیکھا "کیا تم خوش رہ لو گے۔؟" محب اداسی سے مسکایا

"میں نے کہا نا بوا میں سمجھوتا کر لوں گا تو میں کر لوں گا" اس نے کہہ کر دوبارہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لی تھیں۔۔۔۔

______________________________&&&&&&&&&&&&&&&&&&_

____

یہ لاہور کی سنسان سڑک تھی۔ جہاں اکا دکا گاڑیاں آ جا رہی تھیں۔ وہ سر تا پا برقعے میں ملبوس سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ آنکھوں کے گوشے بھیگ رہے تھے پیٹ میں بھوک سے شدید درد ہو رہا تھا۔ اس نے بے بسی سے پیٹ پہ مضبوطی سے ہاتھ رکھا پر بھوک کی شدت بڑھتی جا رہی تھی۔

"کیا میں نے کبھی یہ سوچا تھا کہ میں ایک دن کسی سڑک پہ کھڑی ہو کر اپنے جسم کی قیمت کا انتظار کر رہی ہوں گی۔ میں نے محبت کے پیچھے سب کچھ ہی گنوا دیا۔ میں خالی ہاتھ رہ گئی" اس کی آنکھوں میں آنسوؤں بنتے اب اس کے نقاب میں جذب ہو رہے تھے۔۔۔۔ اس نے آسمان کو دیکھا

"میں نے اگر زندگی میں کوئی ایک بھی نیکی کی ہے تو مجھے آج بچے لے میرے مالک" اس کی ہچکیاں بندھنے لگیں۔ "میں یہ سب نہیں کرنا چاہتی۔ میں خود کشی کی ہمت نہیں رکھتی، اور اس

داغ کے ساتھ زندہ رہ نہیں سکوں گی۔ مجھے بچالے میرے مالک" اس نے آسمان سے نظریں ہٹالی تھیں۔۔۔۔

بھوک کی شدت بڑھتی جارہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا اگر اس نے اب کچھ دیر اور کچھ نہ کھایا تو وہ مرجائے گی۔۔۔۔ وہ اب سڑک کو دیکھ رہی تھی۔ گردن ترچھی کرکے اس نے دور سے آتی ایک گاڑی کو دیکھا اور سڑک پہ بڑھنے لگی۔ گاڑی جب اس کے قریب آگئی تو اس نے اشارہ کیا اور گاڑی یک دم رک گئی۔۔۔۔

وہ گاڑی کے شیشے پہ جھکی جہاں ایک موٹے نقوش کا آدمی بیٹھا تھا بڑی مونچھوں والا وہ عجیب سا آدمی لگتا تھا اس نے نقاب پہنے ہوئی لڑکی کو غور سے دیکھا

"ایک رات کا پانچ ہزار جگہ تمہاری ہو گی" کچھ دیر پہلے اپنے قریب کھڑی دوسری عورت کے کہے گئے جملے اس نے ازبر کر لیے تھے ایک ہی سانس میں اس نے اپنی شہ رگ پہ چھری چلا

دی تھی۔ آدمی اس کی بات پہ حیران ہوا پھر وہ اسے دیکھنے لگا جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔ چند منٹ خاموشی رہی پھر اس آدمی نے کہا

"چار ہزار دوں گا" اور ساتھ ہی اس نے گاڑی کا دروازہ بھی کھول دیا۔ وہ ہچکچاتی ہوئی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"میں پہلے کھانا کھاؤں گی دو دن سے کچھ نہیں کھایا" آدمی نے سر ہلایا

"پھر تین ہزار پانچ سو دوں گا بولو منظور ہے۔؟" اس نے گاڑی نہ چلائی تھی۔۔۔ وہ اس کی بات پہ بس سر کو خم دے سکی۔۔۔ پھر آدمی نے گاڑی چلالی۔۔۔۔

اس نے کرب سے آنکھیں میچیں۔

"کبھی کبھی ہمارے گناہ اتنے بڑھ جاتے ہیں کہ اللہ تک ہماری بے بسی کی آہ بھی نہیں پہنچتی"

اس نے بہت سے آنسوؤں کو اپنے اندر اتارا اور سیٹ کی پشت سے سر ٹکالیا۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&

&&&&&

ملتان پہ صبح کی کرنیں شاذ ونادر دکھائی دیتی تھیں۔ حسین آگاہی ابھی سنسان تھا۔ پر اندرون گلیوں میں تڑکے ہی گہما گہمی سی برپا ہو جاتی تھی اور جب صبح پوری طرح سے انگڑائی لیتی تو گھروں کے کچن سے ناشتوں کی خوشبیں اٹھنے لگتیں۔۔۔

ان گھروں میں سے ایک گھر پلوشہ کا تھا جس کے صحن میں امی نے مرغی اور اس کے چوزوں کو کھول رکھا تھا۔ چوزے اب ماں کے بغیر بے خوف پھرتے تھے پر مرغی کی نظریں پھر بھی انہیں پہ رہتی تھیں کیونکہ سفید موٹی بلی اب پھر سے آنے لگی پر اس نے بساتھ والوں کے گھر جانا بھی نہیں چھوڑا تھا۔ کبھی کبھی تو پلوشہ کا دل کرتا تھا وہ اس بلی کو ڈنڈے سے پیٹ دے۔۔۔

وہ کئی بار بلی کو واپس بلاتی پر وہ آتی ہی نہ تھی لیکن پچھلے ایک دو دنوں سے جب بلی کے چکر گھر میں بڑھ گئے تو پلوشہ کو حیرت ہوئی وہ جب کل رات میں باہر نکلی تھی تب بھی بلی دیوار کے

ساتھ لگی آنکھیں موندے پڑی تھی۔۔۔۔پلوشہ نے اس کے لیے پیالی میں دودھ ڈالا اور اس کے قریب رکھ دیا تھا بلی نے چونک کر آنکھیں کھولی تھیں پر پھر اس نے دوبارہ آنکھیں موندلی تھیں۔۔۔۔پلوشہ بھی اندر چلی گئی تھی۔

لیکن اب جب وہ صبح ناشتے کے لیے اٹھی تو بلی اسے کہیں نہ دکھائی دی۔اس نے چھت پہ جا کر ساتھ والوں کے گھر جھانکا

"ہماری بلی کہاں ہے۔؟"اس نے ساتھ والی آنٹی سے پوچھا انہوں نے شانے اچکا دیے

"معلوم نہیں"پلوشہ سر ہلا کر واپس نیچے آگئی۔کچن میں امی ناشتہ بنا رہی تھیں وہ کچن میں داخل ہوئی تو امی نے کہا

"چھت پہ کیا کرنے گئی تھیں۔؟"

"کچھ نہیں بلی کا پوچھنے گئی تھی نظر نہیں آرہی"وہ کہہ کر کولر سے پانی گلاس میں بھرنے لگی

"تم یونہی اس بلی بیچاری کے پیچھے پڑ گئی ہو وہ بڑی ہو گئی ہے اسے اب ہماری ضرورت نہیں ہے" امی نے مسکرا کر کہا

"نہیں امی مجھے اس کی فکر ہے۔ مجھے وہ ساتھ والوں کا بلا ایک آنکھ نہیں بھاتا کتنا خوفناک ہے" اس نے پانی کا گلاس لبوں سے لگا لیا۔ گھونٹ پی کر وہ امی کو دیکھنے لگی

"تمہیں خوف آتا ہو گا پر بلی کو نہیں آتا وہ اس کا ہم شکل ہے اور شاید ہم سفر بھی" امی کہہ کر دوبارہ ناشتہ بنانے لگیں

"امی جانوروں میں بھی محبت ہوتی ہے۔؟" اس نے گلاس رکھ دیا اور امی کے قریب آ گئی

"جانوروں میں ہی تو محبت ہوتی ان میں نکاح نہیں ہوتے یہ محبت کرتے ہیں اور ساتھ رہتے ہیں "

"اور چھوڑ جانے پہ یہ کیا کرتے ہیں۔؟" اس کے سوال پہ امی کی آنکھوں میں تعجب در آیا انہیں کچھ وقت لگا بولنے میں

"چھوڑ جانے پہ ان کا حال انسانوں جیسا ہی ہوتا کچھ ہجر جھیل جاتے ہیں اور کچھ دم توڑ لیتے ہیں"

امی کی بات پہ پلوشہ کے دل میں ٹیسیں اٹھنے لگیں۔

"امی میں اپنی بلی کو واپس لے آؤں گی" اس کی آواز میں خوف تھا

"وہ تمہاری نہیں سنے گی پلوشہ وہ نہیں آئے گی اب" امی نے پراٹھا توے سے اتار کر ہاٹ پاٹ میں رکھا اور کہا

"اب آؤ ناشتہ کرتے ہیں میں نے پھر فیکٹری بھی جانا ہے" وہ کہہ کر کچن سے نکل گئیں۔ پلوشہ کا دل اداس سا ہو گیا تھا کچھ دیر وہاں کھڑا رہنے کے بعد وہ بھی کمرے میں آ گئی

"کی نہیں کال مرحا کی بوانے۔؟" امی نے پلوشہ سے پوچھا

"ہاں میں بھی سوچ رہی تھی اب تو کافی دن ہو گئے ہیں اس کے پیپرز ہونے والے ہیں" پلوشہ کے ذہن سے بلی نکل گئی تھی۔ وہ چارپائی پہ امی کے سامنے بیٹھ گئی تھی درمیان میں ناشتہ رکھا تھا جس سے دھوئیں اٹھ رہے تھے۔۔۔

"شاید انہوں نے کسی اور کو رکھ لیا ہو" امی نے اندازہ لگایا۔۔۔پلوشہ نے شانے اچکائے

"ہاں ہو سکتا ہے" وہ مرحا کے لیے اندر سے پریشانی تھی اسے نجانے کیوں لگ رہا تھا کہ مرحا کے ساتھ کچھ برا ہونے والا ہے۔ ایسا ہی کچھ اسے بلی کے لیے بھی محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&____________________________________

____________________________________&&&&

محب کی حویلی پہ صبح آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی لان کی گھاس پہ دھوپ کی کرنیں بکھری تھیں۔۔۔وہ بوا کے ساتھ پورچ میں کھڑا تھا۔ ہلکے نیلے رنگ کے کوٹ پینٹ کے ساتھ سفید شرٹ پہنے وہ سنجیدگی سے بوا سے بات کر رہا تھا۔ چشمے کی پیچھے موجود آنکھیں بھی سپاٹ تھیں۔ ہلکی داڑھی مونچھیں اس پہ ہمیشہ کی طرح جچ رہی تھیں۔ اونچے قد اور وجیہہ چہرے والا محب بوا سے پوچھ رہا تھا

"آپ نے بات کر لی ہانیہ سے۔؟" بوا اس کی بات پہ حیران ہوئیں

"ایسے ایک دم سے کیسے بات کرلوں محب شادی کی جلدی تمہیں ہے اسے نہیں وہ اب اچانک سے تمہارے راضی ہونے پہ لاکھ سوال کرے گی اور پتہ نہیں اب وہ مانے گی بھی یا نہیں تم نے پچھلی بار کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اسے ذلیل کرنے میں" بوا کو غصہ سا آنے لگا تھا۔ محب نے گہرا سانس لیا

"مان جائے گی بوا آپ اس سے ایک بار بات تو کریں آج فون کر لیجیۓ گا" بوا نے بے دلی سے سر ہلا دیا

"مرحا کا خیال رکھیۓ گا "

"اس کا خیال تم کرو اسے تمہاری ضرورت ہے "

"میں اس کے ساتھ ہمیشہ ہوں پر اب میں اس پہ یہ بات ظاہر نہیں ہونے دوں گا" وہ کہہ کر گاڑی کا دروازہ کھولنے لگا

"محب مان جاؤ مرحا کی بات" بوا نے ہمت کر کے کہہ دیا محب کو ان کی بات پہ جھٹکا لگا

"بوا۔؟" وہ بے یقنی سے بولا

"ٹھیک کہہ رہی ہوں محب کیوں ایک اور دل کا بیمار گھر میں بننا چاہتے ہو تمہیں دیکھتی ہوں تو دل دکھتا ہے اب مرحا کو دیکھتی ہوں تو دل بند ہونے لگتا ہے" بوا کی آنکھیں بھر گئیں۔۔۔

محب کچھ نہ بولا بس خاموشی سے بوا کی آنکھیں صاف کیں اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔۔۔

بوا نے پھر اس کی گاڑی کو گیلی آنکھوں سے حویلی سے باہر جاتے دیکھا اور بے جان قدموں سے واپس اندر داخل ہو گئی تھیں۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&

&&&&

پلوشہ کے گھر پہ دوپہر کا پہلا پہر تھا وہ کمرے میں فارغ بیٹھی تھی۔۔۔ دل بار بار موبائل کی جانب بڑھ رہا تھا۔

تیمور نے رات میں کہہ تھا کہ وہ صبح کال کرے گا۔ اس نے فوراً منع کیا تھا پر تیمور کا تبھی میسج آیا

"پھر میں تمہارے گھر آجاؤں گا اور اپنی مرضی سے جاؤں گا" اس کی دھمکی پہ پلوشہ کا گلا سوکھ گیا تھا اور اب بھی وہ اختلاج کی کیفیت میں مبتلا تھی اس نے ابھی موبائل اٹھایا ہی تھی کہ اسے باہر سے بلی کی زور زور سے غرانے کی آواز آئی جیسے بہت غصے میں ہو پلوشہ کا دل ڈوبا وہ ننگے پیر باہر بھاگی۔ صحن میں آئی تو شل رہ گئی وہ بلی کی آواز نہیں تھی وہ بلے کی آواز تھی جو کسی شیر کی طرح بپھرا کھڑا تھا سامنے بلی ڈری سہمی کھڑی تھی تبھی بلے نے بلی پہ حملا کر دیا وہ بلی کو پنجوں سے مار رہا تھا بلی اپنا بچاؤ کر رہی تھی پر ناکام ہو رہی تھی۔۔۔پلوشہ کو سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے گھر میں شور مچ گیا تھا کھڈے میں موجود چوزے بھی چیخنے لگے تھے اور اندر رکھا اس کا موبائل بھی دھاڑ رہا تھا اور سامنے بلی زمین پہ گری بلے کو خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

پلوشہ نے متلاشی نظروں سے ادھر ادھر ڈنڈے کی تلاش میں نظر دوڑائی پر اسے قریب کچھ بھی نظر نہ آیا لیکن جب اس نے دیکھا بلا اپنے پنجے بلی کی کمر میں گاڑھے ہوئے ہے اور بلی کی

کمر سے خون رسنے لگا ہے تو اس نے جوتی اٹھا کر پوری قوت سے بلے کو ماری اور وہ گھبرا کر وہاں سے فوراً بھاگ گیا۔۔۔

وہ تیزی سے بلی کے پاس آئی جو نا تواں اور بے کس سی زمین پہ گری تھی اس کے سانس اکھڑ رہے تھے۔۔۔۔پلوشہ کی روح لرز گئی بلی کی کمر پہ اتنا خون دیکھ کر بلی کی سفید کھال اس کے جسم سے اتر گئی تھی۔۔۔پلوشہ بلی کو اٹھانے لگی لیکن پھر وہ کمرے میں بھاگی۔اپنی چادر اٹھائی۔تالا اٹھایا اور جوتے پہن کر دوبارہ باہر آگئی۔۔۔۔

بلی صحن میں پڑی کراہ رہی تھی۔اس نے بلی کو اٹھایا اور گھر سے نکل گئی۔۔۔آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے تھے۔۔۔اس نے گھر کو تالا لگایا اور بلی کو لے کر تیز قدموں سے آگے بڑھ گئی اس کا موبائل کب کا خاموش ہو گیا تھا

وہ مین بازار میں آگئی تھی جہاں رکشے کھڑے تھے وہ رکشے کی طرف بڑھی تھی کہ اس کا راستہ ایک گاڑی نے روک لیا۔ گاڑی کا دروازہ کھلا اور تیمور اس میں سے نکلا پلوشہ نے آنسوؤں بہاتی آنکھوں سے اسے دیکھتا

"کیا ہوا۔؟" تیمور اسے روتا دیکھ اس کے پاس آیا

"میر۔۔۔۔میری۔۔۔۔میری بلی۔۔۔۔" وہ بھول گئی تھی سب کچھ اس نے تیمور کے سامنے بلی کو کیا

"کیا ہوا اسے "

"اسے کسی جانوروں کے ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے" اس نے تیمور کی بات ان سنی کر دی۔۔۔۔پلوشہ کے لبوں سے بے ربط سے جملے نکل رہے تھے اس کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے بلی کے سانس اکھڑتے جا رہے تھے۔۔۔۔ تیمور نے پھر اس سے کوئی سوال نہ کیا گاڑی کا دروازہ کھولا

"بیٹھو" پلوشہ بیٹھ گئی تیمور نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر گاڑی چلالی۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ کلینک میں موجود تھے۔۔۔ڈاکٹر نے بلی کی پٹی کی اور پلوشہ کو کہا

"آپ کی پالتو بلی ہے۔؟" پلوشہ نے سر ہلا دیا تیمور اس کے ساتھ کھڑا تھا۔۔۔

"آپ کی پریشانی سے لگ رہا تھا" ڈاکٹر مسکایا

"یہ ٹھیک ہو جائے گی" اس کا اشارہ بلی کی جانب تھا پلوشہ کے دل کو تسلی سی ہو گئی تھی اس نے بلی کو اٹھالیا اور کلینک سے نکل گئی تیمور اس کے ساتھ چلتا آ رہا تھا

"کہاں جا رہی ہو۔؟" پلوشہ کو گاڑی سے آگے بڑھتا دیکھ تیمور نے پوچھا

"میں چلی جاؤں گی اب، تمہارا شکریہ" اس نے نظر بھر کر فل آستینوں کی گاجری شرٹ اور جینز میں ملبوس بکھرے بالوں والے لڑکے کو دیکھا جس کی آنکھوں میں ناراضی در آئی تھی

"بیٹھ جاؤ گاڑی میں" وہ سختی سے بولا تو پلوشہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔۔۔ تیمور نے گاڑی چلالی تھی

"میری کال کیوں نہیں اٹھارہی تھیں۔؟" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا پلوشہ نے حیرت سے اسے دیکھا

"ابھی بھی پوچھ رہے ہو۔؟" وہ بلی کے سر پہ آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرنے لگی تھی۔ تیمور کو اس کے اس ناراضی بھرے جواب نے محظوظ سا کیا وہ اسے دیکھنے لگا

"کیا ہوا ہے ویسے تمہاری بلی کو اتنی چوٹ کیسے لگ گئی۔؟ "

"تم یہ مت پوچھو تمہیں برا لگے گا" تیمور نے تعجب سے پلوشہ کو دیکھا

"مجھے برا کیوں لگے گا۔؟"

"کیونکہ یہ بھی مذکر سے چوٹ کھا کر آرہی ہے محبت میں مؤنث کو مذکر سے ملتا ہی کیا ہے صرف چوٹ کبھی دل پہ تو کبھی جسم پہ "اس کے جواب پہ تیمور نے پلوشہ کو دیکھا جس کے چہرے پہ غصہ تھا

"جانوروں میں یہ جذبے نہیں ہوتے "پلوشہ نے تمسخر سے بھنویں اچکا کر تیمور کو دیکھا

" تیمور صاحب یہ جذبے شاید انسانوں میں اتنے نہ ہو جتنے جانوروں میں ہوتے ہیں۔ یہ محبت پہ یقین رکھ کر ہی ساتھ رہتے ہیں ان میں نکاح نہیں ہوتے اور نہ ہی طلاقیں "پلوشہ نے کہہ کر سر جھٹکا تیمور نے لب بھینچ لیے

"انسانوں میں بھی یہ جذبے ہوتے ہیں پلوشہ "

"ہاں تبھی طلاقیں بھی ہو جاتی ہیں محبت کا جذبہ اتنا بڑھ جاتا ہے ان کے دلوں میں کہ وہ یقین کرنا ہی بھول جاتے ہیں" تیمور نے یکدم ہی گاڑی کی بریک لگائی

"تم مجھے ایک بار ہی ختم کیوں نہیں کر دیتی۔؟ یہ تمہارے بار بار کے طعنے مجھے اذیت دیتے ہیں" اس کی آواز میں دکھ تھا پلوشہ خاموش ہو گئی اسے اب انداز ہو رہا تھا کہ وہ کچھ زیادہ ہی بول گئی ہے۔ وہ باہر دیکھنے لگی تھی۔۔۔۔ تیمور نے گاڑی دوبارہ چلا لی تھی۔۔۔۔

جب وہ حسین آگاہی کے بازار میں داخل ہوئے تو پلوشہ نے کہا

"بس یہیں روک دو" تیمور نے گاڑی روک دی۔ پلوشہ نکل کر باہر جانے لگی تبھی پلوشہ پہ بم پھوٹا

"کل بڑی آپا آئیں گی تمہاری طرف" پلوشہ کرنٹ کھا کر پلٹی

"کیوں۔؟ "

"تمہاری امی سے معافی مانگنیں وہ ہمارے مسئلے کا کوئی حل نکلانا چاہتی ہیں" اس نے کہا پلوشہ کا سر گھومنے لگا

"تمہارا دماغ خراب ہے" وہ دھاڑی "مت بھیجنا کسی کو میں نہیں چاہتی تمہاری کسی بہن کی بے عزتی اب دوبارہ میرے گھر ہو" تیمور کی بہنیں ان کی طلاق کے بعد ایک بار آئیں تھیں تب بھی پلوشہ کی امی نے ان کی ایک نہ سنی تھی اور پلوشہ جانتی تھی اب بھی کچھ ایسا ہی ہو گا

"سب ٹھیک ہو جائے گا وہ تمہاری امی کی ہر بات خاموشی سے سنیں گی تم آج نماز پڑھا کر ہمارے لیے دعا کرنا تمہارے دعاؤں سے ہم ایک ہوں گے اور ہمارے ایک ہونے سے میری زندگی بچ جائے گی" تیمور نے کہہ کر گاڑی چلالی تھی۔۔۔ پلوشہ وہاں ساکت کھڑی رہ گئی تھی۔۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&_____________________________

____________________________&&&&

ملتان پہ رات اپنے پر پھیلاتی ہر سو پھیل رہی تھی حویلی کی بتیاں اندھیرے کو مات دے رہی تھیں۔۔۔ اسے آج آفس سے آنے میں کافی دیر ہو گئی تھی۔ اسے امید تھی کے بوا سو گئیں ہوں گی اور جب اس نے بوا کے کمرے میں جھانک کر دیکھا تو وہ سچ میں سو رہی تھیں۔۔۔

محب پھر سیدھا اپنے کمرے میں آگیا۔۔۔ فریش ہو کر جب وہ نکلا تو چوڑے کسرتی وجود پہ کالی شرٹ اور ٹراؤزر تھا۔۔۔ گیلے بال ماتھے پہ بکھرے تھے انہیں پونچھ کر اس نے انہیں سنوار اور لیپ ٹاپ لے کر بیڈ پہ بیٹھ گیا۔۔۔ لیپ ٹاپ کی اسکرین روشن کر کے اس نے اپنی نظریں ابھی کام پہ جمائی ہی تھیں کہ دروازے پہ دستک ہوئی۔ اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو سامنے مرحا کھڑی تھی مالٹائی رنگ کی قمیض شلوار کے ساتھ ہم رنگ دوپٹے کو سینے پہ پھیلائے وہ ہاتھ میں ٹرے لیے ہوئے تھی۔ جس میں دو کپ رکھے تھے جن سے بھاپ نکل رہی تھی۔ مرحا مسکراتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔

"ایک آپ کی ایک میری" اس نے ایک چائے کے مگ کو سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور دوسرا لے کر بیڈ پہ بیٹھ گئی۔۔۔

"میں نے نہیں پینی تم جاؤ یہاں سے "

"اچھی بنی ہے محب میں نے سفینہ سے سیکھی ہے" اس نے ناراضی سے کہا محب نے لب بھینچ کر مرحا کو دیکھا اور بیڈ سے کھڑا ہو گیا

"تم بیٹھو یہاں میں جا رہا ہوں" وہ کہہ کر جانے لگا مرحا نے فوراً اس کا ہاتھ تھاما

"میں اتنے دل سے بنا کر لائی ہوں محب" اس نے ایک ہاتھ میں مگ تھام رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے محب کی کلائی پکڑ رکھی تھی محب نے پلٹ کر اسے دیکھا

"میرے پاس تمہارے لیے کوئی وقت نہیں ہے جاؤ یہاں سے" اس نے مرحا کا ہاتھ جھٹکا دیا اور مرحا کے دوسرے ہاتھ میں پکڑے مگ سے گرم چائے چھل کر اسکے ہاتھ پہ گری اور مرحا

کے ہاتھ سے کپ چھوٹ گیا جو سیدھا اس کے پیر پہ گر تھا۔۔۔ مرحا درد سے کرلائی اور بیڈ پہ بیٹھ گئی۔۔۔ محب گھبرا کر اس کے قریب ہوا

"ہر وقت الٹے کام تمہیں کس نے کہا تھا چائے کا کپ پکڑ کر کھڑی ہو جاؤ" وہ فکر مندی سے اس کا ہاتھ تو کبھی پاؤں دیکھ رہا تھا۔۔۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گیا تھا جو جا رہا تھا اب بیٹھ اتنے قریب بیٹھا تھا کے اس کے پرفیوم کی خوشبو سانسوں میں گھل رہی تھی۔

"مجھے نہیں پتہ تھا آپ مجھے دھکا دے دیں گے" وہ بھرائی ہوئی آواز سے بولی تھی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔۔۔ اس کا ہاتھ اور پاؤں سرخ ہو گیا تھا۔۔۔ تکلیف اس کے چہرے پہ صاف دکھائی دے رہی تھی۔ محب اس کی بات پہ شرمندہ ہو گیا

"یہ آپ کی وجہ سے ہوا ہے آپ مجھے اب جان بوجھ کر تکلیف دیتے ہیں" وہ روتی ہوئی اٹھی اور کمرے سے بھاگ کر نکل گئی۔۔۔ محب وہیں بیٹھا اسے دیکھتا رہ گیا۔۔۔ دل کسی نے مٹھی میں لے کر مسل دیا تھا اسے نہیں پتہ تھا کہ یہ سب ہو جائے گا۔۔۔ وہ مرحا کو تکلیف کیوں دینا

چاہے گا وہ تو اس سے۔۔۔۔ محب سے اس سے آگے نہ سوچا گیا اس نے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&_______________________________

&&_______________________

لاؤنج کی سیڑھیوں پہ نیم اندھیرا تھا وہ گریل کے ساتھ بیٹھی اپنے ہاتھ اور پاؤں کو مسل کر رو رہی تھی۔۔۔۔ دوپٹہ سیڑھیوں پہ پھیلا ہوا تھا۔۔۔۔ ایک گھٹنے پہ ماتھا رکھ کر وہ سسک رہی تھی۔۔۔۔ تبھی خاموش قدموں سے چلتا وہ مرحا کے پہلو میں آکر بیٹھ گیا۔۔۔۔ اسے گردن ترچھی کر کے دیکھا۔۔۔۔ پھر اس کا ہاتھ تھاما مرحا نے کچھ چونک کر سر اٹھایا۔۔۔۔ محب کو ساتھ بیٹھا دیکھ اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑایا اور اٹھ کر جانے لگی

"بیٹھ جاؤ آرام سے" وہ غصے سے بولا مرحا نے افسوس سے اسے دیکھا۔ محب نے آنکھوں سے اشارہ کیا چہرہ سنجیدہ تھا۔۔۔ مرحا بیٹھ گئی۔۔۔۔

"دکھاؤں کہاں سے جلا ہے" اس نے ہاتھ پکڑا

"پاؤں زیادہ جلا ہے" اس کی آواز پھر سے بھرا گئی محب نے اسے دیکھا مرحا اسے ہمیشہ جیسی ہی معصوم لگی۔ اس کا دل پسیج گیا۔ اس نے اس کا پاؤں آگے کیا۔۔۔ وہ سرخ ہو رہا تھا۔ محب کھڑا ہو گیا۔۔۔ مرحا کو ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا اور اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے آیا

"زیادہ نہیں جلا" اس نے مرحا کو بیڈ پہ بٹھا کر کہا

"زیادہ ہی جلا ہے آپ کو نہیں لگتا" وہ آنکھوں کے آنسوں صاف کر کے رخ موڑ کر بولی

"اچھا ٹھیک ہے زیادہ جلا ہے یہیں بیٹھو میں ٹیوب لگا دیتا ہوں" وہ کہہ کر الماری کی طرف گیا وہاں سے میڈیکل باکس نکالا اور دوبارہ مرحا کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ اس کا پاؤں اپنے گھٹنے پہ رکھا اور ٹیوب لگانے لگا

"ہاتھ دکھاؤ" اس نے مرحا کو کہا مرحا ایسی ہو گئی جیسے سنا ہی نہ ہو محب سنجیدگی سے اس کے ساتھ ہو کر بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ پکڑا وہاں بھی ٹیوب لگا دی

"اب ٹھیک ہو جائے گا صبح تک" اس نے کہا مرحا نے محب کو دیکھا

"میں ادھر ہی سوؤں گی" محب نے ہلکی سی بھنوا چکائی "میں نے ادھر ہی سونا ہے" اس کا انداز ضدی سا تھا

"مرحا نہیں" محب بولنے لگا مرحا نے اسکی کے گھٹنے پہ سر رکھا لیا

"مجھے بخار ہو رہا ہے محب" مرحا کی آواز میں نمی تھی اس نے محب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ماتھے پہ رکھا جو ہلکا سا گرم تھا اسے بخار نہیں تھا پر اب مرحا نے کہہ دیا تھا تو کوئی ڈاکٹر یہ ثابت نہیں کر سکتا تھا کہ وہ ٹھیک ہے۔۔۔ محب نے گود میں موجود مرحا کے چہرے کو دیکھا

"مرحا" وہ اتنا ہی کہہ سکا مرحا نے آنکھیں موند لیں۔۔۔ محب خاموش ہو گیا۔۔۔ مرحا نے اس کے ایک بازو کے گرد اپنی بانہیں حائل کر کے اسے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا اور محب کا دوسرا ہاتھ اس کے ماتھے پہ تھا۔۔۔ محب اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔۔۔

وہ کب تک اور کہاں تک اس لڑکی سے بھاگے گا۔؟ کیا وہ سچ میں اس کے بار بار سامنے کھڑے ہو کر محبت کا اظہار کرنے اس سے نفرت کرنے لگا ہے۔؟

"نہیں" دل نے فوراً کہا

"مجھے خوف آنے لگا ہے" محب نے زیرِ لب اپنی بات کہی وہ اٹھ کر جانا چاہتا تھا پر جا نا نہ سکا وہ مرحا کے بالوں میں ہلکا ہلکا ہاتھ چلانے لگا۔۔۔ کچھ دیر بعد اسے احساس ہوا مرحا سو گئی ہے محب نے آہستگی سے اسکا سر گھٹنے سے اٹھا کر تکیے پہ رکھا اپنا بازو چھڑایا اور کھڑا ہو گیا۔۔۔ مرحا کے چہرے پہ اسکے بالوں کی لٹیں تھیں۔ محب نے جھک کر آرام سے انہیں اس کے چہرے سے ہٹایا۔۔۔ محب کی نظر اس کے پسید چہرے پہ ٹھہر گئی تھی اور بس یہی پل تھا جب محب فوراً مرحا سے دور ہوا اور بڑے بڑے ڈگ بھرتا کمرے سے نکل گیا۔۔۔ اس نے جاتے ہوئے دروازہ بند کر دیا تھا۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&

&&&&&&&

وہ اپنے کمرے سے نکل کر بوا کے کمرے میں آیا تھا۔ ان کے دروازے کے سامنے رک کر اس نے دروازے کو دیکھا پھر آہستہ سے دستک دی۔ ایک پھر دوسری پھر تیسری۔۔۔۔

اس کے بعد وہ انتظار کرنے لگا۔ کچھ ساعتوں بعد اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ بوا بول بھی رہی تھیں۔

"کون ہے۔؟" ان کی آواز میں ہلکی سی پریشانی تھی۔

"بوا میں ہوں" اس کے اتنے کہتے ہی بوا نے دروازہ کھول دیا

"تم۔؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا "سب ٹھیک ہے۔؟" وہ اسے پریشانی سے دیکھنے لگیں۔

"جی بوا سب ٹھیک ہے میرے کمرے میں مرحا سو رہی ہے"

"کیوں۔؟" محب ان کے سوال پہ خاموش سا ہو گیا پھر دھیرے سے بولا

"وہ میرے لیے چائے بنا کر لائی تھی اور ایک بار پھر نا چاہتے ہوئے بھی میں نے اسے تکلیف پہنچادی۔ میں اسے کہہ رہا تھا کہ میرے کمرے سے چلی جائے اور اسے پیچھے کرتے وقت اس کے ہاتھ اور پاؤں پہ چائے گر گئی" اس نے نظریں جھکائی ہوئی تھیں۔

"اچھا" بوا کا لہجہ کسی بھی جذبے سے عاری تھی محب نے نظریں اٹھا کر دیکھا

"میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا"

"ہاں جانتی ہوں یہ سب تو اب اس کی قسمت ہے" انہوں نے دوپٹہ ٹھیک کیا "تم یہاں سو جاؤ میں اس کے پاس جا رہی ہوں" انہوں نے محب کا کاندھا تھپکا اور کمرے نکل گئیں۔ محب دروازے کی چوکھٹ پہ ہی کھڑا رہ گیا۔ حویلی کے اندرون میں چھایا نیم اندھیرا اسے آہستہ

آہستہ اپنے مسام میں سرائیت کرتا محسوس ہونے لگا تھا گردشِ خون سست پڑ گئی تھی۔ دل کی دھڑکنوں کی طرح۔ وہ بے جان قدموں سے چلتا بیڈ پہ آ کر لیٹ گیا۔ اس نے آنکھیں موند لیں پر نیند نہیں آ رہی تھی اس کا آج پہلی بار دل کر رہا تھا کہ وہ مرحا کا سر اپنی گود میں رکھ کر آنکھیں موندے اور اسے اپنا بازو اتنی مضبوطی سے تھام دے کہ۔۔۔۔

اس سے آگے اس نے دل کو سوچنے سے ڈپٹا اور کروٹ موڑ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

&&&&&&&&&&&&&&&______________________________________

_____________________&&&&&&&&&&&&&&&&&&

دن جب ملتان کے ہاتھ سے پھسلا تو دوپہر کا سورج چاہ کر بھی آنکھ نہیں کھول پا رہا تھا۔ بادل بار بار اس کے سامنے آ رہے تھے اور وہ بے بسی سے انہیں اپنا راستہ روکے دیکھتا رہ جاتا تھا۔

ایسے میں پلوشہ کے صحن میں پھرتے چوزوے زمین میں چونچ کٹکٹاتے پھر رہے تھے۔ مرغی کی اب پریشانی بالکل ہی ختم ہو گئی تھی۔ بلی کی علالت اس کے لیے باعثِ مسرت تھی۔ وہ مزے

سے بے فکر بیٹھی تھی۔ جبکہ کے سفید جلد والی موٹی بلی اداس لگتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں یاسیت تھی اسے پلوشہ جب سے لائی تھی وہ ایک کونے میں ہی بیٹھی تھی اور رات میں تو وہ ہوک بھی بھر رہی تھی۔ پلوشہ کو اس کی حالت سے دکھ ہو رہا تھا۔ وہ پوری رات بلی کی وجہ سے نہ سو سکی۔ امی کو یہی غلط فہمی تھی پر آپ اور میں تو جانتے ہیں نا کہ اسے تیمور کی پریشانی تھی۔ اب کل اس کی بڑی آپا نے آنا تھا اور گھر میں تماشہ لگے گا اس کے زخموں کو معافی، ہمدردی اور طرفداری میں ایک بار پھر کریدہ جائے گا۔

اسے ایک بار پھر وہ سب کچھ یاد کروایا جائے گا جو وہ ابھی ٹھیک سے بھولی ہی نہیں ہے۔

پلوشہ آج صبح سے ہی چپ چپ تھی۔ امی فیکٹری چالی گئیں تو اس نے تیمور کو کال کی

"میری جان" وہ چھوٹتے ہی بولا

"تم اپنی بڑی آپا کو مت بھیجو" پلوشہ نے اس کی بات کو نظر انداز کر دیا تھا۔

"یہ کہنے کے لیے فون کیا ہے۔؟" اس کے لہجے میں ہلکی سی برہمی تھی

"ہاں یہی کہنے کے لیے فون کیا ہے تیمور تم نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے میں وہ سب بھولنا چاہتی ہوں اور تم یا تمہارے گھر والے جب جب میرے سامنے آتے ہیں تو میرے سارے زخم تازہ ہو جاتے ہیں مجھ پہ رحم کرو" اس کی آواز بھرا گئی۔

دوسری جانب خاموشی رہی کچھ پل کی، پھر وہ آہستگی سے بولا

"میں نہیں رہ پا رہا تمہارے بغیر پلوشہ" پلوشہ کی آنکھوں میں آنسوں آ گئے

"تیمور کاش تم ایک بار میری سن لیتے تو آج ہم ساتھ ہوتے" وہ بھیگی ہوئی آنکھوں سے قنوطیت سے بولی

"کاش میں جب تمہیں خود سے جدا کر رہا تھا تو میری سانسیں رک جاتیں" اس کی بھی آواز نم ہو گئی تھی۔

"ایسا نہ کہا کرو تیمور "

"ایسے کہنے کے علاوہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے تمہیں پتہ ہے میں ہر لمحے اپنے کیے پہ پچھتاتا رہتا ہوں میری اذیت بڑھتی جارہی ہے میں اپنے اور تمہارے راستے ملانے کی ہر ممکن کوشش کررہاہوں پر مجھے تمہاراساتھ چاہیے" اس کی آواز میں امید تھی پلوشہ جواب میں کچھ نہ بولی اس نے آہستہ سے کال کاٹ دی اور گھٹنوں پہ سر رکھ کر دبادبا رونے لگی۔ باہر ابھی تک سورج بادلوں میں الجھا تھا۔ بلی رات جیسی اداس تھی اور چوزے اور مرغی خوش اور آزاد۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&

عصر کا وقت ہوا تو محب کی حویلی کے لان میں لگے پھولوں سے پروائی کھیلنے لگی۔ محب آج آفس سے جلدی آگیا تھا۔ وہ اس وقت لان میں بیٹھا تھا۔ گہری سوچ میں ڈوبا وہ آسمان پہ نظریں جمائے ہوئے تھا۔

جب وہ آفس سے آیا تھا تو بوا اسے لاؤنج میں ہی مل گئی تھیں۔ وہ اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو کر

اس کے پاس آئیں

"میں نے ہانیہ کو کال کی تھی" محب کی سانس اٹک سی گئی

"کیا کہا اس نے۔؟ "

"کچھ بھی نہیں" اسے بوا کی بات پہ اچنبھا ہوا

"کچھ بھی نہیں۔؟ "

"ہاں"

"آپ نے اس سے شادی کی بات کی تھی۔؟"

"ہاں کی تھی"

"پھر بھی۔؟ محب حیران تھا

"اس نے بس اتنا کہا کہ میں ابھی مصروف ہوں اس بارے میں، میں محب سے خود بات کروں گی" انہوں نے ہانیہ کی بات دوہرائی تھی۔ محب نے سر ہلا دیا

"اب وہ ضرور نخرے کرے گی" محب نے برہمی سے سر جھٹکا

"تو مت کرو اس سے شادی" بوا کی بات پہ وہ بس بوا کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔

اس کے بعد وہ فرش ہوا اور اب جینز کی پینٹ پہ تیز نیلی شرٹ پہنے وہ لان کی کرسی پہ بیٹھا تھا۔ بال ماتھے پہ بکھرے تھے

اس کی سوچ کا تسلسل تب ٹوٹا جب اسے مرحا کی آواز سنائی دی

"محب۔؟" وہ حویلی کے داخلی دروازے میں کھڑی ہو کر اسے آواز دے رہی تھی۔ محب نے گردن موڑ کر اسے دیکھا جو سفید قیمض شلوار کے ساتھ سرخ دوپٹہ سینے پہ پھیلائے ہوئے تھی۔ بال ہمیشہ کی طرح کھلے تھے۔ چہرے محب کو دیکھ کر آنے والی معصوم سی خوشی سے دمک رہا تھا

"آپ کب آئے۔؟" وہ تیز قدموں سے چلتی اب اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی

"کچھ دیر پہلے" محب کا انداز سنجیدہ تھا وہ رات والی بات رات کو ہی ختم کر چکا تھا۔ اب وہ ویسا ہی محب بن گیا تھا جیسا پچھلے کچھ دنوں سے تھا

"آپ کو پتہ ہے" وہ سامنے والی کرسی پہ بیٹھ گئی

"میرا پاؤں ابھی بھی ٹھیک نہیں ہوا" اس نے اداسی سے بتایا محب نے سر ہلایا

"دکھاؤ مجھے" مرحا نے پاؤں اس کے سامنے کیا

"دیکھیں"

"ٹھیک تو ہے" محب نے پاؤں کو اچھی طرح دیکھا پھر اوپر نظریں کر کے کہا تھا

"نہیں آپ غور سے نہیں دیکھ رہے آپ کو اب میری فکر نہیں رہی" مرحا نے محب کی آنکھوں میں جھانک کر کہا محب آنکھیں چرا گیا

"میں کمرے میں جا رہا ہوں" وہ کہہ کر جانے لگا

"محب" مرحا نے پیچھے سے پکارا تو وہ رک گیا

"میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکوں گی" محب نے سفید لباس میں ملبوس معصوم لڑکی کو دیکھا جو رونے کو تیار تھی

"میں بہت اداس ہوں محب میں نے آپ کو تھپڑ کے لیے بھی معاف کر دیا ہے اب آپ مجھے خود سے دور نہ کریں" مرحا کی آنکھوں میں نمی ٹھہر گئی۔ محب کا دل بے چین سا ہو گیا۔ دل کیا بڑھ کر وہ ان آنکھوں کی نمی پونچھ دے پر وہ آگے نہ بڑھا نہ دل کو بے بس ہونے دیا

"میں تم سے محبت نہیں کرتا اور نہ ہی کبھی کر سکوں گا" وہ سپاٹ لہجے سے بولا یوں لگتا تھا جیسے وہ مرحا سے زیادہ خود کو یہ بات یاد کروا رہا ہو

"تو پہلے جھوٹ کیوں کہتے تھے کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے" مرحا رونے لگی

"میں پاگل تھا" وہ چڑ کر بولا

"اور اب میں پاگل ہو گئی ہوں" مرحا نے ہاتھ کی پشت سے آنسوں صاف کیے

"میں آپ کو بتا رہی ہوں محب" وہ قدم قدم چلتی محب کے سامنے آ گئی

"میں صرف آپ کی ہوں اور آپ میرے" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی تھی

"میں تمہارا نہیں ہوں" محب کے جواب پہ مرحا کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر مسل دیا

"آپ میرے ہی ہیں" آنسوؤں کا گول اس کے گلے میں پھنس گیا تھا اسے دقت ہوئی تھی یہ کہنے میں، چہرے پہ آنسوں ٹوٹ کر بکھر رہے تھے

"تمہاری یہ غلط فہمی میں بہت جلد دور کر دوں گا" وہ سرد مہری سے کہہ کر پلٹا ہی تھا کہ مرحا نے اس کا ہاتھ پکڑا وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پر اسے سمجھ نہ آیا کہ کیا کہے محب کا دل پسیجنے لگا مرحا اسے ترحم سے دیکھ رہی تھی۔

"مرحا ہم کبھی ایک نہیں ہو سکتے تم بات سمجھ کیوں نہیں جاتیں۔؟" محب کا لہجہ خود ہی نرم ہو گیا وہ اسے سجھانے لگا

"پر میں آپ کی جگہ کسی کو نہیں دے سکوں گی محب میں کیا کروں مجھے آپ جتنا پیار کسی سے بھی نہیں ہو گا مجھے میرے محب جیسا کوئی دوسرا لگتا ہی نہیں" محب کے دل میں ٹیسیں اٹھنے لگیں مرحا کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھا اور مرحا کی طرف اس کا دل بڑھنے لگا۔ محب نے تیزی سے اس کی آنکھوں سے آنکھیں ہٹائیں اپنا ہاتھ چھڑایا اور دل کو قابو کرتا وہ حویلی میں چلا گیا۔

مرحا پہ آہستہ آہستہ شام کا اندھیرا غالب آنے لگا۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&____________________________

&&&____________

لان کی گھاس پہ اندھیرا جما تو بلائی منزل پہ بنے محب کے کمرے کی روشنیاں جل اٹھئیں۔۔۔وہ بیڈ کراؤن سے کمرے ٹکائے بیٹھا تھا۔ بالکل سنجیدگی سے وہ اپنے موبائل پہ آئی میلز چیک کر رہا تھا۔ تبھی اس کے موبائل پہ ایک شناسا نمبر جگمگانے لگا۔ دل کی رفتار یکدم بڑھی تھی۔

"ہیلو" اس نے خود کو نارمل کر کے کہا

"وہ کہیں پر بھی گیا لوٹا تو میرے پاس آیا"

"بس یہی اک بات ہے اچھی میرے ہر جائی کی" دوسری جانب سے ہانیہ چہکی تھی۔

"تم نے کیا سوچا ہے۔؟" وہ سیدھا مدعے پہ آیا اسے ہانیہ کی شاعری میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اور نہ ہی شاید ہانیہ میں۔۔۔

"کیا سوچ سکتی ہوں۔؟" دوسری طرف سے بھی سوال ہوا۔ محب نے گہرا سانس لیا

"وہی جو سب اپنے فائدے کے لیے سوچتے ہیں "

"ہاں میں نے بھی اپنا فائدہ ہی سوچا ہے محب" اس کی بھی آواز یکدم ہی سنجیدہ ہوئی تھی

"کیا۔؟ "

"یہی کہ میں تم سے شادی نہیں کر سکتی اب میں اتنی بھی گئی گزری نہیں ہوں کہ ضرورت کے وقت استعمال ہونے کے لیے کھڑی ہو جاؤں" اس کی بات پہ محب کا ماتھا ٹھنکا

"کیا مطلب ہے۔؟"

"تم ابھی بھی انجان بن رہے ہو۔؟" محب کا دل ڈوبا اس سے کچھ نہ بولا گیا۔ اس کی دشواری ہانیہ نے ہی دور کر دی

"میں تمہارے اور مرحا کے درمیان میں نہیں آنا چاہتی" اور یہاں محب ساکت رہ گیا۔ جسم سے جیسے روح نکل گئی ہو

"لگتا ہے تم حیران ہو گئے" دوسری جانب والی لڑکی کا لہجہ اب کی بار محظوظ سا تھا محب کو سنبھلنے میں مشکل ہو رہی تھی

"تمہیں۔؟" وہ بس اتنا ہی بول سکا۔ وہ اب سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا

"ہاں مجھے ہی، مجھے ہی سب سے پہلے مرحا نے اپنے اور تمہارے بارے میں بتایا تھا ویسے حیرت ہے محب تم کیسے ہو مرحا سے۔؟" وہ جیسے حیران ہوئی تھی اس نے اپنی بات میں اضافہ کیا" یہ کزنوں کو بھائی بہن کہہ کر محبت کرنے کا طریقہ تو کافی پرانا اور گھسا پٹا تھا تم دونوں کو یہی ملا تھا۔؟" اس نے افسوس ظاہر کیا۔ اس کی بات پہ محب کے خون کی گردش بڑھ گئ

"بند کرو اپنی بکواس" وہ پوری قوت سے چیخا

"ہاہاہا مجھ پہ مت چلاؤ تم خود بے شرم ہو اور اب دوسروں پہ چیخ چلا رہے ہو۔ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی پر خیر" وہ کھلم کھلا طنز کر رہی تھی محب کی آنکھوں میں سرخی در آئی تھی "ہمیں کیا مجھے خوشی ہے تم دونوں کے لیے ویسے تم دونوں کا کپل پورے خاندان میں مشہور ہو گا اگر بن گیا تو" محب سے مزید نہ سنا گیا اس نے ٹھک سے کال کاٹ دی جو اشتعال اس کی رگوں میں دوڑا تھا وہ یکدم ہی خوف میں بدل گیا۔

"پورے خاندان میں مشہور ہو گا" اسے اپنے ارد گرد ہانیہ کی آواز باز گشت کرتی محسوس ہونے لگی۔ کیا وہ نہیں سمجھتا تھا کہ ہانیہ کس نظریے سے یہ بات کہہ رہی تھی۔

"میں اسی بات سے ڈرتا تھا" اس نے تکلیف سے آنکھیں بند کیں اور بے کل سا دوبارہ ٹیک لگ کر بیٹھ گیا۔ کمرے میں پل پل تاریکی بڑھ رہی تھی جو کچھ دیر پہلے والے مرحا کے لیے بنتے جذبوں کو نگل رہی تھی۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&&

رات کی اداسی پلوشہ کے گھر پہ بھی اپنا سایہ کیے ہوئے تھے۔ صحن میں اس وقت خاموشی تھی مرغی اور چوزے اپنے کھڈے میں بیٹھے تھے۔ پلوشہ چھت پہ تھی بے چین سی لگتی تھی۔ نیچے کمرے کی گہری خاموشی اسے وحشت میں مبتلا کر رہی تھی۔ وہ منڈیر کے ساتھ کھڑی تھی۔

اور کمرے میں پلوشہ کی امی سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھیں سامنے والی چارپائی پہ بیٹھی تیمور کی بڑی آپا کو دیکھ رہی تھیں جن کے چہرے پہ شرمندگی تھی

"ہم معافی مانگنا چاہتے ہیں"

ہم معاف نہیں کرنا چاہتے" امی نے بغیر تاثر کے کہا

"یہ مت کہیں میرا بھائی پل پل مر رہا ہے" ان کی آواز بھرا گئی

"میری بیٹی بھی میرے سامنے ایسے ہی مری تھی اب کی پلوشہ کو میں نے بہت محنت اور محبت سے بنایا ہے میں اسے کچھ نہیں ہونے دوں گی آپ جاسکتی ہیں ہم آپ کے مقابلے کے لوگ نہیں، ہمیں آپ لوگوں جیسی شازشیں نہیں آتی" تیمور کی بہن نے ہاتھ جوڑ لیے

"میں اپنے بھائی کی زندگی مانگنے آئی ہوں آپ سے وہ نہیں رہ سکتا آپ کی بیٹی کے بغیر" امی تنفر سے مسکائیں

"گھر سے نکالتے، طلاق دیتے اسے اس بات کا احساس کیوں نہ تھا کہ وہ ایک دن اس کے بغیر رہ بھی نہیں سکے گے"

"غلطی ہماری تھی یا کہہ لیں گناہ تھا"

"چاہے کچھ بھی تھا غلطی یا گناہ، وہ آپ کا تھا اسے اب آپ بھگتیں میں اپنی بیٹی کو اندھے کنویں میں پھینک دوں گی پر دوبارہ حلالے کے نام پہ آپ کے بھائی سے اس کی شادی نہیں کروں گی آپ جا سکتیں ہیں" وہ کہہ کر خود کھڑی ہو گئیں۔ انہیں کھڑا ہوتا دیکھ تیمور کی بہن بھی کھڑی ہو گئی تھیں وہ کچھ کہنا چاہتی تھیں

"آپ کا کچھ بھی کہنا فضول ہے میں اپنی بیٹی کی اب دوبارہ وہاں شادی نہیں کروں گی اور حلالہ کروا کر تو کبھی نہیں میری بیٹی تماشہ نہیں ہے جسے جب آپ کا دل کرے گا لگا کر دیکھ لیں گی" امی کے لہجے میں نفرت ہی نفرت تھی۔ تیمور کی بہن کی زبان سل گئی ان کی آنکھیں بہنے لگیں۔ وہ شکستہ قدموں سے چلتی کمرے سے نکل گئیں صحن سے جاتے انہوں نے کسی احساس

کے تحت نظریں اٹھا کر دیکھا تو پلوشہ انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔ پلوشہ وہاں سے بھی ان کی آنکھوں میں موجود ترحم کی بھیک دیکھ سکتی تھی پر وہ خود بے بس تھی۔ اس نے اپنے قدم پیچھے کی جانب بڑھائے اور منڈیر سے ہٹ گئی پھر جب تیمور کی بہن وہاں سے چلی گئیں تو صحن پھر سے خالی ہو گیا۔ مرغی نے تیمور کی بہن کو دوازہ عبور کرنے تک دیکھا اور پھر آنکھیں موند لیں۔ پلوشہ بھیگی آنکھوں سے آسمان کو دیکھنے لگی تھی

"کیا میری قسمت کے دکھ کبھی ختم بھی ہوں گے۔؟" اس نے سوال کیا آنسوں بہہ کر چہرے پہ آ گئے تبھی اس کی نظر سامنے داخلی دروازے کی دیوار پہ بیٹھی سفید بلی پہ بڑی جو نجانے کب وہاں جا بیٹھی تھی۔ اس کی نظر ساتھ والوں کے صحن میں تھی۔ پلوشہ نے وہاں دیکھا تو بِلا وہاں سکون سے بیٹھا تھا پر وہ اکیلا نہ تھا اس کے ساتھ ایک دوسری بلی تھی پلوشہ رونا بھول گئی وہ منڈیر کے قریب ہوئی اس نے دوبارہ اپنی بلی کو دیکھا جو یاسیت سے صحن میں نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ پلوشہ کا دل بری طرح دکھا اسے اپنی بلی رات کی تاریکی کا ڈھلتا ہوا حصہ لگی تھی۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&_____________________________

_____________________________&&

وہ بوا کے کمرے میں کھڑا تھا بوا اسے حیرت سے دیکھ رہی تھیں

"ہانیہ نے کیوں منع کر دیا۔؟ "

"پہلے میرا دل اس کے لیے نہیں مانتا تھا اب اس کا نہیں مان رہا" وہ خود کو نارمل کر کے کہہ رہا تھا

"تم کچھ چھپا رہے ہو۔؟" بوا کی نظریں جانچتی سی تھیں۔ محب نے پہلو بدلا

"نہیں بوا میں کچھ نہیں چھپا رہا بس یہ کہہ رہا ہوں کہ ہانیہ نہیں مان رہی تو آپ کسی بھی لڑکی سے میری شادی کر دیں جو آپ کو اچھی لگے"

"اگر کسی بھی لڑکی سے ہی شادی کرنی ہے تو مرحا سے ہی کر لو وہ مجھے پسند بھی ہے" بوا کی بات پہ اس نے چڑ کر بوا کو دیکھا

"بس۔!" اس نے بوا کے سامنے ہاتھ جوڑ لیے

"بار بار یہ سب مت کہا کریں میں لاکھ بار کہہ چکا ہوں آپ کو کہ میں مرحا سے شادی نہیں کر سکتا وہ مجھ سے چھوٹی ہے آپ کو سمجھ کیوں نہیں آتی یہ بات؟ میرا اس گھر میں دم گھٹنے لگا ہے میرا دل کرتا ہے میں مر جاؤں" وہ اونچی اونچی آواز میں بول رہا تھا بوا بالکل ساکت اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ پہلی بار بوا سے بد تمیزی کر رہا تھا بوا سے کچھ بھی نہ کہا گیا۔

"اگر آپ نے اب دوبارہ یہ بات کی تو میں آپ دونوں کو چھوڑ کر اس ملک سے ہی چلا جاؤں گا" وہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔ بوا کا دل زخمی ہوا تھا ان کا محب ایسا تو نہ تھا۔ نہ ہی مرحا کا محب ایسا تھا۔ ایک مرحا کی محبت کے اظہار نے محب کو کتنا بدل دیا تھا۔ اور کون کہتا ہے مرد محبت میں بے بس نہیں ہوتا؟ مرد بھی بے بس ہوتا ہے جب وہ سمجھدار ہو اور گھر کا سربراہ ہو تو خاندان کا ڈر بھی اسے ہی ہوتا ہے جیسے محب کو ہے۔!

&&&&&&&&&&&&&&&

پلوشہ کے گھر کے صحن میں رات گہری ہو رہی تھی۔ مرغی کھڈے میں اپنے چوزوں کے ساتھ لیٹی تھی۔ جبکہ سفید بلی اب آکر دیوار کے ساتھ لگی بیٹھی تھی۔ پلوشہ کمرے میں موجود تھی امی سامنے بیٹھی تھیں۔ وہ خاموشی سے پلوشہ کو دیکھ رہی تھیں۔

تیمور کی بہن کے جانے کے بعد سے ان کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ کچھ دیر دونوں کے درمیان خاموشی رہی پھر امی کی کھنکاریں

"وہ تمہارا اور تیمور کا اب حلالہ کروانا چاہتی ہیں" انہوں نے توقف دیا" پر میں نے منع کر دیا"

وہ اٹھ کر پلوشہ کے قریب ہوئیں

"میں تمہیں ان کے گھر دوبارہ نہیں بھیجنا چاہتی میں نے تمہاری زندگی بہت مشکل سے بچائی ہے میں نہیں بھول سکتی اپنی بیٹی کی سسکیاں" وہ پلوشہ کے ہاتھ تھام کر بولی تھیں۔ پلوشہ نے نظریں اٹھا کر اپنی امی کو دیکھا جن کے چہرے پہ جھریاں تھیں، پریشانی تھی

"میں آپ کے فیصلے پہ خوش ہوں" اس کی بات پہ امی کی آنکھیں نم ہو گئیں

"میں جانتی ہوں تم خوش نہیں ہو پر پلوشہ میں کیا کروں میرے دل سے ڈر نہیں جاتا جو ایک بار نکال سکتا ہے وہ دوسری بار بھی نکال سکتا ہے" پلوشہ نے دیرے سے سر ہلایا

"جی امی" وہ بس اتنا ہی بولی پھر کھڑی ہو گئی

"کچن میں برتن رکھے ہیں میں وہ دھو کر آ رہی ہوں آپ چائے پیئں گی۔؟" اس نے مسکانے کی کوشش کی

"نہیں تم جاؤ بس برتن دھو دو" پلوشہ سر ہلا کر باہر چلی گئی اس نے برتن دھوئے اور پھر آ کر لیٹ گئی۔ وہ امی کے فیصلے سے اتنی مطمئن تھی کہ پوری رات سرہانے رکھے موبائل کی وائبریشن سن کر سسکتی رہی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&_________________________________

&_________________________

محب کی بات کے بعد بوا عجیب مشکل میں پڑ گئی تھیں انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کریں۔ مرحا کو دیکھتیں تو دل دکھتا تھا اور محب کو دیکھتیں تو دل ڈرنے لگتا۔ وہ اب رات کو آفس سے دیر سے آنے لگا تھا بوا سے بھی کم سے کم بات کرتا اور مرحا کے سامنے بھی کم ہی آتا تھا۔ ملتان پہ دنوں کی رفتار ویسی ہی تھی پر دھڑکنوں کی رفتار سست تھی سب کے دل دکھے ہوئے تھے سبھی اپنے غم جھیل رہے تھے۔

یہ رات ملتان پہ ڈھلتی جارہی تھی وہ حویلی میں داخل ہوا تو چونک کر بوا کے کمرے کو دیکھا جس کی لائٹ جلی تھی۔وہ کوٹ کے بٹن کھولتا بوا کے کمرے کی جانب آگیا

"آپ ابھی تک اٹھی ہوئی ہیں۔؟"وہ دروازے کی چوکھٹ میں کھڑا ہو کر پوچھ رہا تھا بوا بیڈ کے کراؤن سے کمر ٹکائے بیٹھی تھیں۔محب کی آواز پہ چہرہ اٹھا کر دیکھا

"ہاں تمہارا انتظار کر رہی تھی"ان کا انداز سادا تھا محب اندر آگیا

"سب ٹھیک ہے۔؟"وہ ان کے سامنے بیڈ پہ بیٹھ گیا

"ہاں سب ٹھیک ہے میں نے تمہارے لیے ایک لڑکی کا سوچا ہے اس کے بارے میں بات کرنی تھی"بوا نے اس کا چہرہ دیکھ کر کہا۔محب کے چہرے پہ کوئی تاثر نہیں تھا

"آپ نے دیکھا ہے اسے۔؟"

"ہاں"بوا آگے بولتیں کہ وہ بول پڑا

"بس پھر ٹھیک ہے آپ کر دیں شادی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے" وہ کھڑا ہو گیا تھا

"نام تو سن لو اس کا" بوا نے کہا تو اس کے واپس کے لیے اٹھے قدم رک گئے اور پھر جس کا نام بوا نے اس کے سامنے لیا وہ پل بھر کے لیے ساکت رہ گیا

"آپ کو ٹھیک لگتا ہے تو کر دیں مجھے اعتراض نہیں ہے" وہ جب سنبھلا تو کہہ کر کمرے سے نکل گیا۔ بوا کے چہرے پہ زمانوں کی تھکن آ گئی تھی

"مرحا کی محبت طمعِ خام بن گئی" بوا کی آنکھوں سے آنسوں ٹوٹ کر بیڈ پہ گرنے لگے تھے۔۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

__________________&

یہ صبح ملتان پہ اداس اتری تھی ہر طرف ایک عجیب سی خاموشی تھی وہ فجر کی نماز کے لیے اٹھی تو دل بوجھل تھا اس نے صحن میں آ کر گہرے سانس لیے پر بے چینی نہ جاتی تھی کھڑے

میں موجود مرغی ابھی اپنے چوزوں کے ساتھ سستی سے لیٹی تھی پر آنکھیں کھلی تھیں جبکہ سفید موٹی بلی دیوار کے ساتھ لگی آنکھیں موندے ہوئے تھی پلوشہ نے گملوں میں لگے پھولوں کو دیکھا جو پروائی سے جھول رہے تھے۔ وہ وضو کرنے لگی وضو کر کے اس نے نماز ادا کی اور پھر قرآنِ پاک پڑھنے لگی دل کا بوجھ پل پل بڑھ رہا تھا قرآن پڑھ کر اس نے گردن ترچھی کر کے بلی کو دیکھ جو ابھی تک ایک ہی سمت میں لیٹی تھی وہ اٹھی اور کچن میں سے اس کے لیے دودھ لے آئی۔ پلوشہ نے پیالی اس کے قریب رکھی اور جانے لگی لیکن پھر کسی احساس کے تحت وہ بلی کے قریب بیٹھ گئی اور اس کی پشت پہ ہاتھ پھیرنے لگی۔ کچھ دیر وہ بلی کی کمر پہ ہاتھ پھیرتی رہی پھر اس کا دل ڈوبنے لگا اس نے بلی کو آواز دی اسے ہلایا اور جب اس نے بلی کا رخ اپنی جانب کیا تو شل رہ گئی۔

بلی کی آنکھیں بند تھیں۔ چہرہ شانت اور جسم بے جان، بلی میں کوئی حرکت نہ تھی۔ پلوشہ نے اسے تیزی سے اٹھایا

"امی" بھرائی ہوئی آواز سے اس نے امی کو کمرے میں آکر ہلایا۔امی ہڑبڑا کر اٹھیں

"کیا ہوا پلوشہ۔؟" وہ پریشان ہوئی تھیں

"دیکھیں اسے کیا ہو گیا" پلوشہ رونے لگی تھی بے جان بلی کو اس نے امی کے سامنے کیا امی نے بلی کے چہرے کو تھپکا تو اداسی سے پلوشہ کو دیکھا

"یہ ہجر نہ جھیل سکی پلوشہ "امی کی آواز میں کرب تھا اور پلوشہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ امی نے پلوشہ کے ہاتھ سے بلی کو لیا اور کمرے باہر نکل گئیں۔

جب وہ واپس آئیں تو ان کے ہاتھ خالی تھے۔ایک بلی جو کبھی مغرور تھی اور اس گھر کی رونق تھی آج وہ خاموشی سے اس گھر کو چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

پلوشہ کو امی نے بہت سمجھا بجھا کر ناشتہ کروایا تھا وہ روئے جا رہی تھی

"تم روتی رہو گی تو میں فیکٹری نہیں جا سکوں گی" امی نے اس کے آنسو صاف کیے۔پلوشہ نے نم آنکھوں سے امی کو دیکھا

"میں ٹھیک ہوں آپ چلی جائیں" اس نے گیلی سانس اندر کھینچ کر کہا تھا۔امی نے اس کے ماتھے پہ پیار کیا

"میری اچھی بیٹی" وہ کہہ کر چادر لے کر کمرے سے نکل گئی تھیں۔پلوشہ بھی انہیں کے ساتھ کمرے سے نکلی تھی جب امی نے دروازہ عبور کیا تو اس نے دروازے کو کنڈی لگالی تھی۔وہ بے جان قدموں سے کھڈے تک آئی اور کھڈا کھول دیا

"آج سے تم آزاد ہو تمہیں آج کے بعد کسی کا خطرہ نہیں ہے" اس نے مرغی کو کہا مرغی اسے دیکھنے لگی تھی پھر اس نے گردن جھکالی جیسے وہ اداس ہو گئی ہو۔پلوشہ اندر کمرے میں واپس آگئی تھی۔وہ چارپائی پہ بیٹھی اور سر گھٹنوں پہ رکھ کر آنکھیں موندلیں۔

_________________&&&&&&&&&&&&&&&&&&_____

____

ناشتے کی ٹیبل پہ خاموشی تھی۔ بوا کرسی پہ بیٹھیں ناشتہ کر رہی تھی۔ محب بھی ان کے قریب بیٹھا تھا اس نے ابھی ناشتہ شروع نہیں کیا تھا

"مرحا نہیں آئی" ایک عادت جو جاتی ہی نہ تھی

"تم اب اس کی فکر مت کیا کرو اس کے ساتھ سرد مہری برتو اسے تمہیں بھلانے میں آسانی ہو گی محب" بوا نے ناشتہ چھوڑ کر اسے دیکھا "اگر تم فکر کرنا نہیں چھوڑو گے تو وہ محبت کرنا نہیں چھوڑے گی" محب نے ان کی بات پہ نظریں جھکا لیں

"میں آج شام میں جاؤں گی ان کے گھر" بوا نے بتایا

"ٹھیک ہے" وہ دھیرے سے بولا

"کوشش کروں گی وہ شادی کے لیے جلدی مان جائیں "

"ہمم" اس نے ہنکارا بھرا۔

"میں نے ابھی مرحا کو کچھ بھی نہیں بتایا" بوا نے کہا وہ اس بات پہ خاموش رہا کچھ دیر ڈائننگ ہال میں خاموشی چھائی رہی پھر وہ کرسی سے کھڑا ہو گیا

"میں آفس جا رہا ہوں "

"ناشتہ تو کر لو" بوا نے تعجب سے کہا

"دل نہیں کر رہا" وہ بولا تو اس کی آواز میں کچھ عجیب سا تھا بوا اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئیں اور وہ چلا گیا۔

&&&&&&&&&&&&&&&&____________________________

____________________&

دوپہر ملتان پہ باسی ہو رہی تھی۔ مرحا اس وقت لاؤنج میں صوفے پہ اوپر پاؤں کر کے بیٹھی تھی آسمانی قمیض شلوار کے ساتھ سفید دوپٹہ شانوں پہ گرائے وہ گم صم لگتی تھی۔ چہرہ دھلا دھلایا نکھرا ہوا تھا۔ بوا کچن سے نکلیں تو سیدھی اس کے پاس آ گئیں

"آج اتنی دیر سے کیوں اٹھی ہو تم۔؟" انہوں نے اس کے سر پہ محبت سے ہاتھ رکھا مرحا نے دھیرے سے سر اٹھا کر بوا کو دیکھا

"اٹھ تو کب کی گئی تھی پر بیڈ چھوڑنے کو دل نہیں کر رہا تھا پتہ نہیں کیوں میرا آج بہت دل اداس ہو رہا ہے مجھے" وہ اتنا کہہ کر چپ ہو گئی اس کے گلے میں آنسوؤں کا غول اٹک گیا تھا اس نے ضبط کیا پر آنکھیں بھر گئیں

"مجھے نا آج امی ابو یاد آرہے ہیں" اس کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرنے لگے۔ بوا کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر مسل دیا انہوں نے مرحا کو اپنے سینے سے لگا لیا

"میری جان میں ہوں نا" انہوں نے اس کا گال چوما

"پر پھر بھی مجھے آج امی ابو یاد آرہے ہیں" وہ اب سسکیوں سے رونے لگی تھی۔ بوا خاموش ہو گئی تھیں۔ وہ جانتی تھیں دکھ کسی بات کا ہوتا ہے اور آنسو کسی بہانے سے نکلتے ہیں دل میں

ڈر کسی کو کھو دینے کا ہوتا ہے اور یاد کھوئے ہوئے لوگ آنے لگتے ہے کہ آج اس تعداد میں کچھ لوگ اور بڑھ جائیں گے۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

&______________________

ایسی ہی خاموشی پلوشہ کے گھر میں چھائی تھی۔وہ کمرے کی صفائی کر رہی تھی پر بلی کا دکھ دل میں ابھی بھی تھا۔آنکھیں بار بار بھر آتی تھیں۔وہ ابھی چادریں ٹھیک کر رہی تھی کہ دروازے پہ دستک ہوئی۔

"کون۔؟" وہ وہیں سے ہی بولی جواب نہ آیا تو پلوشہ کام چھوڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اسے امید تھی کہ گلی سے کوئی آیا ہو گیا پر جب اس نے دروازہ کھولا تو ساکت رہ گئی سامنے وہ

بکھرے وجود والا کھڑا تھا۔ جینز کی پینٹ کے ساتھ کالی شرٹ پہنے وہ اسے قنوطیت سے دیکھ رہا تھا

"پلوشہ "اس کی آواز نم تھی

"تم یہاں کیوں آئے ہو۔ ؟"پلوشہ نے دروازہ بند کرنا چاہا پر تیمور نے نہ کرنے دیا

"تم سے سوال پوچھنے آیا ہوں کیا تم اب مجھے نہیں چاہتیں۔ ؟"پلوشہ نے تیمور کی آنکھوں میں دیکھا تو دل کرلانے لگا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔

"تیمور میں بے بس ہوں "اس نے اتنا کہا اور دروازہ کھول دیا۔ تیمور اندر آگیا

"بے بس تو میں بھی ہوں تم بن کیسے رہوں گا میں۔ ؟"اس نے پلوشہ کا ہاتھ پکڑا

"مجھے نہیں پتہ "وہ بھیگی آنکھوں کو جھکا کر بولی تھی مرغی کھڈے سے اور ہمسائی چھت سے سب دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں سب پتہ ہے پر پلوشہ میں تمہیں کہہ رہا ہوں" اس نے پلوشہ کا رخ اپنی طرف کیا اس کے قریب ہو گیا اتنا کے پلوشہ اسکی گرم سانسیں اپنے چہرے پہ محسوس کر سکتی تھی تیمور نے اس کا ہاتھ اپنے سینے پہ رکھا

"تم میری ہی ہو میں تمہیں کسی اور کا نہیں ہونے دوں گا میں مر جاؤں گا تمہارے بغیر پلوشہ" اس کے چہرے پہ اس کے آنسوں ٹوٹ کر گرنے لگے تھے پلوشہ کا ہاتھ اسکے سینے پہ تھا عین اسے کے دل کے اوپر وہ دل کی دھڑکنوں کی بے چینی محسوس کر سکتی تھی۔

"تم چلے جاؤ تیمور کوئی تمہیں یہاں دیکھ لے گا" دیکھنے والا دیکھ چکا تھا اور اب وہ چلا بھی گیا تھا تیمور نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑیں

"چلا جاؤں گا میں تمہیں جی بھر کر دیکھنا چاہتا ہوں پہلے" وہ اسے دیکھنے لگا۔

"تمہاری بلی اب کیسی ہے۔؟" وہ اس سے باتیں بھی کرنا چاہتا تھا پلوشہ کی آنکھیں بلی کے ذکر سے بھر گئیں

"تیمور میری بلی ہجر نہ سہہ سکی" وہ سسکنے لگی تیمور کی آنکھوں میں نا سمجھی در آئی پر اس نے پلوشہ کو اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔

"وہ مر گئی تیمور" رونے کے درمیان پلوشہ نے کہا تھا تیمور نے اسے مضبوطی سے سینے لگا رکھا تھا اور پلوشہ رو رہی تھی

"کوئی بات نہیں تم چپ ہو جاؤ" وہ بولا تو پلوشہ کو قربت کا احساس ہوا وہ تیمور سے فوراً دور ہوئی۔ آنکھیں صاف کیں۔ تیمور زخمی سا مسکایا

"میں جا رہا ہوں تمہیں پریشان نہیں کرنے آیا تھا تم اب میری موجودگی سے پریشان ہونے لگی ہو پلوشہ تم مجھے بھی ہجر دے رہی ہو" وہ کہہ کر جانے کے لیے پلٹ گیا پلوشہ اسے جاتا دیکھتی رہ گئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&____________________

____________________&&&&

یہ عصر ڈھلنے کا وقت تھا ملتان پہ شام گہری ہو رہی تھی جب پلوشہ کی امی گلی میں داخل ہوئیں وہ چلتی اپنے گھر کے دروازے تک آئی تھیں۔ انہوں نے ابھی دستک دینے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ ہمسائی نے انہیں پکارا

"باجی۔؟" پلوشہ کی امی نے گردن موڑ کر ہمسائی کو دیکھا جس کے چہرے پہ خوشی تھی۔

"مبارک ہو" وہ آکر ان کے سینے سے لگ گئی امی نے نا سمجھی سے اسے دیکھا

"کس بات کی۔؟" انہوں نے پوچھا ہمسائی حیران ہوئی

"ارے اپنی پلوشہ بیٹی کا مسئلہ حل ہو گیا نا اسکی" امی کی بھنویں آپس میں مل گئیں۔ وہ اس کی بات سمجھ نہیں پائی تھیں۔ ہمسائی نے ان کے شانے پہ ہاتھ رکھا

"ارے پہلے پلوشہ کی نند آئی تھی اور آج اس کا شوہر آیا تھا اس سے ملنے میں تو اسے دیکھ کر ہی سمجھ گئی تھی کہ اب ضرور ہماری بچی کا مسئلہ حل ہو جائے گا تبھی تو آپ نے اس کی اب تک دوبارہ شادی نہیں کی تھی آپ کو امید جو تھی کہ ایک دن وہ لوگ پلوشہ کو دوبارہ لینے آجائیں

گے ویسے آپ لوگ اب حلالہ کروائیں گے ناپلوشہ کو طلاقیں تو پوری ہی ہوئی تھیں ساری قانونی کاروائی کے ساتھ ہیں نا۔؟" وہ کہہ کر امی کا چہرہ جانچتی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔ جن کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ تیمور ان کے گھر آیا تھا آج۔؟ یا ہر روز۔؟ ان کی غیر موجودگی میں۔؟ امی کا سر گول گول گھومنے لگا۔ انہیں دقت ہوئی سنبھلنے میں انہوں نے ہمسائی کو دیکھا

"ہم ان سے اب رشتہ نہیں رکھنا چاہتے شاید آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو گی تیمور نہیں آسکتا ہمارے گھر اور میں کیوں پلوشہ کی اب وہاں شادی کروں گی؟ میں اس کی کہیں اور کروں گی اور آپ کو بھی ضرور بلاؤں گی" امی کہہ کر دروازے کی طرف بڑھیں

"چلیں ٹھیک ہے میں انتظار کروں گی پر مجھے غلط فہمی نہیں تھی وہ آپ کا داماد ہی تھا میں نے چھت سے دیکھا تھا۔ امی کے پیر من من کر ہو گئے وہ بڑی مشکل سے چل کر دروازے کے قریب آئیں دستک دی تو دروازہ فوراً کھل گیا۔ وہ تیزی سے اندر آئیں وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ہمسائی ان کے سامنے ہی پلوشہ سے پوچھ گچھ شروع کر دے۔

وہ اندر آ کر صحن میں رک گئیں۔ انہوں نے پلوشہ کو دیکھا جو ہر روز جیسی تھی پر انہیں آج پلوشہ کے چہرے پہ کچھ چھپانے کی پریشانی دکھائی دینے لگی تھی۔ امی کمرے میں آ گئی تھیں چادر اتار کر انہوں نے چارپائی پہ رکھی پلوشہ بھی جب تک اندر آ گئی تھی

"آج کوئی آیا تھا گھر پہ۔؟" انہوں نے اپنا انداز نارمل رکھ کر پوچھا

"نہیں تو" پلوشہ نے ان کو دیکھ کر کہا

"تیمور بھی نہیں آیا تھا۔؟" امی کا چہرہ سپاٹ ہو گیا تھا آنکھیں سرد۔ پلوشہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی

"چپ کیوں ہو گئیں پلوشہ بتاؤ۔؟" وہ چلتی پلوشہ کے سامنے آ گئیں

"بولو بھی کہہ دو نہیں آیا تھا" انہوں نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑا تھا پلوشہ کی نظریں جھک گئیں اور امی کی برداشت کی حد ختم ہو گئی انہوں نے پلوشہ کے گال پر ایک طمانچہ رسید کیا

"بے شرم تمہیں پتہ بھی ہے تم کیا کرتی پھر رہی ہو۔؟" انہوں تھپڑ مار کر کہا پلوشہ نے چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا امی کی آنکھیں نم تھیں اور برہم بھی۔ پلوشہ رونے لگی

"امی وہ آج ہی آیا تھا" پلوشہ نے کہا

"وہ آج بھی کیوں آیا تھا۔؟" امی چیخی تھیں۔

"امی وہ۔۔" پلوشہ نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ امی نے اپنا سر پیٹا

"پلوشہ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی کہ تم اب مجھے یوں رسوا کرتی پھرو گی" وہ چارپائی پہ سر پکڑ کر بیٹھ گئیں

"امی میں اس سے ملنا نہیں چاہتی پر وہ میری نہیں مانتا" وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی تھی

"میں اب تمہیں زیادہ دن اور نہیں رکھ سکتی اب میں بس تمہاری شادی کروں گی" امی نے اسے خود سے دور کر کے کہا اور کھڑی ہو گئیں

"میں مزید تمہارے ہاتھوں اندھی نہیں بن سکتی" وہ کہہ کر جانے لگیں کہ دروازے پہ دستک ہوئی۔ پلوشہ پیچھے کھڑی سسک رہی تھی۔ امی نے اپنے آنسوؤں صاف کیے اور واش روم میں جا کر اپنے چہرے پہ پانی کے چھینٹے مار لیے پھر وہ دروازہ کھولنے چلی گئیں

"اسلام علیکم" انہوں نے دروازہ کھولا تو سامنے ایک نفیس سی عورت ہلکے گلابی رنگ کے کاٹن کے جوڑے میں کھڑی تھی جس کے چہرے پہ ہلکی سی مسکان تھی

"میں مرحا کی بوا ہوں پلوشہ مجھے جانتی ہے" بوا نے کہا امی حیران سی تھیں۔ انہوں نے کمرے کی جانب دیکھا

"پلوشہ" انہوں نے پلوشہ کو آواز دی تو پلوشہ باہر آ گئی وہ سامنے دروازے میں بوا کو کھڑا دیکھ حیران رہ گئی تھی۔ اس نے اپنا چہرہ جلدی سے صاف کیا

"آپ۔؟" وہ آگے بڑھی بوا نے اسکی روئی روئی آنکھوں کو دیکھا

"میرے سر میں درد ہو رہا تھا بہت زیادہ" پلوشہ نے جھوٹ بولا

"ہاں تم جاؤ منہ دھو کر آؤ" امی نے پلوشہ کو کہا اور پھر بوا کو دیکھا

"آپ آئیں نا اندر" انہوں نے بوا کے لیے راستہ چھوڑ کر کہا پلوشہ واش روم میں گھس گئی تھی۔ بوا اس کی امی کے ساتھ کمرے میں آگئی تھیں۔

"چائے لاؤں یا کچھ ٹھنڈا پیئیں گی آپ۔؟" امی نے رسمی میزبان کی طرح پوچھا بوا نے نہ میں سر ہلا دیا

"میں نے آپ سے ضروری بات کرنی ہے آپ کے گھر کا پتہ مسز تہذیب سے لیا تھا بات کچھ ضروری ہے آپ بیٹھیں نا" بوا کی بات پہ امی کا دل ڈرنے لگا۔ پلوشہ منہ دھو کر آگئی تھی بوا نے پلوشہ کو دیکھا

"میں آپ کی بیٹی کا ہاتھ اپنے بھتیجے محب کے لیے مانگنے آئی ہوں" ان کی بات پہ پلوشہ کو کرنٹ لگا تھا اور امی خود شاکڈ رہ گئی تھیں۔۔۔۔ باہر صحن میں رات گہری ہو رہی تھی۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________&&&

رات نے ملتان پہ تاریکی بکھیر دی تھی۔ اداس رات خاموش تھی۔ لان بھی ویران سا لگتا تھا۔ حویلی میں خاموشی تھی۔ نیم تاریکی تھی اور یاس۔

بوا محب کے کمرے میں موجود تھیں۔ وہ سامنے کرسی پہ بیٹھا تھا اور بوا بیڈ پہ،

"وہ کہہ رہے ہیں ایک دو دن میں بتا دیں گے" محب نے سر ہلا دیا تو بوا خاموشی سے اٹھ گئیں۔

جب بوا کمرے سے نکل گئیں تو وہ بیڈ پہ آ بیٹھا۔ کھلی کھڑکی سے پردے ہٹے تھے آسمان پہ ٹمٹماتے تارے اندر جھانک رہے تھے۔ وہ بیڈ پہ بیٹھ گیا تھا اس نے سائیڈ ٹیبل پہ رکھے اپنے والٹ کو اٹھایا۔ اسے کھولا اور پاکٹ سائز تصویر کو نکال کر اس نے اپنی ہتھیلی پہ رکھا

"زندگی یوں بدل جائے گی میں نے سوچا نہیں تھا۔ میں تمہارا ہی تھا پر اب کسی اور کا ہو جاؤں گا۔ میری اذیت آج سوگنا بڑھ گئی ہے سحرش۔ مجھے لگ رہا ہے جیسے میں تم سے بے وفائی کر رہا ہوں پر میں مجبور ہوں" اس نے تکلیف سے آنکھیں موند لیں اور تصویر کو دوبارہ سینے سے لگا لیا۔ اس کے دل میں دکھ تھا پر سحرش کا نہ تھا وہ درد وہ دکھ اب مرحا کے لیے تھا پر وہ اس سے نظریں چرا رہا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________&

پلوشہ کے گھر میں بوا کے جانے کے بعد سکوت سا چھایا تھا۔ پلوشہ صدمے کی حالت میں بیٹھی تھی جبکہ امی کے چہرے پہ کوئی تاثر نہیں تھا وہ پلوشہ کو دیکھ رہی تھیں۔

"میں کل ان کی طرف جاؤں گی" اسے اپنی امی کی آواز سے خوف محسوس ہونے لگا تھا

"امی پلیز۔۔۔" امی نے بات کاٹی

"پلوشہ میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں میرا بڑھاپا اور خراب مت کرو۔ آج ایک ہمسائے نے مجھے روک کر تیمور کا بتایا ہے کل کو سارا محلہ جمع ہو جائے گا میں کس کس کو صفائیاں دیتی پھروں گی؟"

"پر امی" وہ بے بسی سے بولنے لگی

"بس کرو پلوشہ تم نے ایک بار دل کی کر لی اور بھگت بھی لی۔ اب میری مان لو ورنہ اپنی ماں کے مرنے کا انتظار کرو تا کہ پھر تم آزاد ہو جاؤ" پلوشہ امی کی بات پہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی پر امی اٹھ کر سے جا چکی تھیں۔

________________________&&&&&&&&&&&&&&

&&________________

حویلی پہ اگلی صبح کھلے بادلوں کو سنگ لیے چمکی تھی۔ مرحا جب سو کر اٹھی تو اسے گھر میں تبدیلی محسوس ہوئی بوا عجلت میں نظر آتی تھیں۔ وہ کچن میں آئی تو سب ملازم کام میں جتے تھے

"کوئی آرہا ہے۔؟" اس نے کچن سے باہر آکر بوا سے پوچھا۔ بوا نے ایسے ظاہر کیا جیسے انہیں سنا ہی نہ ہو وہ تیزی سے بولتی ہوئیں کچن میں چلی گئیں۔ مرحا کا دل عجیب سا ہو رہا تھا وہ لاؤنج میں آکر بیٹھ گئی۔ جیسے ہی عصر ڈھلی تو محب بھی آفس سے آگیا۔ وہ مرحا سے بغیر نظریں ملائے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"بوا کیا کوئی آرہا ہے۔؟" بوا جب کچن کا سارا کام سمیٹ کر آگئی تو مرحا نے دوبارہ پوچھا

"ہاں میری جاننے والی آرہی ہیں" بوا کا لہجہ دھیما تھا۔ ان سے مرحا کا چہرہ نہیں دیکھا جا رہا تھا کیا گزرے گی مرحا پہ جب اسے پتہ چلے گا کہ۔۔۔ بوا کی آنکھوں میں آنسوں آنے کو بر قرار تھے پر انہوں نے ضبط سے انہیں روکا اور مسکائیں

"تم بھی کپڑے بدل لو" اس کے گال پہ پیار سے ہاتھ رکھ کر کہا

"نہیں بوا میرا انا آج کچھ بھی کرنے کو دل نہیں کر رہا دل آج بھی اتنا ہی اداس ہے ایسے لگ رہا جیسے کوئی مجھ سے کچھ چھین کر لے جائے گا یوں لگ رہا ہے جیسے میں کچھ رکھ کر بھول گئی ہوں اور اب وہ مجھے دوبارہ ملے گا نہیں" وہ الجھی ہوئی لگتی تھی۔ بوا نے اس کا ماتھا چوما

"اللہ تمہارے سب دکھ دور کرے مرحا" وہ کہہ کر لاؤنج سے چلی گئیں۔

مرحا بھی اٹھ کر سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگی

+++++++***************************+++++++

پلوشہ اپنی امی کے سامنے کھڑی تھی اس کی آنکھیں نم تھیں اس کی امی نے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں بھرا

"تم وہاں خوش رہو گی" پلوشہ اپنی امی کے گلے لگ گئی اور زاروقطار رونے لگی۔

+++++++***************************+++++++

محب فریش ہو کر ڈریسنگ کے سامنے کھڑا تھا۔ آنکھیں سرد تھیں اور چہرہ سپاٹ۔ وہ کاٹن کے کالے کرتے اور شلوار میں ملبوس تھا جس سے اس کا صاف رنگ اور بھی دمک رہا تھا اس نے بال خشک کیے اور انہیں سنوارنے لگا۔

"محب آپ بہت پیارے ہیں" ایک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے آ رکا معصوم مرحا گاڑی کی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی اسے دیکھتی کہہ رہی تھی۔ محب کا کنگھا کرتا ہاتھ رک گیا کچھ دیر وہ خود کو یونہی شیشے میں دیکھتا رہا پھر اس نے سر جھٹکا اور چشمہ اٹھا کر آنکھوں پہ جما لیا۔

+++++++ ************************ +++++++

مرحا بے دلی سے کپڑے بدل کر خود کو شیشے میں دیکھ رہی تھی۔ کالی قمیض شلوار کے ساتھ کالا ہی دوپٹہ اوڑھے وہ خود کو شیشے میں دیکھ رہی تھی اس کا میک اپ کا دل نہیں تھا اس لیے وہ خود پہ آخری نظر ڈال کر شیشے سے ہٹ گئی۔ وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔ نیچے مہمان آ گئے تھے۔

&&&&&&&&&&&&&&&&

&

لاؤنج میں بوا کے ساتھ پلوشہ کی امی بیٹھی تھیں۔سامنے سنگل صوفے پہ محب بیٹھا تھا وہ لاتعلق لگتا تھا تبھی مرحا سیڑھا اترتی نیچے آگئی۔

"اسلام علیکم "اسنے آکر پلوشہ کی امی کو کہا۔انہوں نے محبت سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

"جیتی رہو "مرحا ان کی دعا پہ مسکا دی۔وہ بوا کے ساتھ آبیٹھی تھی اس کی نظریں پلوشہ کی امی پہ ہی تھیں۔وہ اس عورت کو پہلی بار دیکھ رہی تھی اور کچھ غلط ہونے کی گھنٹی اس میں بجنے لگی تھی۔مرحا کبھی محب کو دیکھتی تو کبھی پلوشہ کی امی کو۔

کچھ دیر بعد جب پلوشہ کی امی نے کہا

"میری طرف سے ہاں ہے ہم شادی جلدی اور سادگی سے کریں گے "ان کی بات پہ مرحا نے کرنٹ کھا کر انہیں پھر بوا کو دیکھا جو زبردستی سا مسکا رہی تھیں۔انہوں نے مرحا کو نہ دیکھا

"محب بھی یہی چاہتا ہے" انہوں نے کہہ کر محب کو دیکھا جو سنجیدگی سے ان دونوں کو تک رہا تھا۔ مرحا کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

پلوشہ کی امی جانے کے لیے کھڑی ہو گئیں۔

" چلیں ٹھیک ہے آپ لوگ دن بتا دیجئے گا ہم تیاریاں شروع کر رہے ہیں" انہوں نے کہہ کر مرحا کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور بوا سے ملیں۔ جاتے وقت انہوں نے محب کے سر پہ بھی ہاتھ پھیرا تھا انہیں محب اچھا لگا تھا۔ وہ جب محب کی حویلی سے نکلیں تو خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھیں۔

لیکن حویلی کے اندر ایک پراسرائیت پھیل گئی تھی۔ مرحا بوا اور محب کو دیکھ رہی تھی

"یہ کون تھیں۔؟" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا ان دونوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ مرحا کی آنکھیں بھر گئیں" آپ دونوں میرے ساتھ ایسے کیسے کر سکتے ہیں؟ مجھ سے بغیر پوچھے آپ دونوں میری شادی کیسے طے کر سکتے ہیں۔؟" وہ اب کی بار چلائی تھی

"میں نے کہا بھی ہے میں نے شادی نہیں کرنی" اس کی آنکھوں سے آنسوں اس کے چہرے پہ بہنے لگے تھے وہ محب کے سامنے آئی آنکھیں رگڑ کر پونچھی۔ گیلی سانس اندر کھینچی

"میں کہہ رہی ہوں محب میں بھگا جاؤں گی اس گھر سے اگر آپ دونوں نے میرے ساتھ زبردستی کی تو" اس کی آنکھیں پھر سے بھر گئی تھیں۔ محب نے دل گرفتی سے اسے دیکھا پھر اس کے شانے تھامے

"ہم تمہارے ساتھ کبھی زبردستی نہیں کر سکتے۔ تمہاری شادی نہیں ہو رہی مرحا" اس کی بات پہ مرحا الجھ گئی اس نے گردن ترچھی کر کے بوا کو دیکھا

"یہ محب کو دیکھنے آئی تھیں۔ محب کی شادی پلوشہ سے طے ہو گئی ہے۔ اب بس کچھ دنوں میں ان کا نکاح ہے" مرحا کا وجود دفعتاً بے جان ہوا تھا اگر محب فوراً اس کے بازو نہ تھامتا تو وہ یقیناً گر جاتی

"کیا۔؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا

"ہاں بوا سچ کہہ رہی ہیں میں شادی کر رہا ہوں اور میں تم سے اب یہ امید تو کر سکتا ہوں نا کہ تم میرا گھر بسنے دو گی اس میں کوئی مشکل نہیں ڈالو گی۔؟" وہ مرحا کے پژمردہ چہرے کو دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔ مرحا نے آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے محب کو دیکھا جس کا چہرہ اسے دھندلایا ہوا الگ رہا تھا وہ محب کو ٹھیک سے نہیں دیکھ پا رہی تھی اس نے سر نہ میں ہلایا

"نہیں آپ جھوٹ بول رہے ہیں" اس کے اندر کی ایک موہوم سی امید ٹوٹ کر ہی نہ دیتی تھی۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں "

"نہیں" وہ چلائی تھی

"تمہاری قسم" محب کی بات پہ اس کے لب سل گئے اس کے آنسوں آنکھ سے نکل کر چہرے پھر چہرے سے فرش پہ جا کر بے مول ہو گئے محب کا چہرہ اب واضح تھا مرحا کچھ دیر محب کو دیکھتی رہی پھر اس نے آہستہ سے محب سے اپنے بازو چھڑائے

"آپ میرے ہیں محب" کہیں سے اسے اپنی آواز آئی وہ واپسی کے لیے پلٹ گئی تھی ہر قدم پہ اس کی ٹانگوں کی جان نکل رہی تھی۔ اسے سانس لینے میں دقت ہو رہی تھی وہ چلتی چلتی رک گئی۔ صوفے کی پشت کو اسنے بے ساختہ تھاما محب اس کی جانب بڑھا

"میرے قریب مت آیئے گا" وہ پوری قوت سے چیخی تھی محب کے قدم وہیں رک گئے۔

مرحا نے گہرے گہرے سانس لیے۔

"آپ سب بہت برے ہیں میں چلی جاؤں گی یہاں سے۔۔۔" وہ ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔

وہ قدم بڑھانا چاہتی تھی پر آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اس کا جسم بے جان ہونے لگا تھا وہ فرش پہ گرتی چلی گئی۔۔یوں لگتا تھا جیسے کوئی ریت کا ڈھیر ہو اسے ریزہ ریزہ بکھر رہا ہو۔

بوا اور محب اس کی جانب بھاگ کر آئے تھے پر مرحا آنکھیں موند چکی تھی۔

__&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&____________________________

____

وہ نیم بے ہوش تھی۔ جب پورے ہوش میں آئی تو اس نے اپنے بیڈ کے قریب محب اور بوا کو پریشان کھڑا دیکھا۔ اسے آنکھیں کھولے دیکھ بوا اسکی طرف لپکیں

"میری بچی" انہوں نے مرحا کو سینے سے لگانا چاہا پر مرحا سمٹ گئی۔ بوا کے ہاتھ بے جان ہو گئے وہ وہیں رک گئیں۔

محب مرحا کی طرف نہیں بڑھا تھا وہ بس کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ مرحا بیڈ سے اٹھنے لگی

"لیٹی رہو مرحا" وہ بولا تو مرحا نے اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا

"بے ہوش ہوئی تھی مری نہیں ہوں اور نہ ہی مروں گی آپ میری فکر نہ کریں" اس کے لہجے محب کے لیے تنفر تھا محب کے دل پہ چوٹ سی لگی تھی اور یہ شروعات تھی۔ مرحا بیڈ سے کھڑی ہو گئی اپنا دوپٹہ اٹھایا اور سینے پہ پھیلا لیا۔ وہ قدم بڑھا کر کمرے سے نکل رہی تھی محب نے اسکا ہاتھ پکڑا

"کہاں جارہی ہو۔؟"وہ اس کی کلائی تھام کر چونکا تھا اس نے آگے بڑھ کر مرحا کے ماتھے پہ ہاتھ رکھا

"لیٹ جاؤ تمہیں بخار ہے "

"میرا ہاتھ اب دوبارہ مت پکڑیئے گا آپ۔"وہ چلائی اور محب کے ہاتھ کو جھٹک کر مرحا کمرے سے نکل گئی۔بوا اور محب اس کے پیچھے بھاگے تھے۔

مرحا تیز قدموں سے زینے پھلانگتی لاؤنج میں آگئی تھی محب اس کے پیچھے ہی تھا مرحا رکی نہیں وہ لاؤنج سے پورچ میں آگئی۔

"جلدی چلو"اس نے ڈرائیور کو کہا

"مرحا"محب کا ماتھا ٹھنکا وہ بھاگ کر مرحا کے پاس آیا بوا بھی داخلی دروازے میں آگئی تھیں

"تم چلو"مرحا نے محب کی بات کو نظر انداز کر دیا وہ ڈرائیور کو کہہ رہی تھی جو ہونق بنا کبھی مرحا تو کبھی محب کو دیکھ رہا ہے

"تمھیں سنائی نہیں دے رہا۔؟" مرحا غرائی تو ڈرائیور بھاگ کر گاڑی کا دروازہ کھولنے لگا

"رکو تم یہ کہیں نہیں جارہی" محب نے مرحا کا ہاتھ دوبارہ پکڑا اور اب کی بار مضبوطی سے پکڑا تھا "تم کہیں نہیں جارہیں چلو اندر" وہ مرحا کو اندر لے جانے لگا تھا مرحا کا دوپٹہ کاندھے سے ڈھلک گیا تھا اس نے کھا جانے والی نظروں سے محب کو دیکھا

"میرا ہاتھ چھوڑدیں آپ ہر وقت میرے باپ بننے کی کوشش نہ کیا کریں آپ ہوتے کون ہیں مجھے روکنے والے میں اپنے امی ابو کے پاس جاؤں گی" وہ بھرائی ہوئی آواز سے کہہ رہی تھی۔ رات کی تیرگی خاموشی سے سب دیکھ رہی تھی

"مرحا تم وہاں نہیں جاؤ گی" محب کا انداز سمجھانے والا تھا اسے مرحا کی بات بری لگی تھی پر وہ ضبط کر گیا تھا

"میں نے آپ سے پوچھا ہے آپ ہوتے کون ہیں مجھے روکنے والے۔؟" وہ چبا چبا کر بولی تھی آنکھوں میں نمی ٹھہری تھی

"بتائیں" مرحا نے دوبارہ پوچھا محب خاموش رہا وہ زخمی سا مسکائی

"میرا ہاتھ چھوڑ دیں محب میں نے وہاں جانا ہے مجھے امی ابو یاد آرہے ہیں" وہ رونے لگی تھی ایک ہاتھ سے چہرہ چھپا کر وہ سسک رہی تھی

"بچے اس وقت نہیں جاتے" محب نے اسے سینے سے لگانا چاہا

"آپ مجھے چھوڑ کیوں نہیں رہے میں نے جانا ہے آپ مجھ سے دور رہیں اب" اس نے پوری قوت سے محب کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا

"میں نے کہا نا تم نہیں جاؤ گی" اس کا لہجہ سخت ہوا تھا

"میں آج آپ کو جا کر دکھاؤں گی" اس نے محب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تھا۔ محب نے اپنا لہجہ درست کیا

"بات مان جاتے ہیں مرحا میں صبح لے جاؤں گا"

"میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی"

"اچھا بوا کے ساتھ چلی جانا"

"میں اکیلی جاؤں گی اور ابھی جاؤں گی" وہ کہہ کر گاڑی کا دروازہ کھولنے لگی

"مرحا بس بہت ہو گیا" محب نے غصے سے اسے بازو سے پکڑا اور لے جانے لگا مرحا نے اسے

دھکا دیا

"میں یتیم ضرور ہوں پر آپ کی غلام نہیں ہوں جو آپ کی کہی ہر بات مانتی رہوں گی، مانتی ہوں آپ کے بہت احسان ہیں مجھ پہ، آپ بہت عظیم ہیں مجھے پتہ ہے پر میری زندگی کے فیصلے اب میں خود کروں گی آپ میری جان بخش دیں" اس نے محب کے سامنے ہاتھ جوڑ لیے تھے۔

محب نے شعلہ اگلتی آنکھوں سے اسے دیکھا

"اب کہہ دیا یہ دوبارہ کہا تو جان سے مار دوں گا تمہیں سمجھیں؟ تم یتیم نہیں ہو "

"میں یتیم پہلے نہیں تھی پر آج ہو گئی ہوں، یتیم وہی ہوتا ہے نا جس کا کوئی نہ ہو آج میرا بھی کوئی بھی نہیں ہے مرحا آج اکیلی ہو گئی ہے مرحا آج صحیح معنوں میں یتیم ہو گئی ہے" وہ ہنسی تھی اس نے اپنے آنسوں صاف کیے

"اور محب آپ کو پتہ ہے یتیموں کی بد دعا نہیں لینی چاہیے اور میری تو بالکل مت لیجئے گا میرا تو آج دل بھی ٹوٹا ہے آج میری خدا قریب سے سنے گا" محب نے اسے صعوبت سے دیکھا مرحا بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی وہ قدم قدم چلتی محب کے مقابل آ گئی۔ بوا بے جان سی دروازے کی چوکھٹ سے لگی کھڑیں سب دیکھ رہی تھیں

"آج سے آپ میرے کچھ نہیں لگتے ہم کزن ہیں اور بس کزن ہی رہیں گے" وہ سرخ آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں جھانک کر کہہ رہی تھی "آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے آپ نے آج ثبوت دے دیا اب میری باری اب باقی کی کہانی میں لکھوں گی اور ایسی لکھوں گی کہ آپ روئیں گے پڑھ کر" مرحا نے گیلی سانس اندر کھینچی آنکھیں صاف کیں "میں اب آپ کو کبھی

تنگ نہیں کروں گی آپ کو منگنی مبارک ہو" وہ اب کی بار مسکائی تھی پر اس کی مسکان میں کرب تھا۔

"میں اپنی امی ابو کے پاس جا رہی ہوں آپ میرے پیچھے نہیں آئیں گے مرحا بڑی ہو گئی ہے محب، اسے اب آپ کی ضرورت نہیں ہے" وہ حوصلہ کر کے سب کہہ کر گاڑی میں بیٹھ گئی

"تمہیں خط لکھوں کہ آ کر گاڑی چلاؤ۔؟" وہ ڈرائیور پہ چلائی تھی ڈرائیور تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھا اور گاڑی چلا لی محب کی آنکھوں کے سامنے مرحا گاڑی میں بیٹھ کر حویلی سے نکل گئی تھی۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

&&______________________

وہ گاڑی کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موندے ہوئے تھی۔ گاڑی قبرستان کے قریب تھی وہ جانتی تھی کہ محب کی گاڑی اس کی گاڑی کے پیچھے ہی ہے پر وہ اب تھک گئی تھی وہ محب سے اور الجھنا نہیں چاہتی تھی۔ کچھ دیر بعد گاڑی رکی تو اس نے آنکھیں کھولیں

"میں ابھی آرہی ہوں" وہ کہہ کر گاڑی سے نکل گئی اور قبرستان میں داخل ہو گئی۔ محب کی گاڑی کچھ فاصلے پہ ہی رک گئی تھی اس نے مرحا کو اندر جاتے ہوئے گاڑی سے ہی دیکھ لیا تھا

مرحا قبرستان میں داخل ہو گئی تھی ہر طرف خوفناک قسم کی خاموشی چھائی تھی۔ وہ سیدھی چلتی دو قبروں کے پاس آکر رک گئی

"میں آپ دونوں سے بہت ناراض ہوں" وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی "آپ دونوں مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے؟ کاش آپ دونوں زندہ ہوتے میں محب سے کبھی ملی ہی نہ ہوتی کاش مجھے ان سے محبت نہ ہوئی ہوتی اور میں آج اتنی تکلیف میں نہ ہوتی امی" اس کی سسکیاں بندھ گئیں پر وہ بول رہی تھی "میں نے انہیں کہا کہ مجھے اب ان کی ضرورت نہیں ہے پر میں جھوٹ کہہ

رہی تھی امی مجھے محب کی بہت ضرورت ہے میں ان کے بغیر نہیں رہ سکتی میں کیسے دیکھوں گی انہیں کسی اور کا ہوتے ہوئے؟ میں نہیں رہ سکتی ان کے بغیر امی ابو" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ وہ وہاں خاک پہ بیٹھی اپنی خاک ہوئی محبت، امید، اور مان کو رو رہی تھی مرحا اپنی محبت پہ آج جی بھر کر رو لے گی۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&___________________________________

___________________________&&&&&&&&

وہ گھر واپس آئی تو سنبھلی ہوئی لگتی تھی محب اس کے آنے سے پہلے ہی آ گیا تھا۔ وہ اب بوا کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھا تھا مرحا کو اندر آتا دیکھا بوا کھڑی ہو کر اس کے پاس آئیں

"میں ٹھیک ہوں بوا" بوا نے اسے آ کر سینے سے لگایا تو اس نے نارمل لہجے سے کہا

"جانتی ہوں پر میں ٹھیک نہیں ہوں" مرحا ہلکا سا ہنس دی

"یہ بھی جانتی ہوں" اس نے بوا کے ہاتھ تھامے، ان کے سامنے آئی " مجھے لگتا تھا بوا آپ مجھے سمجھتی ہیں پر آپ نے بھی مجھ سے سب کچھ چھپایا مجھے بہت دکھ ہوا ہے بوا" اس کی آواز بھرانی لگی۔ مرحا نے گہرے سانس لیے" پر خیر کوئی بات نہیں اب مجھے کسی سے کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے" اس نے بوا کے ہاتھ چھوڑے

"میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں" وہ کہہ کر جانے لگی پھر رکی

" مجھے معاف کر دینا بوا میں نے آپ کو بہت تنگ کیا ہے آج سے نہیں کروں گی" اس نے محب کو دیکھا جو نظریں جھکا کر بیٹھا تھا" آپ بھی کر دیجئے گا محب" محب نے چونک کر اسے دیکھا وہ مسکرا رہی تھی اور اس کی مسکان میں چھپا دکھ ہائے محب کے دل پہ چھریاں چلی تھیں

" مجھے پلوشہ باجی بہت اچھی لگتی ہیں آپ دونوں ساتھ اچھے لگیں گے میں کل ان سے ملنے جاؤں گی" بوا کو دیکھا

"لے کر جائیں گی نا۔؟" بوا رونے لگی تھیں۔

"میری جان" بوا نے کہا مرحا نے ہنس کر نہ میں سر ہلا دیا

"یہ نہ کہیں بوا یہ جان، میں تمہارا ہوں، تم سے محبت ہے، تمہاری فکر ہے یہ سب تو اب مجھے دنیا کے سب سے بڑے جھوٹ لگتے ہیں اب کوئی جان کہے گا تو اس سے ڈر لگے گا کہ کہیں جان ہی نہ نکال دے دکھ دے کر" محب نے کرب سے آنکھیں میچ لیں مرحا آہستہ قدموں سے زینے چڑھتی اپنے کمرے میں آگئی

"میں اب اور نہیں روؤں گی" اس نے خود سے وعدہ کیا اور بیڈ پہ لیٹتے ہی توڑ بھی دیا مرحا نے منہ پہ ہاتھ رکھا اور اپنی سسکیوں کا گلا دبانے لگی۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&______________________________

&&&&&&&__________

ملتان پہ گہرے ملول نے اپناڈیرہ جمالیا تھا۔یوں لگتا تھا جیسے لان کے پھول، چہچہاتی چڑیا، اگتا سورج، بکھرتی کرنیں سب اداس ہیں۔ وہ سب آنکھوں میں دکھ لیے کمرے میں تیار ہوتی لڑکی کو دیکھ رہے تھے۔ جو سنگھار میز کے سامنے کھڑی تھی۔ ہلکے سبز رنگ کی قمیض شلوار کے ساتھ اس نے سفید دوپٹہ لیا ہوا تھا۔ہاتھ بڑھا کر اس نے کاجل اٹھایا اور بے نور آنکھوں کو سیاہی سے لبریز کرلیا۔لب پہ ہلکا لپ گلوز لگا کر اس نے خود کو شیشے میں دیکھا۔مسکائی، ایک ناکام کوشش کے ساتھ، جب ناکام ہوگئی تو فوراً شیشے سے نظریں ہٹالیں اگر خود کو دیکھتی رہتی تو رونے لگتی۔

وہ شیشے سے ہٹ کر جوتے پہننے لگی۔ جھک کر اس نے سفید ہیلز کے اسٹریپس بند کیے، دوپٹہ فرش پہ آبچھا تھا۔مرحا نے جب اسٹریپس بند کرلیے تو سیدھی ہوئی دوپٹہ سیٹ کیا اور کھلے بالوں کو کمر پہ پھیلاتی وہ نیچے چلی گئی تھی

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

&

لاؤنج میں بوامحب کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ محب آفس سوٹ میں ملبوس تھا۔ مرحا نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ وہ مسکرانے لگی۔ زینے اتر کر وہ ان دونوں کے پاس آگئی تھی

"میں تیار ہوں بوا" بوا نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ محب نے نظریں نہ اٹھائی تھیں

"آپ اب آفس سے چھٹیاں لے لیں" اس نے محب کو مخاطب کیا۔ محب نے جواب نہ دیا اس کے پاس اب مرحا کے سوالوں کے جواب نہیں ہوتے تھے وہ کھڑا ہو گیا

"چلیں۔؟" وہ کھڑا ہو کر بولا مرحا نے شانے اچکا دیے

"ہاں جی" کہہ کر وہ داخلی دروازے کی جانب بڑھ گئی تھی محب اور بوا بھی اس کے پیچھے ہی لاؤنج سے نکل گئے تھے۔ پیچھے روشن لاؤنج میں خاموشی رہ گئی تھی۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&

&

پلوشہ کے گھر کے صحن میں سورج کی نرم کرنیں پھیلی تھیں۔مرغی اپنے چوزوں سمیت کھڈے میں تھی۔وہ صحن میں عجلت سے کام کرتیں پلوشہ کی امی کو دیکھ رہی تھی۔جو خوش لگتی تھیں۔

"تمہارا سوٹ نکال دیا ہے استری بھی کر دیا ہے" انہوں نے واش روم سے نکلتی پلوشہ کو کہا پلوشہ سر ہلاتی اندر چلی گئی۔

"لڑکا بہت خوبصورت ہے پلوشہ لوگ بھی سلجھے ہوئے ہیں میں گئی ہی اسی لیے تھے تاکہ اچھی طرح دیکھ بھال لوں مجھے تو بہت اچھے لگے وہ لوگ اب بس وہ آج آکر ایک دو دن میں ہی نکاح کا کہہ دیں" امی کے پیر زمین پہ نہ ٹکتے تھے وہ کمرے میں ہی آگئی تھیں۔پلوشہ کو دیکھتیں وہ بولتی جا رہی تھیں۔جس کی نظریں کامدار ہلکے بادام رنگ کے فراک پہ جمی تھیں۔یہ وہ پہلا نیا

سوٹ تھا جو وہ طلاق کے بعد پہن رہی تھی آج اسے سجنا تھا"یعنی آج میں نے اپنی لاش کو دفن ہونے کے لیے خود ہی تیار کرنا ہے" اس نے تکلیف سے سوچا

"امی آپ مجھ سے اتنی تنگ آگئی ہیں۔؟" وہ بھرائی ہوئی آواز سے بولی۔امی کی طرف اب اس کا چہرہ تھا۔آنکھوں میں نمی جمع تھی

"میں تم سے نہیں تمہارے اس روگ سے تنگ آگئی ہوں میں نہیں چاہتی کہ تم اپنی زندگی یونہی برباد کرلو۔تمہاری ابھی عمر ہی کیا ہے اللہ اب کی بار سب بہتر کریں گے"

"میں بھی تو تیمور کی دفعہ میں یہی کہتی تھی تب اللہ نے سب بہتر کیوں نہیں کیا امی۔؟" اس کے چہرے پہ آنسوں لڑھکنے لگے۔

"پلوشہ وہ لوگ آنے والے ہیں اب دوبارہ ماتم مت کرنے کھڑی ہو جاؤ اب یقیناً سب اچھا ہی ہو گا مجھے یقین ہے" امی کی آنکھوں میں دیے جل رہے تھے پلوشہ کو ان دیوں کی روشنی چبھنے لگی

"امی تیمور مر جائے گا"

میں کہتی ہوں اللہ کرے وہ مرے اسے مر ہی جانا چاہیے" امی نے تنفر سے کہا پلوشہ کی روح تک لرز گئی۔

"امی۔۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔ امی نے سر جھٹکا

"تم تیار ہو جاؤ پلوشہ تمہیں اللہ کا واسطہ ہے۔ مجھے اور پریشان نہ کرو۔ تم نے ایک بار اپنے دل کی کرلی اب مجھے فیصلہ کرنے دو تم وہاں خوش رہو گی" امی نے اس کے گال پہ ہاتھ رکھا

"تیار ہو جاؤ جلدی سے" وہ اس کا گال تھپکتیں باہر چلی گئی تھیں۔ پلوشہ شل ہوتے وجود کے ساتھ چارپائی پہ نڈھال سی بیٹھ گئی تھی۔۔۔

________________________________&&&&&&&&&&&&&&&&

&&______________________________

وہ لوگ پلوشہ کے گھر کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ مرحا پلوشہ کو دیکھ رہی تھی جس نے نظریں جھکائی ہوئی تھیں۔ محب انہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ پلوشہ کی امی لوازمات سجا رہی تھیں انہوں نے چائے کے کپ مرحا اور بوا کی جانب بڑھائے، مرحا نے مسکرا کر سر نہ میں ہلا دیا

"میں نہیں پیتی چائے" امی سمجھنے والے انداز سے سر ہلاتیں بوا کی جانب مڑ گئیں بوا نے چائے کا کپ تھاما اور پہلی سپ لے کر بات کا آغاز کیا

"محب چاہتا ہے ہم نکاح پرسوں ہی کر لیں" پلوشہ ان کی بات پہ چونکی تھی پر مرحا لاتعلق سی بیٹھی تھی جیسے اسے سنائی ہی نہ دے رہا ہو لیکن اندر ہی اندر ایک طوفان اٹھنے لگا تھا

"میں بھی یہی چاہتی ہوں" پلوشہ کی امی نے فوراً سے کہا بوا ان کی بات پہ گہرا سا مسکا دیں انہوں نے کن اکھیوں سے مرحا کو دیکھا تھا جو نظریں جھکا کر بیٹھی تھی

"میں مٹھائی لاتی ہوں" کہہ کر پوشہ کی امی کمرے سے چلی گئیں۔ جب وہ واپس آئیں تو ان کے ہاتھ میں مٹھائی کی پلیٹ تھی انہوں نے بوا کو مٹھائی دی پھر وہ مرحا کی جانب ہوئیں

"یہ نہیں کھاتی" بوا نے منع کیا مرحا مسکرا کر بولی

"نہیں میں آج کھاؤں گی" اس نے پلیٹ سے مٹھائی اٹھائی اور کھانے لگی۔ بوا سے دکھ سے دیکھتی رہ گئیں مرحا کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے وہ مٹھائی کو انگلیوں میں تھامے دیکھ رہی تھی

"کھاؤ شاباش اچھی ہے" کچھ سال پہلے کا محب اور مرحا آج کی مرحا کے سامنے آ کھڑے ہوئے

"میں نہیں کھاتی" اس نے گندا سا منہ بنایا

"چاکلٹ جیسی ہی ہوتی ہے"

"پر چاکلیٹ نہیں ہوتی" مرحا نے فوراً جواب دیا

"یہ دیکھو یہ تم جیسی ہے" اس نے برفی اٹھا کر مرحا کے سامنے کی

"میں تو ایسی نہیں ہوں" مرحا اترا کر بولی تب والی مرحا شوخ چنچل اور لڑاکا تھی

"تم ایسی ہی ہو میری چھوٹی سی موٹی سی برفی، اور میرا لڈو پیڑا، میرا پانڈا" وہ لاڈ سے اس کا گال کھینچھتا کہہ رہا تھا

"محب۔۔۔" وہ چلائی "درد ہو رہا ہے "

"لو اتنے پیار سے کھینچ رہا ہوں" وہ حیران ہوا تھا

"پھر بھی درد ہو رہا ہے آپ بس مجھے ابھی چاکلیٹ لا کر دیں" محب نے نہ میں سر ہلایا

"میرے بابو اس وقت میں کہیں نہیں جا رہا کل لا کر دوں گا ابھی تو بہت رات ہو رہی ہے" اس نے کچن کی کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے آواز کو پر اسرار بنا کر کہا وہ مرحا کو چاکلیٹ کی جگہ مٹھائی پہ بہلا رہا تھا۔ اس کی بات پہ مرحا نے زور سے سر نہ میں ہلایا

"مجھے وہی چاہیے"

"مرحا اتنی ضدیں اچھی نہیں ہوتیں میں بات نہیں کروں گا" وہ خفگی سے بولا

"میں خود بولتی رہی ہوں گی آپ بس جواب دیتے رہنا" وہ ہنسی دبا کر بولی

"چالا کو ماسی میں جواب بھی نہیں دوں گا" اس نے ناراضی سے مٹھائیز کھ کر سینے پہ ہاتھ باندھ لیے

"میں بار بار بولوں گی آپ کو تنگ کر دوں گی" مرحا شرارت سے بولی تھی

مرحا کی آنکھ میں آنسو بنا اور دامین میں گر گیا اور پرانے محب اور مرحا دونوں ہی دامن میں آنسو کے ساتھ جذب ہو گئے وہ تیزی سے اٹھی

"میں ابھی آرہی ہوں" اس نے بغیر پلٹے کہا وہ کمرے سے نکل گئ تھی بوا دفعتاً بے چین ہوئی تھیں۔

"پلوشہ جاؤ شاید اسے کسی چیز کی ضرورت ہو" امی نے محبت سے پلوشہ کو کہا تو پلوشہ سر ہلاتی اٹھ کر باہر چلی گئی۔ بوا پلوشہ کو روکنا چاہتی تھیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ پلوشہ مرحا کو روتے دیکھے پر پلوشہ کمرے سے نکل گئی تھی

مرحاباہر صحن میں دیوار کے قریب رکھے پھولوں کی طرف کھڑی تھی۔پلوشہ نے آہستگی سے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھامرحاچونک کرپلٹی

"تم ٹھیک ہو۔؟"اس نے پوچھا۔مرحاکی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں اس نے سراثبات میں ہلایا

"جی ٹھیک ہوں"

"پھر روکیوں رہی ہو۔؟"

"نہیں آنکھیں میں کچھ چلا گیا تھا"مرحانے آنکھیں رگڑناشروع کردیں

"جب آنکھیں میں کچھ جاتاہے تو ایک آنکھ میں جاتاہے دونوں میں نہیں جاتامرحااور آنکھوں میں اتناپانی تبھی آتاہے جب انسان کادل اسے چھوڑکر چلاگیاہو"مرحانے پلوشہ کی بات پہ پہلوبدلا

"ایسی بات نہیں ہے باجی میں ٹھیک ہوں آپ اندازے غلط لگا رہی ہیں" مرحا اب نارمل ہو گئی تھی اس نے گیلی سانس کھینچ کر خود کو نارمل کیا۔ پلوشہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر اس نے سر کو جنبش دی

"ٹھیک ہے" وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی

"آپ بہت خوش قسمت ہیں باجی" وہ مرحا کی بات پہ چونکی پھر اداسی سے ہنس دی

"تمہیں لگتی ہوں"

"شاید ہاں" مرحا نے فوراً کہا پھر اس نے پلوشہ کے ہاتھ تھامے

"آپ آج بہت پیاری لگ رہی ہیں میرے محب دیکھتے تو۔۔" وہ اتنا کہہ کر رکی سر نہ میں ہلایا اس کی اس معصوم سی حرکت پہ پلوشہ کے دل میں ٹیس اٹھی

"آپ کے محب اگر آپ کو دیکھتے تو حیران رہ جاتے" اس نے خود کی تصحیح کر کے بات مکمل کی پر بات میں جذبا نہ تھا اور نہ ہی پلوشہ کو اس بات سے خوشی ہوئی وہ اور اداس ہو گئی اس نے مرحا کے ہاتھ کو دبایا

"وہ تمہارے محب ہیں مرحا" پلوشہ کی بات پہ مرحا کچھ دیر کے لیے کچھ نہ بول سکی پھر اس نے سر نفی میں ہلایا

"وہ میرے نہیں ہیں وہ آپ کے ہیں" اس نے اپنے ہاتھ پلوشہ سے چھڑائے اور کمرے میں چلی گئی۔پلوشہ کا دل خالی ہو گیا تھا۔۔۔

کچھ دیر کے بعد بوا اور مرحا وہاں سے چلی گئی تھیں۔پلوشہ نے کپڑے بدلے اور کمرے میں آ کر لیٹ گئی۔اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا اس پہ تیمور کے میسج آئے ہوئے تھے اس نے انہیں پڑھے بغیر ڈلیٹ کیا اور آنکھیں موند لیں

دو دن بعد اس کا نکاح تھا وہ اب ماضی میں الجھی نہیں رہ سکتی اسے آگے بڑھنا تھا وہ اب اپنی امی کے حلاف نہیں جانا چاہتی تھی۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&________________________

________________________&&

دو دن یوں گزرے جیسے دو پل ہوں۔ ملتان پہ دوسرے دن کی شام سوگوار سی تھی۔ آسمان پہ بادل چھائے تھے

محب کی حویلی میں چند مہمان جمع تھے۔ وانیہ اسکی امی ابو اور اسکا شوہر بھی موجود تھے۔ جنہوں نے ابھی بارات لے کر جانی تھی۔ محب لاؤنج میں صوفے پہ بیٹھا تھا سفید کاٹن کے سوٹ میں ملبوس وہ ہمیشہ جیسا خوبرو لگتا تھا۔ کالے بال پف کی صورت ڈھلے تھے۔ آنکھوں میں سرخ دھاگے تھے جیسے وہ پوری رات سویا نہ ہو۔ بوا اس کے سر سے کچھ رقم وار رہی تھیں۔ گھر میں شادی ہو رہی تھی پر شادی جیسی کوئی خوشی اس گھر میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہی تھی بوا

نے رقم ملازموں میں تقسیم کر کے نظریں زینوں کی طرف کیں تو وہاں سے مرحا اتر رہی تھی۔ اپنے ہلکے جامنی لہنگے کو دونوں جانب سے تھامے وہ سہج سہج کر اتر رہی تھی۔ بال کمر پہ بکھرے تھے۔ چہرے پہ میک اپ تھا پر آنکھوں میں اداسی تھی۔ وہ چلتی ہوئی بوا کے پاس آگئی بوا نے اس کی بلائی لی

"بہت حسین لگ رہی ہو "

"کیا فرق پڑتا ہے۔!" وہ کہہ کر جانے لگی محب فوراً کھڑا ہوا

"مرحا۔؟" اس نے مرحا کو پکارا مرحا کے قدم رک گئے دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اسے محب کے قدموں کی چاپ اپنے قریب ہوتی محسوس ہو رہی تھی وہ مرحا کے پاس آگیا تھا۔ اس نے مرحا کا ہاتھ تھاما

"میری بات سن لو آخری بار" اس کے لہجے میں التجا تھی۔ وہ کہہ کر اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ لے جا رہا تھا مرحا خاموشی سے اس کے ساتھ چلنے لگی تھی۔

وہ کچھ دور جا کر رکا گیا حویلی کے اس کونے میں کوئی نہ تھا سب مہمان اور مہمانوں کا شور پیچھے ہی رہ گیا تھا۔

"مجھے معاف کر دو مرحا میں نے تم پہ بہت غصہ کیا تمہیں مارا۔۔۔" مرحا نے اس کے سامنے ہاتھ جھلایا

"بس کریں محب مجھے یہ سب نہیں سننا اور میں ہوتی کون ہوں معاف کرنے والی؟ آپ نے تو مجھ پہ بہت سے احسان کیے ہیں میرا خیال رکھا مجھے سنبھلا اور میں نے آپ کہا تھا محب اب ہمارے درمیان وہ گزری باتیں دوبارہ نہیں ہوں گی آپ آج سے اپنے راستے میں اپنے" وہ کہہ کر جانے لگی

"تم کچھ غلط نہیں کرو گی مرحا اگر تم نے کچھ بھی غلط کیا اپنے ساتھ تو میں خود کو معاف نہیں کر پاؤں گا" مرحا اس کی بات پہ ہنسی

"میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں آپ کا گھر آج ضرور بسے گا میں اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالوں گی" اس کا لہجہ طنزیہ تھا محب وہیں کھڑا رہ گیا تھا۔ وہ مرحا کو خود سے دور جاتا دیکھ رہا تھا۔ فاصلے ان میں آ گئے تھے۔

مرحا وہاں سے چل کر لاؤنج میں آگئی تھی۔ وانیہ کی امی نے پہلے مرحا کو دیکھا پھر بوا کے پاس آ گئیں

"مجھے تو لگا تھا آپ محب کی شادی مرحا سے کریں گی اور اب اچانک ہی کسی اور سے طے کر دی اور سیدھا نکاح" وہ جب سے آئی تھیں یونہی بار بار حیران ہو کر کہہ رہی تھیں۔ بوا ان کی بات پہ چڑ گئیں

"آپ یہاں شادی میں آئی ہیں یا ہمارے گھر کی جڑوں کو ماپنے کہ وہ کتنی گہری ہیں؟ آپ مہربانی کریں اس وقت خاموش رہیں" بوا یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئیں وانیہ کی امی کے چہرے پہ بے عزتی کے سائے لہرانے لگے تھے۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&

&

سب لوگ پورچ میں کھڑی گاڑیوں میں بیٹھ رہے تھے۔ مرحا گاڑی کی طرف بڑھی کہ پھر رک گئی۔ اس نے اپنے سر پہ ہاتھ مارا

"بوا نے کہا تھا ان کا پرس اٹھا لوں" وہ خود کو کوستی اندر کی طرف بڑھی تھی۔ وہ داخلی دروازے سے پہلے بنے بر آمدے کے دو زینے چڑھ رہی تھی تبھی اس کا لہنگا اس کی ہیل میں پھنس گیا اور وہ لڑکھڑا گئی۔ محب سامنے سے آرہا تھا اسے لڑکھڑاتے دیکھ وہ بغیر تامل اس کے قریب آیا اور اسے تھام لیا۔

"سنبھل کر" اس نے مرحا کے بازو کو تھام کر کہا تھا۔ مرحا کی آہو چشم محب کی کالی چھوٹی آنکھوں میں ٹھہر گئیں۔ ان آنکھوں میں آج بھی اتنی ہی فکر تھی اتنی ہی محبت تھی جتنی مرحا نے شروع سے محسوس کی تھی۔

"نہیں وہ سب میرا وہم تھا اگر انہیں مجھ سے محبت ہوتی تو یہ شادی کے لیے نہ مانتے" اس نے اپنے خیالوں کی تردید کی اور سیدھی ہو گئی۔ محب کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹایا

"میں سنبھل گئی ہوں محب آپ یہ بات سمجھ جائیں، مجھے آپ کی ضرورت نہیں ہے" محب نے لب بھینچ کر اسے دیکھا دوبارہ اس کا بازو پکڑا اب کی بار گرفت سخت تھی۔

"جانتا ہوں، تم بہت بڑی ہو گئی ہو، تم اب اتنی بڑی ہو گئی ہو کہ تم اپنے محب کو طعنے دو گی "

"اپنے محب" مرحا نے کرب سے یہ الفاظ دہرائے۔

"آپ میرے نہیں ہیں محب آپ نے ہی کہا تھا" وہ بھرائی ہوئی آواز سے بولی تھی

"اور تم نے مان لیا۔؟" محب کے دل نے کہا پر محب خاموش رہا۔ مرحا کچھ دیر اس کے جواب کا انتظار کرتی رہی پھر وہ اداسی سے مسکرائی

"شکریہ" وہ کہہ کر آنکھوں کے بھیگتے گوشوں کو انگلیوں کی پور سے صاف کرتی آگے بڑھنے لگی کہ محب نے پوچھا

"کہاں جارہی ہو۔؟ "

"بوا کا پرس لینے جارہی ہوں" مرحا نے سرد لہجے سے جواب دیا

"میں ادھر ہی تمہارا انتظار کررہا ہوں تم میرے ساتھ میری گاڑی میں جاؤ گی" وہ کہہ کر رخ موڑ کر کھڑا ہو گیا۔ مرحا اس کی بات پہ جھنجھلا گئی

"میں وانیہ کے ساتھ جاؤں گی آپ مجھے میرے حال پہ کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟ میں کتنی اذیت میں ہوں آپ کو کیا اندازہ، آپ کیوں مجھے اتنی تکلیف دے رہیں محب؟ میں نہیں جانا چاہتی آپ کے ساتھ آپ جائیں پلیز" وہ کہہ کر اپنے آنسو صاف کرتی اندر بڑھ گئی۔ محب کا دل کیا وہ اپنا سر دیوار میں مار لے۔ وہ خود کو کونسے دوراہے پہ لے آیا تھا۔

&&&&&&&&&&&&____________________

____________&&&&&&&&&

حسین آگاہی کے بازار کو عبور کرتا وہ اندرون گلیوں میں داخل ہوا تھا۔اس کے اندر سناٹے بڑھ رہے تھے۔اسے لگ رہا تھا جیسے اس کی جان آج نکل جائے گی۔وہ پلوشہ کے نمبر پہ بار بار کال کر رہا تھا پر نمبر بند تھا۔وہ چلتا ہوا اس کے گھر کے دروازے کے سامنے آگیا اس نے دروازے پہ دستک دی۔کچھ دیر بعد دروازہ کھل گیا۔سامنے ایک لڑکی کھڑی تھی۔وہ اس لڑکی کو نہیں جانتا تھا۔لڑکی بھی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی

"جی۔؟" لڑکی نے پوچھا

"یہ پلوشہ کا گھر ہے۔؟" اسے خود پہ شبہ ہوا وہ پوچھ کر دو قدم پیچھے بھی ہوا تھا۔یہ پلوشہ کا ہی گھر تھا پھر یہاں کیا ہو رہا تھا۔خطرے کی گھنٹی اس کے اندر بجنے لگی

"جی یہ پلوشہ باجی کا ہی گھر آپ کون۔؟ "

"میں۔؟" وہ سوچنے لگا۔تبھی لڑکی چہکی

"آپ بھی شادی میں آئے ہیں۔؟" لڑکی اسے کوئی مہمان سمجھ رہی تھی۔

"شادی۔؟" تیمور نے تعجب سے دہرایا "کس کی شادی۔؟" اس نے پوچھا۔ لڑکی اس کی بات پہ حیران ہوئی پھر بولی

"پلوشہ باجی کی" تیمور کو لگا اس پہ آسمان آگرا ہے

"پلوشہ کی شادی۔؟" اس نے صدمے سے دیوار کو تھاما۔ اس میں کھڑے ہونے کی سکت نہ رہی تھی۔ لڑکی اسے حیران نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ تیمور اس کی نظروں سے بے نیاز تھا اس کے گرد لڑکی کے آخری تین لفظ گردش کرنے لگے تھے۔ تیمور کو لگا اس کا دل بند ہو جائے گا

"پلوشہ کہاں ہے۔؟" اس نے بدقت پوچھا

"وہ پالر گئیں ہیں پر آپ کون ہیں۔؟" لڑکی کو اب ڈر لگنے لگا تھا

"پالر کہاں ہے۔؟" وہ لڑکی کا سوال نظر انداز کر گیا تھا

"میں کیوں بتاؤں آپ ہیں کون۔؟" لڑکی ہمت کر کے بولی

"میرا دماغ خراب مت کرو کہاں ہے پالر۔؟" وہ دھاڑا تھا۔ لڑکی کانپ گئی اس نے اشارے سے پالر کا راستہ بتا دیا تیمور اس کے آخری اشارے کے بعد وہاں سے بھاگ کر پالر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&&_____________________________

_________________________&

وہ پالر سے سرخ جوڑے میں ملبوس نکل رہی تھی ساتھ اس کے گلی کی دو لڑکیاں تھیں۔ جن میں سے ایک کا بھائی موٹر سائیکل لیے کھڑا تھا پلوشہ کو باہر آتے دیکھ اس نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کر لیا۔

"تم پہلے اسے لے جاؤ ہم دونوں کو بعد میں لے جانا بارات تو نہیں آئی نا ابھی۔؟" لڑکی نے عجلت میں پوچھا

"نہیں ابھی تو نہیں آئی" پلوشہ کی سماعتوں میں ان کی آواز تو پڑ رہی تھی پر وہ کسی بھی بات کو سمجھنے سے قاصر تھی۔ وہ موٹر سائیکل پہ بیٹھ گئی تھی۔ اس کی نظریں کچھ فاصلے پہ کھڑے لڑکے پہ ٹھہر گئی تھیں۔ جس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ پلوشہ کو دیکھ رہا تھا۔ بہت دکھ سے، بہت ملال سے

"تیمور کی کہانی آج ختم ہو جائے گی" پلوشہ نے اس کے لبوں کی جنبش محسوس کی پر وہ اسے روک نہ سکی موٹر سائیکل چل پڑا تھا۔ جب تک وہ ہوش میں آئی تیمور اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&_______________________________

_________________________&&&&&&&&&&&&&&&&

پلوشہ کے گھر میں بارات آکر بیٹھ گئی تھی۔ کھڈا آج خالی تھا مرغی چوزوں سمیت کٹ چکی تھی۔ چوزے بڑے ہو گئے تھے۔ گھر میں آئے مہمانوں نے ظہرانہ انہی سے تناول فرمایا تھا۔ اب کھڈا بالکل سنسان پڑا تھا

محب، بوا، مرحا اور کچھ خاص مہمان کمرے میں بیٹھے تھے۔ نکاح ابھی نہیں ہوا تھا اور مرحا کے دل میں ایک امید ابھی باقی تھی کہ محب عین موقع پہ انکار کر دے گا پر اس کی یہ امید تب ٹوٹ گئی جب اس نے مولوی صاحب کو اندر آتے دیکھا۔ پلوشہ ہمسایوں کے گھر تھی جہاں اس نے تین بول پڑھ لیے تھے اب محب کی باری تھی۔ مرحا کا دل تاریکی میں ڈوب گیا

وہ مولوی کے آنے کی گہما گہمی میں آہستگی سے کمرے سے نکل گئی۔ اس میں اتنی ہمت باقی نہیں تھی کہ وہ محب کو کسی اور کا ہوتے دیکھے مرحا باہر آ گئی تھی۔۔۔۔ باہر رات ڈھل رہی تھی۔ مرحا کو اندھیروں نے گھیر لیا تھا۔۔۔ وہ بے جان ہوتے قدموں سے بڑھتی جا رہی تھی۔ کہاں جا رہی تھی یہ اسے خود معلوم نہیں تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&&

&&

کمرے میں مولوی صاحب کے بیٹھتے ہی آوازیں سرگوشیوں میں بدل گئی تھیں۔۔۔ مولوی صاحب نے کاغذوں کا پلندہ محب کے سامنے کیا۔۔۔ محب انہیں خالی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس وقت سحرش کو سوچنا چاہتا تھا پر ذہن کے پردوں پہ وہ مسکراتی آرہی تھی جو کہتی تھی

"آپ میرے ہیں محب" محب نے نظریں اٹھا کر اسے ڈھونڈنا چاہا پر وہ نجانے کہاں چلی گئی تھی۔ محب اٹھنے لگا

"کہاں جارہے ہو۔؟" بوا نے اس کا ہاتھ تھاما

"مرحا کہاں ہے۔؟" بوا نے اسے نیچے بٹھایا

"محب وہ تکلیف میں ہے وہ تمہیں کسی اور کا ہوتا نہیں دیکھ سکے گی خدا کے لیے اس پہ رحم کرو اسے اسکے حال پہ چھوڑ دو اسے اب اپنا خیال خود رکھنے دو" بوا نے اس کے ہاتھ پہ گرفت مضبوط کرلی محب دوبارہ بیٹھ گیا۔۔۔اسے لگا جیسے کمرے میں دھند چھانے لگی ہے اسے کسی کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

****

وہ اپنی حویلی کے داخلی دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔لان کے پھول مرجھانے لگے تھے۔ اس نے سر اٹھا کر محب کے کمرے کو دیکھا۔پوری حویلی کی طرح وہاں بھی خاموشی چھائی تھی۔اس کے کمرے کی کھڑکیاں بند تھیں۔مرحا نے اپنا لہنگا اطراف سے اٹھایا۔

"اب وقت ہے فیصلے کا"

وہ داخلی دروازہ عبور کرتی اندر داخل ہوگئی تھی۔لاؤنج میں نیم اندھیرا تھا۔خوابناک خاموشی ہرسو پھیلی تھی۔وہ صوفوں کے پاس رک گئی۔

اس نے دیکھا وہاں ایک لڑکی ناراض سی بیٹھی ہے جو سامنے کھڑے محب کو کہہ رہی ہے

"مجھے اکیلے ڈر لگتا ہے" محب اس کے پاس بیٹھ گیا تھا وہ لڑکی کے آنسو صاف کر رہا تھا

لاؤنج میں صوفوں کے پاس کھڑی تنہا مرحا کی آنکھیں بھر گئیں

"اب ہم نے جانا ہے تم سے دور "

وہ آگے بڑھ گئی۔ دوپٹہ کاندھے سے اب ڈھلک کر فرش پہ جھاڑو دے رہا تھا وہ زینے چڑھنے لگی تھی۔

وہ چلتی چلتی نادانستہ رک گئی۔

ایک لڑکی اس کے پاس سے گزر کر لاؤنج میں آگئی جس کے ہاتھ میں بیگ تھا جو ایدھی سینٹر جا رہی تھی۔ محب اسے محظوظ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ تب نہ گئی تھی تب اسے لگتا تھا محب اسی کا ہے پر وہ غلط تھی۔

مرحانے لاؤنج سے نظریں ہٹالیں آنکھوں کی نمی صاف کر کے اس نے اپنا لہنگا پھر سے پکڑا اور چلنے لگی۔

"اب ہم تمہیں دیکھنے کو میسر نہ ہوں گے "

وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ بیڈ کے پاس گئی۔ جھکی وہاں سے بیگ نکالا جو اس نے پہلے سے پیک کر رکھا تھا۔ اسے کھول کر اس نے کالا عبایا نکالا۔

پھر وہ اپنے ہاتھ کی چوڑیاں اتارنے لگی۔ ساری چوڑیاں اتار کر اس نے بیڈ پہ رکھ دیں پھر وہ ڈریسنگ کے سامنے آگئی۔ ایک ایک آویزہ اس نے اتارا بالوں کو چٹیاں میں جکڑا اور بار بار بھیگتی آنکھوں کو صاف کرتی وہ بیگ کی جانب بڑھ گئی۔ بیگ کو اٹھا کر اس نے بیڈ پہ رکھا اور کاغذ قلم لے کر اس پہ الفاظ گھسیٹنے لگی۔

* *

ایک خط محبت کے نام۔۔۔۔!

ایک خط محب کے نام۔۔۔۔!

جانِ مرحا۔۔۔

یا کہوں تمہیں جہانِ مرحا۔۔۔

تم کیا بن گئے ہو اس کے۔۔

یہ کیسے تمہیں بتائے مرحا۔۔۔

پر حالِ دل بتانا ضروری ہے۔۔۔

کیسے دل کا حال چھپائے مرحا۔۔

محب میں جب بھی آپ کے لیے کچھ لکھنے لگتی ہوں تو سوچ میں پڑ جاتی ہوں کہ آپ کے لیے ایسا کیا لکھوں جسے بڑھ کر آپ خوش ہو جائیں پر آپ میرے لکھے سے خوش نہیں ہوتے۔ آپ غصے ہو جاتے ہیں۔ مجھے لگا تھا میں جب آپ کو بتاؤں گی کہ میں آپ سے بہت بہت

بہت پیار کرتی ہوں تو آپ خوش ہو جائیں گے پر آپ نے غصہ کیا مجھے مارا بھی اور اب مجھ سے بات بھی نہیں کرتے۔۔۔

****

وہ غائب دماغ سے سب کرتا جارہا تھا اس نے بوا کو کہتے سنا

"محب سائن کرو" محب کو اپنا بے جان ہاتھ کاغذ پہ چلتا ہوا محسوس ہوا۔اس کی نظر کاغذ پہ تھی پر آنکھوں میں دھواں بھرا تھا اور دماغ میں ایک ہی جملہ گردش کر رہا تھا

"آپ میرے ہیں محب"

اس نے سائن کر کے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔اسے اپنی لکیریں مٹتی ہوئی نظر آئیں۔اس کے ہاتھ خالی تھے۔اس نے وہ خالی ہاتھ چہرے پہ پھیرے پھر کچھ لوگ اس سے ملے تھے۔

مولوی سے بغل گیر ہوتے اس کا سکوت ٹوٹا تھا۔ دھند کمرے سے چھٹ گئی تھی۔ اطراف کا شور پھر سے اسے سنائی دینے لگا تھا۔ وہ مرحا کو اب دوبارہ متلاشی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا پر وہ کہیں نہ تھی۔

****

محب مجھے ان میں سے کسی بات کا دکھ نہیں بس دکھ یہ ہے کہ اب آپ میرے نہیں رہے آپ کا آج نکاح ہو جائے گیا اور آپ سچ میں کسی اور کے ہو جائیں گے اور "آپ میرے ہیں محب" کہنے والی مرحا آج تنہا ہو گئی ہے وہ اب یہاں رک نہیں سکتی۔ رکی تو حق جتائے گی اور آپ اب مجھے کسی چیز کا بھی حق نہیں دے رہے۔

آپ جھوٹے تھے محب۔ آپ کی محبت، آپ کی فکر، اور آپ کا یہ کہنا کہ آپ میرے ہیں آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں یہ سب جھوٹ تھا اور میں اس سب کو سچ سمجھتی رہی۔ میں آپ کو دیکھتی تھی تو یوں لگتا تھا جیسے آپ کی آنکھوں میں میری پوری دنیا ہے آپ کا ہاتھ تھامتی تھی

تو اپنا آپ محفوظ لگتا تھا پر آج مرحا خود کو غیر محفوظ سمجھ رہی ہے اسے آج اپنے سائے سے بھی خوف آ رہا۔

****

وہ اب کاغذ کو تہ کر کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ کر جانے کے لیے کھڑی ہو گئی تھی اس نے برقعہ پہنا اور بیگ اٹھا کر کمرے سے نکل گئی۔

****

وہ لوگ واپس کے لیے کھڑے تھے پلوشہ گاڑی میں بیٹھ گئی تھی بوا محب کے ساتھ کھڑی تھیں۔

"مرحا وانیہ کے ساتھ ہی آئے گی" بوا نے بہت پہلے کی کہی ہوئی مرحا کی بات دہرائی تھی انہوں نے مرحا کو نکاح کے بعد سے نہیں دیکھا تھا کیونکہ وہ کہہ کر گئی تھی

"میں وانیہ کے ساتھ ہی ہوں" بوا اس لیے بے فکر تھیں۔ وہ بھی یہی چاہتی تھیں کہ مرحا محب سے دور ہی رہے وہ محب کو دیکھتی تھی تو رونے لگتی تھی۔ پر بوا کو کیا خبر تھی کہ مرحا جا چکی ہے۔

****

محب میرے وجود میں اب تنہائی کی آگ پھیلنے لگی ہے میرا پورا وجود جل رہا۔ اگر یہاں رک گئی تو دل بھی اس آگ میں جل جائے گا اسی لیے محب میں جا رہی ہوں

آپ کو چھوڑ کر، گھر کو چھوڑ کر، پر دل کو اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں یہاں چھوڑا تو آپ اسے اور اذیت دیں گے اس لیے مرحا اسے اپنے ساتھ لے کر جا رہی ہے۔ آپ پلوشہ باجی کا خیال رکھیے گا وہ اچھی ہیں وہ تو بہت اچھی ہیں تبھی آپ ان کے ہو گئے اور مرحا خالی ہاتھ رہ گئی۔

آپ نے سچ کہا تھا محبت سے کچھ نہیں ملتا۔ سب چھین جاتا ہے اور میں نے سچ میں سب کچھ ہی کھو دیا اور ان گم ہوتی چیزوں میں سب سے پہلے نمبر پہ آپ آتے ہیں۔ مرحا نے آپ کو گم کر دیا اور مرحا کے پاس کچھ بھی نہ بچا۔

****

مرحا چلتی ہوئی باہر لان میں آگئی تھی اس نے مڑ کر ایک بار حویلی کو دیکھا جو اداس لگتی تھی لان کے پھول بھی مرجھا گئے تھے مرحا کی آنکھیں دھندلا گئیں اس سے اور کھڑا نہ ہوا گیا وہ تیزی سے حویلی سے نکل گئی

****

وہ لوگ گھر آگئے تھے محب نے آتے ہی سب سے پہلے وانیہ وغیرہ کی گاڑی میں دیکھا

"مرحا کہاں ہے۔؟" گاڑی سے سب اتر گئے تھے تو اس نے بے چینی سے ہو چھا

"وہ تو کہہ رہی تھی کہ وہ واپسی پہ آپ کے ساتھ آئے گی" وانیہ اس کے سوال پہ حیران سی بولی تھی۔ محب کا ماتھا ٹھنکا

"نہیں اس نے بوا کو کہا تھا کہ وہ تم لوگوں کے ساتھ آئے گی"

"پر ہمارے ساتھ تو وہ نہیں آئی" محب کا سر گول گول گھومنے لگا وہ بغیر تامل دوسری گاڑیوں کی طرف بڑھا تھا۔

"مرحا کہیں نہیں ہے وہ وانیہ کے ساتھ نہیں آئی" بوا جو پلوشہ کو اندر کمرے میں بٹھا کر ابھی لاؤنج میں اتری ہی تھیں کہ محب نے اختلاج سے کہا اس کے رنگ اڑے ہوئے تھے بوا نے چونک کر اسے دیکھا

"اپنے کمرے میں چلی گئی ہو گی تم نے وہاں دیکھا ہے۔؟" محب نے بوا کو جواب نہ دیا اور کمرے کی جانب بھاگا اسے لگ رہا تھا جیسے کچھ غلط ہو گیا ہے وہ جاتا جاتا رکا

"آپ باقی جگہ دیکھیں میں اسے کمرے میں دیکھتا ہوں" اس نے پلٹ کر کہا تھا محب کی حالت اچانک سے اتنی بدلی دیکھ کر بوا کا دل ڈوبنے لگا وہ بھی مرحا کو ڈھونڈنے لگی تھیں

پر ٹوٹے دل والے کہاں دوبارہ ملتے ہیں۔!

وہ مرحا کے کمرے میں آیا جو خالی پڑا تھا۔ اس نے متلاشی نظروں سے اطراف میں دیکھا واش روم کا دروازہ بجایا پھر اسے کھولا وہاں کوئی نہ تھا۔ وہ تیزی سے کمرے سے نکل رہا تھا جب اس نے سائیڈ ٹیبل پہ رکھے خط کو دیکھا مرحا کا تیسرا اور آخری خط۔ محب نے وہ خط اٹھایا اور کھول کر پڑھنے لگا۔ اس کے وجود میں سناٹا قطرہ قطرہ اتر رہا تھا۔

****

محب میں یہ نہیں کہوں گی کہ میں نے آپ کو معاف کیا۔ نہیں محب میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ محبت کرنا اگر میرا قصور تھا تو اسے میرے دل میں جگانے والے آپ تھے۔ آپ کیوں میرے اتنے قریب آئے۔؟ میں نے تو نہیں کہا تھا آپ کو میری ٹوٹ کر فکر کرنے

کا۔ آپ نے فکر کی مجھے بے بس کر کے اپنے بس میں کیا اور جب میں بالکل بیکار ہو گئی تو آپ نے بھی چھوڑ دیا اب میں کیا کروں محب مجھے صبر نہیں آ رہا میں اس بات پہ اگر پوری زندگی بھی ماتم کروں کہ اب آپ میرے نہیں ہیں تو شاید کم ہو گا۔

دانا دانا دانا۔۔۔

مجھے کبھی نہ بلانا۔۔۔۔

میں مر جاؤں گی۔۔۔۔

میری قبر پہ نہ آنا۔۔۔۔

محب میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے پوری زندگی روئیں پوری زندگی ڈھونڈیں پر میں آپ کو نہ ملوں۔ میری دعا ہے آپ کو مرحا کی قبر بھی نہ ملا۔ آپ کے دل میں اس بات کا بھی سکون نہ آئے کہ مرحا اللہ کے پاس ہے۔ یہ میری دعا ہے محب۔!

لوگ کہتے ہیں مرے کا صبر آجاتا ہے پر گم ہوئے کا نہیں آتا اور میں چاہتی ہوں آپ بھی مرحا کو دیکھنے کے ہمیشہ تشنہ رہ جائیں آپ کو ہر آہٹ پہ لگے کہ مرحا آگئی ہے پر وہ آپ کو کہیں نہ ملے۔۔۔۔

کہیں بھی نہ ملے۔۔۔

****

وہ اسٹیشن پہ کھڑی تھی ٹرین میں لوگ عجلت سے چڑھ رہے تھے اسے نہیں معلوم تھا کہ اب اس نے آگے کہاں جانا ہے بس اسے اتنا معلوم تھا کہ اسے ملتان سے کہیں دور جانا ہے۔ ٹرین کا سائرن گونجا تو وہ بھی ٹرین میں چڑھ گئی۔ وہ جب چڑھ رہی تھی تو اس نے کسی کو کہتے سنا تھا

"لاہور پہنچ کر فون کر دینا" یوں اسے معلوم ہوا تھا کہ یہ ٹرین لاہور کو جاتی ہے۔۔۔!

__&&&&&&&&&&&&&&&&&&&________________________________

____

محب نے مرحا کا لکھا خط پڑھ لیا تھا اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔ مرحا گھر چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ اس کے ہاتھ سے خط گر گیا وہ بے جان سا بیڈ پہ بیٹھ گیا۔

"مرحا" اس نے لبوں کو جنبش دی وہ کچھ دیر بے جان سا بیٹھا رہا اس نے آہستگی سے نظریں اٹھا کر کھڑکی کی جانب دیکھا وہاں رات گہری ہو گئی تھی

"مجھے رات میں ڈر لگتا ہے" اسے مرحا کی آواز آئی وہ پھر رکا نہیں اور بھاگ کر کمرے سے نکل گیا۔

مرحا گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے" اس نے آکر فق ہوتی رنگت سے بوا کو بتایا بوا کا سر چکرا گیا محب نے انہیں سنبھالا۔ سب مہمان انہیں دیکھ رہے تھے محب نے انہیں صوفے بٹھایا

"محب میری بچی" بوا سے رویا بھی نہ گیا۔ محب نے انہیں تسلی دینے والے انداز سے دیکھا مہمان سارے تعجب سے اب سر گوشیاں کرنے لگے تھے وانیہ اور اس کی امی بوا کے پاس آکر بیٹھ گئی تھیں۔ بوا رونے لگی تھیں محب سب سے نظریں چراتا بھاگ کر گھر سے نکلا اور گاڑی

میں بیٹھ کر اس کا رخ باہر کی جانب کرلیا وہ بھول گیا تھا کہ کوئی سرخ جوڑے میں ملبوس اس کے کمرے میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی ہے۔

_&&&&&&&&&&&&&&_______________________________________

____

پلوشہ چہرہ جھکائے سرخ لباس میں ملبوس بیٹھی تھی۔ چہرے پہ دوپٹہ تھا۔ اسے تبھی باہر سے کچھ رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ اس کا دل دھک دھک کرنے لگا وہ کچھ دیر بیٹھی رہی اس نے آواز پہ غور کیا وہ بوا کی آواز تھی۔ پلوشہ بیڈ سے اٹھی اور باہر جانے لگی تبھی کمرے کا دروازہ کھلا وہاں سے وانیہ کی امی داخل ہوئی تھیں

"کہاں جا رہی تھیں۔؟" پلوشہ سہم سی گئی جبکہ ان کا انداز نارمل تھا اس سے کوئی جواب نہ دیا گیا پروانیہ کی امی اس کی سننا بھی نہیں چاہتی تھیں وہ اس کے قریب آئیں اور بھرائی ہوئی آواز سے کہنے لگیں

"ہائے نیچے غضب ہو گیا ہے مرحا گھر سے بھاگ گئی ہے میں تو پہلے ہی کہتی تھی وہ محب کو پسند کرتی ہے پر کوئی نہیں مانتا تھا اب دیکھ لو کیا ہو گیا ہائے ہماری بچی کہاں چلی گئی" ان کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں اور پلوشہ کا وجود شل ہو گیا وہ دوبارہ بیڈ پہ دھیرے سے بیٹھ گئی

"محب اسے ڈھونڈنے گیا ہے" وانیہ کی امی نے آنسو صاف کر کے بتایا پلوشہ خاموشی سے بیٹھ گئی تھی

اسے نجانے کیوں کوئی دکھ نہ ہوا اسے جیسے امید تھی کہ ایسا کچھ ضرور ہو گا وہ پہلے دن سے ہی جانتی تھی کہ محب مرحا کا ہی ہے۔پلوشہ دل ہی دل میں مرحا کے مل جانے کی دعا کرنے لگی تھی اس کا دل تیمور کی جانب بھی الجھا تھا۔ایک یہ روگ اسے اندر ہی اندر کھا رہا تھا کہ تیمور نے کچھ غلط نہ کر لیا ہو۔

&&&&&&&&&&&&&&

&

ملتان پہ رات کا دوسرا پہر رواں تھا۔ وہ شکستہ قدموں سے واپس آیا تھا۔ اسے مرحا کہیں نہ ملی تھی۔ پولیس نے امید دلائی تھی کہ وہ مرحا کو جلد ہی ڈھونڈ لیں گے پر اس کا دل رات کی سیاہی کے ساتھ ہی تاریک ہو رہا تھا۔ جسے وہ رات میں لان میں نہیں جانے دیتا تھا آج وہی لڑکی پتہ نہیں کہاں چلی گئی تھی۔

وہ حویلی میں آیا تو بوا صوفے سے اٹھ کر اس کے پاس گئیں۔ وہ تب سے رو رہی تھیں۔ وانیہ کی امی اب دوبارہ بوا کے پاس آگئی تھیں وہ بس پلوشہ کو خبر دینے گئی تھیں کہ اس کے شوہر کو مرحا پسند کرتی ہے وہ کافی دیر وہاں رک کر پلوشہ کے کچھ کہنے یا رونے کا انتظار کرتی رہی تھیں پر پلوشہ نے ایسا کچھ نہ کیا تو وہ نامیدی سے پلٹ آئیں۔ باقی کے مہمان جا چکے تھے اب بس گھر میں گھر کے لوگ ہی تھے۔

"میری بچی کہاں محب۔؟" بوا نے اس کے سامنے آکر پوچھا

"بوا پولیس ڈھونڈ رہی ہے" اس نے دھیرے سے کہا۔ بوا کے کاندھے پہ ہاتھ رکھا

"وہ مل جائے گی بوا" بوا نے اس کا ہاتھ کاندھے سے جھٹکا

"تمھیں۔۔۔۔" وہ اتنا کہہ کر چپ ہو گئیں۔ محب نے بے بسی سے لب بھینچ لیے تھے وہ بوا کی بات سمجھ گیا تھا وہ جانتا تھا کہ یہ سب اس کی وجہ سے ہوا ہے۔

"پر مرحا مل جائے گی" اس نے دل میں یہ بات دہرائی اور بوا کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر صوفوں کے پاس آ گیا

"محب بیٹا تم نے ویسے غلط کیا" وانیہ کی امی تبھی بولیں تو اس نے چونک کر انہیں دیکھا

"تم نے غلط کیا بچی کے ساتھ جب وہ تمھیں پسند کرتی تھی تو تم نے کہیں اور شادی کیوں کی" وہ اور بوا ان کی بات پہ ساکت رہ گئے پر وانیہ کی امی بول رہی تھیں "تم سب جانتے بوجھتے بھی اس کے ساتھ غلط کرتے رہے میں نے تو پہلے ہی انہیں کہا تھا" ان کا اشارہ بوا کی جانب تھا "کہ مرحا محب کو پسند کرنے لگی ہے پر یہ مانیں ہی نہیں میں بھی تب چپ ہو گئی پر جب بعد میں ہانیہ نے مجھے بتایا کہ مرحا محب کو پسند کرتی ہے اور یہ بات خود مرحا نے ہانیہ کو بتائی ہے تو میں خوش

ہو گئی کہ چلو اچھی بات ہے گھر کی بچی گھر میں ہی رہ جائے گی پر تم نے۔۔۔" انہوں نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔ بوا نے بھیگی آنکھوں سے محب کو دیکھا ان کی آنکھوں میں صاف ملال تھا جو اسے کہہ رہا تھا

"کہ لو اس خاندان سے چپا رہے تھے تم؟ جسے سب پہلے ہی پتہ ہے "محب کو یوں لگا جیسے اس کے ہاتھ پاؤں کسی نے کاٹ دیے ہوں وہ خود کو اس درجہ بے بس محسوس کر رہا تھا۔ یہ اس کی زندگی کا پہلا غلط فیصلہ تھا جسے کرتے ہی وہ منہ کے بل گرا تھا۔۔۔۔

باتیں تو ان پہ اب بھی بنیں گی خاندان میں، اور محب یہ کیوں بھول گیا کہ اگر کوئی بات ہانیہ کو پتہ چل گئی ہے اور وہ وانیہ کی امی کو نہ پتہ چلے ایسا تو کبھی نہ ہو سکتا۔۔۔۔

محب میں اور سکت نہ رہی تھی اس کے دل پہ کوئی زنگ آلود چھری سے وار کرنے لگا تھا۔ وہ بوا کو صوفے پہ بٹھا کر بغیر وانیہ کی امی کی بات کا جواب دیے دوبارہ چلا گیا

اس کا سب کچھ مر چکا تھا۔ یہ بات اسے ابھی سے محسوس ہونے لگی تھی۔

"میں اسے ڈھونڈ لوں گا" وہ بار بار اپنے دل میں یہ بات دہرا رہا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

&&&&___________________

وہ ٹرین میں بیٹھی تھی بیگ کو سینے سے لگایا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں سرد ہو رہے تھے وہ سب کو خوف زدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ اس کے محب کہتے تھے کہ

"رات میں لڑکیاں اکیلے باہر نہیں جاتیں۔ رات میں باہر لوگ اچھے نہیں پھر رہے ہوتے" اس نے بچپن سے یہی سنا تھا اور کبھی نہ نکلی تھی پر آج جب پہلی بار وہ اکیلے سفر کر رہی تھی تو اسے اس چھائی تیرگی سے خوف آ رہا تھا ہر شخص اسے برا ہی لگ رہا تھا۔

ٹرین مسلسل چلتی جا رہی تھی کھلی کھڑکی سے ہوا بہت تیزی سے اندر آ رہی تھی باہر بھاگتے درختوں پہ رات اتر گئی تھی ہلکی سرد رات میں اداسی بہت زیادہ تھی یوں لگتا تھا جیسے آج ہی

پوری دنیا خاموش ہو گئی ہو۔ اسے ابھی سے محب یاد آنے لگا تھا۔ اس نے دھیرے سے اسے پکارا

"محب مجھے آپ یاد آ رہے ہیں" وہ سر تا پا عبایا پہنے ہوئے تھی آنکھوں پہ بھی باریک جلی تھی وہ کہیں سے بھی مرحا نہیں لگ رہی تھی۔ سوگوار آنکھوں میں بس ہلکی ہلکی نمی تھی۔ اس نے اپنی نم آنکھوں سے اپنے ہاتھ دیکھے۔۔۔۔۔

اور اسے پہلے بار یہ پتہ چلا تھا کہ نصیب کی لکیر چاہے جتنی لمبی اور واضح ہو پر اگر اس میں محبت نہ ہو تو زندگی خو بخود ہی بد نصیبی بن جاتی ہے۔۔۔۔۔

اس کی آنکھیں ایک بار پھر بھر گئیں اس نے لب آپس میں پیوست کر کے خود پہ قابو کیا اور باہر دیکھنے لگی تبھی وہاں ٹکٹ چیکر نے آ کر اسے کہا

"کہاں جانا ہے آپ نے ٹکٹ ہے۔؟" مرحا نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر اسے دیکھتی رہ گئی۔۔۔۔ اس کا سوال اس کے ذہن میں اٹک گیا تھا

وہ جب گھر سے نکلی تھی تو یہ طے نہیں کر کے نکلی تھی کہ اس نے کہاں جانا ہے۔ کیا محب کے بعد بھی اسکے پاس کوئی منزل بچتی ہے۔؟

"نہیں۔!" اس نے زیرِ لب کہا تھا۔۔۔

"او بی بی جلدی بتاؤ" ٹکٹ چیکر کی آواز میں عجلت تھی مرحا نے سر نہ میں ہلایا

"میرے پاس ٹکٹ نہیں ہے" ٹکٹ چیکر اس کی بات پہ حیران ہوا فوراً سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا

"کیا آپ کے پاس ٹکٹ نہیں ہے۔؟" اسکے چونکنے پہ مرحا تیزی سے بولی

"پر میں نے لاہور جانا ہے" اس نے احتیاط سے بیگ کھولا وہاں سے پیسے نکالے

"لاہور کی ٹکٹ دے دیں" ٹکٹ چیکر نے پہلے رقم کو دیکھا پھر مرحا کو

"یہ اسٹیشن سے ہی لینی ہوتی" رقم تھامی "پر تم لڑکی ہو اس لیے تمہیں فائن لگا کر ٹکٹ دے رہا ہوں ورنہ میں اگلے اسٹاپ پہ اتار دیتا" وہ سخت لہجے سے کہہ کر مرحا کو ٹکٹ دے کر آگے بڑھ

گیا مرحا نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا لیا پھر وہ اٹھ کر بیگ کے ساتھ ٹرین کے دروازے کی طرف آ گئی۔

باہر رات ہر سو پھیل گئی تھی۔۔۔ سر تا پا برقعے میں ملبوس اب وہ ٹرین کے دروازے پہ کھڑی تھی۔۔۔ شام ڈھل گئی تھی۔۔۔ سورج کب کا گم ہو گیا تھا۔۔۔ اس کا برقعہ ہوا سے اڑ اڑ جاتا تھا۔۔۔ اس نے اپنے وجود کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور دروازے کے ساتھ کمر ٹکا کر بیٹھتی چلی گئی۔۔۔ اکا دکا لوگ جو آ جا رہے تھے وہ اسے کچھ تعجب سے دیکھتے پھر گزر جاتے۔۔۔ پر وہ سب سے بے نیاز تھی۔۔۔ اس نے اپنی گیلی ہوتی آنکھوں کو موندا تو سامنے وہ مسکاتا ہوا آ گیا۔۔۔

"شام اداس ہوتی ہے" وہ کہہ رہا تھا۔۔۔

"ہاں دل بن، دلدار بن" مرحا کے کو چائے جاں نے صدا بلند کی تو اس کے وجود میں لرزش ہونے لگی۔۔۔ لبوں کو سختی سے بھینچ کر اس نے خود کی سسکیاں دبائیں۔۔۔ اب یہاں کوئی

نہیں جو اسے چپ کرائے۔۔۔اور نہ ہی اب آنے والی زندگی میں اسے وہ ہاتھ اور محبت نصیب ہو گی جو اس کے ہر درد کو فراموش کر لیتے تھے۔وہ سب کچھ پیچھے چھوڑ آئی ہے۔۔۔ محب، پلوشہ، اور شاید دل بھی بس ساتھ آیا، جو ہاتھ آیا وہ تکلیف اور ہجر تھا بس۔۔۔

"کاش پلوشہ کبھی ان کے گھر نہ آتی" مرحا نے آنکھیں کھول کر تاریک آسمان کو دیکھا اور اپنی بانہوں کو اپنے ہی گرد لپیٹ لیا۔۔۔بیگ اس نے اپنے قریب ہی رکھ لیا تھا۔بہت دیر وہاں بیٹھے رہنے کے بعد جب وہ تھک گئی تو اٹھ کر دوبارہ اپنی سیٹ پہ آگئی۔اس نے سیٹ پہ پاؤں اوپر کیے اور گود میں بیگ رکھ کر اس نے آنکھیں موندلیں۔نیند نے آہستہ آہستہ اسے اپنے حصار میں لینا شروع کر دیا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&&&

&&

پوری رات کا باہر گیا وہ جب تڑکے واپس آیا تو لان ویسا ہی اداس تھا۔

پولیس والوں نے اسے وہی کہا تھا جو وہ پوری رات سے کہہ رہے تھے

"ہم ڈھونڈ رہے ہیں"

"پر وہ مل کیوں نہیں رہی۔؟" وہ چلایا تھا سفید کاٹن کے سوٹ میں ملبوس محب کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔

"دیکھیں ہم آپ کے سامنے اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں باقی اللہ بہتر کریں گے انشاءاللہ صبح تک ان کا پتہ چل جائے گا" پولیس والے نے پر سکون انداز میں کہا پھر وہ بے بسی سے وہاں سے آ گیا محب اندر آیا تو وانیہ نے اسے بتایا

"بوا کی طبیعت خراب تھی اس لیے انہیں دوائی کھلا کر سلا دیا ہے" محب نے تشکر سے اسے دیکھا

"مرحا کا کچھ پتہ چلا۔؟" محب جا رہا تھا کہ اس نے پیچھے پوچھا

"وہ انشاء اللہ مل جائے گی" وہ بس اتنا ہی کہہ سکا وانیہ خاموش ہو گئی تھی وہ بھی سونے کے لیے چلی گئی تھی۔

محب آہستہ آہستہ قدموں سے چلتا اپنے کمرے کے دروازے کے سامنے آرکا اس نے ناب کو گھمایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔۔۔

اس کی سانسوں میں پھولوں کی خوشبو اچانک ہی گھلی تھی وہ اندر آیا تو سامنے بیڈ پہ بیڈ کراؤن سے ٹک لگا کر پلوشہ نیم دراز سو رہی تھی۔ محب اسے دیکھ کر چونکا اس کے قدم رک گئے۔ اسے کچھ پل لگے پھر اسے یاد آیا کہ آج اس کی شادی ہوئی تھی اور وہی اسے بیاہ کر لایا ہے۔ محب کو اچانک ہی کمرے سے وحشت ہونے لگی۔ وہ وہاں سے الٹے قدم ہی واپس چلا گیا۔ اسے لگ رہا تھا اگر وہ یہاں اور رکا تو اس کی سانسیں بند ہو جائیں گی۔

وہ اپنے کمرے سے نکل کر مرحا کے کمرے میں آگیا تھا۔ وہ بیڈ پہ بیٹھ گیا۔ بیڈ کے سامنے والی دیوار پہ مرحا کی تصویر لگی تھی جس میں وہ مسکارہی تھی محب اٹھ کر اس تصویر کے پاس آیا اور اسے اتار کر وہ دوبارہ بیڈ پہ آبیٹھا

"میری جان تم اپنے محب کو چھوڑ کر کہاں چلی گئیں" اسے اب پتہ چلا تھا کہ مرحا اس کی جان ہے اور وہ "صرف" مرحا کا ہے۔ محب نے تصویر کو سینے سے لگالیا تھا

"میں تمہیں ڈھونڈلوں گا" اس نے کہہ کر آنکھیں بند کیں اس کی آنکھوں سے پہلی نمی ہجر کے نام ہوئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&____________________________

____________________________&&&

وہ جب ٹرین کی آواز سے اٹھی تو ہڑبڑا سی گئی۔ سورج پوری طرح سے آنکھیں دکھا رہا تھا۔ ہر طرف گرد اڑ رہی تھی۔ بہت سے لوگ کھڑے تھے۔ اس نے اپنا عبایا دیکھا جس پہ مٹی جمی تھی۔ اس نے باہر دیکھا

"تم نے کہاں جانا ہے۔؟" سامنے والی موٹے نقوش اور صاف رنگت والی عورت نے مرحا کو اٹھا ہوا دیکھا تو پوچھ لیا وہ شاید ابھی آکر بیٹھی تھی کیونکہ پہلے یہ سیٹیں خالی تھیں

"میں نے۔؟" مرحا نے پوچھا عورت نے سر ہلا دیا

"میں نے لاہور جانا ہے" عورت کو اس کی بات پہ کرنٹ لگا

"کہاں۔؟" مرحا نے دوبارہ اپنی بات دوہرائی

"لاہور تو کب کا گزر گیا" مرحا کا دماغ بھک سے اڑ گیا

"کیا۔؟ "

"ہاں وہ توکب کا گزر گیا اب تو یہ آگے جا رہی ہے" مرحا نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا وہ رونے لگی تھی اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کہاں جائے اب لاہور گزر گیا تھا اس سے آگے اب اس کی منزل کیا تھی۔؟

کچھ دیر بعد ٹکٹ چیکر دوبارہ آیا یہ ٹکٹ چیکر دوسرا تھا۔اس نے آکر سامنے والی عورت سے پوچھا

"کہاں جانا ہے۔؟ "

" میلسی "ٹکٹ چیکر نے سر ہلا کر اسے ٹکٹ دے دی۔وہ پھر مرحا کی طرف مڑا

" آپ نے۔؟"مرحا نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے آہستگی سے کہا

" میلسی "مرحا کو اور کسی جگہ کا پتہ نہیں تھا اس لیے اس نے عورت کی بات ہی دہرا دی عورت اس کی بات پہ چونکی

"ابھی تم کہہ رہی تھیں کہ تم نے لاہور جانا ہے" مرحا اس کی بات پہ سٹپٹا گئی۔ اسے وقت لگا سنبھالنے میں پر اس نے پھر ہمت کر کے کہا

"ہاں پر میرے کچھ جاننے والے میلسی رہتے ہیں ان سے ملوں گی پھر کل جاؤں گی" مرحا نے کہانی گھڑی عورت اس کی بات پہ مطمئن ہو گئی ٹکٹ چیکر بھی ٹکٹ دے کر چلا گیا۔ مرحا کا دل اب بری طرح سے دھڑک رہا تھا نجانے اب یہ میلسی کیسا شہر ہو گا۔؟ مرحا نے تھک کر سوچا تھا وہ باہر دیکھنے لگی اسے لگ رہا تھا کہ وہ اب رل جائے گی پر وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ میلسی جا رہی ہے جو دل والوں کا شہر ہے جہاں کے لوگ محبت کرنا جانتے ہیں۔ مرحا اس بات سے بے خبر تھی کہ اسے میلسی میں سنبھالنے والے مل جائیں گے اس نے اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ اس کی حفاظت کریں اور اللہ نے اس کے محافظ تیار کر دیے تھے۔

سحر اور مصطفیٰ مرحا کے محافظ اس کا انتظار کر رہے تھے۔

&&&&&&&&&&&&&&&&

&&&

وہ رات سے ایک ہی سمت میں بیٹھی بیڈ کراؤن سے کمر ٹکائے سو رہی تھی۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو کمرے کی کھڑکی سے دھوپ چھن کر آ رہی تھی۔ پلوشہ نے آنکھیں مسلیں دوپٹہ کو کاندھوں پہ ٹھیک کر کے سر پہ لیا اور دیوار آویز گھڑی کو دیکھا جس پہ دس بج رہے تھے۔

وہ بیڈ پہ ہی بیٹھی رہی اس نے گھڑی سے نظریں ہٹا کر دروازے کی جانب کیں تو وہ کھلا ہوا تھا۔ نیم وا۔ جیسے کوئی آ کر بھی نہ آیا ہو۔ جیسے کو بالکل قریب ہو کر دور ہوا ہو۔ پلوشہ پہ اداسی کی اوس قطرہ قطرہ گرنے لگی۔

"میں یہاں خوش رہوں گی" پلوشہ تمسخر سے ہنسی تھی اسے اپنی امی کی بات یاد آئی تھی۔ وہ کچھ دیر بیڈ پہ بیٹھی رہی پھر اٹھ کر واش کی جانب بڑھنے لگی کہ دروازے پہ دستک ہوئی۔ وہ جاتی جاتی رک گئی۔ واپس آکر اس نے نیم وا دروازے سے باہر دیکھا وہاں سفینہ کھڑی تھی

"آجاؤ" وہ آہستگی سے بولی۔ سفینہ اندر آگئی اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی

"آپ ناشتہ کرلیں بھابھی" وہ آگے بڑھی ٹرے کمرے میں موجود ٹیبل پہ رکھی پھر بولی "بوا کہہ رہی تھیں پھر آپ تیار ہو جایئے گا آپ کی امی لینے آرہی ہیں آپ کو" پلوشہ نے اس کی بات پہ سر ہلا دیا۔ اس کا ہر چیز سے دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ سفینہ ناشتہ رکھ کر چلی گئی تھی

"ہم بس رسمیں نبھاتے ہی مر جائیں گے" وہ تکلیف سے سوچتی واش روم میں چلی گئی۔ واش بیسن کے سامنے رک کر اس نے اپنا عکس دیکھا نئی دلہن جیسی رعنائی ابھی تک اس کے چہرے پہ برقرار تھی پر دل کر رہا تھا کہ وہ چیخے روئے غصہ کرے پر کس پر۔؟ خود پر، امی پر یا محب پر یا پھر مرحا پہ۔؟ وہ کسے قصوروار ٹھہرائے اس سب کا۔؟ یا وہ خود کو اس سب کا ذمہ دار کہے

کیونکہ وہ جانتی تھی کہ مرحا محب کو پسند کرتی ہے پھر کیوں پلوشہ نے محب سے شادی کی۔؟

"میں مجبور تھی" اس نے خود کو صفائی دی اور شیشے سے نظریں ہٹالیں۔

&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________&

محب بوا کے کمرے میں ان کے سرہانے بیٹھا تھا۔ بوا بیڈ پہ لیٹی تھیں۔ چہرہ پژمردہ تھا ان کا ایک رات میں ہی رنگ زرد ہو گیا تھا۔ وہ محب کو نہیں دیکھ رہی تھیں ناراض لگتی تھیں۔ کمرے میں وانیہ اور اس کی امی بھی موجود تھیں۔ وانیہ کی امی نے تبھی کہا

"اچھا باجی ہم تو آج چلے جائیں اگر مرحا مل جائے فون پہ بتا دیجئے گا" انہوں نے اتنا کہہ کر ہوک بھری "میری بچی نجانے کہاں رل رہی ہو گی پوری رات سے باہر ہے آج کل کا تو زمانہ ہی نہیں ہے کچھ بھی ہو سکتا ہے ہوس بھرا۔۔۔" ان کی بات ابھی مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ محب دھاڑا

"اسے کچھ نہیں ہو گا آپ فضول باتیں نہ کریں" وہ خود پہ قابو کرنا چاہ رہا تھا پر بے بس تھا۔ وانیہ کی امی اس کے اس انداز سے ڈریں تو نہ البتہ بگڑ کر بولیں

"ہاں تمہیں تو لگیں گی ہی فضول باتیں تمہارا کیا گیا۔ یتیم بچی رل گئی۔ گھر تو اس نے چھوڑا نا اب بھئی اگر وہ پسند کرنے لگ ہی گئی تھی تو حرج ہی کیا تھا کیا تم اس کے محرم تھے جو اسے نہ اپنایا اور اب بڑی کوئی سوغات بیاہ لائے تم، طلاقن" انہوں نے سر جھٹکا محب نے کھا جانے والی نظروں سے انہیں دیکھا وانیہ نے فوراً اپنی امی کو ٹوکا

"امی۔۔۔"

"اے چپ کر کیا امی۔ صحیح کہہ رہی ہوں" انہوں نے آستینیں چڑھا لیں "نہ شادی کر لی تو اس لڑکی کی خیر خبر بھی لو رات سے وہ کمرے میں پڑی ہے اور یہ تلاش میں خوار ہو رہا ہے ارے اسے کیا پتہ اب لوگ کیا کیا باتیں بنا رہے ہیں مرحا اور اسے لے کر خاندان کی عورتوں سے تو میرا اور باجی کا سامنا ہو گا نا انہیں کیا جواب دیتیں پھریں گی ہم۔؟" بوا کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں وہ

جانتی تھیں کہ اب وانیہ کی امی ایک ایک کا دروازہ بجا کر کہیں گی کہ مرحا بھاگ گئی اور وہ محب کی محبت میں گرفتار تھی۔

"تمہیں کیا ملا محب یہ سب کر کے" انہوں نے روہانسی آواز میں کہا تھا محب ان کی نم آواز سن چکا تھا۔اس نے بوا کو دیکھا بوا نے اپنا رخ موڑ لیا۔ محب آہستگی سے کھڑا ہو گیا

"بھئی ہم تو جا رہے ہیں اب کب تک پڑیں رہیں گے یہاں مجھ سے نہیں ہوتا لوگوں کا سامان ابھی کچھ دیر میں پلوشہ کی امی اور رشتے دار لینے آجائیں گے تو کیا کہیں گے ہم انہیں اور کیا پلوشہ گھر جا کر نہیں بتائے گی یہ اس کے شوہر کی ایک محبوبہ بھی ہے جو گھر چھوڑ گئی" محب کو جاتے دیکھ وانیہ کی امی جلدی جلدی بولنے لگیں محب نے ان کی بات پہ مٹھیاں بھینچ کر خود کو قابو کیا اور پھر خونخوار نظروں سے انہیں دیکھ کر اس نے چبا چبا کر کہنا شروع کیا

"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کسی کے کچھ بھی کہنے یا سوچنے سے" کاش اس نے یہ بات پہلے سوچی ہوتی محب کہہ کر کمرے سے چلا گیا تھا۔

"ہاں تمہیں کیوں فرق پڑے گا۔۔۔"اس نے دور تک وانیہ کی امی کی بات سنی تھی پر پھر آواز اس کا زیادہ دور تک تعاقب نہ کر سکی۔

محب پورچ میں آگیا تھا۔اس نے آکر آسمان کو دیکھا۔

"یہ سب مجھ سے کیا ہو گیا"اس کی آنکھیں نم تھیں۔مرحا کا چہرہ اس کی آنکھوں سے ہٹتا ہی نہ تھا اور اب وانیہ کی امی کی بات سن کر اسے احساس ہوا تھا کہ اس سب میں اس لڑکی کا کیا قصور ہے جسے محب نے ایک مہرے کی طرح اپنے کھیل میں استعمال کیا۔

محب بوجھل قدموں سے گاڑی میں بیٹھ گیا تھا اسے مرحا کو ڈھونڈنا تھا۔باقی سب چیزوں کا وہ ابھی نہیں سوچنا چاہتا۔اس نے اپنے ذہن سے ہر بات کو جھٹکا اور حویلی کی حدود سے نکل گیا۔

&&&&&&&&&&&&&&&&

&&&

افق پہ موجود سورج بادلوں کے پیچھے جا چھپا تھا۔ ہلکی پروائی نے زور پکڑا تو بیگ تھامے اترتی مرحا کا برقعہ اڑنے لگا۔ اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا جہاں بادل تھے۔ سورج کبھی دکھتا تو کبھی چھپ جاتا۔ وہ ٹرین سے اتر گئی۔ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پہ مسافر بھاگتے جا رہے تھے کسی کو اترنے کی جلدی تھی تو کسی کو ٹرین میں سوار ہونے کی اور ایک وہ تھی جو سوچ میں تھی کہ اب جائے کہاں۔؟

مرحا قدم قدم چلتی اسٹیشن کے برآمدے میں آگئی۔ وہاں بینچ رکھے تھے جن پہ کچھ دیہاتی لوگ بیٹھے تھے۔ تیز تیز میک اپ کر کے وہ شاید اگلی ٹرین کے انتظار میں تھے۔ مرحا وہاں سے باہر آگئی میلسی کا اسٹیشن چھوٹا تھا۔ جو چند قدموں پہ ہی ختم ہو جاتا تھا باہر نکلنے پہ اسے ایک لمبی سڑک دکھائی دی جس کے دونوں اطراف بڑے بڑے میدان تھے۔ بائیں جانب بنے میدان میں ایک پرانی سی عمارت تھی جس کا رنگ میرون تھا اور اس کی حالت خستہ تھی۔ مرحا اسے دیکھنے لگی۔

"شاید محبت میں ٹوٹا دل بھی اسی عمارت جیسا ہو جاتا ہو گا خستہ حال آخری سانسیں لیتا ہوا"

"باجی کہاں جانا ہے۔؟" وہ اپنی سوچوں میں اتنی گم تھی کہ اسے احساس ہی نہ ہوا کہ اس کے قریب رکشے والا آگیا ہے۔ مرحا اس کے اچانک بولنے پہ ڈر سی گئی۔

"کہ۔۔۔ کہی۔۔۔ کہیں نہیں۔۔۔" وہ گبھرائی ہوئی آواز سے کہہ کر آگے بڑھ گئی۔ سیدھی جاتی سڑک پہ وہ قدم اٹھا رہی جو زیادہ تر سنسان رہتی تھی۔ کچھ دور جا کر بازار شروع ہوا تھا۔ وہاں اسٹیشن کی حدود سے زیادہ رونق تھی۔ مرحا سب کو خائف نظروں سے تکتی چل رہی تھی۔ وہ رونا بھول گئی تھی۔ اب بس اسے ایک ہی پریشانی تھی کہ وہ جائے گی کہاں۔؟

وہ سڑک پہ چلتی جا رہی تھی۔ ایک سڑک ختم ہوئی تو دوسری شروع ہو گئی۔ ہر قدم پہ بازار کا رش بڑھتا جا رہا تھا۔ ارد گرد بنی دکانوں کے بورڈ پڑھنے پہ اسے پتہ چلا تھا کہ یہ فوارہ چوک ہے اور تبھی اس نے غور کیا تھا کہ جہاں سے ابھی وہ آئی ہے وہاں اس کے پیچھے ایک آسمانی ٹائلز سے بنا فوارہ بھی ہے جو خاموش اور سوکھا ہوا تھا۔

مرحا کو لگ رہا تھا جیسے سب اسے ہی دیکھ رہے ہیں یا سب آدمی اسی کے پیچھے چلتے آرہے ہیں۔
اس نے اپنے بیگ کو اور مضبوطی سے تھام لیا اور تیز قدموں سے چلتی وہ گلیوں میں داخل ہو گئی۔

کچھ گلیاں کراس کرنے کے بعد وہ ایک تنگ گلی میں تھک کر رک گئی اس کا دماغ ماؤف ہونے لگا تھا۔ اب ان گلیوں کے بعد مزید گلیاں آئیں گی، مزید رستے، اور پھر نئے لوگ پر اس کا ٹھکانا کہاں بنے گا۔؟ دوپہر ہو گئی تھی پھر شام ہو گی اس کے بعد رات۔۔۔

"رات میں کہاں رہوں گی۔؟" مرحا پریشانی میں دفعتاً اضافہ ہوا تھا اس نے گھر سے نکلنے سے پہلے یہ سب نہیں سوچا تھا کیونکہ ہمیشہ سے اس کے سب فیصلے محب ہی کرتا تھا اس کے لیے کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے یہ محب ہی سوچتا تھا مرحا نے تو کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ اس پہ یہ وقت بھی آئے گا وہ جو بوا کو کہہ دیا کرتی تھی کہ

"مجھے محب سنبھال لیں گے" پر اب وہی محب اس سے انجان ہو گیا تھا۔ وہ اس گلی کو نم آنکھوں سے دیکھنے لگی دیوار کے ساتھ اس نے کمر ٹکالی تھی۔ گلی میں کچھ کرایا نے کی دکانیں تھیں۔ کچھ فاصلے پہ مسجد تھی اور مسجد کے سامنے اسکول کی عمارت تھی۔ وہ کوئی پرائمری اسکول تھا۔ مرحا بہت دیر وہاں کھڑی سوچتی رہی کہ اب وہ یہاں سے آگے کہاں جائے۔؟ پر اسے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی۔ تبھی اسے احساس ہوا کہ اسی گلی میں بنی ایک عطر کی دکان مہں بیٹھا کالی موٹی آنکھوں اور لمبے بالوں والا آدمی سے دیکھ رہا ہے۔ مرحا نے اسے کن اکھیوں سے دیکھا وہ سچ میں مرحا کو ہی دیکھ رہا تھا۔ مرحا بے آرم سی ہونے لگی۔ وہ کچھ قدم آگے ہو کر اسکول کے بالکل سامنے کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ آدمی کو مکم نظر انداز کر رہی تھی پر وہ مسلسل اسے ہی گھور رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اسکول کی چھٹی ہوئی تو آدمی نے مرحا کو دیکھنا بند کر دیا تھا۔ اسکول کے گیٹ پہ چھوٹے قدم اور میلے کپڑوں والا چپڑاسی لڑکا مرحا سے بے نیاز تھا جو بچوں کی چھٹی کروا رہا تھا وہ

شاید سمجھ رہا تھا کہ مرحا کسی بچے کو لینے آئی ہے۔پندرہ منٹ میں سب بچے وہاں سے چلے گئے گلی ایک بار پھر خالی ہو گئی پر مرحا وہیں کھڑی تھی۔دکان دار پھر سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

مرحا کا گلا سوکھنے لگا اور اس کی جان تب نکلی جب اس آدمی نے مرحا کو آواز دی۔وہ دکان سے نکل کر مرحا کی جانب آ رہا تھا۔

مرحا کی ٹانگوں کی جان نکلنے لگی۔وہ چلنا کیا ہلنا ہی بھول گئی۔بیگ کو مضبوطی سے پکڑ کر وہ آدمی کو اپنی جانب بڑھتے دیکھ رہی تھی۔اس آدمی کے تاثر نارمل تھے پر مرحا کو وہ برا لگا تھا۔وہ مرحا کے قریب آ گیا تھا

"کس کے انتظار میں کھڑی ہیں آپ۔؟"مرحا کے ہاتھ میں بیگ دیکھ کر اس نے پوچھا تھا مرحا سے بولا نہ گیا

"کیا کسی کے گھر جانا ہے۔؟" آدمی نے اپنی بھاری آواز سے ایک اور سوال داغا مرحا کی آواز پتہ نہیں کہاں چلی گئی تھی۔

"بتائیں۔؟" آدمی نے جواب کے انتظار کے بعد دوبارہ کہا

"وہ۔۔۔میں۔۔۔" مرحا ابھی اتنا ہی بولی تھی کہ ایک نسوانی آواز پہ چونکی

"ارے تم یہاں کھڑی ہو۔؟" مرحا نے سامنے آدمی کے پیچھے دیکھا تو اسکول کے دروازے میں ایک دراز قدم لڑکی عبایا پہنے ہوئے کھڑی تھی اس کا سپید چہرے، پتلے نقوش اور بڑی کالی آنکھوں تھیں لڑکی کے چہرے کے گرد اسکارف تھا اور صبیحہ چہرے پہ ہلکی سی مسکان بھی تھی جس سے شناسائی جھلکتی تھی۔وہ چلتی ہوئی مرحا کے پاس آگئی۔

"سوری مجھے آنے میں دیر ہوگئی بس آج میٹنگ لینے لگ گئی تھیں میڈم" وہ مرحا سے گلے ملی تھی مرحا تعجب سے اسے دیکھ رہی تھی جواب آدمی کی طرف پلٹ تھی

"یہ میری کزن ہے میرا انتظار کر رہی تھی" آدمی کے چہرے پہ خوشی پھیل گئی اس نے تیزی سے سر ہلایا

"اوہ اچھا اچھا ہماری مس صاحبہ کی کزن ہیں" اس نے مرحا کو دیکھا" ماشاءاللہ انہوں نے مجھے بتایا ہی نہیں ورنہ میں انہیں یہاں یوں کھڑا ہونے ہی نہ دیتا اپنا گھر ساتھ ہی تھا" وہ خوش دلی سے کہہ رہا تھا مرحا حیران سی سب سن اور دیکھ رہی تھی۔ عبایے والی لڑکی نے مسکرا کر آدمی کو دیکھا

"شکریہ بھائی اب بس میں آگئی ہوں" اس نے کہہ کر مرحا کا ہاتھ تھاما اور اپنائیت سے بولی

"چلو گھر چلتے ہیں" وہ کہہ کر مرحا کا جواب سنے بغیر چلنے لگی تھی۔ مرحا خاموشی سے اس کا ہاتھ پکڑے چلتی رہی۔ دس منٹ بعد وہ ایک چھوٹے سے بنگلے نما گھر کے سامنے کھڑی تھی۔ دراز قدم لڑکی نے آگے بڑھ کر گھر کا لاک کھولا اور پھر مڑ کر مرحا کو کہا

"آجاؤ" اس کی آنکھیں اور چہرہ اتنا خوبصورت تھا کہ مرحا ایک سحر میں جکڑ گئی تھی۔ وی دھیرے سے اندر آگئی تھی

داخلی دروازہ عبور کرنے کے بعد چھوٹا سالان تھا جس میں گلاب لگے تھے۔

"مصطفیٰ کو گلاب بہت پسند ہیں" اس نے مرحا کو گلاب دیکھتے پا کر کہا اور اندر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ مرحا بھی اس کے پیچھے چلتی اندر آ گئی تھی۔

لاؤنج میں دو صوفے رکھے تھے جن کے سامنے کانچ کا ٹیبل تھا۔

"تم بیٹھو میں پانی لاتی ہوں" وہ کہہ کر کچن کی جانب بڑھ گئی۔ مرحا کا دل دھک دھک کر رہا تھا نجانے یہ کون تھی جو مرحا سے اتنی اپنائیت برت رہی تھی مرحا کا دل کر رہا تھا کہ وہ یہاں سے چلی جائے پر "کہاں جاؤں گی۔؟" یہ سوچ کر وہ صوفے پہ بیٹھ گئی بیگ ساتھ رکھ لیا تھا۔

"یہ لو پانی پیو" وہ پانی لے کر آ گئی تھی۔ مرحا نے پانی لینے کے لیے ہاتھ نہ بڑھایا۔ لڑکی مسکائی

"تم ڈر رہی ہو مجھ سے۔؟" اس کی آواز میں حیرانی تھی۔ مرحا نے ازل کی معصومیت سے سر اثبات میں ہلا دیا اس کی حرکت پہ لڑکی کھکھلا کر ہنس دی

"مت ڈرو مجھے اپنی بہن سمجھ لو" اس نے کہہ کر مرحا کے ہاتھ میں پانی تھمایا اور اس کے پاس بیٹھ کر اس کا دوسرا ہاتھ مضبوطی سے تھم لیا

"بڑی بہن ہوں میں تمہاری اب سے تم یہاں محفوظ ہو ڈر نا مت اس گھر میں ہم دو لوگ رہتے ہیں میں اور میرے شوہر مصطفیٰ وہ اس وقت دکان پہ ہیں میں اسکول میں پڑھاتی ہوں میری ایک نند ہیں جو کچھ فاصلے پہ ہی رہتی ہیں وہ کبھی کبھی آتی ہیں زیادہ لوگ نہیں ہیں ہم اور ہاں ہم تمہارے مسئلے پہ بعد میں بات کریں گے ابھی میں تمہارے لیے کھانا بنا لوں" وہ آرام آرام سے بولتی تھی اس کا لہجہ نرم تھا لڑکی اپنی بات مکمل کر کے اٹھ گئی تھی۔ "مصطفیٰ کو کال کرتی ہوں تم چکن کھا لیتی ہو نا۔۔؟" اس نے جاتے جاتے پوچھا مرحا کی حالت ابھی تک سنبھلی نہ تھی۔

"میں چکن کے ساتھ مٹن بھی منگوا لیتی ہوں" وہ کہہ کر کمرے میں گئی۔ وہاں سے اپنا موبائل اٹھا لائی اب کی بار وہ عبایے کے بغیر تھی۔ پرنٹڈ لون کے گلابی سوٹ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ لمبے بال چٹیا میں جکڑے کمر پہ موجود تھے اس نے گلے میں دوپٹہ ڈالا ہوا تھا۔ نظریں موبائل پہ تھیں۔ ٹچ اسکرین پہ انگلیاں چلانے کے بعد اس نے فون کان سے لگا لیا

"اسلام علیکم" دوسری جانب کال پک ہوتے ہی وہ بولی تھی

"مصطفیٰ گھر مہمان آئے ہیں" وہ ویسی ہی خوشی سے کہہ رہی تھی۔ مرحا نے پانی پینے کے لیے ابھی تک نقاب نہیں کھولا تھا۔ وہ ویسے ہی ہاتھ میں گلاس تھامے بیٹھی تھی۔

"نہیں مصطفیٰ آپ ابھی نہ آئیں بس گوشت بھجوا دیں اور میں آپ کو ایک دو چیزیں اور بتا دیتی ہوں" وہ کہہ کر کچن کی جانب بڑھ گئی۔ اس کی آواز مرحا سن سکتی تھی وہ اپنے شوہر کو چیزیں گنوا رہی تھی مرحا اسے سننے لگی تھی۔ وہ لڑکی کچن سے نکل کر باہر آئی

"جی آپ جلدی بھیج دیں" اس نے کومل لہجے سے کہہ کر کال کاٹ دی تھی

"تم نے ابھی تک پانی نہیں پایا۔؟" اس نے حیرانی سے پوچھا پھر وہ مرحا کے پاس آئی

"مجھ پہ تم کچھ دیر یقین کر لو اگر مجھ میں کچھ غلط نظر آئے تو تم یہاں سے چلی جانا میں تمہیں روکوں گی نہیں" اب کی بار وہ سنجیدہ تھی مرحا اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ شکل سے اچھے گھر کی

سمجھدار لڑکی لگتی تھی۔ مرحا کے دل نے اسے اوکے کا میسج کیا تو اس نے گلاس ایک طرف رکھ کر اپنا نقاب کھولنا شروع کر دیا۔ نقاب کھول کر اس نے پانی کا گلا اٹھا کر لبوں سے لگایا۔

"شاباش" لڑکی خوش ہو گئی تھی۔

"ویسے تمہارا نام کیا ہے۔؟" لڑکی نے پوچھا

"مرحا" مرحا نے دھیرے سے جواب دیا تھا۔ لڑکی نے اس کے ہاتھ سے خالی گلاس تھام لیا اور مسکرائی

"ماشاء اللہ بہت پیارا نام ہے تمہارا بالکل تمہاری طرح" اس نے اب مرحا کا چہرہ بغور دیکھا تھا اسے مرحا بہت پیاری لگی تھی۔ لڑکی جانے لگی پھر رکی سر کو چھوا

"لو ابھی تک میں نے تمہیں اپنا نام تو بتایا ہی نہیں۔۔۔۔ میرا نام سحر ہے سحر مصطفیٰ" وہ کہہ کر کچن کی جانب بڑھ گئی۔ مرحا لاونج میں تنہا ہو گئی تھی۔ اسے اس لڑکی کو دیکھ کر عجیب سا احساس ہونے لگا تھا۔ جیسے اس نے اسے پہلے کہیں دیکھا ہو۔ وہ سوچنے لگی تھی کہ اس نے اس لڑکک کو

پہلے کہاں دیکھا پر اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔ اس لیے مرحا نے ساری سوچوں کو ذہن سے جھٹک کر صوفے کی پشت سے سر ٹکا لیا۔

اور یہاں ہماری کہانی کا آخری حصہ شروع ہو گیا ہے۔ ہم یہاں پڑھیں گے۔

محب کی یکطرفہ محبت سحرش کی کہانی۔۔۔۔

سحرش کی ہینیل سے محبت کی کہانی۔۔۔۔۔

اور سحرش سے سحر مصطفیٰ بننے کی کہانی۔۔۔۔۔

طمعِ خام کا آغاز اور اختتام اوپر کی ان تین لائنوں میں ہی ہے۔۔۔۔۔

__&&&&&&&&&&&&&&&&________________________________

____

وقت کو کچھ سال پیچھے لیے چلتے ہیں۔ وقت کے پہیے کو پیچھے کی طرف گھما کر ہم آج سے آٹھ سال پہلے والے ملتان میں کھڑے ہیں۔ یہ موسم گرما کی ایک دوپہر ہے۔ جس میں دو منزل کا مکان دھوپ سے جل رہا ہے۔ صحن میں دھوپ پھیلی ہے اور کمروں میں پنکھے گڑگڑا رہے ہیں۔

ایک کمرے میں وہ دونوں بہنیں لیٹی ٹی وی دیکھ رہی ہیں۔

"تم نے کب جانا ہے۔؟" سوہانا نے ٹی سے نظریں ہٹا کر پوچھا

" دیکھو بہن کب جاتی ہوں ابا کا تو ارادہ ہی نہیں لگ رہا مجھے یونی بھیجنے کا یونیورسٹی میں تو کب کی کلاسز شروع ہو گئی ہیں" سحرش ناراض لگتی تھی۔ سوہانا سیدھی ہوئی

" ابا بھی مجبور ہیں خاندان کا پریشر ہے"

" یہ تو ابا کو ایڈمیشن کروانے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا کہ خاندان کا دباؤ بھی ہو سکتا ہے" اس کا لہجہ ویسا ہی تھا

"بہت ناشکری ہو ویسے تم ابا نے تمہاری وجہ سے سب سے بیر لیا اور اب تم ان سے خفا ہو رہی ہو" سوہانا کو اس کا انداز اچھا نہ لگا تھا۔ سحرش بھی مسہری پہ بیٹھ گئی

"میں تو شکر گزاری کر رہی ہوں پر اب ابا کو بھی چاہیے کہ خاندان کو بولنے دیں جو بولتے ہیں اب اگر یونی میں بھیج ہی دیا ہے تو کیوں مجھے گھر بٹھا رکھا ہے۔؟ میری اتنی کلاسز مس ہو گئی ہیں" وہ اداس سی ہو گئی

"چلو کوئی بات نہیں ابا نے کہا تو ہے ایک دو دن میں بتا دیں گے کہ تم نے کب جانا ہے یونیورسٹی اور ویسے بھی تم نے بڑا کوئی دوسرے ملک یا شہر جانا ہے۔ پڑھتی تو تم ملتان میں ہی ہو"

"ہاں تبھی تو ابھی تک امید سے بیٹھی ہوں کہ ایک دن جاؤں گی۔ اگر دوسرے شہر یا ملک میں پڑھ رہی ہوتی تو کب کا چھڑوا چکے ہوتے مجھے" سوہانا مسہری سے کھڑی ہو گئی۔

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو تمہارے سپارے والے بچے آنے والے ہیں ان کے لیے چٹائی وغیرہ چھاؤ" سوہانا کا انداز چھیڑنے والا تھا

"میں کیوں بچھاؤں وہ خود بچھاتے ہیں بیچارے اتنی گرمی میں باہر بیٹھتے ہیں اور ہمارے صحن میں ترپال کرنے کے بعد بھی سورج جلتا ہی رہتا ہے" سحرش کھڑی ہو گئی تھی۔ سوہانا نے ٹی وی بند کیا اور باہر جانے لگی

"اچھا شام میں پارک چلیں گے" اس نے دروازے پہ رک کر کہا

"ابا گلا دبا دیں گے "

"میں امی کو کہوں گی" سوہانا نے کہا

"دیکھ لو بہن امی بھی کم نہیں ہیں پل میں سونا پل میں ماشہ" سحرش تھکی سی لگنے لگی تھی

"تم ویسے اپنے گھر والوں سے بہت زیادہ ہی بدگمان ہو" سوہانا نے اسے چبھتی نظروں سے دیکھا

"میں صرف گھر والوں سے ہی نہیں سب سے ہی بدگمان ہوں میری تمام امیدیں اللہ سے ہیں" سوہانا اس کی بات پہ سر جھٹک کر باہر چلی گئی۔

&&&&&&&&&&&

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

یہ شام کا وقت تھا جب سوہانا خوشی سے آئی

"امی تیار ہو جاؤ امی پارک کے لیے مان گئیں" سحرش بچوں کے جمگھٹے میں بیٹھی تھی اس نے سوہانا کو بے یقینی سے دیکھا

"مولوی نشیر اللہ کی بیگم اتنی جلدی کیسے مان گئیں۔؟" اس کے لہجے میں طنز تھا

"کیونکہ انہیں اپنی بیٹیوں سے محبت ہے" سحرش کی آنکھوں میں کچھ عجیب سا لہرا نے لگا وہ زیرے لب بولی

"ہاں انہیں اپنی اولاد سے اتنی محبت ہے کہ انہیں باندھ کرر کھا ہوا ہے انہیں سانس لینے کے لیے بھی اجازت درکار ہے اور کسی سے محبت کے معاملے میں تو وہ بالکل ہی بے کس ہیں" سوہانا اس کے لبوں کی جنبش اور کھویا ہوا انداز دیکھا رہی تھی

"تم کیا بڑبڑا رہی ہو۔؟" سوہانا کے کہنے پہ سحرش ہوش میں آئی

"کچھ نہیں" وہ بچوں کی جانب مصروف ہو گئی

" ٹھیک ہے تم انہیں سپارے کا پڑھا کر عصر کی نماز پڑھ لو پھر تیار ہو جانا "

"تیار کیا ہونا برقعہ ہی لینا ہے" سحرش نے سوہانا کی بات کے جواب میں کہا اور بچوں کو پڑھانے لگی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&___________________________

&&&___________________________

سحرش کے گھر سے نکلو تو دو گلیاں عبور کرنے کے بعد اس کے تایا ابا کا گھر تھا۔ جس کی بیٹھک میں مولوی نثیر بیٹھے تھے سامنے ان کے بڑے بھائی تھے۔ تبھی ان کی آنکھیں جھکی تھیں

"مجھے سمجھ نہیں آتی تم کیوں خاندان سے اوپر ہو کر لڑکی کو یونیورسٹی بھیج رہے ہو؟ جبکہ تمہیں آج کل کے ماحول کا اچھی طرح پتہ ہے" تایا ابا کا لہجہ کھردرا تھا

"بھائی صاحب سب جانتا ہوں باہر کا موحول بھی اور اپنی بیٹیوں کی پرورش بھی کیا آپ کو نہیں لگتا سحرش ہمارے ہاتھوں کی پلی ہے وہ غلط قدم نہیں اٹھائے گی۔ اتنی نیک بچیاں ہیں میری ماشاءاللہ سے" وہ جھکی نظروں سے ہی کہہ رہے تھے

"دیکھو نثیر اپنے خون پہ شک نہیں مجھے، دنیا پہ ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کبھی کل کو کچھ غلط نہ ہو جائے "

"نہیں ہو گا بھائی صاحب آپ ساتھ دیں گے تو کچھ غلط نہیں ہو گا۔ اللہ کرم کرے گا اور کچھ عرصے ہی کی تو بات ہے" ان کی بات پہ تایا ابا خاموش سے ہو گئے بیٹھک میں گہری خاموشی کچھ پل مہمان رہی پھر تایا ابا نے کہا

"میں ساتھ دے رہا ہوں تمہارا پر تم پھر بھی لڑکی کو بار بار سمجھاؤ گے کہ کل کو کچھ غلط ہوا تو میں خود اسے اپنے ہاتھوں سے دفناؤں گا" ان کی بات سخت تھی پر مولوی نثیر کو اپنی اولاد پہ یقین تھا وہ سر ہلا کر وہاں سے نکل گئے۔

&&&&&&&&&&&&______________________________________

_______________________&&&

گھر کے صحن میں عصر اتر رہی تھی سحرش وضو کر کے نماز ادا کر رہی تھی۔ اس نے سلام پھیر کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے

"ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں" وہ یہ بہت یقین سے کہتی تھی وہ اللہ سے اپنے دل کی ہر بات کہہ لیتی تھی۔ پورے خاندان میں مشہور تھا سحرش بہت نیک ہے اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور سحرش اس بات پہ فخر محسوس کرتی تھی۔

سحرش نے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر جائے نماز اٹھایا اور کمرے میں رکھ کر باہر نکلی کہ ٹھٹھک کر رک گئی۔ دوسرے کمرے سے ابا کی آواز آرہی تھی

"بھائی صاحب نے اجازت دے دی ہے پر وہ کہتے ہیں سحرش کو کہہ دوں کہ وہ یونیورسٹی کے آزاد ماحول میں خود کو آزاد نہ سمجھ لے کوئی بھی ایسا ویسا قدم نہ اٹھائے" سحرش کو ان کی بات پہ خوشی سی ہوئی۔ اسے یونیورسٹی جانے کی اجازت مل گئی تھی

"میں نے کونسا قدم اٹھانا ہے۔؟ محبت کی اجازت ہمیں ہے نہیں تو اس کے لیے قدم بھی نہیں اٹھاؤں گی" وہ کہہ کر کمرے کے پاس سے ہٹ گئی۔

کچن میں سوہانا چائے بنارہی تھی۔

"ہمیں اجازت مل گئی" اس نے آکر سوہانا کو شانوں سے تھام کر گھما دیا

"کس کی۔؟"

"محبت کی" اسنے شرارت سے کہا

"یعنی تم سر قلم کروانا چاہتی ہو" سحرش ہنس دی

"ارے مذاق کر رہی تھی مجھے یونیورسٹی کی اجازت مل گئی ہے"

"تمہیں کس نے کہا۔؟" وہ متجسس ہوئی

"ابھی ابا کی باتیں سنیں ہیں" سوہانا اس کے گلے لگ گئی

"بہت مبارک ہو "

"خیر مبارک اب چائے میں لے کر جاؤں گی"

"لگتا ہے بدگمانی ختم ہو گئی ہے" سوہانا کا لہجہ شریر تھا

"ہاں بدگمانیاں ختم ہوئیں اور دل صاف ہو گیا" سحرش کہہ کر چائے ڈالنے لگی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

وہ چائے کے کپ ٹرے میں رکھ کر کمرے میں داخل ہوئی تھی

"ابا سلام علیکم" اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔ ابا مسکائے

"میری بیٹی" انہوں نے محبت سے کہا سحرش نے ان کی چائے ان کے قریب رکھ دی۔ اماں کو چائے دے کر وہ باہر جانے لگی تو ابا نے اسے آواز دے کر روکا

"جی ابا۔؟" ابا اٹھ کر اس کی طرف آئے

"کل سے یونیورسٹی چلی جانا" انہوں نے سحرش کے سر پہ ہاتھ رکھا" پر سحرش ایک بات کا دھیان رکھنا کبھی کوئی غلط قدم مت اٹھانا ورنہ تم ہمیں کھو دو گی" اس نے جھکی نگاہیں اٹھا کر ابا کو دیکھا جن کے چہرے پہ ہلکی سی پریشانی تھی

"آپ کو کھویا تو ابا سب کھو دوں گی اور مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ اتنا بڑا خسارہ برداشت کر سکوں" ابا اس کی بات پہ دل سے مسکرا دیے۔ بے شک ان کی بیٹیاں نیک بیٹیاں تھیں۔ وہ انہیں رسوا نہیں کر سکتیں۔ وہ اپنے اللہ پہ توکل رکھتے تھے وہ اپنی دعاؤں میں کہتے تھے

"بیٹی رحمت کے ساتھ ساتھ عزت بھی ہوتی ہے اور اس عزت کی حفاظت اللہ سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا" سحرش پھر کمرے سے نکل گئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

_______________________&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

______

عصر کے باسی ہونے کے ساتھ ہی سورج کی تپش سمٹتی چلی گئی وہ اماں کے ساتھ جناح پارک میں موجود تھیں۔ اماں کچھ فاصلے پہ برقعے میں ملبوس نقاب کیے ہوئے بیٹھی تھیں۔ جبکہ سحرش اور سوہانا نے برقعے لیے ہوئے تھے پر نقاب کھلا تھا۔ وہ دونوں جھولے پہ بیٹھی اپنی

باتوں میں مصروف تھیں کہ اسے احساس ہوا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ سحرش نے جھولا آہستہ کر کے دیکھا تو دور کینٹین کے پاس چند لڑکے کھڑے تھے جو اپنی باتوں میں مصروف تھے پر ان میں سے ایک لڑکا جس کا قدم لمبا اور چہرہ وجیہہ تھا ہلکی سی مسکان کے ساتھ برقعے میں ملبوس سپید چہرے والے لڑکی کو دیکھنے میں محو تھا۔ سحرش اس کی گہری نظروں سے جزبز سی ہو گئی۔ اس نے فوراً محب پہ سے اپنی نظریں ہٹالیں اور دوبارہ سوہانا سے باتیں کرنے لگی پر وہ بار بار کن اکھیوں سے اس لڑکے کو دیکھ رہی تھی جو اب ہاتھ میں بوتل تھامے کچھ قریب ہی آ گیا تھا

سحرش مزید بے آرام سی ہو گئی اس نے سوہانا کو دیکھا جو آنکھیں موندے جھولے لے رہی تھی۔

"میں امی کے پاس جا رہی ہوں انہیں کہتی ہوں کہ گھر چلتے ہیں" سوہانا نے چونک کر آنکھیں کھولیں

"لو ابھی تو آئے ہیں"

"میرا دل گھبرا رہا ہے" سوہانا نے پیروں سے جھولا روکا اور ناراضی سے سحرش کو دیکھا جو امی کی جانب بڑھ گئی تھی

"ایک اجازت اتنی مشکل سے ملتی ہے اوپر سے ان کا آتے ہی گھبرانے لگ جاتا ہے" سوہانا برہمی سے بڑبڑائی تھی۔

کچھ پلوں بعد وہ لوگ پارک سے باہر نکل گئی تھیں۔ رکشے میں بیٹھ کر جب رکشہ چل پڑا تو اسے کچھ راحت ہوئی پر یہ راحت کچھ پل کی ہی تھی۔ وہ جب اپنی گلی کے نکڑ پہ رکشے سے اتری تو ساکت رہ گئی۔ محب گاڑی میں بیٹھا اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ سحرش وہاں سے تیزی سے اپنی اماں کے ساتھ گلی میں داخل ہو گئی تھی۔ محب بھی وہاں سے پھر چلا گیا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&

&

یہ صبح یونیورسٹی کی گھاس کو مہکائے ہوئے تھی۔ اسٹوڈینٹس آجا رہے تھے تبھی وہ بھی بے نیازی سے یونیورسٹی میں داخل ہوا تھا۔ اس کا ارادہ اپنے ڈیپارٹمنٹ کی جانب جانے کا تھا پر پھر وہ نادانستہ کسی احساس کے تحت رکا تو حیران رہ گیا۔ کالے برقعے میں ملبوس دراز قد لڑکی چہرے کے گرد بھورا اسکارف لپیٹے کتابوں کو سینے سے لگائے ایک لڑکی کے ساتھ جا رہی تھی۔ اس کے چہرے پہ ہلکی سی مسکان تھی۔ اس نے محب کو نہیں دیکھا تھا پر محب اس پہ سے نظریں ہٹانا بھول گیا تھا۔

سحرش جب اس کے پاس سے گزر کر چلی گئی تو اس کا سحر ٹوٹا

"یہ ادھر ہی پڑھتی ہے۔؟" اسے اپنی آنکھوں پہ یقین نہ آیا وہ تیزی سے سحرش کے پیچھے بھاگا تھا سحرش اپنے ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہو گئی تھی اور محب کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔ وہ وہاں کچھ دیر کھڑا رہا پھر واپسی کے لیے پلٹ گیا۔

&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&&&&&&&&&&&&

سحرش کلاس میں اپنی سیٹ پہ بیٹھی تھی اس نے اپنے سامنے کتابیں رکھیں ہی تھیں کہ ایک آواز پہ اس نے گردن ترچھی کر کے دیکھا۔

اس کے پیچھے ایک بھورے گنگھریالے بالوں والی لڑکی کھڑی تھی۔اس کا رنگ گورا اور آنکھیں تیز نیلی تھیں۔ٹاپ اور جینز میں ملبوس وہ لڑکی بہت حسین لگتی تھی۔وہ بے نیازی سے باتیں کر رہی تھی۔ سحرش نے اپنے ساتھ بیٹھی اپنی دوست سے پوچھا

"یہ کون ہے۔؟"رابعہ نے کتاب سے نظر ہٹا کر دیکھا تو بولی

"یہ۔؟"وہ اسی لڑکی کو دیکھنے لگی تھی سحرش نے سر کو خم دیا

"یہ عینی ہے عینی مارشل نئی آئی ہے ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں "

"کرسچن ہے۔؟"سحرش نے پوچھا

"ظاہر سی بات ہے لباس بتا رہا ہے یہ فارن کر نٹری کرسچن ہے اس کے ڈیڈ کا بزنس امریکہ میں تھا۔ اب ملتان ہی شفٹ ہو گئے ہیں پہلے یہ سب وہیں رہتے تھے۔ اس کی ممی انگریز ہیں ان کی بھی آنکھیں نیلی ہیں" سحرش حیرانی سے رابعہ کو دیکھنے لگی تھی

"تمہیں اتنا سب کیسے پتہ ہے۔؟" رابعہ گہرا سا مسکائی اور کھڑی ہو کر بولی

"کیونکہ تمہاری غیر موجودگی میں میری اس سے بہت اچھی ہیلو ہائے ہو گئی ہے اچھی لڑکی ہے آؤ تمہیں ملواتی ہوں" اس نے سحرش کا ہاتھ تھاما اور اسے عینی کے پاس لے کر چلی گئی۔

جب وہ عینی سے مل لیں تو وہ واپس اپنی سیٹ پہ آ بیٹھی تھیں۔

"اس کا بھائی بھی اتنا پیارا ہے میں نے دیکھا تھا کاش وہ مسلمان ہوتا میں تو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتی" سحرش نے اسے ناراض نظروں سے دیکھا

"کتنی غلط زبان استعمال کر رہی ہو"

"صحیح کہہ رہی ہوں تم دیکھنا وہ ہے ہی اتنا پیارا، گورا چٹا، لمبا چوڑا، اس کی بھی آنکھیں اتنی ہی خوبصورت اور نیلی ہیں جتنی عینی کی ہیں" سحرش کی آنکھوں کے سامنے جو نقشہ بنا تھا وہ سچ میں کمال تھا پر وہ خاموش ہو گئی تھی۔ اس نے رابعہ کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&______________________________________

______________________________&&&&&&&&&

وہ یونیورسٹی کے داخلی دروازے میں اپنے دوست کے ساتھ کھڑا تھا

"مجھے یقین نہیں آرہا وہ ادھر ہی پڑھتی ہے" محب نے خوشی سے کہا تھا

"مجھے بھی دکھاؤ ایسی کون سی وہ اپسرا جس کے پیچھے تم اس طرح پاگل ہو رہے ہو "

"ابھی شاید وہ یہیں سے گزرے تو دکھاؤں گا" محب کی نظریں متلاشی تھیں۔ وہ آتے جاتے اسٹوڈینٹس میں سحرش کو ڈھونڈ رہا تھا پھر اس کی نظریں ایک جگہ رک گئیں۔ اس نے بے خودی کی سی آواز میں کہا

"وہ رہی" فرحان نے فوراً نظریں اٹھا کر محب کی نظروں کا تعاقب کیا تو وہ بولا

"اچھا سحر ش نشیر کی بات کر رہے تھے تم۔؟" محب نے چونک کر اسے دیکھا

"تم اسے جانتے ہو۔؟ "

"ہاں بالکل میں اسے اچھے سے جانتا ہوں مایا کی کلاس فیلو ہے" اس نے اپنی گرل فرینڈ کا نام لے کر کہا تھا

"پر یہ تو آج ہی آئی ہے یونیورسٹی" محب اس کی بات سے مطمئن نہ تھا

"یہ پہلے کچھ دن آئی تھی یونیورسٹی پھر اس نے آنا چھوڑ دیا تھا۔ اب کافی دنوں بعد دوبارہ آنے لگی ہے پر یہ تمہارے مزاج کی لڑکی نہیں ہے محب بہت ہی حجابی سی ہے "

"تو میں کونسا لبرل ہوں بہت زیادہ، جو مجھے اس کے اسلامی یا حجابی ہونے سے مسئلہ ہو گا "

"یعنی تم نے محبت کرنی ہے" فرحان نے سینے پہ ہاتھ باندھ کر سنجیدگی سے پوچھا

"اور اسی سے ہی کرنی ہے" محب عزم سے بولا تھا۔ فرحان اس کی بات پہ مسکا دیا

"میں تمہارے ساتھ ہوں" محب ہنس دیا

"نوازش" محب نے دور جاتی سحرش کو دیکھا تھا جو رکشے کے انتظار میں سڑک کے کنارے جا رکی تھی۔

&&&&&&&&&&&&______________________________

______________&&&&&&&&&&&&&&

وہ سڑک کنارے رابعہ کے ساتھ کھڑی رکشے کا انتظار کر رہی تھی تبھی رابعہ نے اس کے کہنی ماری

"وہ دیکھو" سحرش نے چونک کر پہلے رابعہ کو پھر سامنے دیکھا وہاں ایک سفید گاڑی رکی ہوئی تھی جس کے قریب عینی کھڑی تھی تبھی گاڑی کا دروازہ کھلا اور وہاں سے سی گرین شرٹ اور جینز کی پینٹ میں ملبوس وہ نکلا جس کا رنگ گورا اور گہرے سیاہ تھے۔ آنکھوں پہ سن گلاسز

لگائے وہ گاڑی سے نکل گیا تھا اس کا رخ عینی کی جانب تھا جو ناراض لگتی تھی وہ اسے کچھ کہہ رہا تھا سحرش اتنی دور سے ان کی باتیں نہیں سن سکتی تھی پر وہ ہینیل پہ سے نظریں ہٹانا بھول گئی تھی۔ ہینیل نے عینی کو لاڈ سے سینے سے لگایا اور دوسرے ہاتھ سے سن گلاسز اتر دیے وہ عینی کی پیشانی چوم رہا تھا۔ اس کا رخ اب گاڑی کی جانب تھا۔ سحرش اس وجاہت کے سراپے کو دیکھ رہی تھی۔ منٹوں کا عمل تھا کہ دماغ پہ دل حاوی ہو گیا۔ پورے جسم پہ دل نے کنٹرول لے لیا۔ وہ بھول گئی کہ وہ مولوی نشیر کی بیٹی ہے جسے محبت کی اجازت نہیں ہے۔ جو دل نہیں دے سکتی۔ جو دل نہیں لے سکتی۔ وہ یہ بھی بھولنے لگی کہ اگر اس نے کوئی غلط قدم اٹھایا تو وہ سب کھو دے گی پر سحرش میں اتنی ہمت آگئی تھی کہ وہ ہر خسارہ برداشت کرنے کو تیار تھی۔

ہینیل عینی کو لے کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ وہ بھی اپنی حالت پہ قابو پا چکی تھی۔ وہ رکشے میں بیٹھ کر اپنے گھر کی طرف بڑھ رہی تھی پر دل اس کا ہینیل کی نیلی آنکھوں میں ہی گم ہو گیا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

&&

سوہانارات کا کھانالگارہی تھی وہ کچن سے نکل رہی تھی کہ اس کے سامنے سحرش آکر کھڑی ہوگئی

"سامنے ہٹو" وہ عجلت میں بولی

"فرض کرو تمہارے سامنے سحرش نہیں محبت کھڑی ہے تو تم کیا کرو گی۔؟" اس کے سوال پہ سوہانا کا دل ساڈوبا نے سحرش کو بغور دیکھا اس کی آنکھیں روشن تھیں۔ان میں کچھ خواب تھے سوہانا ٹھٹھک گئی

"میں اس سے نظریں نہیں ملاؤں گی "

"یہ بھی فرض کرلو نظریں بھی مل گئیں پھر کیا کرو گی۔؟"

"میں نظریں چرا لوں گی، اور خود کو باور کرواؤں گی کہ میں مولوی نشیر کی بیٹی ہوں میں نے محبت نہیں کرنی میں نے اپنے باپ کو رسوا نہیں کرنا" سحرش کی مسکان ماند ہو گئی آنکھوں کی چمک کی طرح۔ اسے اب محسوس ہو رہا تھا کہ سوہانا اسے جانچتی نظروں سے دیکھ رہی ہے پر سوہانا نے اس سے کوئی دوسری بات نہ کی بس اتنا کہا

"تم پہ ابا کا مان ہے سحرش یہ مت ٹوڑنا" وہ کہہ کر چلی گئی تھی۔ سحرش وہیں کھڑی رہ گئی۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________&

"میں اس وقت مذاق کر رہی تھی" جب وہ دونوں سونے کے لیے اپنے کمرے میں آئیں تو سحرش نے اپنے بیڈ پہ لیٹ کر کہا

"کس وقت۔؟" سوہانا بیڈ پہ چادر سیدھی کر رہی تھی

"کھانے کے وقت، محبت والا" سحرش نے یاد کروایا

"میں نے کب کہا تم اس وقت سیر ئیس تھیں۔؟" اس کا انداز سادہ تھا۔ سحر ش نے تکیے پہ کہنی رکھی پھر اس پہ چہرہ رکھ لیا

"نہیں تم کہہ رہی تھیں نا کہ ابا کا مان نہ توڑنا تو مجھے لگا تم سچ سمجھ گئی ہو" ان دونوں میں سال کا فرق تھا سحر ش بڑی تھی پر سمجھدار سوہانا تھی

"نہیں میں بھی مذاق ہی کر رہی تھی" سوہانا کہہ کر لیٹ گئی

"کچھ مذاق کتنے سچے سے لگتے ہیں نا۔؟" سحر ش اس کا چہرہ دیکھنے لگی تھی جس پہ کوئی تاثر نہ تھا

"ہاں وہ مذاق اگر حقیقت بن جائیں تو برے بھی بہت لگتے ہیں" سوہانا نے سپاٹ لہجے سے کہہ کر چادر اپنے اوپر ڈال لی پھر بولی

"تم بڑی ہو سحر ش تم محبت کر بیٹھیں تو راستہ اور زندگی مجھ پہ تنگ ہو گی اپنا دھیان تو رکھنا ہی پر میرا بھی خیال رکھنا" اس نے کہہ کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ سحر ش لاجواب سی ہو گئی تھی وہ سوئی ہوئی سوہانا کو بہت دیر تک دیکھتی رہی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&

&

وہ آج جب یونیورسٹی آئی تو دل بوجھل سا تھا رات سوہانا کی کہی باتیں اس کے ذہن سے نکل نہیں رہی تھیں۔ کہہ تو وہ سچ ہی رہی تھی۔ وہ تھک کر ایک درخت کی چھاؤں میں گھاس پہ بیٹھ گئی۔ ہمیشہ کی طرح برقعے میں ملبوس وہ چہرے پہ اسکارف لپیٹے ہوئے تھی۔ تبھی اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا تو وہاں عینی کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ سحرش کے دیکھتے اس نے وہاں سے ہاتھ ہلایا۔ سحرش گھر سے سوچ کر آئی تھی وہ عینی سے دور رہے گی اور اس کے بھائی کے بارے میں تو سوچے گی بھی نہیں پر وہ دل سے ہار گئی۔

وہ اٹھ کر عینی کے پاس چلی گئی۔

"کیسی ہو۔؟" سحرش خوشگواری سے بولی

"بہت اچھی تم کیسی ہو۔؟"عینی آج بھی اپنے بولڈ لباس میں چہکتی بول رہی تھی۔وہ آج بھی اتنی ہی پیاری لگ رہی تھی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں"سحرش نے ہلکا سا جواب دیا۔وہ یہاں سے چلی جانا چاہتی تھی پر جا نہیں پا رہی تھی۔دل میں بار بار خیال آرہا تھا کہ وہ عینی کے متعلق پوچھے۔اس سے ہینیل کے بارے میں پوچھے پر پھر وہ ڈرتی خاموش ہو جاتی تھی۔کچھ دیر عینی سے باتیں کرنے کے بعد وہ خود کو وہاں سے زبردستی لے کر آگے بڑھی تھی۔یونیورسٹی کے ایک خالی کونے میں رک کر اس نے آنکھیں موندیں

"یہ سب میں کیا کر رہی ہوں۔؟پہلی بات تو مجھے محبت نہیں کرنی اور دوسری بات ایک کرسچن سے تو کبھی نہیں ہمارے درمیان دنیا ہی نہیں مذہب بھی آجائے گا"سحرش نے نہ میں سر ہلایا

"نہیں مجھے خود کو اس سب سے روکنا ہو گا"اس نے خود کو کہا اور اپنی کلاس کی جانب بڑھ گئی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&

جب وہ یونی سے نکل رہی تھی تو اس کی نظریں متلاشی تھیں وہ ہینیل کو ڈھونڈ رہی تھی پر آج اس نے عینی کو ڈرائیور کے ساتھ جاتے دیکھا تو اس کا دل مزید اچاٹ ہو گیا۔ وہ رکشے کی تلاش میں سڑک پہ نظریں دوڑا رہی تھی کہ اسے اپنے پیچھے کسی کے آ کر رکنے کی آہٹ محسوس ہوئی وہ پلٹی تو ہلنا ہی بھول گئی

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے" محب نے جھجھکتے ہوئے کہا۔ سحرش کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر اس نے سختی سے رخ بدلا

"میں ہر ایرے غیرے سے سڑکوں پہ کھڑی ہو کر باتیں نہیں کرتی" محب اس کی بات پہ ہنس دیا

"میں تو آپ کا اپنا بننا چاہتا ہوں" سحرش اس کی بات پہ شل رہ گئی۔ وہ آہستگی سے اس کی طرف گھومی

"کیا۔؟ "

"مجھے لگتا ہے۔۔۔" محب اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا اسے سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کہے پھر اس نے کہا

"میں آپ سے دوستی کرنا چاہتوں ہوں" سحرش کو اس کی بات بری لگی

"میں آپ سے دوستی نہیں کرنا چاہتی" محب نے دھیرے سے سر ہلایا

"جانتا ہوں ایسے کوئی بھی ایک کہنے پہ نہیں مانتا پر ہم کچھ وقت ہر روز مل تو سکتے ہیں نا۔؟ ایسے ہم ایک دوسرے کو جان سکیں گے "

"مجھے آپ کو نہیں جاننا" وہ چڑ کر بولی

"پر مجھے جانا ہے" وہ کہہ کر جانے لگا پھر رکا "کل میں آپ سے کینٹین میں ملنے آؤں گا" وہ کہہ کر چلا گیا۔ سحرش نے سر جھٹک دیا اور دوبارہ رکشہ دیکھنے لگی۔

_____________________________________&&&&&&&&&&&&&&_____

____

اگلے دن وہ کینٹین میں اپنی دوست کے ساتھ بیٹھی تھی۔ وہ محب کو بھول چکی تھی پر جب وہ سامنے آیا تو سحرش گھبرا گئی۔

"اسلام علیکم" محب نے کہا تو رابعہ نے چونک کر پلٹ کر دیکھا

"چلو رابعہ" سحرش اٹھ کر جانے لگی کہ محب نے اسے کہا

"میں نے آپ سے بات کرنی ہے کچھ وقت" سحرش نے اس کی بات کو نظر انداز کیا اور رابعہ کا ہاتھ تھام کر وہاں سے چلی گئی۔

"یہ کیا چکر ہے۔؟" رابعہ نے محظوظ انداز میں کینٹین سے نکل کر پوچھا

"کوئی چکر نہیں اسے دوستی کرنی ہے مجھ سے" سحرش نے چڑے ہوئے لہجے سے کہا

"ہائے اللہ اور تم اسے نظر انداز کر رہی ہو۔؟" رابعہ رک گئی تھی اس کے لہجے میں صدمہ تھا

"ظاہر سی بات مجھے یہ سب نہیں پسند "

"پر سحرش وہ لڑکا اچھا ہے ہمارا سینئر ہے اور یونیورسٹی میں سینئرز سے بنا کر رکھنی چاہیے محبت بعد کی بات ہے پر مدد بہت ملتی ہے"

"مجھے نہیں چاہیے رابعہ کسی سینئر کی مدد" وہ کہہ کر آگے بڑھ گئی تھی۔ رابعہ بھی اس کے ساتھ چلنے لگی

"دیکھو سحرش لڑکا اچھا ہے کتنا توہینڈسم ہے تمہیں پتہ نہیں کیوں قدر نہیں ہے اس کے خود آنے کی۔ کتنی لڑکیاں اس کے پیچھے ہیں"

"اور ان لڑکیوں میں تم سرِ فہرست ہو گی" سحرش نے طنز کیا رابعہ نے برا نہ منایا

"ہاں میں تو ہوں بھئی مجھ سے آ کر بات کرتا تو کبھی نظر انداز نہ کرتی مجھے تو اس سے محبت بھی چاہیے اور فائدہ بھی۔ تم بھی عقل سے کام لو" وہ اسے سمجھا رہی تھی پر سحرش نے سر جھٹک دیا۔ سحرش نے تب اس کی بات نظر انداز کر دی تھی پر اسے بعد میں اس بات کا اندازہ ہوا جب اسے اسائنمنٹ کے لیے خوار ہونا پڑا اور یوں وہ دل پہ جبر کرتی محب کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی تھی اور محب کو لگا وہ اس سے دوستی کرنے آئی ہے اس نے اس وقت سحرش کو دل میں جگہ دی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&

محب کے لیے سحرش کا خود سے آ جانا ہی کافی تھا۔ وہ سحرش کے لیے ہر طرح سے تیار رہتا تھا۔ نوٹس بنا کر دینا۔ اسے اضافی وقت میں بیٹھ کر پڑھانا۔ سحرش کا بھی وقت کے ساتھ ساتھ اس

سے رویہ بہتر ہو گیا تھا۔ وہ اکثر خاص رک کر اس سے سلام کرتی تھی۔ حال چال بھی پوچھ لیتی تھی اور محب کو یہ سب محبت لگ رہا تھا۔

اس دن سحرش اور رابعہ کلاس میں بیٹھی تھیں کہ رابعہ نے کہا

"تم اب خود غرضی کر رہی ہو" سحرش نے حیرت سے اسے دیکھ

"کس بات پہ۔؟" رابعہ اس کے انجان بننے پہ اسے دیکھنے لگی

"تم محب کے زیادہ ہی قریب ہو رہی ہے"

"میں کب قریب ہو رہی ہوں۔؟" سحرش کا انداز ویسا ہی تھا

"اس کے پاس تمہارا بار بار جانا قریب ہونے میں شمار ہوتا ہے "

"میں اس کے پاس کام کے سلسلے میں جاتی ہوں رابعہ " اسے رابعہ کی بات بری لگی تھی۔ رابعہ نے ترنت کہا

"تو یہ خود غرضی ہی ہے" سحرش نے گہرا سانس لیا

" میں تو بس اس سے دوستی کرنے کی کوشش کر رہی ہوں جس کا مطالبہ اس نے خود کیا تھا۔ میں پہلے اس کے پاس اپنے کام کے لیے جاتی تھی پر تم نے ٹھیک کہا تھا وہ اچھا ہے اب اسی لیے میں اس سے دوستی کرنے کا سوچ رہی ہوں" وہ عام سے انداز میں کہہ رہی تھی۔

" پر وہ تم سے محبت کرتا ہے" رابعہ کی بات پہ اسے جھٹکا لگا

"اب تم غلط فہمی پیدا کر رہی ہو"

"مت مانو پر جب وہ تمہارے سامنے کھڑا ہو کر اظہار کرے گا تو تب تمہیں رابعہ یاد آئے گی۔ سحرش میں بس یہ کہہ رہی ہوں کہ اس کی بد دعا نہ لینا۔ مجھے بھی پہلے یہ ہی لگتا رہا تھا کہ وہ تم سے صرف دوستی کا ارادہ رکھتا ہے پر میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا ہے اس کی آنکھوں میں تمہارے لیے محبت ہے۔ صرف محبت" سحرش کی نگاہوں کے سامنے محب کی کالی چھوٹی

مسکراتی آنکھیں آرکیں۔ جن میں سحرش کی موجودگی میں چمک ہوتی تھی۔ سحرش نے فوراً سر جھٹکا

"ایسا کچھ نہیں ہے" اس نے رابعہ سے زیادہ خود کو یہ بات سمجھائی تھی کہ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ کیونکہ وہ تو۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&____

&&__________

چھٹی کے وقت وہ رکشے کے انتظار میں کھڑی تھی۔ جب اسے عینی نظر آئی تو وہ بے ساختہ اس کی جانب گئی۔

"کیسی ہو۔؟" سحرش نے شائستگی سے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو۔؟" عینی نے جواباً کہا

"ڈرائیور کا انتظار کر رہی ہو۔؟" سحرش نے دانستہ پوچھا۔ عینی نے بیزاری سے سر نہ میں ہلایا

"نہیں یار بھائی کا ویٹ کر رہی ہوں آج وہ لاہور سے آئے ہیں اور جس دن وہ آتے ہیں تو وہی مجھے لینے آتے ہیں پر ہمیشہ لیٹ ہو جاتے ہیں "

"اوہ اچھا وہ لاہور ہوتے ہیں۔؟"سحرش نے پوچھا

"ہاں وہ لاہور میں جاب کرتے ہیں ملٹی نیشنل کمپنی میں مینجر ہیں ڈیڈ تو انہیں کہتے ہیں کہ وہ فیملی بزنس سنبھالیں پر وہ مانتے ہیں نہیں" ابھی عینی اور کچھ کہتی کہ اس نے سامنے گاڑی کو آتے دیکھا" اوہ وہ دیکھو بھائی آ گئے مجھے لینے" وہ چہکی تھی۔ گاڑی ان کے بالکل قریب رک گئی۔ سحرش جانا چاہتی تھی وہاں سے پر جا نہ سکی وہ وہیں کھڑی وہی۔ وہ ہینیل کو گاڑی سے اترتا، پھر اپنی جانب آتا دیکھ رہی تھی۔ آج وہ ڈارک میرون شرٹ میں ملبوس تھا بلیو جینز کے ساتھ اس کا سراپا ہمیشہ جیسا کمال تھا۔ تیز رنگوں میں اس کا گورا رنگ اور بھی کھل جاتا تھا بالوں کا پف بنائے وہ بے نیازی سے چلتا عینی کے قریب رک گیا۔

"ڈول زیادہ انتظار تو نہیں کرنا پڑا نا تمہیں۔؟" اس نے لاڈ سے عینی کے گرد بازو پھیلا لیا تھا

"پورے آدھا گھنٹہ انتظار کیا ہے میں نے آپ کا" ہینیل نے لب بھینچ کر اسے دیکھا نیلی آنکھوں میں شرارت تھی

"بھائی کے لیے اتنا تو تم کر ہی سکتی ہو" عینی نے اس کی بات پہ ناراضی سے سر جھٹکا تھا پھر اسے یاد آیا کے اس کے قریب سحرش بھی کھڑی ہے۔

"بھائی یہ میری دوست ہے سحرش" عینی نے سحرش کی طرف اچانک سے اشارہ کیا تو سحرش کا سحر ٹوٹا تھا۔ اب وہ نیلی آنکھوں کے حصار میں تھی۔ سحرش جزبز سی ہو گئ

"ہیو میں ہینیل" ہینیل نے اس کی طرف مسکرا کر ہاتھ بڑھایا تھا اور وہ بے خودی میں اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے چکی تھی یہ اس کی زندگی کا پہلا مرد تھا جس سے اس نے ہاتھ ملایا تھا۔ کچھ دیر بعد ہینیل نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور الوداعی مسکان کے ساتھ عینی کو لے کر وہ گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا۔ سحرش کو لگا جیسے وہ اب اس کے بغیر نہیں رہ پائے گی۔۔۔

وہ کہتی تھی کہ اس کا ایمان بہت مضبوط ہے وہ کبھی اپنے اللہ کے معاملے میں ڈگمگائے گی نہیں پر اس کے ابا کہا کرتے تھے

"جنہیں لگتا ہے کہ ان کا ایمان بہت مضبوط ہے اور وہ ایمان کو لے کر کبھی ڈگمگائیں گے نہیں تو ان کے امتحان بھی بڑے ہوتے ہیں" اور سحرش کہتی تھی

"میں ہر امتحان میں کامیاب ہو جاؤں گی اللہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں" ابا اس کی بات پہ مسکرا دیتے تھے۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&____________________________

____________________&

اس رات وہ سو نہ سکی تھی۔ بہت دیر جاگتے رہنے کے بعد اس نے اٹھ کر سکون کے لیے دو نفل ادا کرنے کا سوچا۔ نفل ادا کرنے کے بعد وہ جائے نماز پہ بیٹھ کر دعا کرنے لگی۔ دعا

کرتے کرتے وہ اتنی بے خود ہو گئی تھی کہ اسے احساس ہی نہ ہوا کہ وہ کیا مانگ رہی ہے۔ اس کے کانوں میں اپنی آواز ٹکرا رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی

"اگر میری عبادت قبول ہوتی ہے تو مجھے ہینیل دے دو اللہ مجھے ہینیل دے دو" وہ یہ کہتی جا رہی تھی اور سسکیوں سے رو رہی تھی۔ اس رات اس نے اللہ سے اتنا گڑگڑا کر دعا مانگی اپنی عبادتوں کو اس نے اللہ کے سامنے اتنا جتایا کہ اللہ اسے رسوا نہ کر سکے۔۔۔

ہم اللہ سے کبھی کبھی ناجائز چیز کو اس طرح مانگتے ہیں جیسے وہی ہمارے لیے سب سے بہتر ہو۔ ہم اللہ سے اس وقت لڑ رہے ہوتے ہیں دعا نہیں کر رہے ہوتے۔ ہم اس وقت دعا میں یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ 'مجھے سب پتہ ہے۔ میرے لیے کیا اچھا ہے کیا برا آپ بس مجھے وہ دے دیں' اور پھر اللہ ہمارے آنسوؤں کا مان رکھ لیتے ہیں وہ ہمیں ہماری خوشی دے دیتے ہیں پر کیا ہم خوش رہ پاتے ہیں۔؟

شاید نہیں۔!

&&&&&&&&&&&&&&&&

&

اسے اب اس دن کا انتظار ہوتا تھا جس دن ہینیل نے عینی کو لینے آنا ہوتا تھا۔

وہ اس دن جان بوجھ کر عینی کے پاس بے مقصد کھڑی رہتی تھی اور جب ہینیل آتا تو اسے دیکھنے لگتی۔ ہینیل اسے دیکھ کر مسکرا دیتا اس سے اس کا حال پوچھ لیتا اور سحرش کو لگتا جیسے اسے آج سب مل گیا۔

یہ دوپہر یونی کے لان میں سر اٹھائے کھڑی تھی وہ درختوں کی چھاؤں میں بیٹھی اپنی کتابوں میں مصروف تھی کہ اس کے پاس عینی آکر بیٹھ گئی

"میری سالگرہ ہے بھائی نے آرگنائز کی ہے تم آؤ گی۔؟" سحرش نے کتابوں سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا کیا اس کے پاس انکار کرنے کا حق ہے۔؟ دل نے اسے اتنا اختیار دیا ہے کہ وہ انکار کر سکے۔؟

"میں ضرور آؤں گی" دل نے اس سے سارے اختیار چھین لیے تھے۔ عینی خوش ہو گئی۔

"کل شام ٹھیک سات بجے آجانا" وہ اپنے گھر کا ایڈریس بتا کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ سحرش کو اس کے جانے کے بعد احساس ہوا تھا کہ اس نے آنے کا وعدہ تو کر لیا ہے پر کیا اسے گھر سے اجازت ملے گی۔؟ وہ سوچ میں پڑ گئی تھی۔

___&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

____

"اماں کل میں نے شام میں اپنی دوست کے جانا ہے" اماں نے حیرت سے اسے دیکھا

"شام میں۔؟" انہیں شام کا سوچ کر ہی خوف آنے لگا

"ہاں وہ دراصل پیپرز ہونے والے ہیں نا تو اسائمنٹ بنانی ہے پھر اس کا بھائی چھوڑ جائے گا"

"تمہارے ابا نہیں مانیں گے تم اپنی دوست کو یہیں بلا لو یہیں کر لینا جو کرنا ہے" سحرش ان کی بات پہ خفا ہو کر بولی

"مجھے پتہ تھا یہی جواب ہو گا۔جب آپ اپنی بیٹی کو کسی کے گھر نہیں بھیجیں گے تو دوسروں کی بیٹیاں فالتو نہیں ہیں جو منہ اٹھا کر آجائیں گی وہ نہیں آئے گی" سحرش کے تڑخ کر بولنے پر اماں نے اسے سنجیدگی سے دیکھا

"ہماری بھی بیٹی اتنی فالتو نہیں ہے جو ہم اسے بھیج دیں تمہارے ابا آئیں تو ان سے پوچھ لینا" اماں کہہ کر چلی گئیں تو وہ پیر پٹخ کر رہ گئی پر اس نے ہمت نہ ہاری تھی۔

شام کو ابا کے سامنے کھڑی ہو گئی۔دبا دبا احتجاج کیا۔

"تم بحث کر رہی ہو" ابا نے سنجیدگی سے کہا تھا

"کیونکہ میں حق پہ ہوں ابا شام کو جلدی آجاؤں گی" اس کا لہجہ مضبوط تھا وہ ماننے والی نہیں تھی۔ابا کچھ دیر اسے دیکھتے رہے پھر انہوں نے آہستگی سے کہا

"چلی جانا پر جلدی آجانا" سحرش کو جھٹکا لگا پر جب اسے یقین آگیا تو اس کی خوشی کا ٹھکانہ ہی نہ رہا۔وہ خوشی خوشی کمرے سے باہر نکلی تھی۔باہر سوہانا کھڑی تھی

"تم غلط رستے پہ چل رہی ہو" سحرش اس کی بات پہ رکی اسے دیکھا۔

"تم میری فکر نہ کرو"

"میں اپنی فکر کر رہی ہوں" سوہانا بے ساختہ بولی تھی

"اپنی بھی فکر نہ کرو میں تم پہ زندگی تنگ نہیں ہونے دوں گی" وہ کہہ چلی گئی تھی پر اس رات سوہانا کو پوری رات نیند نہ آئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&____________________________

____________________&&&&&&

اگلے روز شام ہوتے ہی وہ گھر سے نکل گئی تھی۔ اس کی شام عینی کے گھر گہری ہوئی تھی۔ وہ سب کے درمیان ایلین سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ وہاں باقی سب لوگ بولڈ لباس میں ملبوس تھے سوائے اس کے وہ برقعے میں ملبوس تھی چہرے کے گرد آج بھی اسکارف لپٹا تھا۔ عینی اس

کے آنے پہ بہت خوش ہوئی تھی۔ کیونکہ یونیورسٹی میں سے صرف وہی ایک مسلم تھی جو عینی کے گھر آئی تھی۔ باقی یونیورسٹی کے لوگ تھے پر وہ سب بھی عینی کے مذہب کے تھے۔

سحرش عینی سے ملنے کے بعد ایک کرسی پہ جا بیٹھی تھی۔ اس کی نگاہیں ہینیل پہ تھیں۔ جو کلے ڈنر سوٹ میں ملبوس تھا۔ وہ سحرش سے ابھی مل کر گیا تھا۔ اب وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کھڑا محوِ گفتگو تھا۔ سحرش اسے یکٹک دیکھ رہی تھی۔ اسے شام کے گہرے ہونے کا احساس بہت دیر سے ہوا اور جب ہوا تو وہ بغیر تامل عینی کو الوادع کہنے چلی گئی

"نہیں رک نہیں سکتی ابا غصہ ہوں گے" عینی نے اسے رکنے کا کہا تھا تو اس نے جواب میں فوراً کہا تھا۔

"تم کہہ تو صحیح رہی ہو رات زیادہ ہو گئی ہے میں بھائی کو کہتی ہوں وہ تمہیں چھوڑ آئیں گے" سحرش اس کی بات پہ خاموش ہو گئی اس نے یہ نہ کہا کہ نہیں وہ خود جا سکتی ہے۔

کچھ دیر بعد وہ ہینیل کے ساتھ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی تھی۔ ہینیل خاموشی سے گاڑی چلا رہا تھا۔ سحرش نے دھڑکتے دل سے نظریں اٹھا کر ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھے شخص کو دیکھا اور دل میں پہلا جو خیال آیا اس سے اسکی ہتھیلیاں بھیگ گئیں۔

"محبت میں نے کی ہے تو اظہار بھی مجھے ہی کرنا ہے" اس نے دل میں یہ بات دہرائی اور ہمت کر کے ہینیل کو کہا

"کیا ہم کہیں رک کر کچھ دیر بات کر سکتے ہیں۔؟" اس کے اچانک بولنے پہ ہینیل نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ اس لڑکی کی گہری کالی آنکھوں کو دیکھنے لگا جو کہہ رہی تھی

"بات ضروری ہے۔" ہینیل نے سر ہلا دیا۔

وہ دونوں چند ساعتوں بعد ایک پارک میں بینچ پہ بیٹھے تھے اور سحرش کہہ رہی تھی۔

"مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے ہینیل میں آپ کے بغیر نہیں رہ پا رہی۔ مجھے نہیں پتہ یہ سب کیسے ہوا پر ہو گیا۔ اب میں کچھ نہیں کر سکتی میں صرف آپ کو دیکھنے کے لیے گھنٹہ گھنٹہ یونی

کے گیٹ پہ کھڑی رہتی ہوں۔ میں آپ کو اپنے ذہن سے نہیں نکال پا رہی۔ میری دعاؤں میں صرف آپ ہی ہیں ہینیل" وہ رونے لگی تھی ہینیل ساکت کھڑا اسے دیکھ رہا تھا پر وہ ان بھیگی آنکھوں کو انکار نہ کر سکا۔ اس نے سحرش کی آنکھوں کی نمی کو اپنی ہتھیلیوں پہ سمیٹ لیا تھا۔۔۔

___&&&&&&&&&&&&&&&&___________________________

____

سحرش کی ہینیل سے محبت کی کہانی۔۔۔۔

اس رات کے بعد ہینیل اب جب بھی عینی سے ملنے آتا تو وہ لازمی سحرش سے مل کر جاتا تھا۔ سحرش اپنی محبت کے مل جانے پہ خوش تھی۔ اسے ہینیل کے علاوہ کچھ بھی نظر نہ آ رہا تھا۔

اس روز وہ یونی سے جلدی نکل کر پارک چلی گئی تھی جہاں ہینیل پہلے ہی موجود تھا۔ہینیل نے اسے کل جب وہ عینی کو لینے آیا تھا تو کہا تھا کہ وہ اس سے کل ملے گا اس نے سحرش سے کوئی ضروری بات کرنی ہے اور اب سحرش اس کے سامنے دھڑکتے دل کے ساتھ بیٹھی تھی۔

نجانے وہ کیا کہنے والا تھا۔ایک گہری خاموشی کے بعد ہینیل نے کہنا شروع کیا۔

"دیکھو سحرش میں بہت پریکٹکل آدمی ہوں میں ہر چیز کو ہر پہلو سے دیکھ کر فیصلہ کرتا ہوں۔یہ سچ ہے کہ مجھے تم پسند ہو۔مجھے بھی تم سے محبت ہے پر سحرش تم یہ بات اچھی طرح جانتی ہو کہ ہم ایک مذہب سے نہیں ہیں اور ایک بات میں تمہیں ابھی صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اپنے مذہب کو کسی صورت نہیں چھوڑوں گا"

"پھر ہینیل ہم شادی کیسے کریں گے۔؟ہم کبھی ایک نہیں ہو سکیں گے میرے گھر والے نہیں مانیں گے" سحرش روہانسی ہو گئی اس نے سحرش کا ہاتھ تھاما

"میرے گھر والے مان جائیں گے پر تمہیں میری بات ماننی پڑے گی" اور اس کے بعد جو ہینیل نے کہا سحر ش کو لگا وہ کھائی میں گر گئی ہے۔۔

&&&&&&&&&&&&&&_____________________________

________________________&&

ہینیل سے ملاقات کے بعد اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اب دوبارہ اس سے نہیں ملے گی ایک ہفتے کے اندر اندر وہ سب کچھ بھلا دے گی پر وہ ایسا نہ کر سکی۔ ٹھیک ایک ہفتے بعد وہ،ہینیل کے سامنے کھڑی تھی

"میں بے بس ہوں،ہینیل میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی میں تمہارے لیے سب کچھ کر سکتی ہوں "ہینیل نے آگے بڑھ کر اسے اپنے سینے سے لگا یا۔

"میں تمہیں ہمیشہ خوش رکھوں گا" اس نے مسکرا کر کہا تھا۔ سحر ش نے آنکھیں موند کر سکون محسوس کرنا چاہا پر وہ ناکام رہی۔

&&&&&&&&&&&&&&&

یونیورسٹی کی طرف سے ان کا گروپ ایک روز کے لیے ملتان سے باہر ٹریپ پر جارہا تھا اور سحرش کے پاس یہی موقع تھا اس گھر سے جانے کا۔ اس نے گھر بتا دیا تھا کہ اس نے ٹریپ میں لازمی شریک ہونا ہے اس کی پڑھائی کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔ اور جیسے مڈل کلاس فیملیز کے معصوم ماں باپ یہ مان جاتے ہیں کہ بورڈ والوں نے ان کے بچوں کے نمبر کسی اور کو لگا دیے ہیں اسی لیے وہ فیل ہو گئے ہیں ویسے ہی یونیورسٹی جانے والے طلبہ کے والدین ان کی کسی بھی تفریح کو پڑھائی کا ضروری حصہ سمجھ لیتے ہیں۔

سحرش کو گھر سے با آسانی اجازت مل گئی۔ وہ گھر سے جان بوجھ کر دیر سے نکلی تھی تا کہ یونیورسٹی کی بس مس ہو جائے اور وہ دوسری بس سے جائے۔

وہ جب ابا کے ساتھ یونیورسٹی پہنچی تو بس سچ میں جا چکی تھی۔

ابا نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

"کوئی بات نہیں میں دوسری بس سے تمہیں وہاں بھیج دوں گا تم پریشان نہ ہونا" سحرش کی
نجانے کیوں آنکھیں بھر گئیں

"ارے پاگل ایک دن کی ہی تو بات ہے شام کو تو تم نے واپس آ ہی جانا ہے" پر ابا کو کیا معلوم تھا
کہ اب ان کی سحرش کبھی واپس نہ آئے گی۔

وہ ابا کے ساتھ بس اڈے پہ آ گئی۔ ابا بس کے چلنے تک وہیں کھڑے رہے پھر جب بس چل
پڑی تو انھوں نے الوداعی ہاتھ ہلا کر سحرش کو مسکرا کر دیکھا جو بس میں بیٹھی نم آنکھوں سے
اپنا سب کچھ دور جاتے دیکھ رہی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________&&&&&&&&&&

بس ملتان کی حد سے جب نکل کر ایک چھوٹے بس اڈے پہ رکی تو سحرش وہیں اتر گئی۔ ہینیل اسے اپنی گاڑی سمیت وہیں کچھ فاصلے پہ کھڑا نظر آ گیا تھا۔ وہ بغیر تامل اس کے پاس گئی تھی۔ ہینیل نے اسے گاڑی میں بٹھایا اور لاہور کے لیے نکل گیا۔

اسنے گاڑی میں بیٹھ کر سحرش کا ہاتھ تھام کر کہا تھا

"ابھی کچھ دونوں میں ہماری عید ہے سحرش اس دن ہم ایک ہو جائیں گے۔ ہم ابھی اس بات کو پوشیدہ رکھیں گے پر میں بعد میں سب کو سچ بتا دوں گا تم ابھی میرے ساتھ لاہور ہی رہو گی"

سحرش نے بس زرا سا سر ہلا دیا تھا۔۔۔ اس کا دل بوجھ سا گیا تھا وہ محبت کے قریب ہو کر بھی خود کو بہت دور محسوس کر رہی تھی۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________

______________________&&&&&

وہ ہینیل کے ساتھ اس کے فلیٹ میں آگئی تھی۔ 25 دسمبر میں ابھی کچھ دن باقی تھے اور اسے تب تک ہینیل کے ساتھ اسی فلیٹ میں رہنا تھا۔

سحرش کو آتے ہی گھر والے یاد آنے لگے تھے۔ اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ بھاگ کر واپس چلی جائے۔ وہ رات میں ہینیل کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ اس کا دماغ ابھی بھی گھر کی طرف الجھا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اب رات گہری ہو گئی ہے ابا ضرور اس کی راہ دیکھنے لگے ہوں گے اور جب وہ پوری رات گھر نہ پہنچے گی تو وہ کتنے پریشان ہوں گی۔ ہینیل اس کے پاس بیٹھا ٹی وی کے چینلز بدلتا جا رہا تھا۔

ایک چینل۔۔۔۔

وہ گھر نہیں پہنچے گی تو ابا اسے کتنی جگہوں پہ ڈھونڈیں گے

دوسرا چینل۔۔۔۔

ابا یونی جائیں گے اور وہاں انہیں پتہ لگے گا کہ سحرش ٹریپ میں گئی ہی نہیں۔۔۔

تیسرا چینل۔۔۔

وہ اسے دوبارہ سے والہانہ ڈھونڈیں گے پر ایک دن انہیں پتہ چلے گا کہ سحرش۔۔۔۔

چوتھے چینل پہ ہینیل نے ہاتھ روک لیا تھا۔ سحرش خالی ذہن سے ٹی کی اسکرین پہ نظریں جمائے ہوئے تھی پھر اس کے ذہن پہ ایک جھماکا ہوا۔ اس نے اسکرین کو غور سے دیکھا۔

اینکر وہاں کھڑا ایک بس کے جل جانے کا بتارہا تھا۔ جو ملتان سے نکلی کر ایک اڈے پہ رکی اور کچھ آگے جا کر سی این جی سلنڈر پھٹنے کی وجہ سے وہ بس جل گئی۔ اینکر اس بس کا نمبر پڑھ رہا تھا۔

سحرش نے اس نمبر کو سنا ایک بار دوسری بار تیسری بار پھر وہ بے ساختہ اٹھی اور بھاگ کر کمرے میں آئی۔ اپنا پرس اٹھایا جس میں بس کی ٹکٹ مڑی تڑی پڑی تھی۔ اس نے نمبر دوہرایا۔ یہ اسی بس کا نمبر تھا۔

سحر ش قدم قدم چلتی دوبارہ لاؤنج میں آگئی۔ اینکر ابھی بھی اسی بس کا بتا رہا تھا کہ اس بس میں موجود سارے مسافر جل کر مر گئے ہیں۔۔۔

تو کیا سحر ش بھی اپنے گھر والوں کے لیے آج سے مر گئی ہے۔؟ اور محب کے لیے بھی وہ آج سے مر گئی تھی محب کے پاس سحر ش کی محبت کی نشانی ہی بچی جو ایک تصویر تھی۔ ایک بہت پرانی تصوری جسے اس نے سنبھل کر رکھ لیا تھا۔

سحر ش کی ٹانگیں کانپ گئیں۔۔۔ ان سے جان نکلتی چلی گئی۔۔۔۔ وہ فرش پہ بیٹھ کر زور زور سے رونے لگی تھی ہینیل نے گھبرا کر اسے دیکھا۔ سحر ش گھٹنوں میں منہ چھپا کر رو رہی تھی۔ ہینیل اس کے پاس دوڑ کر آیا تھا پر سحر ش کچھ بھی کہنے کی حالت میں نہیں تھی۔ ہینیل کی بانہوں میں وہ روتی جا رہی تھی۔۔۔

بیٹیاں سچ میں رحمت کے ساتھ ساتھ عزت بھی ہوتی ہیں۔ جن کی حفاظت اللہ سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا اور اللہ نے مولوی نشیر کی عزت کو اپنے امان میں لے لیا تھا اللہ نے مولوی نشیر کو

دنیا کے سوالوں اور انگلیوں سے بچا لیا تھا۔ ان کے لیے ان کی سحر ش مر گئی تھی جیسے محب کے لیے۔!

&&&&&&&&&&&&&&&____

_____________&&&

تاریخ تھی 25 دسمبر۔!

وقت تھا ڈھلتی شام کا۔!

موقع تھا کرسمس کا۔!

بہت سی موبتیاں ہولی کراس کے سامنے جل رہی تھیں۔ سارے بینچ اس وقت خالی پڑے تھے۔ پاسچر سفید ٹخنوں تک آتے اپنے مخصوص لباس میں کھڑا تھا اور ہاتھ میں موجود مقدس کتاب پہ نظریں جمائے وہ ایک روانی سے پڑھتا جا رہا تھا۔ چرچ میں اس وقت ان تین کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ پاسچر کے سامنے سر تا پا برقعے میں ملبوس لڑکی نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ اس کے

بدن میں لرزش ہو رہی تھی۔ ساتھ کھڑے کالے ڈنر سوٹ میں ملبوس گہری نیلی آنکھوں والے لڑکے نے اپنے گورے ہاتھ سے اسکا نازک ہاتھ تھام رکھا تھا۔ لڑکی کا دل ڈوبتا جارہا تھا۔۔۔

"مجھے خوشی ہے ہینیل کہ یہ اس شُب دن پہ یسوع کے پیروکار میں سے ایک ہونے جارہی ہیں۔ امید کرتا ہوں یہ اپنے اس فیصلے پہ مطمئن ہو گیں اور میری دعا ہے کہ ان کی آنے والی زندگی تمہارے ساتھ خوش باش گزرے" پاسچر نے مسکرا کر ہینیل کو دیکھ کر کہا تو نیلی آنکھوں اور صاف رنگت والے لمبے چوڑے وجیہہ ہینیل نے لڑکی کے ہاتھ پہ دباؤ ڈالا اور اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔ لڑکی نے جھکی نظریں آہستہ آہستہ اٹھا کر نیلی کی آنکھوں میں دیکھا۔

"ہم اب ہمیشہ ساتھ رہیں گے" لڑکی مسکرا بھی نہ سکی پر وہ وہاں سے جانا بھی نہیں چاہتی تھی۔ محبت کی زنجیر دل کو اپنے قبضے میں لیے ہوئے تھی۔ وہ جس کے ساتھ آج کھڑی تھی اس کے لیے وہ بہت کچھ چھوڑ کر آئی تھی۔۔۔ بہت کچھ یا شاید سب کچھ ہی۔!

پھر لڑکی پا سچر کے بتائے کلمات پڑھنے لگی۔ اب کی بار اس نے ہینیل کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ سارے ڈر اب دم توڑتے جا رہے تھے۔ اسے محبت مل گئی تھی۔ اور محبت مل جانا قسمت کی بات ہوتی ہے۔!

&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&&&

ہینیل کے فلیٹ میں یہ اسکی شادی کے بعد پہلی رات تھی۔ وہ سفید گاؤن میں ملبوس بیڈ پہ بیٹھی تھی۔ ہینیل اس کے سامنے بیٹھ تھا۔ وہ اسے محبت سے دیکھ رہا تھا۔ ہینیل نے اس کے ہاتھ تھامے

"تم اس لباس میں بہت حسین لگ رہی ہو" اس نے کہا وہ سحرش کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے سحرش کو اپنے اتنے قریب کر لیا تھا کہ وہ اس کی سانسوں کی تپش اپنے چہرے پہ محسوس کر سکتی تھی۔ سحرش نے آنکھیں موند لی تھیں۔ ہینیل نے اس کی پیشانی چومی پھر اس کی

آنکھیں چومیں، وہ اپنے لبوں سے سحرش کے نقوش کو چوم رہا تھا۔ سحرش گہری سانسیں لے رہی تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا،ہینیل اس کی گردپہ جھک رہا ہے کہ پھر اسے ایک زور کا جھٹکا لگا۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ہینیل نے اسے دھکا دیا تھا۔ وہ سحرش سے دور ہو گیا تھا۔ اب وہ بیڈ کے کنارے پہ بیٹھا تھا۔ چہرے سے مضطرب لگتا تھا۔

"کی۔۔۔ کیا ہوا۔؟" سحرش نے پوچھا۔ہینیل کی آنکھوں میں کچھ عجیب سا تھا۔ وہ سحرش کی بات کے جواب میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے سحرش پہ ایک اچٹتی نظر ڈالی اور کمرے سے نکل گیا۔ سحرش شل رہ گئی تھی۔ جب کچھ دن کی سرد مہری کے بعد ہینیل نے ایک دن اسے کہا

"تم میرے سامنے نہ آیا کرو مجھے۔۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔ تم سے گھن آتی ہے میں جب بھی تمہاری طرف مائل ہوتا ہوں تو مجھے تمہارے وجود سے بدبو آنے لگتی ہے۔ مجھے ایسے لگتا ہے جیسے کچا گوشت آگ پہ جل رہا ہو اور اس کی ناقابلِ برداشت خوشبو میرا دم گھوٹنے لگتی ہے۔ میں تمہارے ساتھ نہیں رہ پا رہا مجھے تم سے نجانے کیوں نفرت ہو رہی ہے میں تمہیں ایک دن

چھوڑ دوں گا مجھے تم سے خوف آتا ہے۔۔۔۔" وہ کہتا جا رہا تھا اور سحرش ہلنا تک بھول گئی تھی۔ ہینیل یہ کہہ کر گھر سے نکل گیا تھا اور سحرش ریزہ ریزہ وجود کے ساتھ فرش پہ بیٹھ گئی۔

اس نے اللہ سے ہینیل مانگا تھا اس کی محبت نہیں اللہ نے اسے ہینیل دے دیا اور محبت چھین لی۔ اس نے اپنی ساری نیکیوں کے بدلے ہینیل کو حاصل کر لیا تھا پر وہ اس کی محبت مانگنا بھول گئی تھی۔

سحرش نے وہاں بیٹھ کر اللہ کو پکارنا چاہا پر اس کے پاس تو اب اللہ بھی نہ تھے جس سے وہ دعا کر سکتی۔ وہ سحرش نثیر سے سحرش ہینیل مارشل بن گئی تھی۔ وہ سب کچھ کھو چکی تھی۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________&&&

ہینیل کی سرد مہری اس کے ساتھ ویسی ہی رہی۔ وہ جب بھی گھر آتا سحرش کو دیکھے بغیر دوسرے کمرے میں چلا جاتا یا پھر وہ گھر اس وقت آتا جب سحرش سو رہی ہوتی۔

کچھ دن ایسے ہی گزرے پھر ایک دن سحرش نے ہینیل سے بات کرنے کا فیصلہ کیا اور اس دن اتفاقاً ہینیل بھی جلدی آ گیا تھا۔

وہ آ کر لاؤنج میں بیٹھا ہی تھا کہ سحرش اس کے پاس آ گئی

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے" ہینیل نے سپاٹ نظروں سے سحرش کو دیکھا

"مجھے بھی کرنی ہے" سحرش کا دل بے چین سا ہو گیا۔

"آپ کر لیں پہلے ہینیل" اس نے ہمت کر کے کہا۔ ہینیل نے گہرا سانس لیا۔

"میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں" اس نے ساتھ رکھے بریف کیسے کو کھولا اور اس میں سے کاغذ کا ٹکڑا سحرش کے سامنے کیا

"یہ طلاق نامہ ہے میں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے" سحرش کو لگا وہ جیسے کبھی ہل نہیں سکے گی

"ہین۔۔۔ہینیل۔۔۔؟" اس کے لب لرز گئے۔اس سے بولا بھی نہ گیا۔ہینیل نے اسے دیکھا اس کی آنکھوں میں بھی کچھ عجیب سا تھا وہ بھی مضطرب لگتا تھا

"میں تم سے بہت محبت کرتا تھا۔میں تم سے شادی کرنے تک خوش بھی تھا پر اب۔۔۔" وہ کھڑا ہو گیا" اب میں تمہیں دیکھتا ہوں تو مجھے خوف آتا ہے۔نجانے کیوں مجھے تم سے وحشت ہونے لگی ہے میں تمہارے قریب جب بھی آنے کا سوچتا ہوں تو میرا دل عجیب سا ہو جاتا ہے میں تمہیں اب نظر بھر کر دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔میں چاہتا ہوں تم جتنا جلدی ہو سکے مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ آج میں ملتان جا رہا ہوں دو دن بعد میری واپسی ہو گی اور میں دو دن بعد تمہیں اپنے فلیٹ میں نہیں دیکھنا چاہتا" وہ اپنی بات مکمل کر چکا تھا۔سحرش کی آنکھیں دھندلا گئیں

"میں۔۔۔میں کہاں جاؤں گی؟میں نے تمہارے لیے سب کچھ چھوڑ دیا اپنا دین، گھر سب کچھ "ہینیل نے اسے اجنبی نظروں سے دیکھا

"تم نے میرے لیے نہیں تم نے اپنی محبت کے لیے اپنا گھر اور مذہب چھوڑا تھا اور یہ میرا مسئلہ نہیں ہے اب تم کہاں جاؤ گی۔ میں تمہیں کچھ رقم دے دوں گا اس سے تم اپنے گھر واپس جاسکتی ہو" اس نے کہہ کر اپنا والٹ نکالا اور کچھ رقم سحرش کے آگے کر دی۔ سحرش کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر چہرے پہ بکھرنے لگے

"ہینیل میرا تمہارا سوا اب کوئی بھی نہیں ہے" اس نے ہینیل کا ہاتھ تھامنا چاہا تھا پر وہ اس سے ایسے دور ہوا جیسے سحرش کو چھوت کی بیماری ہو۔

"سحرش پلیز میری جان چھوڑ دو چلی جاؤ یہاں سے مجھے لگتا ہے میں ایک دن جیسے پاگل ہو جاؤں گا۔ مجھے سکون نہیں آرہا میں ہر وقت پریشان رہتا ہوں۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے" ہینیل نے بے بسی سے اپنے بال نوچ لیے تھے۔ سحرش کی آنکھیں پھر سے دھندلا گئیں اس نے خود کو جائے نماز پہ بیٹھے دیکھا۔ جہاں وہ رو رو کر ہینیل مانگ رہی تھی۔ اس نے ہینیل مانگ کر اللہ کھو دیے۔ اب وہ اللہ کو کہاں ڈھونڈے گی۔؟ اس کے ایمان

کا امتحان ایسا ہو گا یہ اس نے نہیں سوچا تھا اور اگر سوچا بھی ہو تا تو اسے یہ معلوم تھا کہ وہ پاس ضرور ہو جائے گی پر اب تو وہ منہ کے بل گری تھی۔

ہینیل کہہ کر رقم طلاق نامے کے اوپر رکھ کر چلا گیا تھا۔ سحرش پہ دنیا تنگ ہو گئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

&&______________________________

وہ ہینیل کا گھر چھوڑ آئی تھی لاہور میں وہ اب بے سہارا تھی۔ اسے اللہ کا بھی سہارا نہیں تھا۔ وہ تو اللہ کے نام پہ کسی سڑک پہ کھڑی ہو کر مانگ بھی نہیں سکتی تھی اللہ نے اسے ہینیل دے کر اس کی ضد دے کر اس سے اپنے نام کا مان بھی چھین لیا تھا۔ وہ کسی دربار پہ جانے کا سوچتی تو ضمیر اس کے سامنے آکر سوال کرنے لگتا کہ کس منہ سے وہاں جا کر بیٹھو گی۔؟ وہ اللہ کے ولی کا درہے وہاں اللہ والے جاتے ہیں کیا تمہارے پاس اللہ ہے۔؟ سحرش رونے لگتی۔ اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔

اس کے پاس اب ایک ہی حل بچا تھا۔ وہ رات کے گہرے ہوتے ہی سڑک کے کنار کھڑی ہو گئی جہاں پہلے سے کچھ عورتیں عجیب لباس میں میک سے اٹے چہروں سے کھڑی تھیں۔ سحرش سامنے سڑک کو دیکھنے لگی تھی۔

یہ لاہور کی سنسان سڑک تھی۔ جہاں اکا دکا گاڑیاں آجا رہی تھیں۔ وہ سر تا پا برقعے میں ملبوس سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ آنکھوں کے گوشے بھیگ رہے تھے پیٹ میں بھوک سے شدید درد ہو رہا تھا۔ اس نے بے بسی سے پیٹ پہ مضبوطی سے ہاتھ رکھا پر بھوک کی شدت بڑھتی جا رہی تھی۔

"کیا میں نے کبھی یہ سوچا تھا کہ میں ایک دن کسی سڑک پہ کھڑی ہو کر اپنے جسم کی قیمت کا انتظار کر رہی ہوں گی۔ میں نے محبت کے پیچھے سب کچھ ہی گنوا دیا۔ میں خالی ہاتھ رہ گئی" اس کی آنکھوں میں آنسوؤں بنتے اب اس کے نقاب میں جذب ہو رہے تھے۔۔۔ اس نے آسمان کو دیکھا

"میں نے اگر زندگی میں کوئی ایک بھی نیکی کی ہے تو مجھے آج بچے لے میرے مالک" اس کی ہچکیاں بندھنے لگیں۔ "میں یہ سب نہیں کرنا چاہتی۔ میں خودکشی کی ہمت نہیں رکھتی، اور اس داغ کے ساتھ زندہ رہ نہیں سکوں گی۔ مجھے بچالے میرے مالک" اس نے آسمان سے نظریں ہٹالی تھیں۔۔۔۔

بھوک کی شدت بڑھتی جارہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا اگر اس نے اب کچھ دیر اور کچھ نہ کھایا تو وہ مرجائے گی۔۔۔۔ وہ اب سڑک کو دیکھ رہی تھی۔ گردن ترچھی کر کے اس نے دور سے آتی ایک گاڑی کو دیکھا اور سڑک پہ بڑھنے لگی۔ گاڑی جب اس کے قریب آگئی تو اس نے اشارہ کیا اور گاڑی یک دم رک گئی۔۔۔۔

وہ گاڑی کے شیشے پہ جھکی جہاں ایک موٹے نقوش کا آدمی بیٹھا تھا بڑی مونچھوں والا وہ عجیب سا آدمی لگتا تھا اس نے نقاب پہنے ہوئی لڑکی کو غور سے دیکھا

"ایک رات کا پانچ ہزار جگہ تمہاری ہو گی" کچھ دیر پہلے اپنے قریب کھڑی دوسری عورت کے کہے گئے جملے اس نے ازبر کر لیے تھے ایک ہی سانس میں اس نے اپنی شہ رگ پہ چھری چلا دی تھی۔ آدمی اس کی بات پہ حیران ہوا پھر وہ اسے دیکھنے لگا جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔ چند منٹ خاموشی رہی پھر اس آدمی نے کہا

"چار ہزار دوں گا" اور ساتھ ہی اس نے گاڑی کا دروازہ بھی کھول دیا۔ وہ ہچکچاتی ہوئی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"میں پہلے کھانا کھاؤں گی دو دن سے کچھ نہیں کھایا" آدمی نے سر ہلایا

"پھر تین ہزار پانچ سو دوں گا بولو منظور ہے۔؟" اس نے گاڑی نہ چلائی تھی۔۔۔ وہ اس کی بات پہ بس سر کو خم دے سکی۔۔۔ پھر آدمی نے گاڑی چلا لی۔۔۔

اس نے کرب سے آنکھیں میچیں۔

" کبھی کبھی ہمارے گناہ اتنے بڑھ جاتے ہیں کہ اللہ تک ہماری بے بسی کی آہ بھی نہیں پہنچتی "

اس نے بہت سے آنسوؤں کو اپنے اندر اتارا اور سیٹ کی پشت سے سر ٹکا لیا۔۔۔۔ اور اللہ سے معافی مانگنے لگی تھی۔ کہتے ہیں اللہ تو ستر ماؤں جتنا پیار کرتے ہیں تو کیا ستر ماؤں جتنا پیار کرنے والا اللہ اسے موقع نہیں دے سکتا۔؟

" نہیں اللہ مجھے ایک موقع دے دیں میں واپس آنا چاہتی ہوں میں آپ کی طرف لوٹنا چاہتی ہوں میں اگر یہاں سے بچ گئی تو میں ہمیشہ آپ کا حکم مانوں گی۔ میں کبھی کوئی برائی نہیں کروں گی بس مجھے ایک موقع دے دیں اللہ " وہ بہت دیر تک یہ دعا دہراتی رہی تھی وہ گاڑی اور گاڑی میں بیٹھے شخص سے بے نیاز تھی۔

کچھ دیر بعد گاڑی اچانک سے رک گئی۔ سحرش نے آنکھیں کھول کر ساتھ بیٹھے شخص کو دیکھا اور تبھی اس نے عقب نما شیشے سے پچھلی سیٹوں پہ دیکھا تو وہاں ایک اور تیس پینتیس سال کا مرد بیٹھا تھا جس کے چہرے پہ گھری داڑھی تھی۔ چہرہ پر سکون تھا وہ بھی سحرش کو ہی دیکھ رہا

تھا۔اس مرد کی گہری بھوری آنکھوں میں معصومیت تھی سچائی تھی۔ سحرش کا دل کیا وہ سے دیکھتی رہی۔

ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا آدمی دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا باہر ایک چھوٹا سا ہوٹل بنا تھا جس سے کھونوں کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔

"کیا لاؤں مصطفیٰ۔؟" اس آدمی نے پچھلی سیٹ والے بھوری آنکھوں والے آدمی سے پوچھا تھا۔

"ان سے پوچھ لو" اس کا اشارہ سحرش کی طرف تھا۔یہ کہہ کر اس نے دوبارہ آنکھیں موند لی تھیں۔

آدمی نے مصطفیٰ سے نظریں ہٹا کر سحرش سے پوچھنا شروع کیا پر اس نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ خود سے ہی جا کر کھانا لے آیا

"اسے کھالو" اس نے گاڑی میں بیٹھ کر کھانا سحرش کے سامنے کیا تبھی اسے مصطفیٰ کی آواز سنائی دی

"اور یہ کچھ پیسے ہیں آپ رکھ لیں اور گھر چلی جائیں ہم نے کچھ نہیں کرنا آپ کے ساتھ اللہ آپ کو اور ہمیں ہدایت دے" اس کا ہاتھ سحرش کے سامنے تھا۔ سحرش نے گردن ترچھی کر کے اس کا چہرہ اب براہِ راست دیکھا تھا مصطفیٰ کے چہرے پہ کچھ بھی نہ تھا سوائے ہمدردی کے۔ سحرش کا دل بھر آیا وہ سحرش کو کہہ رہا تھا

"آپ ہمیں اپنا گھر بتا دیجئے گا ہم آپ کو واپس لاہور آپ کے گھر چھوڑ آئیں گے" اس نے کہہ کر پیسے ڈیش بورڈ پر رکھنے کے لیے اپنے دوست کو کہا اور نظریں جھکا کر وہ دوبارہ بیٹھ گیا تھا ایسے لگتا تھا جیسے اسے سحرش کی موجودگی سے کوئی فکر نہیں پڑتا۔ سحرش کا وجود لرزنے لگا اور ہچکیاں بندھ گئیں۔ مصطفیٰ نے چونک کر اسے دیکھا تھا سحرش اپنے ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر کہہ رہی تھی

"میرا کوئی گھر نہیں ہے میں نے سب کچھ کھو دیا۔۔۔" وہ روتے ہوئے سب کچھ بتا رہی تھی۔

مصطفٰی دم سادھے اسے سن رہا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&____________________________________

____________________________________&&&&&&

سحرش سے سحر مصطفٰی بننے کی کہانی۔۔۔۔

وہ سحرش کو اپنے ساتھ میلسی لے آیا تھا۔ جب وہ لوگ میلسی پہنچے تو وہ تڑکے کا وقت تھا۔ صبح بس ہونے کو تھی۔ آسمان پہ نیلاہٹ پھیلی تھی۔

مصطفٰی کا دوست اپنے گھر کے پاس گاڑی سے اتر گیا تھا۔ اب وہ دونوں گاڑی میں اکیلے تھے۔

ان کی گاڑی مصطفٰی کے چھوٹے سے بنگلے نما گھر کے سامنے رکی تھی۔

مصطفٰی نے گاڑی سے نکل کر اس کی جانب کا دروازہ کھولا اور پھر گھر کا گیٹ کھولنے لگا لاک کھول کر اس نے پلٹ کر سحرش کو دیکھا جو جزبز سی کھڑی تھی۔ آنکھیں اب خشک ہو گئی تھیں۔

"آپ اندر جائیں میں اپنی بہن کو لینے جا رہا ہوں یہیں قریب ماڈل سٹی میں رہتی ہے۔ آپ اندر جائیں اسے اپنا گھر سمجھیں میرے گھر میں میرے علاوہ کوئی دوسرا نہیں رہتا میں یہاں اکیلا رہتا ہوں اور مجھے مناسب نہیں لگے گا آپ کے ساتھ یوں اکیلے رکنا میں شبانہ کو لے کر آتا ہوں" وہ اتنا کہہ کر دوبارہ گاڑی کے پاس آ گیا

"اندر جائیں" اس نے دوبارہ سحرش کو کہا تو وہ آہستہ قدموں سے اندر بڑھ گئی

"دروازہ لاک کر لیجئے گا۔ ویسے تو یہاں کوئی خطرے کی بات نہیں ہے پر اس طرح آپ مطمئن رہیں گی" وہ کہہ کر گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔ سحرش نے دروازہ بند کر لیا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

&&______________

سحرش نے جب دوروازہ کھولا تو سامنے ایک گوری رنگت کی خوبصورت مسکراتی سی لڑکی کھڑی تھی۔ جو عبایا پہنے ہوئے تھی چہرے کے گرد اسکارف لپٹا تھا۔ وہ لڑکی یقیناً مصطفٰی کی بہن تھی جسے وہ لینے گیا تھا۔

شبانہ آگے بڑھی اور سحرش سے گلے ملی

"میں شبانہ ہوں مصطفٰی بھائی کی چھوٹی بہن" اس نے سحرش سے مل کر بتایا تھا وہ بہت اپنائیت سے اس کا ہاتھ تھام کر اندر چلی گئی تھی۔

"مصطفٰی بھائی آپ ناشتہ لے آئیں میں ان کے پاس ہوں اب" شبانہ نے پلٹ کر کہا تو وہ سر ہلاتا چلا گیا۔

وہ سحرش کو لے کر ایک کمرے کے سامنے آ کر رک گئی۔ شبانہ نے کمرے کا دروازہ کھولا اور دیوار پہ ہاتھ رکھا تو بٹن دبنے کی آواز سے کمرہ روشن ہوتا چلا گیا۔

"یہ مصطفیٰ بھائی کا کمرہ ہے بہت سلیقے والے ہیں وہ ساتھ والا کمرہ میرا ہے پر اس کی صفائی نہیں ہوئی ہو گی کافی عرصے اس لیے آپ کو یہاں لے آئی ہوں" سحرش نے کمرے کو دیکھا وہ سچ میں بہت سلیقے سے سیٹ کیا گیا تھا۔ بیڈ پہ بچھی سفید چادر پہ ایک بھی شکن نہ تھی کھڑکی پہ پردے ڈلے تھے سائیڈ ٹیبلز پہ کچھ ضرورت کا سامان رکھا تھا۔ وہ شبانہ کے ساتھ چلتی بیڈ پہ آ کر بیٹھ گئی۔

"ہم اس گھر میں پہلے چار لوگ تھے امی ابو میں اور بھائی پر پھر امی ابو کے اس دنیا سے جانے کے بعد ہم دونوں یہاں اکیلے ہو گئے۔ ابھی چار ماہ پہلے ہی میری شادی ہوئی ہے میں بھائی مصطفیٰ کو بھی کہتی تھی شادی کا پر اللہ کی مرضی شاید کچھ اور تھی" سحرش اس کی بات پہ چونکی تھی۔ اس نے شبانہ کا چہرہ دیکھا جس پہ بہت پیاری مسکان تھی۔ وہ ابھی بھی بول رہی تھی

"میری شادی میلسی میں ہی ہوئی ہے نہر سے آگے ماڈل سٹی ہے بہت پر سکون جگہ ہے نئ آبادی بنی ہے تو علی نے وہاں گھر بنالیا انہیں خاموشی بہت پسند ہے بھائی کو بھی نہر کا کنارا ڈھلتی شام اور گہری ہوتی رات کے منظر کے ساتھ بہت پسند ہے۔ وہ اکثر وہاں جاتے ہیں" شبانہ بولتی بولتی کھڑی ہوگئی۔

"آپ فریش ہو جائیں میں اپنے کمرے سے آپ کو کپڑے لا دیتی ہوں آپ سے اپنا ہی گھر سمجھیں" وہ بولتی بولتی رکی سحرش کے گال پہ نرمی سے ہاتھ رکھا" میں آپ کی بہن ہوں اور یہ آپ کا اپنا گھر ہے آپ اب اکیلی نہیں ہیں اللہ نے سب بہتر کر دیا ہے" اسے یقیناً مصطفیٰ نے سب بتا دیا تھا۔ سحرش کی خود ہی نظریں جھک گئیں۔ اسے اب شبانہ سے نظریں ملاتے شرم آرہی تھی پر شبانہ اسے بہت محبت سے سب کچھ سمجھاتی وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&&

وہ جب فرش ہو کر نکلی تو شبانہ ساتھ والے کمرے کی صفائی کر رہی تھی۔ اسے دروازے کی چوکھٹ پہ کھڑا دیکھا وہ صفائی چھوڑ کر اس کے پاس آئی۔

"بھائی ناشتہ لے آئیں ہیں آپ آجائیں ناشتہ کرتے ہیں" وہ اس کا ہاتھ تھام کر ڈائننگ ہال میں لے آئی تھی۔ جہاں سے مصطفیٰ نکل کر جا رہا تھا

"آپ کے کمرے میں ہم گئے تھے ابھی آپ آرام کر لیں بھائی پھر وہاں کی صفائی کر دوں گی" شبانہ نے مصطفیٰ کو کہا تو وہ سر ہلا کر وہاں سے چلا گیا۔

"بھائی کی کپڑے کی دکان ہے یہ لاہور مال لینے جاتے ہیں" شبانہ نے اسے کرسی پہ بٹھا لیا تھا اور خود دوسری کرسی پہ بیٹھ گئی۔

"ناشتہ کر کے ہم کچھ دیر آرام کر لیں گے پھر بھائی کہہ رہے تھے کہ آپ کو آپ کی مرضی سے مدرسے لے جاؤں، وہ عورتوں کا مدرسہ ہے وہاں بچیاں قرآن حفظ کرتی ہیں۔ میں نے بھی وہیں سے حفظ کیا تھا ہم وہاں جا کر آپ کے مسئلے پہ بات کریں گے" وہ مسکرا کر کہہ کر خاموش

ہو گئی۔ سحرش کا دل نہیں تھا کچھ بھی کھانا کا پر اس نے جان مار کر چار لقمے شبانہ کے اصرار پہ

اپنے اندر اتار لیے تھے پھر وہ شبانہ کے ساتھ اس کے کمرے میں آکر لیٹ گئی تھی اور اس دن

اس نے پہلی بار خود کو خواب میں آگ میں جلتے دیکھا۔وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی اس نے ادھر

ادھر دیکھا وہ شبانہ کے پہلو میں بیٹھی تھی۔ شبانہ آنکھیں موندے ہوئے تھی۔ سحرش کا پورا

جسم پسینے سے بھیگا ہوا تھا وہ کافی دیر تک بیٹھی رہی پھر آہستگی سے دوبارہ لیٹ گئی۔۔۔

_&&&&&&&&&&&&&&&&_____________________________

____

وہ جب اٹھی تو شبانہ تیار کھڑی تھی۔ سحرش شبانہ کے ساتھ گھر سے نکل گئی تھی۔ مصطفیٰ گھر پہ

نہیں تھا وہ شاید دکان پہ جا چکا تھا۔ شبانہ اسے مدرسے لے آئی تھی۔

"یہ میری باجی ہیں" شبانہ نے ایک ادھیڑ عمر عورت سے مل کر بتایا تھا۔

"آپ انہیں اپنا مسئلہ بتادیں" شبانہ ان کے پاس سحرش سمیت بیٹھ گئی تھی۔ سحرش نے مدھم آواز میں اپنی پوری کہانی سنادی۔ وہ عورت خاموشی سے سب سنتی رہیں پھر انہوں نے کہا

"یہ ایک بہت بڑا گناہ ہے اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرے مذہب میں جانا پر آپ اب اگر دوبارہ اپنے مذہب میں آنا چاہتی ہیں تو خود سے یہ عہد کریں کے آپ اب کی بار ثابت قدم رہیں گی۔ دل میں آنے والے وسوسوں کو آپ رد کردیں گی اور اپنے اللہ کو راضی کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گی"

"کیا اللہ مجھ سے کبھی راضی ہوں گے۔؟" سحرش کی آواز رندھ گئی

"بے شک اللہ رحم کرنے والا ہے وہ بخشنے اور معاف کرنے والا ہے آپ کو بھی اللہ معاف کردیں گے آپ بس ان سے توبہ کرتی رہیے گا" سحرش نے ان کی بات پہ نظریں جھکا کر اللہ سے اسی وقت توبہ کرنا شروع کردی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&____________________________

___________________________&&&

وہ مصطفیٰ کے بنگلے میں واپس آگئی تھی۔رات کو ان کی ملاقات سرسری سی ہوئی تھی مصطفیٰ کھانا کھاتے ہی اپنے کمرے میں آگیا تھا۔شبانہ اور وہ شبانہ کے کمرے میں سوئی تھیں۔

کچھ دن ایسے ہی گزرتے رہے پھر ایک دن شبانہ نے اسے اپنے سامنے بٹھایا

"آپ سے ایک بات کرنی ہے۔؟"سحرش نے ہلکا سا سر ہلا دیا

"بھائی پوچھ رہے تھے کیا آپ اپنے گھر واپس جانا چاہتی ہیں۔؟"سحرش کے دل پہ کسی نے چھری چلائی تھی اس نے تکلیف سے شبانہ کو دیکھا

"نہیں میں ان کے لیے مر چکی ہوں"

"ایسے نہیں کہتے وہ ماں باپ ہیں آپ کے وہ آپ کو معاف کر دیں گے"سحرش نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا

"نہیں مجھ میں وہاں جانے کی ہمت نہیں ہے میں وہاں نہیں جانا چاہتی" وہ رونے لگی تھی شبانہ بے ساختہ اس کے قریب ہوئی

"اچھا ٹھیک ہے آپ مت جائیں وہاں آپ یہیں رہ لیں" شبانہ اتنا کہہ کر رکی وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "کیا آپ بھائی مصطفیٰ سے شادی کریں گی۔؟" سحرش اس کی بات پہ ششدر رہ گئی۔ اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا جو کہہ رہی تھی

"میرے بھائی بہت اچھے ہیں بہت نیک ہیں ان میں کوئی برائی نہیں ہے وہ آپ کو یہاں اسی لیے لائے تھے تاکہ آپ کا سہارا بن سکیں اگر آپ اپنے گھر جانا چاہتی ہیں تو ہم آپ کا رشتہ آپ کے گھر لے آئیں گے ورنہ آپ بھائی سے یہیں شادی کر لیں" شبانہ نے اس کے ہاتھ تھامے تو وہ ہوش میں آئی "یہ زبردستی نہیں ہے یہ ایک آپشن ہے اگر آپ دونوں باتوں سے انکار کریں گی تو میں مدرسے والی باجی سے بات کر کے آپ کی مدرسے میں ہی رہائش کروا دوں

گی پر میں نہیں چاہتی آپ وہاں جائیں" شبانہ اب خاموش ہو گئی تھی۔ کمرے میں بہت دیر تک

خاموشی چھائی رہی پھر سحر ش نے دھیرے سے کہا

"میں ایک بار مصطفٰی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔" شبانہ اس کی بات پہ پہلے چونکی پھر خوشی سے

سر ہلا دیا۔

&&&&&&&&&&&&&______________________________________

______________________________________&&&&&

وہ مصطفٰی کے سامنے نظریں جھکا کر بیٹھی بول رہی تھی

"کیا میں اس لائق ہوں کے آپ مجھے اتنی عزت بخشیں۔؟" مصطفٰی اس کے سوال پہ مسکایا

"میں کون ہوتا ہوں عزت بخشنے والا عزت ذلت میرے اللہ کے ہاتھ میں ہے میں بس اس کی

رضا حاصل کرنا چاہتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ رہیں۔ میں آپ کو حفاظت دینا

چاہتا ہوں میں اللہ کی مخلوق کی مدد کرنا چاہتا ہوں" اس کا لہجہ نرم اور دھیما تھا وہ اتنا وجیہہ تھا یا

اس کی یہ محبت بھری مسکان اسے اتنا خوبصورت بنا رہی تھی اس بات کا اندازہ سحرش کبھی نہ کر سکی۔ سحرش اس کے جواب پہ خاموش ہو گئی تھی۔

"میں آپ کی حفاظت میں آنا چاہتی ہوں" اس نے ہلکی سی آواز سے کہا تھا۔ مصطفیٰ مسکرا دیا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

________________________________&&&

مصطفیٰ نے سحرش سے شادی کر لی تھی خاندان کے چند لوگ ان کے نکاح میں شامل ہوئے تھے۔ شبانہ نے سحرش کو بہت محبت سے تیار کیا تھا۔ جب ان کا نکاح ہو گیا تو شبانہ اسے مصطفیٰ کے کمرے میں بٹھا کر چلی گئی جہاں کچھ دیر بعد مصطفیٰ بھی آ گیا تھا وہ سفید کاٹن کے سوٹ میں ملبوس تھا داڑھی ہمیشہ جتنی گہری تھی۔ بھوری آنکھوں میں سکون بھرے وہ سحرش کو مسکراتے چہرے سے دیکھتا اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے سحرش کا ہاتھ تھاما

"کیا مجھے آپ اتنی اجازت دیں گی کہ میں آپ کو ایک نام دے سکوں۔؟" سحرش نے نظریں اٹھا کر اسے کچھ حیرت سے دیکھا "بتائیان۔؟" مصطفیٰ نے پھر پوچھا

"آپ کو میری اجازت کی ضرورت کبھی نہیں ہے مصطفیٰ آپ مجھ پہ ہر طرح کا حق جتا سکتے ہیں" سحرش کی بات پہ وہ خوش ہو گیا

"میں آپ کو سحر کہنا چاہتا ہوں آپ میری سحر ہیں آج سے آپ سحر مصطفیٰ ہیں" اس نے کہہ کر سحرش کے ہاتھ کو اپنی پیشانی پہ لگایا تھا سحرش کے دل کے سارے ڈر اچانک ہی نکل گئے اس نے آنکھیں موندلی تھیں۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

____________________________&&&&&

ان کی شادی کو کافی دن گزر گئے تھے اور سحر کو اب اکثر عجیب عجیب خواب آتے تھے جن میں وہ آگ میں جل رہی ہوتی تھی یا کبھی اس جیسی لڑکی ہی اسے اپنے سامنے جلتی ہوئی نظر آتی تھی وہ رات کو ڈر کر اٹھ جاتی تھی۔ مصطفیٰ اسے بہت محبت سے سمجھاتا تھا کہ

"یہ سب بس آپ کے دل کا وہم ہے آپ اللہ کی اتنی عبادت کرتی ہیں اللہ نے یقیناً آپ کو معاف کر دیا ہے۔ اللہ کی نماز پڑھنا اس سے ملاقات کرنا کے مترادف ہے اور آپ خوش نصیب ہیں کہ اللہ آپ سے ملاقات کر رہے ہیں وہ سب آپ کا ماضی ہے آپ سے بھلا دیں سحر" وہ مصطفیٰ کی بات مان کر سب بھول جانا چاہتی تھی پر اکثر جب وہ مصطفیٰ کے ساتھ باہر جاتی تو اسے لگتا جیسے ابھی کہیں سے ہینیل آ کر اس کے سامنے کھڑا ہو جائے گا یا مصطفیٰ اسے ایک دن ہینیل کی طرح ہی چھوڑ دے گا پر وہ غلط تھی مصطفیٰ اس کی سوچ سے زیادہ اچھا ثابت ہوا تھا اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کا ہینیل کے سامنے آجانے کا ڈر بھی نکل گیا۔ ہینیل شاید ایک امتحان تھا اس کے لیے جو وہ گزار چکی تھی اور اب اسے یقین آگیا تھا کہ وہ مصطفیٰ کی ہے اور مصطفیٰ اسے کبھی نہیں چھوڑے گا۔

اور یوں ماضی تلخ ہو کر بھی تلخ نہ رہا تھا

&&&&&&&&&&&____

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&____

—

اب ہم حال میں واپس آتے ہیں جہاں ہمارے کردار برف کی طرح جمنے کے بعد اب آہستہ آہستہ پگھل کر حرکت کرنے لگے ہیں۔ ہم وہیں میلسی میں مصطفٰی کے بنگلے میں واپس آتے ہیں جہاں ہماری مرحا بیٹھی ہے اور سحر کچن میں موجود کھانا بنا رہی ہے۔ مصطفٰی نے دکان سے لڑکے کے ہاتھ سامان بھجوا دیا تھا۔

مرحا چہرہ جھکائے بیٹھی تھی تبھی اسے سحر کی آواز آئی

"تم کپڑے بدل لو آؤ میرے ساتھ" وہ اس کے سامنے کھڑی کہہ رہی تھی پھر اس نے آگے بڑھ کر مرحا کا ہاتھ تھاما اور بیگ اٹھا کمرے میں لے آئی یہ اس کا اور مصطفٰی کا کمرہ تھا۔ سحر اسے

واش روم کا بتا کر کمرے سے نکل آئی تھی۔اس کا رخ اب ڈائننگ ہال کی جانب تھا وہ آکر ڈائننگ ٹیبل پہ کھانا لگانے لگی تھی۔

مرحا نے فریش ہو کر کھانا کھایا اور پھر سحر کے ساتھ کمرے میں واپس آگئی۔

"ابھی سو جاؤ تم آرام کرو پھر بعد میں بات کریں گے شام کو مصطفیٰ آجائیں گے"

"پر مجھے نیند نہیں آرہی" مرحا نے کہا

"گھر یاد آرہا ہے۔؟"سحر کے سوال پہ اس نے آنکھوں میں مچل کر آنے والے آنسو روکے اور سر نہ میں ہلا دیا اور خاموشی سے بیڈ پہ دراز ہو گئی۔

"میں نے واپس نہیں جانا محب اب میرے نہیں رہے" اس نے خود کو یہ بات یاد دلائی اور آنکھیں موند لیں۔

سحر اس کا چہرہ دیکھنے لگی تھی سحر کے چہرے پہ تکلیف در آئی تھی اسے مرحا میں اپنا آپ نظر آرہا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&
&&&&&&&&&&

ملتان پہ دوپہر کا سماں پھیلا تھا۔ وہ کل والے سفید کاٹن کے سوٹ میں ہی ملبوس تھا۔ سوٹ اب شکن زدہ ہو گیا تھا۔ محب کے چہرے کی بھی ساری رنائی گم ہو گئی تھی چشمے کے پیچھے کالی چھوٹی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ کافی دیر رات کو مرحا کی تصویر سینے سے لگائے بیٹھا رہا تھا۔ جیسے ہی صبح اطراف میں پھیلی تو وہ دوبارہ پولیس اسٹیشن جانے کے لیے باہر آ گیا تھا جانے سے پہلے وہ بوا سے ملنے ان کے کمرے میں گیا تھا۔ بوا ایک دن میں ہی زمانوں کی بیمار لگنے لگی تھیں۔ محب کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ وہ انجان بن گئیں۔ اسے اچٹتی نگاہوں سے دیکھنے کے بعد وہ بیڈ سے اٹھ کر جانے لگیں۔

"بوا" اس نے بوا کے سامنے آ کر ان کا راستہ روکا

"صبح سے دس فون آچکے ہیں خاندان سے سب کہہ رہے ہیں مرحا کیوں بھاگ گئی۔؟" بوا نے اتنا کہہ کر توقف دیا پھر بھرائی ہوئی آواز سے بولیں

"میں کیا بتاؤں کہ میری بچی کیوں گھر چھوڑ کر چلی گئی۔ کیا کہوں کسی کو کہ میرے بیٹے نے اس کی پروانہ کی خاندان کی پرواکی، اڑنے والی باتوں سے ڈر کر اس نے تین زندگیاں برباد کردیں۔۔۔۔" بوا کی آنکھیں ڈبڈبا گئی تھیں۔ محب نے بوا کے ہاتھ تھامے

"میں اسے ڈھونڈلوں گا بوا"

"نہیں محب اب تم کہیں نہیں جاؤ گے۔ تمہاری شادی ہوئی ہے پلوشہ رات سے تمہارا کمرے میں انتظار کر رہی ہے پر تم نہیں گئے اور اب اسے لینے آنے والے آرہے ہیں ان کے آنے تک تم کہیں نہیں جاؤ گے" ان کا لہجہ حتمی تھا

"پر بوا۔۔۔" بوا نے ہاتھ اٹھا کر اسے چپ کروایا

"محب تمہاری شادی ہوئی ہے تم اسے مذاق مت سمجھو۔اپنی شادی کو اب تم نبھاؤ بھی محبت کے حق تو پورے ادا نہ کر سکے تم اب رشتوں کے تو کر لو" بوا نے اپنی آنکھیں پونچھیں اور کمرے سے نکل گئیں۔۔۔۔وہ وہیں کھڑا رہ گیا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

&&&______________________

وہ اپنے کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔دروازہ ابھی بھی نیم وا تھا۔وہ کچھ دیر وہیں کھڑا رہا پھر ہمت کر کے اندر گیا۔پلوشہ شیشے کے سامنے کھڑی دوپٹہ سیٹ کر رہی تھی آہٹ پہ پلٹی تو چونک گئی۔محب سنجیدگی سے اندر داخل ہو گیا تھا۔وہ بظاہر پلوشہ کو نہیں دیکھ رہا تھا پر اس نے کہا

"تمہاری امی آگئیں ہیں نیچے میں تیار ہو کر آرہا ہوں" پلوشہ کو سمجھ نہ آئی وہ کیا کہے۔وہ بس اسے دیکھتی رہی جو بالکل اجنبیت سے بول رہا تھا۔

"ابھی چلی جاؤ میں تمہیں کل لینے آؤں گا" اس نے کہا پھر وہ دراز کی طرف بڑھا۔ پلوشہ تھوڑی سی پیچھے ہو گئی تھی۔ محب نے آگے بڑھ کر دراز کھولی۔ وہاں سے ایک ڈبی نکلی

"یہ تمہاری رونمائی ہے" وہ پلوشہ کے مقابل کھڑا تھا ہتھیلی پہ تیز نیلے رنگ کی مخملی ڈبی تھی۔

پلوشہ کی نگاہیں اس کی ہتھیلی سے سرخ ہوئی آنکھوں پہ رک گئیں۔

"میں یہ نہیں لینا چاہتی" پلوشہ نے ہمت کر کے کہا۔ آواز میں لرزش تھی۔ محب اسے سپاٹ نظروں سے دیکھتا رہا۔ بولا کچھ نہیں

"اس پہ میرا حق نہیں ہے آپ جس کے ہیں یہ بھی سے دیجیئے گا۔ مجھے آپ سے کچھ بھی نہیں چاہیے" اس نے کہہ کر محب کی نظروں سے نگاہیں ہٹائیں۔

"مرحا مل جائے گی میں نے دعا کی ہے اللہ اسے اپنے امان میں رکھیں گے وہ بہت جلد واپس آجائے گی" پلوشہ کہہ کر آہستگی سے پلٹی۔ اور کمرے سے نکل گئی۔ محب کی ہتھیلی پہ ڈبی پڑی رہ گئی۔ محب کو اپنا آپ ہر طرف سے الجھا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&

&&&&&&&&

وہ امی کے ساتھ گھر آگئی تھی گھر پہلے سے زیادہ سنسان لگتا تھا۔ صحن میں عصر اتر رہی تھی دیوار کے ساتھ لگے پھول مرجھائے سے تھے۔ کھڈا خالی تھا اور بلی کی دودھ پینے والی پیالی ابھی بھی دیوار کے ساتھ ویسی ہی رکھی تھی۔ وہ خاموشی سے کمرے میں آ کر بیٹھ گئی۔ امی نے اس کا ماتھا چوما

"بہت پیاری لگ رہی ہوں "

"کیا خوش بھی لگ رہی ہوں میں آپ کو۔؟" اس نے اپنی امی سے اچانک سے پوچھا تو وہ نا سمجھی سے دیکھنے لگیں

"کیا مطلب۔؟ "

"مطلب کے آپ کہہ رہی تھیں نا کہ میں دوسری شادی کے بعد خوش رہوں گی تو بتائیں کیا میں آپ کو خوش لگ رہی ہوں۔؟" پلوشہ کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔پلوشہ کی امی کا دل کسی نے مٹھی میں تھام لیا۔

"کیا ہوا پلوشہ۔؟" انہوں نے اس کے ہاتھ تھام کر پوچھا تھا

"آپ کو پتہ ہے امی میری جس سے اب شادی ہوئی ہے وہ پہلے ہی کسی اور کو پسند کرتا ہے اسے مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے" پلوشہ نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کیں۔گیلی سانس اندر کھینچی

"پر آپ پریشان نہ ہوں امی میں وہاں رہ لوں گی آپ کے پاس واپس نہیں آؤں گی" امی جہاں کھڑی تھیں وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئیں۔ان کی آنکھوں کے سامنے دنیا گول گول گھومنے لگی تھی۔وہ بے جان سی ہو کر چارپائی پہ ڈھ گئیں۔

"محب کسی اور کو پسند کرتا ہے" انہوں نے پلوشہ کی بات دہرائی تھی۔

نجانے کیوں اس وقت ان کی آنکھوں کے سامنے تیمور کا چہرہ آرکا جس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ وہ ہاتھ جوڑ کر ان کے سامنے کھڑا کہہ رہا تھا

"آنٹی میرا گناہ معاف کر دیں میں پلوشہ کے بغیر نہیں رہ سکتا میں اسے لے کر کہیں دور چلا جاؤں گا میں اپنی کسی بہن سے دوبارہ نہیں ملوں گا آپ پلوشہ مجھے واپس دے دیں" پر تب امی تنفر سے اس کے منہ پہ دروازہ بند کر دیتی تھیں اور اب ان کی ٹانگوں کی جان نکلتی جا رہی تھی۔ انہیں لگ رہا تھا کہ وہ مفلوج ہو رہی ہیں انہوں نے شل ہوتے اپنے وجود سے گردن ترچھی کر کے پلوشہ کے پہلو سے کچھ فاصلے پہ رکھا اپنا موبائل دیکھا۔

"میں ۔۔۔ میں ۔۔۔ تیمور کی بہن بات کر رہی ہوں" ان کا فون پلوشہ کی رخصتی کے بعد سے بج رہا تھا۔ غیر شناسا نمبر ہونے کی وجہ سے انہوں نے کال نہیں اٹھائی تھی پر جب کال بار بار آتی رہی تو انہوں نے مجبوراً کال اٹھا لی تھی۔ دوسری طرف تیمور کی بڑی آپا کی آواز سن کر وہ اشتعال میں مبتلا ہو گئیں۔

"آپ نے یہاں کال کیوں کی ہے۔؟" انہوں نے دانت پیس کر کہا تھا

"وہ۔۔۔وہ تیمور۔۔۔۔ تیمور کا ایکسڈینٹ ہو گیا ہے اس کی حالت بہت نازک ہے" ان کی بات پہ وہ یکدم خاموش ہوئیں پر پھر بولیں

"تو ہم کیا کریں؟ "

"وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں پلوسشہ کا نام لے رہا تھا ڈاکٹرز اس کا علاج کر رہے ہیں پر وہ کہہ رہے ہیں کہ پلوشہ کون ہے اسے ایک بار بلا لیں۔ آپ ہم پہ مہربانی کریں۔۔۔۔" امی نے ان کی بات کاٹی

"دیکھیں آج آپ نے کال کر لی آئندہ مت کیجئے گا۔ میری بیٹی کی آج ہی شادی ہوئی ہے میں اس کا گھر اب بسا ہوا دیکھنا چاہتی ہوں" دوسری طرف بڑی آپا گنگ رہ گئیں۔ انہیں تیمور کے ایکسڈینٹ کی وجہ اب ٹھیک سے معلوم ہوئی تھی پہلے وہ صرف اسے ایک حادثہ ہی سمجھ رہی تھیں پر اب انہیں سب سمجھ آ گیا تھا۔

"اسی لیے میرے بھائی نہ اپنی جان لینے کوشش کی ہے۔؟" وہ صدمے سے بولی تھیں۔

"خبردار جو آپ نے اس بات کا ذمہ دار بھی میری بیٹی کو ٹھہرایا تو میں کال بند کر رہی ہوں اب دوبارہ مت کیجئے گا" جب وہ کال کاٹ کر رہی تھیں تو انہیں اچانک ہی کسی کے بولنے پھر رونے کی آواز آئی تھی پر انہوں نے کال کاٹ دی تھی۔ انہوں نے موبائل سے نظریں ہٹا کر پلوشہ کو دیکھا۔ جو پہلے سے زیادہ اداس لگ رہی تھی۔

"میری بیٹی کو تیمور کی بہنوں کی ہائے لگ گئی" ان کے دل میں سب سے پہلا خیال یہی آیا تھا۔ "پتہ نہیں وہ اب زندہ ہو گا بھی یا نہیں۔۔۔" اور اس دوسرے خیال نے ان کی روح قبض کر لی تھی۔ ان کے ہاتھ کانپنیں لگے۔

"پلوشہ۔۔۔" رعشہ آواز سے انہوں نے پلوشہ کو پکارا تھا پلوشہ نے انکی طرف دیکھا

"کل تیمور کا ایکسڈینٹ ہو گیا تھا" پلوشہ کو جیسے کرنٹ لگا تھا ہر امی کہہ رہی تھیں۔ "اس کی حالت نازک تھی۔۔۔۔ پتہ نہیں اب وہ۔۔۔۔" امی سے آگے نہ بولا گیا اعر پلوشہ ششدر رہ گئی۔ اسے وقت لگا سنبھلنے میں۔

"نہین ایسے نہ کہیں" وہ نہ میں سر ہلاتی کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھیں بہنے لگی تھیں۔

"میں تیمور۔۔۔۔ میں" وہ نجانے کیا کہنا چاہ رہی تھی اس نے اہنے بال مٹھیوں میں پکڑ لیے وہ بھاگ کر اس کے پاس جانا چاہتی تھی پر قدم اٹھانے کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔

"وہ ٹھیک ہو گا۔۔۔" امی نے کمزور لہجے سے کہا۔ پلوشہ کا دماغ ماؤف ہونے کو ہو رہا تھا۔

ایک جملہ اور ایک منظر اس کی آنکھوں اور ذہن میں گردشت کر رہا تھا۔

"تم مجھے ہجر دے رہی ہو" اسے تیمور کی بات یاد آئی تھی اور اس کی آنکھوں کے سامنے اپنی ہجر میں مری بلی نظر آئی جو ایک رات بھی ہجر نہ برداشت کر سکی تھی۔۔۔

"میں جارہی ہوں" وہ اچانک ہی حواس باختہ سی باہر کی طرف گئی تھی۔امی نے اس کا ہاتھ تھاما تھا

"تم مت جاؤ" پلوشہ نے ان کا ہاتھ جھٹکا

"میں جاؤں گی" وہ چلا کر کہتی گھر سے نکل گئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&&&&

وہ تیمور کے گھر پہنچی تھی۔گھر میں کوئی نہ تھا اس نے دروازے پہ سے ہی گارڈ سے پوچھا

"سب گھر والے کہاں ہیں۔؟" اس کے وال پہ گارڈ نے کہنا شروع کیا وہ پلوشہ کو پہچان گیا تھا

"گھر والے گھر پہ نہیں ہیں وہ سب ہسپتال گئے ہیں تیمور صاحب کا بہت برا ایکسیڈنٹ ہوا ہے سب لوگ رات سے وہیں ہیں"

"اب وہ کیسا ہے۔؟" پلوشہ نے اس کے چپ ہوتے ہی بغیر تامل پوچھا تھا۔

"پتہ نہیں بی بی جی باقی ملازم تو کہہ رہے تھے مشکل ہے" پلوشہ سے مزید نہ سنا گیا وہ گارڈ سے ہسپتال پوچھ کر گھر سے نکل گئی تھی۔

ہسپتال تک کا راستہ اس کی زندگی کا سب سے مشکل ترین راستہ تھا۔ وہ جب ہسپتال کے سامنے پہنچی تو اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ وہ ہسپتال کی لابی میں داخل ہوئی سامنے استقبالیہ پہ لڑکی کھڑی تھی اس نے وہاں جا کر اپنے کانپتے وجود پہ قابو کیا اور تیمور کے بارے میں پوچھا۔ لڑکی کو پیشنٹ کا تو پتہ تھا پر اب وہ کیسا ہے یہ نہیں معلوم تھا۔

پلوشہ کو اس نے آئی سی یو کا بتایا تھا۔ وہ جب راہداری عبور کر کے آئی سی یو تک پہنچی تو وہاں تیمور کی بہنیں پہلے سے ہی بیٹھی تھیں۔ اس نے انہیں غور سے دیکھا۔ ہمیشہ تیار رہنے والی تیمور کی بہنیں آج بکھری ہوئی لگتی تھیں۔ وہ چلتی ان کے پاس آ رکی۔ بڑی آپا نے نظریں اٹھا کر

اسے دیکھا تو کچھ پل اسے دیکھتی رہ گئیں پلوشہ کے ہاتھوں پہ مہندی لگی تھی۔ گہرے میرون رنگ کا کام دار سوٹ اور تیز میک اپ یہ بتا رہا تھا کہ وہ سچ میں کسی اور کی ہو گئی ہے۔

"تیمور ک۔۔۔ کی۔۔۔ کیسا۔۔۔ کیسا ہے۔؟" اس کے سانس گہرے ہو رہے تھے۔ نمی ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں ٹھہر گئی تھی ماحول دھندلا رہا تھا وہ تینوں بہنیں کھڑی ہو گئیں۔ دو چھوٹی اس کے بے ساختہ گلے لگی تھیں۔

" ہمارے بھائی کو بچالو" وہ رونے کے درمیان کہہ رہی تھیں۔ پلوشہ کی ہمت مزید دھول کی تہہ میں چھپ گئی۔ اس نے بڑی آپا کو دیکھا جن کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

"ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں دعا کریں۔ اسے ہوش نہیں آرہا۔ اگر ہوش نہ آیا تو وہ نہیں۔۔۔۔" انہوں نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ آنسو گلے میں پھنس گئے تھے۔

کچھ پلوں بعد وہ تیمور کے بیڈ کے پاس بیٹھی اسے خالی نظروں سے تک رہی تھی۔

تیمور کا جسم بے جان لگتا تھا۔اس کے چہرے کے گرد پٹیاں بندھی تھیں۔پلوشہ دیکھ سکتی تھی کہ اس کی بند آنکھوں کے گوشے بھی بھیگے ہیں۔

"تم مجھے ہجر دے رہی ہو" اسکی سماعت میں پھر سے یہ جملہ ٹکرایا تو اس نے نفی میں سر ہلایا

"نہیں تم ٹھیک ہو جاؤ گے تیمور تم ایسے نہیں جا سکتے" وہ اس کا ہاتھ تھام لینا چاہتی تھی پر بے بس تھی۔

&&&&&&&&&&&&&____________________________________

____________________&&

محب پولیس اسٹیشن میں بیٹھا تھا۔انسپکٹر نے اسے صاف کہہ دیا تھا

"ہم نے ہر ممکنہ جگہ ڈھونڈ لیا ہے انہیں وہ نہیں مل رہی ہیں آپ ان کی تصویریں ٹی وی یا اخبار میں دینا نہیں چاہ رہے اور اس طرح ان کا ملنا بہت مشکل ہے۔ہم کوشش کر رہے ہیں۔ہم نے ملتان کے ہر اولڈ ہاؤس، دارالمان میں دیکھ لیا ہے پر وہ نہیں ہیں" محب کے چہرے پہ زمانوں کی

تھک آگئی وہ وہاں سے شکستہ قدموں سے اٹھا اور باہر آگیا۔ اسے لگا تھا کہ مرحا ضرور کسی ایدھی سینٹر میں چلی گئی ہو گی کیونکہ وہ اکثر اسے کہتی پر اب تو وہ وہاں بھی نہیں مل رہی تھی۔

محب اپنی گاڑی کے پاس آگیا تھا گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ اس میں بیٹھا اور اسٹئیرنگ سے سر ٹکا لیا

"میں تمہیں کہاں ڈھونڈوں؟ واپس آجاؤ مرحا" اس کی آنکھوں میں نمی بننے لگی تھی۔ وہ کمزور پڑتا جا رہا تھا۔

&&&&&&&&&&&&______________________________________

______________________&&&

میلسی کی فضاء میں رات کا سما گھل رہا تھا۔ آسمان کا ساتھ چھوڑتا سورج اپنی سہنری کرنیں سمیٹ رہا تھا۔ میلسی کی نہر کے کنارے پہ کھڑے ہو کر زرد سورج سرسبز کھیتوں کی ٹھنڈی ہوا میں دور جاتا دکھائی دیتا تھا۔ شام کے گہرے ہوتے ہی ہر طرف روشنیاں بکھر گئیں۔

اس شہر میں شام کے ساتھ ہی آدھا بازار بند ہو جاتا تھا یہاں لوگ جلدی گھر آنے کے عادی تھی۔ وہ کام اور اپنی فیملی کو برابر وقت دیتے تھے۔ دکانوں کے بند ہونے کے بعد فوڈ پوائنٹس جلوہ گر ہوتے تھے۔ جہاں رات کے پہلے پہر ہی رش لگ جاتا تھا۔

میلسی پہ جب سورج بجھ گیا تو چاند کی چاندنی نے اس کی جگہ لے لی۔ مصطفیٰ کے بنگلے کے لان میں پھول مہکنے لگے تھے۔ لاؤنج کی روشنیاں جل اٹھی تھیں۔ مصطفیٰ سحر کے ساتھ لاؤنج میں کھڑا تھا۔

"میں اسے بتا کر آتی ہوں کہ آپ آگئے ہیں" سحر کی بات پہ مصطفیٰ نے سر ہلا دیا۔

"مصطفیٰ آئے ہیں کیا وہ اندر آجائیں۔؟" مرحا اس کے سوال پر ناسمجھی سے دیکھنے لگی

"تم پردہ تو نہیں کرتیں نا۔؟" اس کے عبایے کو ذہن میں رکھتے سحر نے پوچھا تھا۔ مرحا نے نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ کالے سوٹ میں ملبوس سفید دوپٹے کو گلے میں ڈالے بیڈ پہ سمٹی بیٹھی تھی۔

سحر مسکرا کر وہاں سے چلی گئی۔

اگلے ہی لمحے وہ مصطفیٰ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"اسلام علیکم" اس نے مصطفیٰ کو اندر آتے ہی کہتے سنا تو نظریں اٹھا کر دیکھا۔ گندمی رنگ، گہری داڑھی مونچھوں والا مرد خوبصورت تھا۔ اس کے چہرے پہ ایک الگ ہی سکون دکھائی دیتا تھا۔ اس کی سنجیدہ بھوری آنکھوں کو دیکھتے مرحا کو محب کی کالی چھوٹی آنکھیں یاد آئی تھیں۔ وہ سلام کا جواب بھی نہ دے سکی۔ اسے محب کا خیال آتے ہی یہاں سے بھاگ جانے کو دل کر رہا تھا اسے محب ہر گزرتے لمحے کے ساتھ زیادہ یاد آنے لگا تھا۔

مصطفیٰ بیڈ سے کچھ فاصلے پہ رکھی کرسی پہ بیٹھ گیا تھا۔ سحر مرحا کے قریب آ بیٹھی تھی۔

"کیسی ہیں آپ بیٹا۔؟" مرحا نے آہستگی سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ مصطفیٰ کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے محب آجاتا تھا۔ مرحا نے سر کو جنبش دے دی مصطفیٰ مسکا دیا

"کہاں سے آئی ہیں آپ؟ میرا مطلب ہے گھر کہاں ہے آپ کا۔؟" سحر نے مصطفیٰ کو اپنے اندازے کے مطابق سب بتا دیا تھا کہ مرحا اسے گھر چھوڑ کر آئی ہوئی لگتی ہے۔

"ملتان" اس کے جواب پہ سحر ساکت رہ گئی اس نے مرحا کو شاکی نظروں سے دیکھا تھا پر مصطفیٰ پر سکون تھا

"آپ گھر چھوڑ کر آئی ہیں۔؟" اس کے اسی نرم انداز سے پوچھنے پہ مرحا نے سر ہلا دیا

"پر کیوں۔؟" مرحا اس بات پہ خاموش رہی۔ مصطفیٰ نے سحر کو دیکھا جواب سنبھل گئی تھی

"گھر میں کون کون ہے آپ کے۔؟" مصطفیٰ نے ایک اور سوال کیا۔

"میری بوا اور میرے۔۔۔۔" وہ اتنا کہہ کر رکی۔ "محب ہیں میرے کزن" وہ یہ نہ کہہ سکی میرے محب اگر محب اسکا ہوتا تو وہ گھر ہوتی مرحا کو محب پہ غصہ بھی آرہا تھا اور وہ یاد بھی برابر آرہا تھا۔

"امی ابو۔؟"

"وہ میرے بچپن میں ہی گزر گئے تھے پھر میری بوا نے ہی مجھے پالا تھا "

"اچھا آپ نے گھر کیوں چھوڑا۔؟" مصطفیٰ مرحا کو بغور دیکھ کر پوچھ رہا تھا مرحا شش و پنج میں مبتلا ہو گئی۔

"وہ۔۔۔۔وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے" اس کے معصوم سے جواب پہ مصطفیٰ الجھ گیا۔

"کیا وہ آپ کو تنگ کرتے تھے۔؟" مرحا نے تیزی سے سر نہ میں ہلایا

"نہیں وہ تو بہت اچھے ہیں بوا مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں پر محب۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آنے کو تیار تھے مصطفیٰ نے ایک بار پھر سحر کو دیکھا وہ کچھ کچھ سمجھ گیا تھا۔ مصطفیٰ کرسی سے کھڑا ہو گیا۔

"یہ آپ کا اپنا گھر ہے آپ کو یہاں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا آپ آرام سے رہیں جب آپ کی ناراضی ختم ہو جائے گی تو آپ گھر واپس چلی جایئے گا" مصطفیٰ کی بات پہ وہ فوراً بولی

"میں واپس نہیں جاؤں گی" مصطفیٰ نے سر کو خم دیا

"ٹھیک ہے آپ یہیں رہیں یہ آپ کے بھائی کا گھر ہے" مصطفیٰ نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا تھا

"آپ مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھ لیں "

"پر۔۔۔" مرحا کچھ کہتے کہتے رک گئی

"پر۔؟" مصطفیٰ نے اس کی بات سوالیہ انداز سے دہرائی تو مرحا نے ہمت کر کے کہنا شروع کیا

"پر بھائی وہی ہوتا ہے جسے اللہ آپ کا بنا کر بھیجتے ہیں" مصطفیٰ اس کی بات پہ حیران رہ گیا۔ سحر نے بھی چونک کر اسے دیکھا تھا انہیں مرحا سے اتنی سمجھ داری کی بات کی امید نہیں تھی۔ مصطفیٰ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر مسکرایا اور دوبارہ سر پہ ہاتھ رکھا

"جو آپ کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہے نا کہ میں آج سے آپ کا بھائی ہوں تو اسے بھی اللہ ہی آپ کے لیے بھیجتے ہیں بیٹا" وہ نرمی سے کہہ کر باہر نکلا گیا تھا۔ سحر مرحا کے پاس ہی بیٹھی رہی تھی۔

________________________________&&&&&&&&&&&&&

&&&________________________

سحر مصطفیٰ کے ساتھ اپنے کمرے میں موجود تھی وہ لوگ ابھی کھانا کھا کر آئے تھے مرحا کو انہوں نے شبانہ کا کمرہ دے دیا تھا۔ سحر نے اسے بار بار کہا تھا کہ رات کو کسی بھی وقت اسے کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو وہ بلا جھجھک اس کے پاس آسکتی ہے۔ مرحا نے سر ہلا دیا تھا۔ اب سحر مصطفیٰ کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھی کہہ رہی تھی۔

"آپ کے سامنے بتاتے ہوئے اسے شاید عجیب لگ رہا تھا پر بعد میں میں نے اس سے پوچھا تو بتا رہی تھی کہ وہ اپنے کزن کو پسند کرنے لگی تھی پر شاید اس کا کزن اس سے بڑا ہے وہ مانا نہیں اور اس نے شادی کر لی جس دن اس کا نکاح ہوا یہ اس دن گھر چھوڑ آگئی" مصطفیٰ نے تاسف سے سر ہلایا

"اچھا نہیں ہوا بچی کے ساتھ کتنی معصوم لگتی ہے وہ "

"ہاں مجھے وہ اپنے۔۔۔" سحر کہتی کہتی رک گئی

"مجھے وہ آپ جیسی لگتی ہے سحر "

"اللہ نہ کرے وہ مجھ جیسی ہو میں اچھی نہیں ہوں" اس کی بات پہ مصطفیٰ نے اسے ناراضی سے دیکھا

"میں نے آپ کو کتنی بار کہا ہے آپ بہت اچھی ہیں۔ آپ دنیا کی سب سے اچھی بیوی ہیں"

اس نے سحر کا ہاتھ تھام لیا تھا

"میں آپ کو اچھی اور نیک اس لیے لگتی ہوں کیونکہ آپ خود بہت اچھے اور نیک ہیں اور یہ اللہ کا احسان ہے مجھ پہ انہوں نے مجھے آپ سے جوڑ دیا" مصطفیٰ اس کی بات پہ مسکرا دیا

"آپ کو ایک بات بتاؤں سحر کہ آپ مجھے کیوں ملیں۔؟" وہ اس کے سامنے ہو کر بیٹھ گیا سحر نے دھیرے سے سر ہلایا

"کیونکہ آپ بھی نیک ہیں اور اللہ نیک مردوں کو نیک عورتیں ہی دیتے ہیں"

"پر میری غلطی بہت بڑی ہے مصطفیٰ" مصطفیٰ نے اس کے ہاتھ پہ دباؤ ڈالا

"وہ آپ کا ماضی تھا۔ وہ آپ کے لیے ایک سبق تھا جس سے آپ نے بہت کچھ سیکھ لیا ہے سحر اب اسے مت دہرایا کریں ہم ایک دن ملتان جائیں گے آپ کے امی ابو کے پاس، اور دیکھنا وہ ہمیں معاف کر دیں گے اور ہمیں اپنا لیں گے" وہ سحر کو کبھی یہ نہیں کہتا تھا کہ آپ کو معاف کر دیں گے وہ ہمیشہ یہی کہتا تھا کہ ہمیں معاف کر دیں گے کیونکہ وہ سحر کو اب اپنے جسم کا ہی حصہ سمجھتا تھا اور اس کی اچھی یا برائی کو اپنے اور اس کے حصے میں برابر بانٹ لیتا تھا۔ سحر جب مصطفیٰ کی یہ والہانہ محبت دیکھتی تو اسے اپنی قسمت پہ رشک آنے لگتا تھا۔

"میں سوچتی ہوں کہ کیا کبھی اماں ابا مجھے معاف کریں گے۔؟"

"ضرور کریں گے جب اللہ نے معاف کر دیا تو وہ بھی کر دیں گے"

"مصطفیٰ انسان معاف نہیں کرتے اللہ کر دیتے ہیں"

"سحر ماں باپ کر دیتے ہیں وہ عام انسانوں جیسے نہیں ہوتے اللہ سب کی حفاظت آسمان سے کرتے ہیں اور زمین پہ انسان کی حفاظت اس کے ماں باپ کرتے ہیں۔ یہ اللہ کے ہمارے لیے

بنائے گئے محافظ ہوتے ہیں سحر یہ صرف ہم سے محبت کرنا اور ہمیں معاف کرنا جانتے ہیں اور آپ دیکھیئے گا ہم سب ایک دن ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں گے" وہ مسکرایا تھا۔ سحر کو مصطفیٰ کی یہ باتیں بہت اچھی لگتی تھیں۔

"مصطفیٰ آپ انسان کو اپنے الفاظ سے جینا سکھاتے ہیں" اس نے ہمیشہ کی کہی جانے والی اپنی بات دہرائی تو وہ ہنس دیا

"آپ کو یہ اس لیے لگتا ہے کیونکہ آپ کو مجھ سے بہت زیادہ محبت ہے" وہ کہہ کر لیٹ گیا تھا۔ اس نے اپنا بازو سحر کے لیے پھیلا لیا تھا۔ وہ اس کے بازو پہ سر رکھ کر لیٹ گئی۔ مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ اپنے سینے پہ رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ سحر نے اسے دیکھنا شروع کر دیا تھا وہ اسے دیکھتے دیکھتے سوتی تھی اسے مصطفیٰ کا چہرہ دیکھنے سے سکون ملتا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&

&

پلوشہ کے گھر میں رات گہری ہو رہی تھی۔اس کی امی اسے ابھی ہسپتال سے لے کر آئی تھیں۔بہت مشکل سے اسے کھانا کھلا کر اب وہ اس کا سر اپنی گود میں رکھے بیٹھی اس کا سر دبا رہی تھیں۔

"وہ ٹھیک ہو جائے گا "

"وہ ٹھیک ہی ہے امی "اس نے بھرائی آواز میں فوراً کہا

"ہاں وہ ٹھیک ہے "امی اس کی بات فوراً مان گئیں

"اب تم سو جاؤ پلوشہ کل تمہیں لینے آجائے گا محب "پلوشہ کا سانس سا رک گیا پر وہ کچھ نہ بولی بس سوچنے لگی کہ وہ وہاں کیسے رہے گی سب جاننے کے بعد بھی۔؟

&&&&&&&&&&&&&&______________________

______________________&&

وہ کمرے میں بیڈ پہ لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔ دل ہر چیز سے اچاٹ ہو رہا تھا۔ اس نے کروٹ بدل کر کھڑکی کو دیکھا جو کھلی ہوئی تھی وہاں سے سرد ہوا اندر آ رہی تھی۔ ٹھنڈا چاند اور اس کی چاندنی کمرے میں جھانک رہے تھے۔ مرحا بیڈ پہ بیٹھ کر چاند دیکھنے لگی۔ اس کا دل کیا وہ چاند کے قریب جائے۔ وہ بیڈ سے کھڑی ہو کر کھڑکی میں آ کر بیٹھ گئی۔ اس کا ایک رخ نیم تاریک تھا جبکہ دوسرا چاندنی سے چمکنے لگا تھا۔ سفید آنچل کاندھے سے ڈھلک کے فرش پہ پھیلا ہوا تھا ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پہ رکھ کر اس نے چاند دیکھنا شروع کیا۔

"اس وقت محب ضرور سکون سے سو رہے ہوں گے" اس نے دکھ سے سر جھٹکا "انہیں میری پروا نہیں ہے اگر ہوتی تو مجھے اب تک ڈھونڈ چکے ہوتے۔ پہلے تو بڑا کہتے تھے بات بات پہ کہ میں تمہیں ہر جگہ سے ڈھونڈ لوں گا اور اب" اسے رونا سا آ گیا۔ گلے میں آنسو پھنس گئے۔

"میں کبھی واپس نہیں جاؤں گی محب کے پاس اور اللہ کرے میں مر جاؤں۔ محب آپ بہت برے ہیں میں کبھی آپ کو معاف نہیں کروں گی" آنکھوں میں نمی بھرنے لگی تھی۔ اس نے

چاند کو دیکھتے ہوئے آنکھیں صاف کیں اور پھر اٹھ کر دوبارہ بیڈ پہ آلیٹی اور سونے کی کوشش کرنے لگی پر ہر کروٹ پہ اسے اپنا کمرہ، محب، بوا، اور اپنی رات کو کی جانے والی ضدیں یاد آتی رہیں وہ پوری رات گھٹ گھٹ کر روتی رہی تھی اس نے ٹھان لیا تھا کہ محب کے پاس وہ کبھی نہیں جائے گی۔

&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________&&&&&&&&

بادلوں سے ڈھکے آسمان پہ سورج آج نہ تھا۔ ملتان پہ یہ دن ٹھنڈک بھرا تھا۔ پروائی نے زور پکڑ رکھا تھا۔ محب کی حویلی کے لان میں لگے درخت لہلہا رہے تھے۔ حویلی پہ صبح اتری ہوئی تھی۔ ڈائننگ ہال میں ناشتہ چنا تھا۔ سفینہ ٹیبل سجا چکی تھی۔ کچھ دیر میں محب بادامی رنگ کرتے اور شلوار میں ملبوس کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ چہرہ نکھرا ہوا تھا پر آنکھیں سرخ ہو رہی

تھیں۔ اسے اب رات میں نیند نہیں آیا کرتی تھی وہ مرحا کے کمرے جا کر لیٹا مرحا کو سوچتا رہتا تھا کہ نجانے وہ کہاں اور کس حال میں ہو گی۔

اس نے پلیٹ کو اپنی طرف رکھ کر سفینہ کو دیکھا

"بوا کہاں ہیں۔؟ "

"بھائی وہ آ رہی ہیں" اس کے جواب پہ محب نے سر کو جنبش دی اور ان کا انتظار کرنے لگا۔ بوا جب آ کر سربراہی کرسی پہ بیٹھ گئیں تو اس نے بوا کے لیے جوس کا گلاس بھرا

"اب طبیعت کیسی ہے۔؟" اس نے گلاس بوا کے سامنے رکھ کر پوچھا

"تم پلوشہ کو لینے کب جاؤ گے۔؟" انہوں نے اس کا سوال نظر انداز کر دیا تھا۔ پژمردہ چہرے کو سنجیدہ کیے وہ پوچھ رہی تھیں۔ ان کی آواز میں ناراضی تھی۔

"کچھ دیر بعد جاؤں گا" وہ مدہم آواز میں بولا تھا۔ بوا نے اسے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ حال تو اس کا بھی بے حال تھا بوا کو دکھ ہوا۔

"تم نے زندگی میں پہلی بار کوئی فیصلہ اتنا غلط کیا ہے محب مجھے یقین نہیں آتا کہ تم سے یہ سب ہوا ہے تم تو سب کچھ مینیج کرنے والے انسان تھے تم نے ہم سب کو سنبھال رکھا تھا۔۔۔"

بوا کی بات ابھی مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ بولا

"اور آج میں خود ہی بکھر گیا ہوں" اس نے اتنا کہہ کر بوا کے ہاتھ تھامے۔

"بوا آپ ہر چیز کا زمہ دار مجھے ٹھہرا رہی ہیں مرحا بھی مجھے ہی قصوروار سمجھتی ہے ہاں میری غلطی ہے پر بوا میں یہ سب کر کے خوش نہیں ہوں۔ میں کیسے مرحا سے شادی کرنے کے لیے مان جاتا پورے خاندان والے باتیں کرتے کہ اپنی سے آدھی عمر کی لڑکی سے شادی کر کے بیٹھ گیا" اس کی آواز نم تھی اس کے لہجے میں تکلیف گھلی تھی۔

"محب خاندان والے تو ابھی بھی باتیں کر رہے ہیں "

"مجھے اسی بات کا دکھ ہے کہ میں نے غلطی کی لوگوں کا سوچ کر میں نے مرحا کے ساتھ ناانصافی کی اب پلوشہ کے ساتے کر رہا ہوں میں آپ کو کیسے بتاؤں میں کتنی تکلیف میں ہوں۔ میں مرحا

کے بغیر۔۔۔" اس سے بات مکمل نہ ہوئی وہ ابھی اپنی محبت مرحا کے لیے بیان کرتے گھبراتا تھا اسے بوا سے بھی لاج آتی تھی جو اس کا چہرہ پڑھ لیتی تھیں۔وہ ناشتہ کی ٹیبل سے کھڑا ہو گیا

"محب ناشتہ کر کے جاؤ" بوا کی ناراضی ختم سی ہو گئی تھی ان کے لہجے میں اب فکر تھی

"نہیں دل نہیں کر رہا" وہ کہہ کر جانے لگا پھر رکا "آفس جاؤں گا پہلے پھر وہاں سے اسے لینے چلا جاؤں گا" بوا نے سر ہلا دیا

"اللہ سب بہتر کرنا میری مرحا کو اپنے امان میں رکھنا" بوا کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں ان کا بھی ناشتہ کرنے کو اب دل نہیں کر رہا تھا۔۔۔ صبح میں اداسی گھل گئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&____________________________________

______________________________&

میلسی پہ بھی صبح کا سورج چمک رہا تھا پر آسمان صاف تھا بادل کہیں کہیں دکھائی دیتے تھے لیکن ہوائیں سرد تھیں۔ مصطفیٰ کے بنگلے کے لان میں گھاس گیلا تھا۔ شبنم اس پہ بیٹھی سورج کو

دیکھ رہی تھی۔ اندر ناشتے کی خوشبو ہر سو پھیلی تھی۔ سحر نے ڈائننگ ٹیبل پہ ناشتہ لگایا اور کمرے میں آکر مصطفیٰ کو دیکھا جو ڈریسنگ کے سامنے کھڑا گیلے بالوں میں کنگھا کر رہا تھا۔

"ناشتہ بن گیا ہے مصطفیٰ" اس نے شیشے میں اس کا عکس دیکھ کر کہا تھا۔

"ٹھیک ہے آپ نے مرحا کو اٹھا دیا۔؟" وہ کنگھا کر کے پلٹ کر قدم قدم چلتا اس کے پاس آ گیا تھا۔

"نہیں میں نے مناسب نہیں سمجھا وہ سو رہی ہے شاید،؟ ابھی بھی، پتہ نہیں بے چاری کو کتنی تھکن ہو رہی ہو گی اس لیے نہیں اٹھایا میں آج گھر ہی ہوں میڈم کو میسج کر دیا تھا کہ میں آج اسکول نہیں آؤں گی" وہ چلتے ہوئے ڈائننگ ہال میں آ گئے تھے جو لاؤنج سے ہی جڑا تھا۔ لاؤنج میں نیم تاریکی تھی کھڑکی سے سورج کی بد معاش کرنیں جھانک رہی تھیں۔

"آپ کی میڈم نے چھٹی دے دی آپ کو۔؟" مصطفیٰ حیران ہوا تھا۔ سحر اس کی حیرت پہ ہنسی

"اتنی مشکل سے دی ہے کہہ رہی تھیں آپ کو تو پتہ ہے تین ٹیچرز چھٹی پہ ہیں آپ اپنی جگہ ٹیچر ارینج کر دیں" مصطفیٰ کرسی پہ بیٹھ گیا تو وہ بولتے ہوئے اسے ناشتہ دینے لگی "پر میں نے کہہ دیا کہ آپ خود ارینج کر لیں" وہ ہنستی ہوئی بتا رہی تھی۔ مصطفیٰ نے مسکرا کر سر ہلا دیا

"ایک بات کہوں۔؟" اس نے سحر کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ سحر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتی ساتھ رکھی کرسی پہ بیٹھ گئی تھی

"مجھے لگتا ہے ہمیں مرحا کے گھر کا پتہ کر کے انہیں اطلاح کر دینی چاہیے وہ لوگ پریشان ہو رہے ہوں گے۔ مرحا ناسمجھ سی لگتی لاابلی پن میں غلط قدم اٹھا ہی لیا ہے تو ہمیں اس کا ساتھ نہیں دینا چاہیے اس کا فائدہ گھر جانے میں ہی ہے" سحر نے سر کو جنبش دی

"میں بھی یہی کہہ رہی تھی اور مصطفیٰ میں نے کل جب اس سے بات کی تھی تو مجھے اس کے چہرے سے ہی لگ رہا تھا کہ وہ گھر کو بہت یاد کر رہی ہے وہ زیادہ دن ان سے دور نہیں رہ پائے گی" مصطفیٰ نے پراٹھے کا لقمہ توڑا

"ہاں اچھی بات ہے آپ آج اس سے اس کے گھر وغیرہ کا پوچھنا پھر میں خود اس کے کزن یا گھر والوں سے بات کرلوں گا انشاء اللہ سب اچھا ہو گا" وہ ناشتہ کرنے لگا تھا۔ سحر اٹھ کر کچن میں جانے لگی۔

"کہاں جارہی ہیں آپ۔؟" سحر پلٹی

"چائے بنانے جارہی ہوں"

"ناشتہ کریں بیٹھ کر "

"آپ کے لیے چائے بنا کر آتی ہوں پھر کرلوں گی" مصطفیٰ نے ابھی جو لقمہ توڑا تھا وہ اس نے دوبارہ پلیٹ میں رکھ دیا

" چلیں پھر میں انتظار کررہا ہوں آپ بنالائیں چائے" وہ ہاتھ صاف کر کے بیٹھ گیا تھا

"مصطفیٰ آپ کریں نا میں آرہی ہوں" اس نے نہ میں سر ہلایا

"نہیں ہم آج ناشتہ ساتھ کریں "

"ٹھنڈا ہو جائے گا" مصطفیٰ مسکرایا

"میں ٹھنڈا ہی کھالوں گا آپ جائیں چائے بنائیں پھر ناشتہ کریں گے "اس کا لہجہ حتمی تھا۔ سحر اسے بے بسی سے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا

"آپ بھی بالکل بچوں کی طرح ضد کرتے ہیں مصطفیٰ" وہ اس بات پہ کھکھلا کر ہنسا

"اور مجھے اتنا اچھا لگتا ہے جب آپ سمجھدار بیوی کی طرح مان جاتی ہیں" اس کا لہجہ شریر تھا۔ سحر کو اس پہ بے تحاشہ پیار آیا اس کا دل کیا وہ مصطفیٰ کی پیشانی کو چومے پر پھر وہ وہاں سے چلی گئی اور چائے بنانے لگی مصطفیٰ کی پیشانی کو ہر روز محبت سے چومنا اس کی ایک خواہش تھی جسے وہ ہر روز پورا کرنے کا سوچ کر رہ جاتی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

&&&&______________________

میلسی پہ سورج چلتا مصطفٰی کے بنگلے کے لان میں آرکا تھا۔ سحر لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی پہ کوئی مارننگ شو دیکھ رہی تھی تبھی مرحا کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آئی۔ سحر نے دروازہ کھلنے کی چرمراہٹ سے گردن ترچھی کر کے دیکھا تو مسکرا دی۔

"اٹھ گئیں تم۔۔؟" محبت سے پوچھا۔ مرحا کا چہرہ گیلا تھا اور بال سنورے ہوئے تھے۔ ہلکے گلاب سوٹ میں ملبوس لڑکی کی خوبصورت لگتی تھی۔ اس کے چہرے پہ ہلکی سی شرمندگی کی لکیر تھی۔

"پتہ ہی نہیں چلا کہ صبح کب ہو گئی" وہ شرمندگی سے بولیتی سحر کے پاس آگئی۔

"کوئی بات نہیں ہو جاتا ہے" سحر کھڑی ہو گئی۔ "تم بیٹھو میں ناشتہ بنا دیتی ہوں" مرحا ہلکا سا سر کو خم دے کر صوفے بیٹھ گئی۔

سحر نے جب ناشتہ بنالیا تو مرحا کو لے کر وہ ڈائننگ ٹیبل پہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"کرو ناشتہ شاباش" وہ اس کی پلیٹ میں سالن نکلتے ہوئے بولی تھی

"آپ نہیں کریں گی۔؟" مرحا نے پوچھا۔

"نہیں میں نے مصطفیٰ کے ساتھ کر لیا تھا وہ کہتے ہیں کہ میں ان کی غیر موجودگی میں ٹھیک سے کھاتی نہیں ہوں اس لیے انہیں جب بھی موقع ملتا ہے تو مجھے لازمی اپنے ساتھ بٹھا لیتے ہیں"

مرحا کا دل بجھ سا گیا۔ اس نے بہت آہستہ آواز سے کہا

"محب بھی میرے بغیر کچھ نہیں کھاتے تھے" سحر نے اس کی بات سن لی تھی۔

"پھر بھی تم کہتی ہو وہ تم سے محبت نہیں کرتے۔؟" اس کا انداز پوچھنے والا تھا مرحا نے خالی نظروں سے سحر کو دیکھا

"ہاں وہ نہیں کرتے اگر کرتے ہوتے تو کبھی مجھے نہ چھوڑتے "

"پر چھوڑ کر تو تم آئی ہو" سحر کے جواب پہ وہ اس کا منہ دیکھنے لگی

"لیکن دور انہوں نے مجھے کیا ہے وہ شادی نہ کرتے تو میں ان کے ساتھ ہی رہتی" مرحا کے لہجے میں غصہ تھا

"مرحا وہ تم سے بڑے ہیں وہ دنیا کو تم سے زیادہ جانتے ہیں" سحر کا انداز سمجھانے والا تھا

"وہ مرحا کو بھی مرحا سے زیادہ جانتے تھے تو انہیں یہ کیوں نہیں لگا کہ میں ان کے بغیر کتنی اداس ہو جاؤں گی۔؟" مرحا کی آواز بھرا گئی تھی سحر نے اس کا ہاتھ تھاما

"تمہیں نہیں پتہ مرحا یہ دنیا ہے یہاں کچھ بھی ہم اپنی مرضی سے نہیں کرسکتے "

"محب چاہتے تو وہ سب کچھ کرسکتے تھے "

"مرحا جو مرد گھر کا سربراہ اور سمجھدار ہو نا تو وہ محبت میں ہمیشہ پیچھے رہ جاتا ہے محبت کرنے کے لیے بے وقوف بننا پڑتا ہے یہ سمجھدار لوگوں کو سمجھ نہیں آتی" مرحا کی آنکھیں بھر گئیں

"میرا اس میں کیا قصور تھا" وہ بولی تو اس کی آواز میں کرب تھا سحر نے اس کے آنسو صاف کیے

"اچھا یہ بتاؤ تم ملتان میں رہتی کہاں تھیں۔؟" مرحا اس کی بات پہ رونا بھول گئی۔ دماغ تیزی سے کام کرنے لگا

"مصطفیٰ بھائی نے کہا تھا کہ میں ان کی بہن ہوں۔ ان کے گھر میں جتنے دن رہنا چاہوں میں رہ سکتی ہوں۔ میں واپس نہیں جانا چاہتی" وہ سحر کی بات سمجھ کر جلدی سے بولی تو سحر کو ہنسی سی آگئی

"اچھا ٹھیک ہے نہ بتاؤ تم یہاں جب تک رہنا چاہو رہ لینا پر تم خود سوچو تمہاری بوا اور تمہارے کزن تمہارے لیے کتنے پریشان ہو رہے ہوں گے" مرحا اس کے کہتے ہی سوچنے لگی پھر اس نے سر جھٹکا اور آنسو صاف کیے

"محب نہیں ہو رہے ہوں گے پریشان وہ شادی کر کے خوش ہوں گے" اس کے لہجے میں دوبارہ خفگی در آئی تھی۔ سحر پھر خاموش ہو گئی تھی وہ مرحا کو دیکھتی سوچ رہی تھی

"ملتان کی ہی لڑکیاں محبت میں اتنی بے وقوف ہوتی ہیں یا دنیا کی ہر لڑکی ہی ایسی شدائی ہوتی ہے۔؟ کہ محبت حاصل کرنے کے لیے بھی سب چھوڑنے کو تیار ہوتی ہے اور محبت نہ ملنے پہ بھی" سحر کو مرحا کی حالت پہ ترس آتا تھا وہ دل سے چاہتی تھی کہ وہ اپنے گھر واپس چلی جائے۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&

محب کی حویلی پہ دوپہر میں بھی بادل چھائے تھے پورچ میں گاڑی رکی تو لان کے پھول اس میں سے اترتی پلوشہ اور محب کو دیکھنے لگے۔پلوشہ بے کل سی لگتی تھی۔اس نے خود کو بڑی مشکل سے سنبھال رکھا تھا۔دل میں بار بار تیمور کا خیال آرہا تھا۔

محب اس کی حالت سے بے نیاز تھا وہ گاڑی سے نکلا اور پلوشہ کی طرف کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔اس کی نظریں اپنے موبائل پہ جمی تھیں۔پلوشہ دھیرے سے گاڑی سے نکلی تو محب نے اندر کی جانب قدم بڑھا دیے۔وہ بھی اس کے پیچھے چلتی لاؤنج میں آگئی تھی لاؤنج میں بوا بیٹھی تھیں۔وہ بوا سے ملی پھر اپنے کمرے میں آگئی۔محب بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔

پلوشہ کمرے میں داخل ہو کر بیڈ پہ بیٹھ گئی تھی۔محب نے اپنا موبائل سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور واش روم میں چلا گیا۔جب وہ نکلا تو اس کا چہرہ گیلا تھا محب نے تولیے سے چہرہ پونچھا اور گیلے

بالوں میں کنگھا کر کے وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔ پلوشہ نے بیڈ کراؤن سے سر ٹکا لیا تھا۔ سوچیں ایک بار پھر اسے تیمور کے پاس لے گئیں تھیں۔ اس نے آنے سے پہلے امی کے موبائل سے تیمور کی بہن کو کال کی تھی پر انہوں نے اٹھائی ہی نہ تھا اس کا دل تب سے بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ ذہن میں آنے والی بھیانک سوچوں کی وہ بار بار تردید کر رہی تھی پر دل کو چین نہ آتا تھا۔

اس کی سوچوں کا تسلسل اس وقت ٹوٹا جب محب کے موبائل پہ میسج بپ ہوئی اس نے چونک کر موبائل کو دیکھا۔ سائیڈ ٹیبل پہ رکھے موبائل کی اسکرین چمک رہی تھی۔ پلوشہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر اس نے چمکتی اسکرین پہ انگلی سوائپ کی تو اسکرین سے لاک ہٹ گیا۔ پلوشہ کا دل بری طرح سے اچھلا وہ فوراً بیڈ پہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"کیا میں ایک کال بڑی آپا کو کر لوں۔؟" اس نے خود سے سوال کیا۔ لمحوں میں اس نے ہر چیز کا حساب لگایا۔ پھر وہ بیڈ سے کھڑی ہو گئی احتیاط سے موبائل اٹھایا اور اس پہ نمبر ڈائل کرنے لگی۔

نمبر ملا کر اس نے فون کان سے لگایا۔ ایک ہی بیل پہ کال اٹھا لی گئی تھی۔

"میں پلوشہ ہوں تیمور کیسے ہے۔؟" اس نے سوال کیا اور پھر وہ ساکت رہ گئی۔ اسے لگا جیسے اس کا دل بند ہو گیا ہے اور اب وہ کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہل سکے گی۔ ہاتھ سے موبائل چھوٹتا چلا گیا۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________&&

میلسی پہ دوپہر اپنے جوبن پہ تھی۔ لان کی گھاس سنہری ہو رہی تھی۔ مرحا لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ پلوشہ بھی اس کے ساتھ موجود تھی۔ وہ مرحا کو کہہ رہی تھی

"تھوڑی شام ہو جائے پھر بازار چلیں گے" مرحا نے سحر کو دیکھا

"کیوں۔؟ "

"ویسے ہی" اس نے کاندھے اچکا دیے تھے مرحا مسکرا دی۔

"وہ میں آپ کو کچھ دینا چاہتی تھی" مرحا ہچکچاتی ہوئی بولی تھی سحر نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا

"ایک منٹ" مرحا اس کی نظروں کو سمجھتی وہاں سے کھڑی ہو گئی اور کمرے میں چلی گئی۔ جب وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں پیسے تھے

"یہ کچھ پیسے ہیں میں جب گھر سے آئی تھی تو ساتھ لے کر آئی تھی "

"میں ان کا کیا کروں گی۔؟" سحر نے حیرت سے پوچھا

"یہ آپ لے لیں میں یہاں اب۔۔۔" سحر نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ناراضی سے کاٹی

"کرایا دے رہی ہو۔؟ مصطفیٰ کو پتہ چلا تو بہت ناراض ہوں گے" مرحا کچھ کہنا چاہتی تھی اس نے ناں میں سر ہلایا پر سحر بولتی چلی گئی

"مرحا نہیں تم اپنے پاس رکھو ہم پہ تم بوجھ نہیں ہو تم یہاں آرام سے رہو اور اب پلیز مصطفیٰ کے سامنے یہ بات دوبارہ نہ کرنا وہ ہرٹ ہو جائیں گے" مرحا شرمندہ ہو گئی

"ایم سوری" اس نے فوراً کہا

"نہیں کوئی بات نہیں تم انہیں رکھ کر آؤ" مرحا سر ہلاتی ہوئی واپس چلی گئی۔

جب عصر کا وقت ہوا تو وہ دونوں بازار چلی گئی تھیں۔ بازار میں بہت دیر پھرنے کے بعد جب وہ گھر لوٹیں تو ان کے پاس کافی سارا سامان تھا۔ سحر گھر اور مرحا کے لیے بہت کچھ لے کر آئی تھی۔

"ویسے ان سب کی ضرورت نہیں تھی "

" تھی صبح مصطفیٰ کہہ کر گئے تھے کہ اگر میں نے آج چھٹی کرلی ہے تو میں تمہیں باہر لے جاؤں شام کو جب وہ آئیں گے تو ہم شبانہ کی طرف جائیں گے وہ میری نند ہے بلکہ بہن کہنا زیادہ بہتر ہو گا" مرحا اس کے اپنائیت بھرے لہجے سے خوش ہو کر خاموش ہوگئی تھی اسے سحر دو دنوں میں ہی بہت عزیز ہو گئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&&

میلسی پہ جب رات گہری ہوئی تو نہر میں چاند اتر آیا۔ کناروں پہ لگا اونچا اونچا گھاس لہلہا گیا۔ نہر کے دائیں جانب سڑک تھی جس پہ مصطفیٰ کی کار دوڑ رہی تھی۔ جب کے نہر کراس کر کے بائیں جانب آبادی دکھائی دیتی تھی۔ وہ ایک خاموش علاقہ تھا۔ وہاں زیادہ تر خاموشی ہی رہتی تھی۔

سڑک پہ زرد اسٹریٹ پولز کی روشنیاں روشن تھیں۔ سردی سے مرجھائے پتے سڑک کے کنارے پڑے تھے۔ ٹھنڈی رات، آسمان کا چاند اور زمین پہ چھائی اس کی چاندنی دل فریب منظر پیش کر رہی تھی۔ مرحا استعجاب سے چاند کو دیکھ رہی تھی۔ گاڑی کی کھلی کھڑکی سے ٹھنڈی ہوا اندر آرہی تھی۔ اسے میلسی کی یہ جگہ بہت اچھی لگی تھی۔ یہاں کی خاموشی سکون بخش تھی۔ دریا، نہریں، اور سمندر آپ کے دکھ کے ساتھی ہوتے ہیں ان کے کناروں پر بیٹھ کر کسی کو یاد کرنے کا الگ ہی مزہ آتا ہے۔

وہ لوگ جب شبانہ کے گھر پہنچے تو شبانہ اس سے بڑی گرم جوشی سے ملی تھی۔ وہاں جتنا بھی مرحا کا وقت گزرا بہت اچھا گزرا وہ وہاں خوش رہی پر پھر اچانک ہی اسے وہاں اپنا آپ بالکل اکیلا لگنے لگا۔ وہ سوچنے لگی کہ وہ بھی تو گھر میں ایسے ہی شرارتیں کرتی تھی۔ محب، بوا، سفینہ ضرور اسے یاد کرتے ہوں گے۔

"نہیں محب نہیں کرتے ہوں گے" اس نے رنج سے سوچا اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ وہ بڑی مشکل سے خود کو وہاں رونے سے روکے ہوئے تھی۔

جب وہ لوگ واپس آرہے تھے تو سحر نے مصطفیٰ کو کہا

"آئسکریم لیں مصطفیٰ۔؟" مصطفیٰ نے زرا سی گردن ترچھی کی

"سردیوں میں آئسکریم نہیں کھاتے" مرحا نے چونک کر مصطفیٰ کو دیکھا۔ وہ مسکرا کر کہہ کر رہا تھا پر مرحا کا محب سنجیدگی سے یہ سب کہتا تھا۔

وہ ایک دم ہی دوبارہ محب کے پاس پہنچ گئی۔ جہاں وہ لاؤنج میں اس سے آئسکریم کی فرمائش کرتی تھی اور وہ مرحا کی ضد پہ ہار کر اسے آئسکریم کھلانے لے جاتا تھا۔

"تم کھاؤ گی۔؟" سحر کی آواز پہ وہ خیالوں سے نکلی۔ شاید مصطفیٰ آئسکریم کے لیے مان گیا تھا اس لیے سحر خوشی سے پوچھ رہی تھی۔ مرحا نے نفی میں سر ہلایا

"نہیں طبیعت خراب ہو جاتی ہے" اس نے محب کو یاد کر کے اس کی بات دہرائی تھی۔ سحر اس کی آنکھوں کی نمی دیکھ سکتی تھی۔ تبھی وہ خاموش ہو گئی تھی۔

وہ لوگ گھر آ گئے تھے آئسکریم مصطفیٰ نے سب کے لیے آئسکریم لی تھی پر مرحا نے کھائی نہیں تھا۔ آئسکریم کو لا کر اس نے فریج میں رکھ دیا اور اپنے کمرے میں آ گئی۔ اس کا دل کر رہا تھا وہ روئے۔ بہت زور زور سے روئے اسے محب بہت یاد آ رہا تھا۔ وہ اس کے پاس واپس جانا چاہتی۔ ہچکیوں سے روتی وہ کمرے سے باہر آ گئی۔ باہر لاؤنج میں خاموشی تھی۔ سحر اور مصطفیٰ سو گئے تھے۔

وہ چلتی ہوئی لاؤنج میں آکر صوفے پہ بیٹھ گئی۔ گھٹنوں کو صوفے پہ رکھ کر اس نے بانہیں گھٹنوں کے گرد پھیلا لی تھیں۔ آنکھیں ابھی بھی مسلسل بہہ رہی تھیں۔

وہ کچھ دیر روتی رہی پھر اس کی نظر ساتھ رکھے پی ٹی سی ایل پہ پڑی جو خاموشی سے مرحا کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر اسے خالی نظروں سے دیکھنے کے بعد مرحا نے ریسیور اٹھا لیا

وہ فون کو ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی دل بے اختیاری سے کہہ رہا تھا کہ وہ محب کو کال کرے۔

"نہیں میں نے ان سے بات نہیں کرنی وہ اچھے نہیں ہیں" اس نے خود سے وعدہ کیا۔ اور پھر توڑ دیا۔ مرحا نے محب کا نمبر ملایا اور ریسیور کان سے لگالیا۔ پہلی بیل پہ ہی کال اٹھالی گئی تھی وہ دوسری جانب سے اپنی ازل کی سنجیدہ آواز سے بولا تھا

"ہیلو۔؟" اس کی آواز کانوں میں آتے ہی اس نے دھم سے ریسیور رکھ دیا۔

"میں نے واپس نہیں جانا" اس نے خود کو یاد دلایا

"محب اب میرے نہیں ہیں" وہ پھر سے رونے لگی

"محب مجھے آپ یاد آرہیں" اس نے بے بسی سے سوچا

"مجھے آپ کے پاس واپس آنا ہے مجھے آکر لے جائیں" مرحا نے دل میں فریاد کی تھی۔ پتہ نہیں محب کب مرحا کی یہ فریاد سنے گا یا پھر کبھی سنے گا بھی کہ نہیں۔!

&&&&&&&&&&&&&&&&

رات ملتان پہ گہری تھی پر سہانی لگتی تھی۔ بادلوں سے صاف آسمان پہ تارے ٹمٹمارہے تھے۔ پروائی کے جھونکے جسم میں سرائیت کر رہے تھے۔ خشک ہوا میں ہلکی سی اداسی تھی۔ ایک کمی تھی جو محب ہر سانس میں محسوس کر سکتا تھا۔ اس کے ماتھے پہ بکھرے بال ہوا سے ہل رہے تھے اس نے ہاتھ سے بال درست کیے اور سفید روشنی سے نہائے لان میں ہونے والی قدموں کی چاپ پہ اس نے گردن تیچھی کر کے دیکھا۔ داخلی دروازے سے پلوشہ چلتی آرہی تھی۔ وہ اس کے ہاتھ میں موجود ٹرے میں رکھے مگ دیکھ کر ہلکا سا مسکایا تھا۔ اسی نے پلوشہ کو کہا تھا کہ وہ کافی پینا چاہتا ہے۔

شرٹ ٹراؤزز میں ملبوس محب چہرے سے کچھ کچھ پر سکون لگتا تھا۔ وہ آج خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ چشمے کے پیچھے موجود آنکھوں کی سرخی اب ماند پڑتی جا رہی تھی وہ مرحا کے چلے جانے والے فیز سے باہر آ رہا تھا۔ اس نے مرحا کو اب ڈھونڈنا تھا دل سے۔ پوری جان سے۔ اس نے اب اداس نہیں ہونا اس نے اب سب کچھ ٹھیک کرنا ہے سب کے ساتھ انصاف کرنا ہے۔ اس نے شطرنج کی بساط پہ الجھے بکھرے سب مہروں کو ان کے درست مقام پہ رکھنا تھا اور یہ کام محب ہی کر سکتا تھا۔ اب وقت تھا سب کو ان کے صحیح مقام دینے کا اور سب سے پہلے وہ پلوشہ کو اپنی زندگی میں مقام دے چکا تھا۔

پلوشہ چلتی اس کے سامنے آ گئی تو اس نے ہلکا سا سر کو خم دیا یعنی شکریہ۔ پلوشہ جوابی مسکرا کر سامنے رکھی کرسی پہ بیٹھ گئی ایک مگ اس نے محب کی جانب کیا تھا۔ اور دوسرا اپنے لیے رکھ لیا تھا۔

"مرحا کو آج پورا ایک ہفتہ ہو گیا ہے اس گھر کو چھوڑے ہوئے" وہ بولا تو اس کی آواز میں کرب تھا۔ پلوشہ نے لب بھینچے اسے حوصلہ دینے والی نظروں سے دیکھا

"وہ مل جائے گی محب آپ فکر نہ کیا کریں اللہ اس کی حفاظت کر رہے ہوں گے" محب نے گہرا سانس لیا اور آسمان کو دیکھنے لگا جس پہ تارے بکھرے تھے۔

"اسی امید پہ تو میں اب پر سکون ہو گیا ہوں کہ اللہ اس کی حفاظت کر رہے ہیں" اس نے آسمان سے نظریں ہٹا کر سامنے رکھا مگ اٹھا لیا جس سے بھانپ اڑ رہی تھی۔ وہ اسے لبوں تک لے گیا۔ کافی کی خوشبو سانسوں میں اترتی حلق کو تر کرتی چلی گئی۔ پلوشہ نے بھی اپنا مگ اٹھا لیا تھا۔ وہ کچھ جزبز تھی اس نے ہچکچاتے ہوئے کہنا شروع کیا

"آپ کو اس دن میری بات بری تو نہیں لگ گئی تھی۔؟"

"کس دن۔؟" محب کا انداز سادہ تھا

"جب آپ مجھے رونمائی دے رہے تھے" محب نے مسکرا کر سر ناں میں ہلا یا

"مجھے برا نہیں لگا تھا مجھے سچی باتیں بری نہیں لگتیں اب چاہے وہ کتنی ہی کڑوی کیوں نہ ہوں میں انہیں ایکسپٹ کرتا ہوں" اس کی بات سے پلوشہ کو آسودگی ہوئی اس کی پریشانی اسکے کاندھوں کا بوجھ یکدم ہی ہلکا ہوا تھا۔

"شکریہ" پلوشہ نے کہہ کر کافی پینا شروع کر دی تھی۔ محب بھی کافی پی رہا تھا

"تمہیں پتہ ہے مرحا دو سال کی تھی جب میں اسے اپنے ساتھ لایا تھا وہ پورا دن میرے ساتھ رہتی تھی۔ میں اس وقت اسکول کے آخری سالوں میں تھا میرا اسے چھوڑ کر اسکول جانے کا بھی دل نہیں کرتا تھا۔ اگر چلا بھی جاتا تو پورا دن ایک ایک پل گنتا تھا کہ کب چھٹی ہو گی اور میں کب گھر جاؤں گا وہ بچپن سے ہی بہت پیاری ہے" اس کے چہرے پہ مرحا کا ذکر چمک لاتا تھا اس کی آنکھوں کی جوت جل اٹھتی تھی۔ گال کا ڈمپل گہرا ہو جاتا تھا پلوشہ کو اس کی مسکراہٹ اچھی لگتی تھی۔ وہ اب اسے توجہ سے دیکھتی تھی اور بس "کمال" کہہ کر استعجاب میں مبتلا ہو جاتی تھی کچھ اور کہنے کے لیے اس کے پاس الفاظ نہ بچتے تھے۔ سامنے بیٹھا شخص سچ

میں بہت وجیہہ تھا۔اس کا ہر ایک انداز خوبصورت تھا۔ مسکراہٹ، غصہ، سنجیدگی، توقیر ہر ایک چیز سحر زدہ تھی۔یہ بات پلوشہ پچھلے کچھ دنوں میں ہی سمجھ گئی تھی۔ محب ویسے ہی خوشی سے مرحا کا بتارہا تھا

"میں جب کالج جانے لگا تو وہ بڑی ہو گئی تھی وہ میرے ساتھ اسکول جاتی تھی۔ وہ اسکول جاتے ہوئے بہت روتی تھی۔ میں لاکھ جتن کرکے اسے مناتا تھا۔بوا اکثر غصہ کرنے لگتیں تو وہ میرے پاس بھاگ کر آتی تھی۔ بوا نے آج تک اسے ہاتھ نہیں لگایا پر جب بھی وہ اسے ڈانٹتیں تو وہ مجھے آکر کہتی کہ بوا نے اسے مارا ہے" وہ اب کی بار ہلکا سا ہنسا تھا۔پلوشہ بہت توجہ سے اس کی ایک ایک بات سن رہی تھی

"اسے ہم دونوں سے ہی ڈر نہیں لگتا پر وہ ظاہر ایسے کرتی ہے جیسے اسے مجھ سے بہت زیادہ ڈر لگتا ہے۔اس کی مجھ سے کبھی زیادہ دیر صلح نہیں رہتی تھی وہ خود ہی لڑتی تھی اور خود ہی ناراض

ہو جاتی تھی" وہ کہتے کہتے رک گیا۔ پلوشہ نے دفعتاً ان کالی چھوٹی آنکھوں میں یاسیت کو اترتے دیکھا

"پر وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جاتی تھی وہ ناراض ہو کر صرف کمرے تک جاتی تھی اور اس کا بھی دروازہ کھلا رکھتی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ میں اسے منا لوں گا پر اب کی بار وہ مجھ پہ سارے راستے اور دروازے بند کر کے چلی گئی۔ اس نے اب کی بار مجھے دوسرا چانس نہیں دیا" اس کی آواز میں کرب در آیا تھا وہ آسمان کو دیکھنے لگا تھا یوں لگتا جیسے وہ آنکھوں کی نمی چھپا رہا ہو۔ پلوشہ کے دل میں ٹیس اٹھی۔ اس نے فوراً کہا

"محب وہ آپ کے پاس جلدی واپس آجائے گی" محب نے آسمان سے نظریں ہٹا کر پلوشہ کو دیکھ تو وہ اس کی آنکھیں دیکھتی رہ گئی۔ جب کسی کی آنکھوں میں نمی کے ساتھ ہی سرخی پھیل جائے تو وہ اندر سے سچ میں بہت زخمی ہوتا ہے۔ محب کی آنکھیں بھی سرخ ہو گئی تھیں۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر چہرے پہ پھیرے گیلی سانس اندر کھینچی پھر بولا تو آواز سنبھلی ہوئی تھی

"تم نے کل جانا ہے نا اپنی امی کی طرف۔؟" پلوشہ نے ہلکا سا سر ہلا دیا۔

"چلو پھر تم جا کر سو جاؤ میں بھی بس آ رہا ہوں" محب نے خالی مگ میز پہ رکھ دیا تھا پلوشہ انہیں اٹھا کر اندر چلی گئی تھی اور وہ آسمان کو دوبارہ دیکھنے لگا تھا۔ وہ مرحا کو کہاں ڈھونڈے کاش وہ اسے موبائل لے دیتا۔۔۔۔ محب کے دل سے اپنی اس غلطی کا ملال بھی نہ نکلتا تھا۔

وہ بھی کچھ دیر بعد اٹھ کر اندر چلا گیا تھا۔ مرحا کے کمرے میں آ کر اس نے دروازہ بند کیا اور بیڈ پہ دراز ہو گیا۔

&&&&&&&&&&&&&&____________________________

____________&&&&&&&&&&&

ملتان پہ اگلی صبح پھیل گئی تھی یہ صبح بھی رات کی طرح صاف ستھری تھی آسمان پہ سورج تھا بادل نہ تھے پر ہوا سرد تھی۔ وہ سب ناشتے کی ٹیبل کے گرد کرسیوں پہ بیٹھے تھے۔ بوا ناشتہ کر رہی تھیں۔ پلوشہ کچن سے سامان لا رہی تھی

"تم مت لاؤ سفینہ لے آئے گی" بوا یہ بات اسے بہت بار کہہ چکی تھیں پر وہ مان نہیں رہی تھی۔

"بس سب آ گیا ہے بوا جوس رہتا ہے" وہ کہہ کر جانے لگی تھی

"بیٹا سفینہ لے آئے گی تم بیٹھو ناشتہ کرو تم نے جانا بھی ہے" وہ آہستگی سے بوا کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھ گئی۔ محب بھی نیچے منہ کر کے ناشتہ کر رہا تھا۔ اس بات پہ اس نے نظریں اٹھا کر اوپر دیکھا پھر نظریں جھکا لیں۔ پلوشہ اداس لگتی تھی۔ بوا نے اس کے چہرے پہ آئی اداسی کو دیکھا تو محبت سے اسکا چہرہ تھپکا

"اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے گا" پلوشہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اس نے بوا کا ہاتھ تھاما اور چوم لیا۔

"اچھا اب رونا مت تم شاباش ناشتہ کرو آج پراٹھے بہت مزے کے بنے ہیں مجھے تو پچھلے دو دنوں سے ہی تمہارے ہاتھ کے کھانے کی عادت ہوگئی ہے تم نے میری عادتیں بگاڑ دی ہیں" بوا نے ماحول کو خوشگوار کرنا چاہا تھا۔ پلوشہ ان کی بات پہ نم آنکھوں سے مسکرا دی تھی۔

جب اس نے ناشتہ کرلیا تو وہ تیار ہونے چلی گئی۔

"مجھے خوشی ہے تم دونوں کی دوستی ہوگئی ہے" بوا محب کے ساتھ لاؤنج میں آگئی تھیں

"مجھے بھی اس بات کی خوشی ہے" وہ مسکرا کر بول رہا تھا "پلوشہ کے ساتھ میں نے مزید ناانصافی نہیں کرنی میری کوشش ہے کہ اب وہ خوش رہے" بوا نے اس کی بات پہ سر ہلا دیا تھا

"انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا" وہ کہہ کر لاؤنج میں بیٹھ گئی تھیں۔ پلوشہ اپنے کمرے تیار ہو رہی تھی۔ اس نے اپنی امی کے گھر جانا تھا۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&

&&

وہ پلوشہ کو چھوڑ کر جب ان کے گھر سے نکل رہا تھا تو اس نے رک کر کہا

"ہماری دوستی اتنی گہری تو ہو گئی ہے نا کہ تم جب اداس یا پریشان ہو گی تو تم سب سے پہلے مجھے اپنی پریشانی بتاؤ گی" اس نے اتنا کہہ کر اپنی آواز سرگوشی میں بدلی "تمہاری امی کچھ بھی کہیں تو تم مجھے ایک میسج کر دینا میں فوراً آجاؤں گا" پلوشہ نے اسے چونک کر دیکھا اس کی آنکھوں میں شرارت تھی پلوشہ بے اختیار ہنس دی۔

"ایسا کچھ نہیں ہو گا امی مجھے کچھ بھی نہیں کہیں گی وہ بہت اچھی ہیں"

"ساری میری مہربانی ہے" پلوشہ نے فوراً سر اثبات میں ہلایا

"آپ بہت اچھے محب" وہ کہے بغیر نہ رہ سکی۔ محب مسکرایا

"شکریہ اب میں جا رہا ہوں اپنا خیال رکھنا" وہ کہہ کر ان کے گھر سے نکل گیا تھا۔۔۔ پلوشہ کے دل میں محب کے لیے اب ایک الگ ہی جگہ بن گئی تھی۔ وہ اس شخص کو اپنی زندگی سے کبھی نکال نہیں سکے گی۔

&&&&&&&&&&&&&&

&&&&

میلسی کی فضاء میں سب کچھ ویسا ہی تھا۔ مرحا کے دل کی طرح وہ محب کو بھلا نہیں پا رہی تھی۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کے چہرے کی رعنائی کم ہوتی جا رہی تھی۔ وہ بیمار نہ ہو کر بھی صدیوں کی بیمار لگتی تھی۔ خود کو مصروف رکھنے کے لیے اس نے سحر کے ساتھ اسکول جانا شروع کر دیا تھا۔ وہ اسکول میں بھی سب سے لاتعلق رہتی تھی۔ اپنی کلاس میں رہتی۔ اسے اسکول میں کاپی رائٹ کرنے کا کام ملا تھا وہ چھوٹے بچوں کی کاپی ریڈی کرتی تھی انہیں لکھنا سکھاتی تھی یہ اس کی زندگی کی پہلی جاب تھی جس سے وہ خوش بھی تھی چھوٹے بچوں میں بیٹھ کر اسے اپنے دکھ کم لگتے تھے بچوں کی باتوں سے وہ محظوظ ہوتی تھی۔

مصطفیٰ نے اسے ایک موبائل لا دیا تھا

"میں اس کا کیا کروں گی۔؟" جب اس نے مرحا کو موبائل دیا تو اس نے حیرت سے پوچھا

"تم اس شہر میں نئی ہو ضرورت پڑ جاتی ہے اب تم اسکول بھی جانے لگی ہو تو وہاں کام آئے گا"

یہ بات سحر نے کہی تھی مرحا نے خاموشی سے موبائل تھام لیا دو نمبر اس میں پہلے محفوظ تھے سحر اور مصطفیٰ کا اور تیسرا اس نے خود محفوظ کیا تھا محب کا۔۔۔ نمبر محفوظ کرتے ہی اس نے وٹس ایپ آن کی۔ محب کا نمبر نکالا اور اس کی ڈی پی دیکھنے لگی۔ اس میں وہ مسکرا رہا تھا۔ کالے آفس سوٹ میں ملبوس شخص کو مسکراتا دیکھا وہ بھی مسکائی تھی پر اس کی مسکراہٹ میں تکلیف تھی اور آنکھوں میں نمی۔

سحر جب اس کی آنکھوں میں نمی دیکھتی تو کہہ دیتی

"چھوڑ آئی ہو تو اب صبر بھی کر لو مرحا روتی رہو گی تو بھلاؤ گی کیسے انہیں۔؟" مرحا اور رونے لگتی

"میں بھلانا نہیں چاہتی انہیں" وہ یہ دل میں کہتی اور سسکتی رہتی۔ سحر اس کی حالت سے پریشان رہنے لگی تھی وہ مرحا کو پل پل مرجھاتا دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کی پل پل کی اذیت کو

محسوس کر رہی تھی پر مرحا واپس بھی نہیں جانا چاہتی تھی وہ اسے کہتے تو وہ خاموشی سے سنتی رہتی اور پھر اسی خاموشی سے اٹھ کر چلی جاتی۔ سحر اور مصطفیٰ نے پھر اسے کہنا چھوڑ دیا کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مرحا یہ سمجھے کہ وہ اس سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔

&&&&&&&&&&&&__________________________________

________________________&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

اس روز وہ اسکول سے واپس آ رہی تھی۔ سڑک پہ رش تھا۔ سحر نے آج اسکول سے چھٹی کی تھی اس کی طبیعت کچھ خراب تھی۔ مصطفیٰ نے مرحا کو کہا تھا کہ وہ اسے لینے آجائے گا پر مرحا نے منع کر دیا تھا۔

اب وہ اکیلی سڑک پہ چل رہی تھی۔ آہستگی سے چلتی وہ گھر کی جانب جا رہی تھی کے ٹھٹھک کے رکی۔ اسے لگ جیسے کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ وہ بے ساختہ پلٹی۔ دور سفید گاڑی کھڑی تھی جس میں "محب۔" اس کے لبوں نے جنبش کی مرحا بغیر تامل سڑک کراس کرنے لگی اسے

لگ رہا تھا جیسے گاڑی میں بیٹھا شخص اسے بیک ویو مرر سے دیکھ رہا ہے۔ مرحا تیزی سے سڑک کراس کرنے لگی۔ سڑک پہ رش تھا پر اسے رش کی پروانہ تھی وہ سڑک کے عین بیچ میں آگئی تھی۔ گاڑی اس سے کچھ دور ہی تھی۔ تبھی اس نے گاڑی کے شیشے کو بغور دیکھا تو اس کا سارا جوش ہوا ہو گیا۔ وہ کوئی اور تھا۔ وہ محب نہ تھا۔ مرحا کا دماغ محب کو اتنا سوچتا تھا کہ اب اسے محب اپنے ارد گرد ہی محسوس ہوتا تھا۔ اس کی آنکھیں بھر گئیں۔ ماحول دھندلا گیا۔ وہ پلٹ ہی تھی کہ اس کے ہاتھ سے ایک تیز رفتار موٹر سائیکل ٹکرائی مرحا درد سے کراہ گئی۔

وہ سڑک پہ ہاتھ پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔ چوٹ ہاتھ کی زیادہ نہیں تھی پر وہ ایسے رونے لگی تھی جیسے اس کا ہاتھ بے جان ہو گیا ہو۔ دکانوں والے بھاگ کر اس کے پاس آئے تھے۔ سب اس سے پوچھ رہے تھے کہ کیا اس کا ہاتھ ٹھیک ہے۔؟

پر وہ نیچے منہ کیے رو رہی تھی۔ ہاتھ کے درد سے آنسو دل کے درد کے نکل رہے تھے۔ وہ وہاں بیٹھ کر روتی رہی ایک عورت نے اس کا شانا ہلا کر اس کا ہاتھ دھیرے سے اٹھایا۔

"ہاتھ پہ زیادہ چوٹ نہیں لگی بس جھٹکا آیا ہے تم کھڑی ہو جاؤ گھر جا کر گرم پڑی باندھ لو گی تو ٹھیک ہو جائے گا" عورت کی بات پہ اسنے بھیگی پلکوں سے عورت کو دیکھا پھر اسے اندازہ ہوا کہ وہ سڑک پہ بیٹھی ہے اور وہ دراصل ہاتھ کی چوٹ پہ نہیں دل کی چوٹ پہ رو رہی ہے مرحا فوراً کھڑی ہو گئی۔ عبایے کے بازو سے چہرہ صاف کیا اور وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔وہ محب نہیں تھا اس بات کا دکھ اسے پورے راستے رہا۔

&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&&&&&&&&&&&&

وہ گھر آئی تو اس کی روئی روئی آنکھیں دیکھ کر سحر پریشان ہو گئی

"کیا ہوا ہے تمہیں۔؟" سحر نے اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ درد سے کراہی

"کیا ہوا ہاتھ پہ۔؟" سحر مزید پریشان ہو گئی۔

"کچھ نہیں موٹر سائیکل لگ گیا تھا" اس نے اپنے لہجے کو سادہ رکھنا چاہا پر آواز بھرائی ہوئی تھی۔ اس کا دکھ کم نہیں ہوا تھا وہ محب کو دیکھنا چاہتی تھی محب اسے کیوں نہیں ڈھونڈ رہا۔؟

اسے ساتھ ساتھ محب پہ غصہ بھی آتا تھا

"کیا۔؟ ایسے کیسے لگ گیا" سحر نے اس کا ہاتھ اب کی بار احتیاط سے پکڑا تھا

"زیادہ تو نہیں لگی نا۔؟" وہ اسے صوفے پہ بٹھا کر پوچھ رہی تھی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں" مرحا نے کہا

"میں مصطفیٰ کو کال کرتی ہوں وہ تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر جائیں گے" سحر بولتی ہوئی کھڑی ہو گئی

"نہیں میں ٹھیک ہوں آپی" اس نے سحر کو روکنا چاہا

"نہیں میں بلاؤں گی وہ بعد میں مجھ سے خفا ہوں گے" وہ کہہ کر مصطفیٰ کو کال کرنے لگی تھی مصطفیٰ نے جیسے ہی کال اٹھائی تو اس نے اسے فوراً آنے کا کہہ کر فون رکھ دیا تھا

"پر ایسے کیسے لگ گئی وہ کیا اندھا تھا۔؟" سحر کو موٹر سائیکل والے پہ غصہ آرہا تھا

"نہیں میں اندھی تھی" مرحا کی مدہم اور کھوئی ہوئی آواز پہ اس نے چونک کر مرحا کو دیکھا وہ بول رہی تھی

"میں اندھی ہوگئی تھی یادوں کا دھواں میری آنکھوں میں بھر گیا تھا اور میں دیوانوں کی طرح چلنے لگی۔ پہلے دل کیا خیال نہیں رکھا تو یہاں پہنچ گئی۔ اب تن کا خیال نہیں ہے اب نجانے میں کہاں جاؤں گی" وہ کرب سے بولتی ہوئی خاموش ہوگئی۔ سحر کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اس نے مرحا کو اپنے سینے سے لگا لیا

"تم نہیں رہ پا رہی ان کے بغیر تم واپس چلی جاؤ مرحا" مرحا بھی رونے لگی۔ درد نے پھر سر اٹھا لیا تھا۔

"جاؤں گی تو انہیں پھر سے اپنا کہوں گی پر وہ کسی اور کے ہیں میں انہیں کسی اور کا دیکھ ہی نہیں سکتی مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے" سحر نے اس کے آنسو صاف کیے

"پر ایسے کیسے گزارو گی زندگی" مرحا نے سحر کے ہاتھ تھامے

"آپ دعا کریں میری زندگی کم ہو جائے میں زیادہ رہی تو یونہی برباد ہوتی رہوں گی" سحر نے اسے خفگی سے دیکھا

"میں تمہیں دولگا دوں اگر اب دوبارہ ایسی بات کی تو تم ہمیشہ خوش رہو گی دیکھنا تم سب ٹھیک ہو جائے گا" سحر نے اسے دوبارہ سینے سے لگا لیا تھا۔ مرحا جانتی تھی کہ یہ بات بس حوصلہ دینے کے لیے کہی جاتی ہے ورنہ محبت میں کہاں سب صحیح ہوتا ہے۔؟ ایک بار بگڑنے لگے تو سب کچھ گڑتا ہی چلا جاتا ہے۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&_______________________________

_______________________&&&&&

مصطفی اس کے ہاتھ پہ پٹی کروالایا تھاڈاکٹر نے بھی یہی کہا تھا کہ چوٹ زیادہ نہیں ہے گرم پٹی کرنے سے ٹھیک ہو جائے گی پر پھر نجانے کیوں وہ پوری رات اپنا ہاتھ تھام کر کمرے میں گھٹ گھٹ کر روتی رہی۔

صبح اسے سحر نے اسکول جانے سے منع کیا تھا پر اس نے کہا

"گھر بور ہو جاتی ہوں میرا دل بچوں کے ساتھ لگ جاتا ہے" سحر نے اسے پھر زیادہ فورس نہیں وہ مرحا کی کل والی حالت دیکھ کر اسے اکیلا چھوڑنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ وہ مرحا کو لے کر اسکول آگئی تھی۔ مرحا اپنی کلاس میں آکر بیٹھ کر بچوں کو کام کروانے لگی تھی پر اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ پھر روئے۔ جب بھی وہ اپنے ہاتھ کو دیکھتی تو وہ دکھنے لگتا مرحا محب کا نام لے لے کر روتی تھی۔ درد میں ہم اسے ہی پکارتے ہیں جس سے ہمیں بے تحاشہ محبت ہوتی ہے اور مرحا کو محب سے بے تحاشہ تھی اس لیے وہ محب کو پکار پکار کر رو رہی تھی

"محب مجھے ڈھونڈلیں" رو رو کر کہہ رہی تھی

"آپ مجھے کیوں نہیں ڈھونڈ لیتے۔؟" وہ اپنی سسکیوں کو منہ پہ ہاتھ رکھ کر روک رہی تھی بچے سب حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے پر وہ بے نیاز تھی۔۔۔۔

"آپ کہتے تھے آپ مجھے ہر جگہ سے ڈھونڈ لیں گے پھر اب۔؟" اسے محب پہ غصہ آنے لگا تھا

"آپ جھوٹ بولتے تھے۔ آپ جھوٹے ہیں" اس کا غصہ پل پل بڑھ رہا تھا اس کا دل کر رہا تھا کہ محب اس کے سامنے آجائے اور وہ اسے خوب سنائے۔ وہ کچھ دیر سسک سسک کر بولتی رہی پھر اس نے پرس سے موبائل نکالا اور محب کا نمبر نکال کر اس نے اشتعال سے اسے کال ملا دی۔۔۔ بیل جا رہی تھی۔۔۔۔ ایک پھر دوسری۔۔۔۔ پھر تیسری۔۔۔۔۔ چوتھی بیل کے دم توڑنے سے پہلے ہی اس نے کال اٹھالی تھی مرحا چھوٹتے ہی بولی

"آپ بہت برے ہیں محب میں آپ سے کبھی بات نہیں کروں گی اور آپ جھوٹ کہتے تھے کہ آپ مجھے ہر جگہ سے ڈھونڈ لیں گے۔ اب دیکھیں میں کب سے گم ہوئی ہوں آپ نے

مجھے نہیں ڈھونڈا کیونکہ آپ کو مرحا کی ضرورت ہی نہیں ہے" اس کا سانس پھولنے لگا تھا وہ ہچکیوں کے بار بار آنے سے رکتی پھر بولنے لگتی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔

"میں ایک دن مر جاؤں گی اور آپ کو پتہ بھی نہیں چلے گا آپ کو تو یہ بھی نہیں پتہ کہ میرے ہاتھ پہ چوٹ لگ گئی ہے اور مجھے کتنا درد ہو رہا ہے۔ آپ۔۔۔۔ آپ۔۔۔ سچ میں بہت گندے ہیں۔ مجھے آپ سے نفرت ہے۔۔۔ بہت زیادہ نفرت آپ۔۔۔۔" اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ محب کو کیا ہی کہہ دے۔ اس نے دل کی ساری بھڑاس نکال کر بغیر کوئی جواب سنے کال کاٹ دی اور اسے گود میں رکھ کر پھر سے رونے لگی۔

وہ مرحا تھی محب کی مرحا جو اپنی ایک ایک تکلیف، درد، اور چوٹ محب کو دکھاتی تھی وہ محب کے بغیر رہ ہی نہیں سکتی تھی چندہ ماہ ہوں یا چند دن وہ محب کے ساتھ کے بغیر کچھ نہ تھی۔ اسے محب نے سنبھالا تھا اور اسے محب کی ہی عادت تھی یہ وہ عادت تھی جسے وہ چھوڑ ہی نہیں سکتی تھی۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&

&&&&&&

کیبن میں سانس لینے تک کی آواز نہ آتی تھی۔ وہ دم بخود سا کان سے موبائل لگائے ساکت بیٹھا تھا۔ سب کچھ جیسے تھم گیا تھا۔ سماعتوں میں ابھی تک اس کے شکوے گونج رہے تھے اس کی سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ ہلنا تک بھول گیا تھا۔ کیبن کی قدِ آدم کھڑکی کے بلائنڈز ہٹے تھے جہاں سے دھوپ کی کرنیں اندر آرہی تھیں۔ باہر پرندے اڑرہے تھے۔ اس کا سکوت اس وقت ٹوٹا جب ایک چڑیا کھڑکی کے کانچ سے ٹکرائی۔ اس نے گردن ترچھی کر کے کھڑکی کو دیکھا۔ چڑیا جا چکی تھی۔

محب نے وہاں سے نظریں ہٹ کر موبائل کی اسکرین کو دیکھا جس کی اسکرین روشن تھی پھر اس نے بغیر تامل تیزی سے نمبر ری ڈائل کیا اور کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ اس کا وجود مضطرب ہو گیا تھا۔

کال جا رہی تھی۔ وہ بے چینی سے کیبن میں چکر لگانے لگا تھا دوسری بیل پہ جب مرحا نے کال اٹھائی تو اس نے چھوٹتے ہی کہا

"مرحا" اسے جیسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ دوسری جانب مرحا ہی ہے

"مجھے آپ سے بات نہیں کرنی" اس کا انداز ویسا ہی تھا ناراض، دکھی،

"مرحا میری جان کہاں ہو تم۔؟" وہ اضطراب سے بولا

"نہیں ہوں میں آپ کی جان آپ مجھے اب دوبارہ کال مت کیجئے گا مر گئی ہے مرحا آپ کے لیے "

"چپ" وہ تیزی سے بولا "فضول باتیں نہیں کرتے تم کہاں ہو۔؟ "

"میں نہیں بتاؤں گی مجھے آپ کے پاس واپس نہیں آنا آپ برے ہیں" اس نے کہہ کر ٹھک سے کال رکھ دی۔ محب کا دل کسی نے مٹھی میں لیا۔ وہ مرحا کو دوبارہ کال کرنے لگا پھر رکا۔ اس نے اپنے مینجر کو کال کی

"میں ایک نمبر بھیج رہا ہوں اس نمبر کی کال ٹریس کروانی ہے" وہ جانتا تھا کہ مرحا ناراض ہے وہ کبھی ٹھیک سے نہیں بتائے گی کہ وہ اس وقت کہاں ہے اس لیے اس نے نمبر ٹریس کروانے کا فیصلہ کیا۔ محب نے مینجر کی طرف سے میسج آتے ہی مرحا کو دوبارہ کال کی

"کیوں کر رہے ہیں آپ بار بار کال۔؟" وہ اپنی کلاس میں بیٹھی چڑ کر بولی تھی۔ بار بار بازو سے آنسو صاف کرتی بچے ویسے ہی اسے پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس کی کلاس کا دروازہ کھلا تھا پر وہ بے نیازی سے بیٹھی رو رہی تھی۔ اسے بس محب سے آج لڑنا تھا۔ اسے خوب ساری باتیں سنانی تھیں۔ اسے بتانا تھا کہ وہ کتنی دکھی ہے۔ اس کی وجہ سے مرحا کو کتنی تکلیف ہوئی ہے۔ محب کی آواز اس کے کان میں گونج رہی تھی وہ دوسری طرف سے نرمی سے بول رہا تھا

"کیونکہ میں نے تم سے بات کرنی ہے"

"میں نے نہیں کرنی"

"مت کرو پر مجھے کرنے دو" محب کی بات پہ اس کی آنکھیں بھر گئیں

"میں نے آپ کی بھی نہیں سننی" وہ بھرائی ہوئی آواز سے بول رہی تھی

"مرحا میں نے تمہیں بہت ڈھونڈا ہے تم کہاں ہو مجھے بتادو میں تمہیں ابھی لینے آجاؤں گا"

اس کا لہجہ التجائیہ تھا۔ مرحا نے سر ناں میں ہلایا

"نہیں میں آپ کو دیکھنا بھی نہیں چاہتی آپ بہت برے ہیں"

"ہاں میں ہوں برا پر تم تو اچھی ہو نا تم میری بات مان جاؤ نا بتاؤ نا بچے کہاں ہو آپ کے محب تھک گئے ہیں آپ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ بہت اداس ہیں آپ کے بغیر" اب کی بار محب کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ مرحا کا دل مچل گیا۔ اس کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھتا چلا گیا

"آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں نا۔؟" انداز پوچھنے والا تھا

"نہیں میری جان نہیں میں سچ کہہ رہا ہوں تمہاری قسم" وہ مرحا کی جھوٹی قسم نہیں کھاتا تھا یہ بات مرحا اچھے سے جانتی تھی۔

"پر میں اب واپس نہیں آؤں گی آپ کال مت کیجئے گا اب دوبارہ مرحا آپ سے کبھی بات نہیں کرے گی وہ اب آپ کو کبھی نہیں ملے گی" مرحا نے آنکھیں رگڑ کر کال کاٹ دی۔ محب نے ائلنے مینجر کو کال کی اس نے اسے فوراً خوشی سے کہا

"سر کال ٹریس ہو گئی ہے میں ابھی آپ کو مکمل پتہ بھیج رہا ہوں" محب اپنے موبائل کو دیکھنے لگا تھا اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ کچھ ساعتوں بعد اس کے موبائل پہ میسج آیا

"میلسی" اس نے زیرِ لب دہرایا۔ وہ پھر کیبن سے بھاگنے کے انداز سے نکلا تھا۔

وہ پارکنگ ایریا سے اپنی گاڑی میں بیٹھا بوا کو کال کی

"میں آج مرحا کو لے کر واپس آؤں گا آپ دعا کریں بوا سب اچھا ہو جائے" بوا کا جواب سنے بغیر اس نے کال کاٹ دی تھی۔ اب اس نے میلسی جانا تھا جو صرف دو گھنٹے کے فاصلے پہ تھا۔ وہ اب مرحا سے صرف دو گھنٹے کی دوری پہ تھا اور اپنی زندگی کے بہت اہم سچ سے بھی!...

&&&&&&&&&&&&&&___________________________________

__________________________________&&&&

مرحا اپنی کلاس میں بیٹھی گود میں موبائل رکھ کر موبائل کو دیکھ رہی تھی۔ محب نے دوبارہ کال نہیں کی تھی۔ اب وہ اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی۔

"جھوٹ سب جھوٹ کہہ رہے تھے۔ میں نے دو بار کال کاٹی تو دوبارہ کی ہی نہیں" اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اپنا ہی منہ نوچ لے

"اللہ کرے میں مر جاؤں" اس نے غصے سے کہا تھا کہ تبھی اس کی کلاس کے دروازے پہ پیؤن آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے اچانک آ جانے پہ مرحا دھک سے رہ گئی

"آپ کو نیچے میڈم بلا رہی ہیں" وہ کہہ کر چلا گیا۔ مرحا کا دل کیا وہ نہ جائے پر جانا ضروری تھی۔ اس نے باہر نکل کر واش روم کی طرف لگے بیسن سے منہ دھویا۔ اس کی کلاس کے سامنے ہی سحر کی کلاس تھی۔ وہ سحر کے پاس جانے لگی پھر رک گئی اور سیدھی نیچے آگئی۔ نیچے صحن کے آگے برآمدے میں ٹیبل رکھا تھا جس کے پیچھے موجود کرسی پہ دراز قدم اور خوش شکل میڈم بیٹھی تھیں۔ ٹیبل کے دائیں جانب ایک سر بیٹھے تھے جن کی نظریں مرحا پہ تھیں ان کا چہرہ سپاٹ تھا۔ مرحا کو کچھ غلط محسوس ہوا اس کا دل ڈوبنے لگا پر وہ ہمت کر کے ان کے سامنے آگئی

"جی۔؟" اس نے آہستگی سے پوچھا۔ میڈم نے سر کو دیکھا آنکھوں میں اشارہ کیا لب بھینچ کر پھر مرحا کی جانب متوجہ ہوئیں

"آپ کلاس میں موبائل استعمال کر رہی تھیں۔؟" مرحا کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ اوپر تو کوئی بھی نہ تھا پھر نیچے کیسے۔؟ اس نے ہلکی سی گردن ترچھی کر کے پیؤن کو دیکھا جو مسکینا بن کر بیٹھا تھا۔ اسے تبھی سحر کی بات یاد آئی "تم اسکول کے پیؤن سے بچ کر رہنا یہ بڑا منحوس ہے یہاں

کی وہاں فوراً لگاتا ہے" مرحا نے گہرا سانس لیا۔ وہ کونسا ان سے ڈرتی تھی اور نہ ہی اس کی کوئی مجبوری تھی یہاں کام کرنا کیونکہ مصطفیٰ کو ویسے ہی اچھا نہیں لگتا تھا دونوں کا اسکول پڑھانا۔

"جی کر رہی تھی" محب والا غصہ اب وہ ان پہ اتارنے کا سوچ رہی تھی۔ اس نے سینے پہ ہاتھ باندھ لیے۔ میڈم نے اس کے شانت جواب پہ تعجب سے اسے دیکھا سر بھی اسے دیکھے رہے تھے

"مس آپ کو مس سحر نے نہیں بتایا کہ کلاس میں موبائل استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے"

"بتایا تھا"

"پھر بھی آپ کر رہی تھیں۔؟"

"گھر کال کی تھی ضروری بات کرنی تھی" سپاٹ چہرے سے وہ بولی تو میڈم اس کی ڈھٹائی پہ لب بھینچ کر بولیں

"اگر بڑے سر تک یہ بات پہنچ گئی تو وہ آپ کو اسکول سے ہی نکل دیں گے" میڈم نے ڈرایا

"سر کی مرضی جو مرضی کریں مجھے یہاں کسی سے ڈر نہیں لگتا" مرحا نے ان دونوں کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا اور دھپ دھپ کرتی زینے چھڑتی اوپر چلی گئی۔ میڈم اور اس سر کی پشت دیکھتے رہ گئے۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&&

اسے پورے دو گھنٹے بعد مرحا کا اسکول مل گیا تھا۔ وہ اپنی گاڑی سڑک پہ کھڑی کر کے آیا تھا تنگ گلی میں چلتا اب وہ خستہ حال عمارت کے سامنے کھڑا تھا۔ جس کا دوسرا چھوٹا دروازہ کھلا تھا۔ وہاں اوپر محراب پہ لکھا تھا

"دفتر" وہ اس دروازے کے پاس آگیا

گارڈ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا

"مجھے مرحا سے ملنا ہے" گارڈ اس کی بات پہ الجھا کچھ سوچنے لگا پھر اس نے پوچھا

"وہ جو نئی ٹیچر آئی ہیں۔؟" محب اس کی بات پہ ناسمجھی سے دیکھنے لگا مرحا یہاں ٹیچنگ کرنے لگی ہے۔؟ اس کی مرحا کیا کچھ دنوں میں اتنی بڑی ہو گئی ہے کہ وہ اب بچوں کو پڑھا سکتی ہے۔؟ یہ وقت محب کی زندگی کا سب سے مشکل وقت تھا مرحا کو پتہ نہیں کیا مجبور ہو گی جو اسے کام کرنا پڑا۔ وہ تو کبھی گھر کا کام نہیں کرتی تھی اور اب۔۔۔۔

محب کا دل یاسیت کی دھند میں گھر گیا۔ تکلیف اس کی آنکھوں میں در آئی تھی اس نے سر اثبات میں ہلایا تو گارڈ نے اسے دفتر میں بٹھا لیا اور خود اندر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد اس کے ساتھ وہی سر تھے جو میڈم کے پاس بیٹھے تھے

"جی۔؟" انہوں نے محب سے سوال کیا۔ وہ کچھ پل محب کو دیکھتے رہے۔ اس کی شخصیت سے سر مرعوب ہوئے تھے۔ محب نے اسے نیچے سے اوپر تک دیکھا۔ گارڈ نے آتے ہی کہا تھا

"یہ سر ہیں ان سے بات کر لیں" محب سامنے کھڑے شخص میں سر ہونے والی ایک نشانی تلاش کر رہا تھا سادے آسمانی رنگ کی لون کی قمیض شلوار میں ملبوس وہ بھوری آنکھوں والا شخص

دیہاتی لگتا تھا۔ جس کی قمیض اور کف کے بٹن کھلے تھے پیروں میں مٹیالے سینڈل تھے۔ بال سفید اور بھورے سے تھے جیسے مہندی لگا کر ان کی سفید چھپائی ہو۔ الجھے بکھرے بال ان کے ماتھے پہ تھے۔

محب کو وہ شخص پسند نہیں آیا تھا۔

"مجھے مرحا سے ملنا ہے میں ان کا کزن ہوں" وہ سر بیٹھنے کا اشارہ کرتے خود بھی کرسی پہ بیٹھ گئے

"پر یہاں ہم فیل میل ٹیچرز کو ان کے کزنوں سے ملنے کی اجازت نہیں دیتے آپ ان سے ملاقات گھر جا کر کر لیجئے گا" محب کے ماتھے پہ بل پڑ گئے۔ بھنو اچکا کر اس نے سر کو دیکھا

"میں نے آپ سے اجازت نہیں مانگی مسٹر" وہ بیٹھا نہیں تھا سر کے سامنے کھڑا تھا۔ ان کے درمیان میز حائل تھی محب نے ان میز پہ ہتھیلیاں رکھیں اور جھک کر کہا۔"میں نے آپ کو کہا ہے کہ مرحا کو بلائیں" وہ چبا چبا کر بولا تھا

"دیکھ۔۔۔ دیکھیں ایسے نہیں ہو سکتا" سر کا دل ڈر سا گیا۔ محب کے پتھریلے تاثر اس کا حلق سکھانے کو کافی تھے۔ محب نے صبط سے گہرا سانس لیا گردن ہلکی سی ترچھی کر کے اپنا غصہ قابو کیا پھر بولا

"میں نے کہا آپ اسے بلا دیں ورنہ میں پولیس کو بلالوں گا کہ آپ مجھے میری کزن سے ملنے نہیں دے رہے۔ یہ جو آپ نے فضول سے اصول بنا رکھیں ان پہ آپ لوگ ہی چلیں آپ میری مرحا کو بلائیں ورنہ پولیس آجائے گی" وہ کھلم کھلا دھمکی دے رہا تھا۔ گارڈ کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں۔ وہ کبھی سر کو تو کبھی محب کو دیکھتا۔ سر کے چہرے پہ کالے سائے لہرانے لگے۔ وہ کھنکارا

"ٹھیک ہے آپ بیٹھیں" محب زبردستی سا مسکایا

"گڈ" کرسی پہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر بیٹھ گیا۔ "زرا جلدی بلائیں" سر اٹھ کر جا رہے تھے تو اس نے پیچھے سے کہا۔ سر نے رک کر اسے دیکھا۔ سر کو جنبش دی اور اندر چلے گئے۔

&&&&&&&&&&&&&&&_________________________

_____________&&&

وہ اندر آئے تو چہرے کے رنگ اڑے ہوئے تھے

"تم جاؤ مس مرحا کو بلا کر لاؤ کہنا ان سے کوئی ملنے آیا ہے" سر کی بات پہ میڈم حیرت سے بولیں

"آپ نے انہیں منع نہیں کیا کہ ہم ایسے ملنے نہیں دیتے "

"او چھوڑیں میڈم جی بدتمیز سے لوگ ہیں ابھی آپ نے مس کا انداز تو دیکھا ہی تھا انہوں نے ہی کال کر کے بلایا ہو گا۔ آپ مس سحر سے بات کیجئے گا انہیں کہہ دینا کہ ہم ایسی ٹیچرز نہیں رکھتے" سر کے چہرے پہ برہمی تھی۔ پیؤن جب مرحا کو بلا کر لے آیا تو میڈم نے اسے ناک چڑھا کر دیکھا

"آپ کے کزن آئیں ہیں باہر" مرحا ان کی بات پہ ششدر رہ گئی۔

"میرے کزن۔؟" اسے جیسے یقین نہ آیا۔

"ظاہر سی بات ہے آپ کو۔۔۔۔۔" میڈم اسے ابھی اور جلے ہوئے لہجے میں سنانا چاہتی تھیں پر مرحا وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ میڈم کا خون اور جل گیا۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&

وہ اسکول کے دفتر میں بیٹھا تھا اس کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا وہ زندگی میں پہلی بار مرحا کو اتنے دنوں بعد دیکھ رہا تھا ورنہ وہ ایک دن سے زیادہ دور نہیں رہا تھا۔ کبھی کام کی وجہ سے اسے شہر سے باہر جانا بھی پڑتا تھا تو وہ رات کو واپس آجاتا تھا کیونکہ مرحا کو سب گھر میں موجود چاہیے ہوتے تھے وہ کسی کے بغیر نہیں رہتی تھی۔

محب کی نظریں جھکی تھیں تبھی دفتر میں کوئی داخل ہوا۔ محب نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو سامنے وہ ساکت کھڑی تھی۔ عبایے میں ملبوس کمزور، نازک لڑکی اسے شاکی نظروں سے دیکھ رہی

تھی۔ وہ وہیں رک گئی تھی۔ محب اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ وہ مرحا کو بغور دیکھ رہا تھا۔ سب سے پہلے اس نے جو چیز دیکھی تھی وہ مرحا کے ہاتھ پہ بندھی پٹی تھی پھر اس نے مرحا کا چہرہ دیکھا جس کی رعنائی کھو سی گئی تھی۔ ہر وقت تاروں کی طرح جگر جگر کرتی آنکھیں بجھی ہوئی تھیں۔ محب کے قدم اسے مرحا کے قریب کر رہے تھے۔ وہ شل کھڑی تھی پر آنکھوں میں نمی سر اٹھانے لگی تھی۔

"مرحا میری جان" وہ اس کے مقابل آرکا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اسے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ گارڈ پتھر کا بن کر رہ گیا یہ سب اس کے لیے نیا تھا۔

"تم مجھے چھوڑ کر کیوں چلی گئی تھیں" اس نے مرحا کو اپنے سینے سے جدا کیا "دیکھو اپنے محب کو وہ کتنے اداس ہیں تمہارے بغیر" محب کی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں۔ مرحا کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر اس کے چہرے پہ بکھرنے لگے تھے۔ وہ کچھ کہنے لگی پھر رک گئی۔ آنکھوں کے

سامنے محب مولوی کے ساتھ بیٹھا دکھائی دینے لگا۔ یہ جو سامنے شخص کھڑا تھا وہ اس کا ہے ہی نہیں۔ پھر اس سے کیا کچھ کہنا۔۔؟ مرحا نے اس کے ہاتھ بازوؤں سے ہٹائے

"آپ یہاں کیوں آئے ہیں میں نے نہیں جانا آپ کے ساتھ آپ میرے نہیں ہیں" وہ بھرائی آواز سے کہتی اس کے ہاتھ جھٹکتی دفتر سے باہر کی طرف بھاگ گئی تھی۔

"مرحا۔؟" محب نے اسے پیچھے سے آواز دی پر وہ دفتر سے نکل گئی تھی۔ محب بھی بغیر دیر کیے اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

&&&&&&&&&&&&____

______________________________&&&&&&&&&&&&

وہ والہانہ بھاگ رہی تھی۔ محب کی گاڑی اس کے پیچھے ہی تھی۔ وہ چند منٹوں میں مصطفٰی کے بنگلے کے سامنے کھڑی تھی اس نے دروازے کا لاک کھولا اور اندر چلی گئی۔ محب بھی گاڑی سے نکل کر اندر داخل ہو گیا تھا۔

"مرحا" اسنے اندر آکر مرحا کو آواز دی تھی جو ایک پل کو رکی ڈبڈبائی نگاہوں سے محب کو دیکھا پھر آنکھیں رگڑتی کمرے میں چلی گئ اسنے دروازہ بند کر لیا تھا۔

"مرحا دروازہ کھولو" محب دروازے پہ آکر کھڑا ہو گیا تھا وہ دروازہ بجاتے بول رہا تھا

"میں نے نہیں جانا آپ کے ساتھ" وہ اندر سے گویا ہوئی تھی

"مرحا میری بات تو سن لو تم اپنے محب کو ایک چانس بھی نہیں دو گی۔؟"

"آپ میرے نہیں ہیں" وہ دروازے کو پشت لگا کر کھڑی تھی۔ محب باہر دستک دے رہا تھا

"مرحا میں تمہارا ہی ہوں پلیز دروازہ کھولو میں نے تم سے بات کرنی ہے"

"پر میں کہہ چکی ہوں میں نے نہیں کرنی آپ نے پہلے میری بات سنی تھی جواب میں آپ کی سنوں۔؟" وہ محب سے پچھلے حساب مانگ رہی تھی

"میں نے تب غلطی کی تھی مجھے معاف کر دو"

"نہیں کروں گی "

"میں اب رونے لگ جاؤں اگر تم نے دروازہ نہ کھولا تو تم چاہتی ہو تمہارے محب روئیں۔ ؟"

مرحا کی آواز بند ہو گئی۔ اس نے محب کے لہجے پہ توجہ دی وہ نم لہجے سے بول رہا تھا اس کی آواز میں تھکن تھی۔ مرحا کا دل پسیج گیا۔

"آپ نے کہا تھا آپ میرے نہیں ہیں" وہ دروازہ کھولنے کو پلٹ گئی تھی۔

"میں نے جھوٹ کہا تھا "

"آپ اب بھی جھوٹ بول رہے ہیں"

"میں اب سچ کہہ رہا ہوں دروازہ کھولو مرحا" مرحا نے دروازہ کھول دیا۔ محب نے دروازہ کھولتے ہی اسے اپنے سینے سے لگا لیا اس کی گرفت مضبوط تھی

"میں صرف تمہارا ہوں میں نے پلوشہ کو چھوڑ دیا ہے میں نے اسے طلاق دے دی ہے میں اسے اپنا آپ نہ دے سکا میں خود کو بچا کر تمہارے پاس لے آیا ہوں۔ مجھے قبول کر لو مجھ سے

میرے سارے اختیار لے لو" اور مرحا ساکت رہ گئی۔ کیا وہ سچ کہہ رہا تھا۔؟ یا پھر اسے بہلا رہا تھا۔؟

"آپ جھوٹ تو نہیں کہہ رہے۔؟" مرحا کو یقین نہ آیا۔

"میں تمہارے لیے جب مر جاؤں گا تو تمہیں یقین آئے گا ہے نا۔؟" اس نے مرحا کو خود سے جدا نہ کیا تھا پر ناراضی سے بولا تھا۔ مرحا خاموش ہو گئی۔ اس نے مرحا کو اپنے سینے الگ کیا اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر لاؤنج میں آگیا

"میں تمہیں سب بتا دیتا ہوں تم سب سن لو پھر فیصلہ کر لینا" مرحا اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ وہ بولنے لگا تھا۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________

&&&&&&&&&&&&&&______________________

کچھ وقت پیچھے چلتے ہیں دوبارہ محب کے کمرے میں جہاں پلوشہ کان سے فون لگائے کھڑی ہے

"میں پلوشہ ہوں تیمور کیسا ہے۔؟" وہ ابھی اتنا ہی بول سکی تھی کہ کمرے میں محب داخل ہو گیا۔ پلوشہ کی اس کی طرف پشت تھی پر وہ پھر بھی ساکت رہ گئی تھی۔ موبائل اس کے ہاتھ سے چھوٹتا چلا گیا تھا۔ موبائل جب نیچے گرا تو اس کا کال اسپیکر اوپن ہو گیا تھا۔ وہاں سے آواز آ رہی تھی۔

"وہ ٹھیک ہے پلوشہ اسے ہوش آگیا ہے وہ ایک بار تم سے ملنا چاہتا ہے تمہیں خدا کا واسطہ اس سے ایک بار آ کر مل لو وہ بہت اذیت میں وہ رات سے رو رہا ہے تمہیں اللہ کا واسطہ ایک بار اس سے آ کر مل لو" بڑی آپا رو رو کر کہہ رہی تھیں۔ پلوشہ میں پلٹنے کی بھی ہمت نہ بچی تھی اسکا وجود بے جان ہو گیا تھا وہ بہت ہمت کر کے پلٹی تھی محب وہیں کھڑا اپنے موبائل سے اٹھنے والی آواز کو سن رہا تھا۔ بڑی آپا کو جب کوئی جواب نہ ملا تو انہوں نے بے بسی سے فون رکھ دیا۔

محب نے نظریں اٹھا کر پلوشہ کو دیکھا جس کا رنگ فق ہو گیا تھا۔

"یہ۔۔۔۔یہ۔۔۔۔" اس سے کچھ بھی بولا نہیں جا رہا تھا۔ محب قدم قدم چلتا اس کے مقابل آ گیا۔ جھک کر فرش سے اپنا موبائل اٹھایا

"میں سب سچ سننا چاہتا ہوں مجھے جھوٹ پسند نہیں ہے" وہ کہہ کر بیڈ پہ بیٹھ گیا تھا پلوشہ نے اسے ترحم سے دیکھا پر اس کا لہجہ سپاٹ تھا پلوشہ کو سب بتانا پڑا اپنے اور تیمور کے بارے میں۔

"وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے" پلوشہ نے جب اپنے اور تیمور کے بارے میں سب بتا دیا تو اس نے آخر میں کہا تھا۔ محب ویسے ہی دیکھ رہا تھا۔ پلوشہ کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں جن سے آنسو ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

"تم ملنا چاہتی ہو اس سے۔؟" محب کی بات پہ اسے جھٹکا لگا تھا اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا

"بتاؤ ملنا چاہتی ہو۔؟ اگر موقع ملے تو معاف کر دو گی اسے۔؟" پلوشہ نے دوبارہ نظریں جھکا لیں۔ محب نے چہرہ جھکا لیا۔ وہ اپنی خود غرضی میں کتنا آگے نکل آیا تھا اسے اب احساس ہوا تھا۔ اگر وہ پلوشہ سے شادی نہ کرتا تو تیمور اور اس کے ملنے کی کچھ امید تو تھی پر اب۔؟

محب نے ساری سوچوں کو ذہن سے جھٹکا اور پلوشہ کو کہا

"ہم ابھی اس کے پاس جا رہے ہیں نیچے آجاؤ" وہ کہہ کر چلا گیا تھا پلوشہ کو ابھی بھی یقین نہیں آرہا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

&&&_____________

وہ لوگ تیمور کے پاس آگئے تھے تیمور بیڈ پہ لیٹا بھیگی آنکھوں سے پلوشہ کو دیکھ رہا تھا

"پلوشہ مجھے تمہاری معافی کے بغیر موت بھی قبول نہیں کر رہی میں کیا کروں پلوشہ" وہ سسکیوں سے رو رہا تھا۔ محب اسے یکٹک دیکھ رہا تھا۔ بہت سالوں پہلے والا محب اسے آج تیمور میں دکھائی دے رہا تھا۔ محبت نہ ملنے کا دکھ کی ہوتا ہے یہ بات محب سے بہتر کون سمجھ سکتا تھا۔؟ اس نے تو دو دو محبتیں گنوائی ہیں۔ وہ وہاں کھڑا کچھ دیر انہیں دیکھتا رہا پھر آہستگی سے

پلٹ کر وارڈ سے نکل گیا۔ پلوشہ کو لگا تھا اب وہ کبھی واپس نہیں آئے گا پر محب واپس آگیا تھا۔

وہ آکر تیمور کے سرہانے بیٹھ گیا تھا۔

"تم نے غلط کیا پلوشہ کے ساتھ تم پلوشہ کو ڈیزرو نہیں کرتے پر پلوشہ تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی میں آر واسی لیے میں تم دونوں کے درمیان سے نکل رہا ہوں کیونکہ میں نے پلوشہ کو اپنی خود غرضی میں استعمال کیا ہے میں اگر اسے اپنے ساتھ رکھوں گا تو اسے کبھی خوش نہیں رکھ سکوں گا۔ مجھے میرا اگلٹ مار دے گا میں اس لیے اسے چھوڑ رہا ہوں پر تم وعدہ کرو تم پلوشہ کو ہر خوشی دو گے اگر تم نے اسے زندگی میں کبھی بھی پریشان کیا تو میں تمہاری جان لے لوں گا" محب کی بات پہ وہ دونوں ساکت رہ گئے تھے۔ محب نے گردن ترچھی کرے پلوشہ کو دیکھا

"اگر عورت کو پہلے شوہر سے طلاق ہو جائے اور اس کی دوسری جگہ شادی ہو جائے اور وہاں بھی کسی وجہ سے اس کا دوسرا شوہر اسے چھوڑ دے تو اس کی شادی اس کے پہلے شوہر سے

ہو سکتی ہے" وہ ابھی مولوی کے پاس سے ہو کر آیا تھا اس نے مولوی کی باتیں دہرائی تھیں۔

پلوشہ ویسے ہی شاکڈ سی اسے دیکھ رہی تھی۔ محب نے اپنی نظریں تیمور کی جانب کیں

"بتاؤ کیا تم پلوشہ کو خوش رکھو گے؟" تیمور نے محب کے دونوں ہاتھ تھام لیے وہ ہچکیوں سے رونے لگا تھا

"میں پلوشہ کے بغیر نہیں رہ سکتا" اس نے کہا تو محب نے اس کے ہاتھوں پہ دباؤ ڈالا

"تمہیں رہنا بھی نہیں پڑے گا"

اس کے بعد پلوشہ کچھ دن محب کے ساتھ اس کی حویلی میں رہی اس بیچ محب اور بوا نے پلوشہ کی امی کو سمجھایا تھا بوا کو بھی محب کا فیصلہ پسند آیا تھا دل میں ایک امید سی جاگی تھی کہ اب مرحا جب ملے گی تو محب اس کا ہو جائے گا۔ بوا کو سب سلجھتا ہوا دکھائی دے رہا تھا اس لیے وہ محب کے ساتھ کھڑی ہو گئی تھیں۔ انہوں نے بہت محنت سے پلوشہ کی امی کو منایا تھا اور جس

دن پلوشہ اپنی امی کے گھر گئی تھی اس سے پہلے وہ لوگ عدالت گئے تھے وہاں انہوں نے طلاق کے پیپرز پہ سائن کیے اور محب اسے چھوڑ کر واپس آگیا تھا۔

&&&&&&&&&&&____________________

____________________&&&&&&&&&&&&&&

واپس محب کے لاؤنج میں آتے ہیں جہاں مرحا کے سامنے وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا سب کچھ بتا چکا ہے۔

محب نے مرحا کے ہاتھ تھامے

"تمہارا محب پورے زمانے میں ذلیل ہو چکا ہے مرحا اب اس میں اور ہمت نہیں بچی کہ وہ برباد ہو تم مجھے معاف کر کے اپنا لو" مرحا نے اس سے اپنے ہاتھ چھڑائے

"مجھے اب آپ سے محبت نہیں ہے میں نہیں جاؤں گی آپ کے ساتھ" وہ کہہ کر کھڑی ہو گئی تھی محب نے اس کا چہرہ نظریں اٹھا کر دیکھا جس پہ کوئی تاثر نہ تھا۔

تبھی گھر میں کوئی تیز قدموں سے داخل ہوا تھا۔ محب کی اس کی طرف پشت تھی پر مرحا سحر کو دیکھ سکتی تھی جس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔

"تم ٹھیک ہو مجھے میڈم نے بتایا کہ تم سے کوئی۔۔۔۔" اس نے مرحا سے پوچھا پھر فرش پہ بیٹھے شخص کو دیکھا تو بات ادھوری ہے رہ گئی۔ محب آہستگی سے کھڑا ہو کر اب پلٹ رہا تھا۔ وہ پلٹا تو ششدر رہ گیا۔ اس کی آنکھیں ابل کر باہر گرنے کو ہو رہی تھیں۔ سحر کو دقت ہوئی تھی اسے پہچاننے میں وہ شاید اسے پہچانتی بھی نہ اگر محب اس کا اصل نام نہ لیتا

"سحرش" اس کی آواز میں زمانوں کی حیرت تھی۔ وہ تو اس چہرے کو لاکھوں چہروں میں بھی پہچان سکتا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پہ یقین نہ آیا اس کی سحرش زندہ ہے۔۔۔۔!

وہ اس کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ مرحا پیچھے رہ گئی تھی۔۔

______________________________&&&&&&&&&&&&&&

&&&&&&&&&&&&&&________

طمعِ خام کیا ہے۔؟

ایک لا حاصل تمنا طمعِ خام ہوتی ہے۔۔۔

لا حاصل تمنا کا مطلب کیا ہے۔؟

کسی ایسی چیز کی خواہش۔۔۔

جو۔۔۔

نہ کل آپ کی تھی۔۔۔

نہ آج آپ کی ہے۔۔۔

اور نہ ہی کبھی آپ کی ہو گی۔۔۔

چاہے پھر آپ اس چیز کے لیے۔۔۔

روئیں، تڑپیں، دعائیں کریں۔۔۔

پر وہ آپ کی نہیں ہوتی۔۔۔

تو آپ کو کسی قیمت نہیں ملتی۔۔۔

طمعِ خام زندگی کو۔۔۔

دیمک کی طرح ختم کرتی جاتی ہے۔۔۔

یہ انسان کا سب کچھ چھین لیتی ہے۔۔۔

اسی لیے کہا جاتا ہے۔۔۔

محبت میں اجازت لازمی ہے۔۔۔

بغیر اجازت کی محبت۔۔۔

طمعِ خام ہے۔۔۔

اور طمعِ خام بری چیز ہے۔۔۔

اس سے بچنا چاہیے۔!

لاؤنج میں خاموشی چھاگئی تھی۔ محب کے قدم سحر کی جانب اٹھ رہے تھے۔بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ دھوپ کی کرنوں سنگ آہستہ سے بہت سے گزرے سال ان کے درمیان آرکے۔ یونی، دوستی، نوٹس، کچھ باتیں، مسکراہٹیں، اور رسمی علیک سلیک سب کچھ ہی تو آگیا تھا ان کے درمیان۔

مرحا پیچھے الجھی سی کھڑی تھی۔ وہ محب کی تحیر میں ڈوبی آواز سن رہی تھی جو سحر کی ٹانگوں کی جان نکال رہی تھی

"تم سحرش ہی ہونا۔؟" اسے ابھی بھی یقین نہ آرہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے ہی وہ ہاتھ بڑھائے گا تو سحر ہوا میں دھواں بن کر تحلیل ہو جائے گی۔ سحر کا وجود شل ہونے لگا تھا۔ اس سے کھڑا رہنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس نے تو کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ مرحا اسی محب کی کزن ہے جس سے اس کی وقتی، بالکل سرسری سی دوستی تھی۔ جس کے بارے میں رابعہ کہتی تھی کہ اسے سحرش سے۔۔۔۔۔۔

سحر نے سر نہ میں ہلایا

"نہیں میں نہیں ہوں سحرش میں سحر ہوں" اسے اپنی آواز کسی گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔ محب اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا

"تم جھوٹ بول رہی ہو تم سحر ش ہی ہو میں تمہیں لاکھ چہروں میں بھی پہچان سکتا ہوں میں نے تم سے محبت کی تھی "اس نے یہ سحر کو کہا تھا پر پیچھے کھڑی مرحا کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔ محب بول رہا تھا

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تم سحر ش ہی ہو "اس نے اپنا والٹ نکالا اس میں ایک تصویر تھی جو بہت پرانی لگتی تھی اس سحر ش اور اب والی سحر ش میں کافی فرق تھا پر محب کے لیے وہ آج بھی ویسی ہی تھی۔ مرحا نے صدمے سے سحر کو دیکھا تھا۔ اسے اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہوا۔ اسی لیے اسے سحر کو پہلی بار دیکھنے میں لگا تھا کہ جیسے اس نے یہ چہرہ پہلے بھی کہیں دیکھا ہوا۔ مرحا نے گھومتے سر سے صوفے کی پشت تھام لی تھی۔ اسے محب ایک بار پھر خود سے دور ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔

محب سحر ش کے سامنے کسی پہاڑ کی طرح کھڑا تھا جس سے اب سحر نے سر ٹکرانا تھا۔ اسے لگا تھا جیسے سب کچھ بہت پیچھے رہ گیا پر اس کی غلطیاں یوں اس کا تعاقب کرتیں اچانک اس کے سامنے آ کھڑی ہوں گی اس نے سوچا نہیں تھا۔

"مصطفیٰ" اس نے زیرِلب مصطفیٰ کا نام لیا۔ اگر مصطفیٰ کو علم ہو گیا کہ سحر ش کو محب بھی پسند کرتا ہے تو کیا وہ اب کی بار سحر کو اپنائے گا۔؟

اور یہ وہ سوچ تھی جس نے سحر کی جان نکال دی تھی۔ محب اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا

"جس دن میں تم سے محبت کا اظہار کرنے لگا تھا اس دن تم یونی نہیں آئی تھیں۔ مجھے تشویش ہوئی میں نے تمہاری دوستوں کے پاس جانے کا فیصلہ کیا پر ان میں سے کوئی بھی یونی نہیں آئی تھی تو میں سیدھا تمہارے گھر گیا۔ مجھے اس دن کچھ اچھا محسوس نہیں ہو رہا تھا اور جب میں تمہاری گلی میں پہنچا تو تمہارے گھر کے سامنے رش لگا تھا۔ میں بے ساختہ تمہارے گھر کے قریب ہوا تھا وہاں سے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ میرا دل بہت بری طرح دھڑک رہا

تھا۔ میں نے وہاں کھڑے ایک آدمی کو کہتے سنا کہ مولوی نشیر کی بڑی بیٹی سحرش جل کر مرگئی ہے جس بس میں وہ گئی تھی وہ پوری بس جل گئی ہے کسی کی لاش تک نہیں بچی" محب کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ اس کے لبوں میں لرزش تھی۔ وجود بھی کانپ رہا تھا" میں نے وہاں تمہارے گھر والوں کو روتے دیکھا میں نے اپنی محبت پہ سب کو ماتم کرتے دیکھا تھا" وہ اتنا کہہ کر رکا۔ ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑیں" پر تم زندہ ہو" اس نے اپنے بال مٹھی میں تھامے تھے" اوہ گاڈ تم زندہ ہو" سحر نے محب کو دیکھا۔

"میں مرگئی ہوں محب سب کے لیے میں سحرش نہیں ہوں میں اب سحر ہوں سحر مصطفٰی"

اس کی بات پہ محب کو کرنٹ لگا تھا

"سحر مصطفٰی۔؟" اس نے دہرایا تو سحر نے سر ہلا دیا۔

"میں نے وہ سب بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے میں نے۔۔۔" وہ محب کو سب بتانے لگی تھی۔

محب دم بخود سب سن رہا تھا۔ پیچھے صوفے کے سہارے سے کھڑی مرحا بھی سانس لینا تک بھول گئی تھی۔ سحر نے اپنی طمعِ خام جب مکمل کی تو اس کے آنسو چہرے کو تر کر چکے تھے۔

"میں نے تم سے کبھی محبت نہیں کی تھی میں تمہاری صرف دوست تھی میں نے تو کبھی تم سے اس انداز میں بات بھی نہیں کی تھی جس سے تمہیں یہ لگے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں کیونکہ میں اس وقت ہینیل۔۔۔" یہ نام لیتے ہی اسے بہت کچھ یاد آنے لگتا تھا۔ آواز میں تکلیف در آتی تھی۔ محب کی آنکھیں زخمی ہو گئیں۔

"پر مجھے لگتا رہا کہ تم مجھ سے۔۔۔" سحر نے اس کی بات فوراً کاٹی

"تمہیں غلط لگتا تھا میں نے تم سے کبھی محبت نہیں کی میں نے اپنی زندگی میں دو مردوں سے محبت کی ہے ایک ہینیل جس کی محبت نے مجھے گمراہ کر دیا تھا اور اب مصطفیٰ سے مجھے محبت ہے

جس نے مجھے اس وقت سنبھالا جس وقت شاید پوری دنیا مجھ پہ تھوکتی" سحر کے گلے میں آنسو پھنس گئے تھے اس سے بولا بھی نہ جا رہا تھا۔ اس نے محب کے سامنے ہاتھ جوڑ لیے

"میں تم سے معافی مانگتی ہوں اگر تمہیں کبھی میرے کسی انداز سے لگا کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں تو مجھے معاف کر دو اور مجھ پہ ایک مہربانی کر دو وہ محبت بھول جاؤ جو تم نے مجھ سے کی۔ میں اب مصطفیٰ کو کھونا نہیں چاہتی۔ تمہیں اللہ کا واسطہ تم اپنی محبت اپنے دل میں ہی دفنا لو اسے اب دوبارہ زبان پہ نہ لانا۔ اگر مصطفیٰ نے مجھے چھوڑ دیا تو میں تو مر جاؤں گی محب" وہ فرش پہ بیٹھتی چلی گئی۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ محب کے پاؤں پکڑ لے۔ اسے لاہور کی سڑک پہ اپنا جسم بیچتے بھی اتنا ڈر نہیں لگا تھا جتنا آج لگ رہا تھا۔ مصطفیٰ اس کی متاعِ زیست تھا اس کی متاعِ جاں اور اب وہ محب کی یکطرفہ محبت کے دعوے کے بدلے اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔

محب بھی اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتا چلا گیا۔اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئی تھیں۔اس نے اپنی آنکھوں سے چشمہ اتارااور چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا۔

مرحانے پہلی بار محب کواس طرح دیکھا تھااس کے دل میں ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔وہ محب کی سسکیاں سن رہی تھی۔محب بہت دیر تک سحر کے سامنے بیٹھاروتا رہا پھر اس نے اپنا چہرہ اٹھایا اور نم آنکھوں سے سحر کو دیکھا

"میں آج اپنی محبت پہ دل بھر کر رولیا میں نے اسے دل میں دفنالیا میں مان گیا کہ محبت میں اجازت لازمی ہے اگر اجازت کے بغیر کی جائے تو یہ طمعِ خام بن جاتی ہے"اس کی آواز ابھی بھی بھرائی ہوئی تھی۔وہ کھڑا ہوا۔آستین سے چہرہ صاف کیا۔چشمہ لگایا۔گہرے سانس لیے۔

"میں تمہیں نہیں جانتا اور نہ ہی تمہیں قصوروار کہوں گا کیونکہ تم نے کبھی مجھ سے محبت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔مجھ سے جس نے کیا تھا وہ"محب نے فرش پہ بیٹھی سحر سے نظریں ہٹا کر پلٹ کر مرحا کو دیکھا

"وہ ابھی بھی میرے انتظار میں کھڑی ہے میں اسے اب اَن لَو نہیں کر سکتا وہ میری ہے" محب اتنا کہہ کر رکا خود کی تصحیح کی "نہیں میں اسکا ہوں میں کسی اور کا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ میں مرحا کا محب ہوں" اس نے مرحا کو لپک کر سینے سے لگایا تھا۔ مرحا کی جان میں جان آئی تھی اس نے محب کے گرد اپنی باہیں مضبوطی سے حائل کر لی تھیں۔

محب نے آنکھیں موند لی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ ہے کیا۔؟ اس کی محبت کیا ہے۔؟ اس کے فیصلے کیا ہیں۔؟ کچھ بھی تو نہیں۔۔۔

سب کچھ قسمت کے سامنے دھرا کا دھرا رہ گیا۔ اسے سحرش نہیں ملنی تھی نہیں ملی، وہ ہانیہ کا نہیں ہو تا تھا کیونکہ وہ مرحا لکھ دیا جا چکا تھا۔ وہ پلوشہ کو حاصل کر کے بھی گلٹ میں رہا کیونکہ پلوشہ اس کی کبھی تھی ہی نہیں جو اس کی تھی وہ اسے چھوڑ کر آ گئی تھی۔

محب نے مرحا کے ماتھے پہ اپنے لب رکھے تھے۔وہ اس لڑکی سے اس لڑکی کی محبت سے کہیں بھی بھاگ کر نہیں جا سکتا تھا۔وہ اب اپنے اختیار کھو چکا تھا مرحا اس کے دل پہ حاوی ہو گئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&____

____________________________&&&&

لاؤنج میں جیسے طوفان آکر گیا تھا۔ایک ایسا طوفان جس نے سارے شیشوں کی دھول ہٹا دی تھی۔اب سب کو سب کچھ صاف دکھائی دے رہا تھا۔کوئی کسی لاحاصل کے پیچھے نہیں بھاگ رہا تھا۔پزل کے سارے ٹکڑے اپنے اپنے خانوں میں واپس آگئے تھے۔ طمعِ خام کی الجھی بکھر کہانی سلجھنے لگی تھی۔

محب اور مرحا صوفے پہ بیٹھے تھے مصطفٰی آگیا تھا اسے سحر نے ہی بلایا تھا۔وہ اور مصطفٰی دوسرے صوفے پہ بیٹھے تھے۔ مصطفٰی خوش لگتا تھا۔

"مجھے خوشی ہے آپ انہیں لینے آ گئے یہ آپ سب کے بغیر بہت اداس تھیں" محب اس کی بات پہ مسکایا۔ وہ سنبھل چکا تھا اس کی آنکھیں پہلے جیسی ہی ہو گئی تھیں۔ جن میں سحر کے لیے کوئی شناسائی نہیں تھی۔ سحر کے سر پہ پھر بھی ایک تلوار لٹکی تھی۔

"ہم بھی اس کے بغیر بہت اداس ہو گئے تھے یہ بے وقوف ہے" مرحا کو محب کی بات بری لگی اس نے محب کو دیکھا جو ہلکی سی مسکراہٹ سے مرحا کو ہی دیکھ رہا تھا۔ مرحا کو خود کو دیکھتے پا کر اس نے کہا

"گھر چلیں۔؟" مرحا نے اس کا جلدی سے ہاتھ پکڑ لیا۔ محب نے بھی اس کا ہاتھ تھام لیا تو وہ جانے کے لیے کھڑے ہو گئے تھے۔

مصطفیٰ کا اسرار تھا کہ محب آج رک جائے پر محب معذرت کر کے وہاں سے مرحا کو لے کر چل پڑا تھا۔ بوا یقیناً اسکا اور مرحا کا انتظار کر رہی ہوں گی۔

محب کی گاڑی جب مصطفیٰ کے بنگلے سے اوجھل ہو گئی تو سحر بے ساختہ اس سے لپٹ گئی تھی۔
مصطفیٰ چونکا

"کیا ہوا سحر۔؟" سحر اس کے سینے سے لگ کر رو رہی تھی

"آپ رو کیوں رہی ہیں۔؟" اسے تشویش ہوئی

"آپ مجھے کبھی چھوڑیں گے تو نہیں نا۔؟" مصطفیٰ کی بھنویں نا سمجھی سے سکڑیں۔ اس نے سحر کو اپنے سینے سے جدا کیا اور اس کا چہرہ اوپر کیا

"آپ ایسا کیوں سوچتی ہیں کہ میں آپ کو چھوڑ دوں گا۔؟ "

"مصطفیٰ آپ وہ بتائیں جو میں پوچھ رہی ہوں" مصطفیٰ ہنس دیا اس کے آنسو صاف کیے

"آپ تو مصطفیٰ کا سب کچھ ہیں آپ کو چھوڑ کر مصطفیٰ کہاں جا سکتا ہے۔؟ مصطفیٰ صرف آپ کا ہے" اس نے سحر کو دوبارہ سینے سے لگا لیا تھا۔ سحر کے کاندھوں سے بہت سا وزن اتر گیا تھا۔

محب والی بات بھی وہ بھول جائے گی وہ کبھی مصطفیٰ کو یہ سب نہیں بتائے گی کیونکہ سحر کی نظر میں وہ سب کسی بھی اہمیت کا حامل نہیں تھا۔۔۔۔

سحر کو مصطفیٰ نے آہستگی سے پکارا تو وہ اپنے خیالوں سے باہر آئی

"میں آپ سے کچھ مانگوں۔؟ "

"آپ مجھ پہ حق جتایا کریں مصطفیٰ "وہ سحر کی بات پہ دل سے مسکرا دیا۔اس نے سحر کا چہرہ سامنے کیا

"میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ ملتان چلیں ہم آپ کے گھر چلیں گے۔آپ کے ابا سے معافی مانگیں گے وہ دیکھنا ہمیں معاف کر دیں گے "سحر کچھ بولنے لگی کہ اس نے اس کے لبوں پہ انگلی رکھی

"میں نہیں چاہتا سحر کے کل کو ہماری اولاد دادا دادی کے ساتھ ساتھ نانا نانی کو بھی ترسیے رشتے ہو کر بھی نہ ملیں تو زندگی بھر انسان دکھی رہتا ہے اور میں خوش رہنا چاہتا ہوں آپ کے ساتھ،

ہم ان کی ساری باتیں سن لیں گے پر انہیں منا کر ہی آئیں گے مجھے بس آپ کا ساتھ چاہیے "

اس نے اپنا ہاتھ سحر کے آگے کیا

"بتائیں دیں گی میرا ساتھ۔؟" سحر کے پاس انکار کا آپشن نہیں تھا اسنے اپنا ہاتھ مصطفیٰ کے ہاتھ میں دے دیا تھا

"ایک بات اور آپ کو ماننی پڑے گی میری" سحر نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا

"آپ وہاں، ہینیل اور اس کے ساتھ گزرے کسی بھی لمحے کا ذکر نہیں کریں گی آپ ملتان سے میرے پاس آئی تھیں اور آپ کہیں بھی نہیں گئی تھیں۔ آپ اگر انہیں وہ سب بھی بتائیں گی تو انہیں دکھ ہو گا" سحر کا چہرہ جھک گیا

"آپ مصطفیٰ کی تھیں اس لیے آپ اس تک آگئیں اور میں اپنی قسمت کو اب برا بھلا سنتے نہیں دیکھ سکتا آپ وہ سب بھول جائیں یاد رکھنا ہے تو صرف ہمارے درمیان گزرے وقت کو یاد رکھیں" سحر نے دھیرے سے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

&&&&&&&&&&&&

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

گاڑی میں وہ محب کے ساتھ والی سیٹ پہ گھٹنے اوپر کیے ان کے گرد باہیں پھیلا کر بیٹھی تھی۔

چہرہ اس نے محب کی طرف کر کے گھٹنے پہ رکھا ہوا تھا۔

"یہ وہی تھیں جسے آپ پسند کرتے تھے۔؟"اس کے سوال پہ محب نے چونک کر اسے دیکھا

پھر دوبارہ سامنے دیکھنے لگا۔

"کون۔؟"اس کے لہجے میں مصنوعی ناسمجھی تھی۔

"آپ کو پتہ ہے میں ڈر گئی تھی"مرحا جان گئی تھی کہ محب سحر کے بارے میں بات نہیں کرنا

چاہتا اس لیے اس نے بات بدل دی

"کیوں۔؟"محب نے سامنے دیکھتے ہوئے ہی سوال کیا تھا

"مجھے لگا آپ اب پھر مجھے چھوڑ دیں گے" اس کی آواز بھرا سی گئی۔ محب نے گردن ترچھی کر کے مرحا کو دیکھا۔

"تمہیں ایسا اس لیے لگا کیونکہ تم ایک احمق اور ہونق لڑکی ہو تم گھر چلو میں تمہیں گھر جا کر بتاؤں گی یہ جو تم گھر چھوڑ کر گئی تھیں نا حاتم طائی بن کر اب گھر چلو میں تمہیں بتاؤں گا" وہ لہجے کو سخت کر کے بولا تھا۔ مرحا نے اسے حیرت سے دیکھا

"آپ ابھی تو کہہ رہے تھے کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں"

"وہ میں کرتا ہوں "

"تو پھر ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں کہ تمہیں گھر جا کر بتاؤں گا" محب نے سنجیدگی سے اسے دیکھا

"وہ تو میں تمہیں بتاؤں گا ہی تم گھر تو چلو زرا "

"میں آپ سے بات نہیں کروں گی" مرحا نے ناراضی سے کہا محب نے اسے گھورا۔

"بیٹا تم گھر تو چلو تم یہ سب بھول جاؤ گی" وہ کہہ کر سامنے دیکھنے لگا۔ مرحا اسے دیکھتی منہ ہی منہ بڑبڑانے لگی

"جھوٹے انسان وہاں ایسے رو رہے تھے جیسے مجھے پلکوں پہ بٹھا کر رکھیں گے اور آدھے گھنٹے میں ہی مجھے ڈانٹنا بھی شروع کر دیا "

"تم کچھ کہہ رہی ہو۔؟" محب نے سامنے دیکھتے اچانک سے کہا تو وہ اپنی سیٹ پہ اچھل گئی بغیر تامل بولی

"نہی۔۔۔ نہیں تو میں تو کچھ بھی نہیں کہہ رہی تھی بس یہ کہہ رہی تھی کہ آپ نے پوچھا بھی نہیں میرے ہاتھ کا" اسے اپنے ہاتھ کی چوٹ یاد آ گئی تھی۔ اسے محب واپس مل گیا تھا۔ اب وہ بھی پہلے والی مرحا بننے لگی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&_____________________________

____________________________&&&&&&&&&&&&&&&&&

وہ اپنی حویلی میں واپس آگئی تھی۔ جو اس کے بغیر اداس تھی۔ لان کے پھول اسے آتا دیکھ پھر سے مہک گئے تھے۔

"باجی مرحا آگئیں بوا" سفینہ دروازے میں کھڑی چلائی تھی۔ وہ بھاگ کر مرحا کے گلے لگی تھی۔ تبھی بوا بھی باہر آگئی تھیں۔ محب گاڑی کے قریب کھڑا تھا۔ اس نے بوا کو دیکھا

"آپ کی مرحا آگئی بوا" بوا نے مرحا کو دیکھا جو سفینہ سے الگ ہو کر اب بوا کی منتظر تھی بوا کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں وہ والہانہ اس کی طرف دوڑیں اور اسے سینے سے لگا لیا

"تم کہاں چلی گئی تھیں میری بچی ہمیں چھوڑ کر" بوا سسکیوں سے رو رہی تھیں۔ مرحا بھی ان کے گلے لگ کر رونے لگی تھی۔

"تمہیں اپنی بوا ایک بار بھی یاد نہیں آئیں۔؟" بوا نے اس کا چہرہ سامنے کر کے پوچھا تو اس نے بھیگی پلکوں سے سر ہلا دیا

"مجھے آپ بہت یاد آتی تھیں"

"تو پھر واپس کیوں نہیں آئیں۔؟" مرحا نے اپنے آنسو صاف کیے

"کیونکہ آپ کے نکمے محب سے میں ناراض تھی اور بوا آپ کو پتہ ہے ابھی بھی میں خود ہی آئی ہوں ان کا کوئی کمال نہیں ہے اگر میں کال نہ کرتی تو یہ تو یہاں بیٹھے رہتے مزے سے" مرحا نے محب کی طرف پھولے منہ سے دیکھ کر کہا تھا۔ بوا اس کی بات پہ ہنس دیں البتہ محب اسے گھور رہا تھا

"تمہاری بہت زبان چل رہی ہے" اس نے کہا مرحا نے زبان نکال کر اسے دکھائی

"کیونکہ یہ لمبی بہت ہے اسے منہ میں سکون نہیں آتا یہ چلتی رہتی ہے تو سکون میں رہتی ہے اور آپ مجھ سے بات نہ کریں میں بوا سے بات کر رہی ہوں محب پوحب" وہ کہہ کر بوا سے دوبارہ لپٹ گئی۔ محب کو اس کی بات پہ ہنسی آئی پر اس نے لب بھینچ کر ضبط کیا اور بولا

"بوااب بس آپ لڑکا دیکھیں ہم اس کی شادی کریں گے اس نے ویسے بھی مجھے انکار کر دیا ہے "مرحا کو اس کی بات پہ کرنٹ لگا وہ فوراً سیدھی ہوئی محب کو دیکھا جس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"ہاں میں نے کر دیا ہے منع بوا آپ لڑکا دیکھیں اب بس "

"میں بتاتا ہوں تمہیں صبر کرو" وہ اس کی طرف بڑھا تھا کہ مرحا بھاگ کر حویلی میں داخل ہو گئی۔ وہ ہنس رہی تھی۔ حویلی ایک بار پھر اس کے قہقہوں سے گونج اٹھی تھی۔ بوا بھی اندر آ گئی تھیں وہ انہیں دیکھ کر خوش تھیں۔ انہوں نے اب بس ایک آخری کام کرنا تھا۔ وہ چلتی ہوئی لاؤنج میں رکھے فون کے پاس آ گئیں اور ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&____________________________

____________________&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

______

ملتان پہ سرد شام ہر سو پھیلی تھی۔ مولوی نثیر کا گھر پہلے سے کئی زیادہ خستہ حال ہو گیا تھا۔ کمروں میں گہری خاموشی تھی۔ گھر میں جیسے کوئی ہو ہی نہ۔

مولوی نثیر جو کبھی سینہ تان کر چلا کرتے تھے۔ وقت نے ان سے ان کی یہ ادا چھین لی تھی۔ ان کی کمر جھک گئی تھی۔ سہارے کے لیے لاٹھی کا ساتھ تھا پر آج وہ جیسے چلنا ہی بھول گئے تھے انہیں لگ رہا تھا وہ اب کبھی چل نہیں سکیں گے یا وہ کبھی نظریں بھی نہ اٹھا سکیں گے۔

اماں بے چاری شوہر کی بے بسی کو دیکھ چہرے پہ دوپٹہ کیے رو رہی تھیں۔ ان سے اب چلا کم ہی جاتا تھا۔ فربہی وجود ان سے گھسیٹا نہ جاتا تھا۔ جوان بیٹی کی موت ان کے جوڑوں میں سنگین مرض بن کر بیٹھ گئی تھی پر جس موت کا مرض وہ سنبھالے بیٹھی تھیں آج اس مرض نے انہیں مار دیا تھا۔ ان کو سانس تو آتا تھا پر اب دل نہ تھا زندگی کا منہ اور دیکھنے کا۔ سوہانا کی تین سال پہلے شادی کر دی انہوں نے۔ اب اس کے دو بچے تھے۔ وہ خوش بھی تھی۔ کالج کے بعد اس نے آگے پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ پڑھائی سے انکار ابا نے شادی کے لیے رضامندی کو

سمجھا اور بہت محبت سے اسے اس کے گھر رخصت کر دیا۔ اس گھر میں ایک سوہانا ہی تھی جسے لگتا تھا کہ سحرش کہیں بہت دور زندہ سلامت رہ رہی ہے پر وہ خوش نہیں ہے۔

"اللہ کرے وہ کبھی خوش نہ رہے" جب بھی سوہانا اپنے اماں ابا کو بیٹی کی جدائی میں روتا بلکتا دیکھتی تو یہی کہتی تھی۔

مصطفیٰ مولوی نثیر کے سامنے بیٹھا تھا۔ سحرش اپنی اماں کے قریب بیٹھی رو رو کے معافی مانگ رہی تھی لیکن وہ جواب نہ دے رہی تھیں۔ انہوں نے آ کر وہی کہا جو وہ گھر سے سوچ کر نکلے تھے کہ سحر گھر سے بھاگ کر مصطفیٰ کے پاس گئی تھی۔ ابا نے جب سحر کو اپنے سامنے کھڑا دیکھا تو ان کی سانسیں تھم گئی تھیں۔ وہ پتھر کے ہو گئے تھے اور اب وہ پتھر ہی بن گئے تھے۔ انہوں نے لرزتی آواز سے مصطفیٰ کی ہر معافی کے بدلے میں بس اتنا کہا

"ہماری سحرش مر گئی ہے۔ ہم محلوں میں رہنے والے سفید پوش لوگ ہیں۔ جن کی بیٹیاں اگر بھاگ جائیں تو وہ پیچھے مر جاتے ہیں اور ہماری عزت اللہ نے رکھ لی جو ہماری بیٹی بھاگی ہوئی میں

شمار نہیں ہوئی، مری ہوئی میں شمار ہو گئی اور میں اس بات پہ خوش ہوں کہ اللہ نے میرا پردہ رکھ لیا" انہوں نے نظریں اٹھائیں تو وہ زخمی تھیں۔ آواز میں کرب تھا

"اور اب میں اپنے ہاتھ سے اس پردے کو نہیں ہٹاؤں گا۔ میرے ناتواں وجود میں اتنی ہمت نہیں کہ اب میں اچانک سے اپنی بیٹی کے زندہ ہونے کا عذر لوگوں کو دوں۔ میری بیٹی مر گئی ہے" انہوں نے سحرش کی طرف اشارہ کیا" یہ لڑکی تمہاری بیوی ہے اس کے ساتھ جو کرنا ہے تم نے کرنا ہے ہم اپنی بیٹی کے مرنے پہ رو چکے ہیں۔ اب اس کی موت پہ تم رونا" وہ اپنی لاٹھی لے کر کھڑے ہو گئے۔

"جاؤ میاں ہمیں بخش دو نماز کا ٹائم ہو رہا ہے۔ مسجد میں کہہ کر آیا تھا گھر مہمان آئے ہیں اور میرے خیال سے اب مہمانوں چلے جانا چاہیے۔ میزبانوں میں اب اتنی ہمت نہیں ہے کو وہ اور انہیں برداشت کر سکیں۔ ہماری ایک ہی بیٹی ہے سوہانا جو اللہ کے کرم سے خوش ہے اور ہمیں

اللہ کے سہارے کے علاوہ کسی کا سہارا نہیں چاہیے" مصطفٰی نے ان کے سامنے ہاتھ جوڑ لیے۔

سحر ان کے قدموں میں بیٹھ گئی تھی۔

"اولاد کے لیے تو ماں باپ ہر چیز سے سمجھوتا کر لیتے ہیں آپ سے بس گزارش ہے کہ ہمیں معاف کر دیں ہم آپ لوگوں کی ناراضی کے ساتھ کبھی خوش نہیں رہ سکیں گے" مولوی صاحب نے مصطفٰی کے ہاتھ تھامے

"شاید دل کبھی پسیجا تو تمہارے پاس خود آئیں گے تم دوبارہ اسے لے کر مت آنا" انہوں نے قدموں میں بیٹھی سحر کو دیکھا

"باپ ہوں نا تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم کبھی خوش نہ رہو" انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

"تم خوش رہو اور دعا کرو اللہ ہمارے دلوں میں تمہارے لیے پھر سے محبت ڈال دے ہم بھی کریں گے اور ایک دن تم سے ملنے ضرور آئیں گے" وہ کہہ کر آہستہ سے کمرے سے نکل گئے۔

سحر اپنا سر پیٹتی وہیں روتی رہ گئی۔ مصطفٰی کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

اور انہیں نم آنکھوں سے اب مہمانوں کو لوٹ کر واپس جانا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&____________________________________

____________________&&

گھر میں نیم تاریکی پھیلی تھی۔ یہ اتوار کا دن تھا۔ تبھی پلوشہ بے فکری سے سو رہی تھی۔ اسے پتہ تھا تیمور نے آج آفس نہیں جانا۔ اس لیے وہ بے فکر سے اپنی نیند پوری کر رہی تھی پر پھر ایک دم سے بہت سی چیزوں کے گرنے کی آواز آئی تو کمرے اور گھر میں موجود پر سکون فسوں دھرم بھرم ہو گیا۔ پلوشہ ہڑبڑا کر بیڈ سے اٹھی۔۔۔۔ ادھر ادھر دیکھا۔ کمرے اپنی جگہ پہ ہی تھا۔ اس نے بیڈ کو دیکھا۔ بیڈ بھی سلامت تھا۔ نہ ہی گھر میں کوئی بم بلاسٹ ہوا تھا پھر یہ اچانک سے اٹھنے والا شور۔؟ وہ ابھی اپنی سوچوں سے اور نیند کے خمار سے پوری طرح نکلی بھی

نہ تھی کہ ایک اور بار پھر سے دل دہلا دینے والا شور ہوا۔ اب کے یوں لگا تھا جیسے کوئی چیخا بھی ہو۔ پلوشہ کا دل اس کے حلق میں آ گیا۔ وہ تیزی سے بیڈ سے اٹھی۔ آواز وہ پہچان گئی تھی۔

"تیمور" اس نے کمرے کا دروازہ دھڑام سے کھولا اور بھاگ کر زینے اترتی نیچے لاؤنج میں آ گئی۔ لاؤنج خالی تھا اور وہاں جلی جلی سی خوشبو آتی تھی جیسے کچھ بہت سارا مسلسل جل رہا ہو ہر طرف دھواں موجود تھا۔ پلوشہ نے سہم کر کچن کو دیکھا۔

"اے میرے خدا" وہ جب کچن کے دروازے میں پہنچی تو نڈھال سی ہو کر چوکھٹ سے لگ گئی۔ ہاتھ دل پہ تھا اور تیمور چولہے سے دور سامنے بنی شلف پہ پاؤں اوپر کیے بیٹھا تھا۔ کانوں پہ ہاتھ تھے۔ آنکھیں بند تھیں۔ کیونکہ چولہے پہ رکھے برتن میں آگ جل رہی تھی۔ ہر طرف آٹا گرا ہوا تھا۔ برتن پناہ مانگ رہے تھے۔ کچھ جل چکے تھے اور کچھ جلنے کے قریب تھے۔ دودھ فرش پہ گرا ہوا تھا۔ یہ سمجھ لیں کہ کچن میں طوفان آ گیا تھا۔

پلوشہ نے شلف پہ بیٹھے تیمور کو دیکھا جو ابھی بھی ویسے ہی آنکھیں میچ کر بیٹھا تھا کانوں پہ ہاتھ تھے۔ پلوشہ کا سر غصے سے گھوم گیا۔ وہ ابھی کچھ بھی کہتی کہ تیمور نے احتیاط سے ایک آنکھ کھولی۔ اس سے چولہے کو دیکھا۔ جس پہ رکھے برتن کی آگ اب کم ہو گئی تھی اس نے سکون کا سانس لیا۔

"مجھے تو لگا تھا شاید پھٹ جائے گا" اس نے دونوں آنکھیں کھول کر آسودگی سے کہا۔ اب وہ پتہ نہیں سلنڈر کے پھٹنے سے ڈر رہا تھا یا چولہے کہ یہ تیمور کو ہی پتہ ہے۔ وہ شلف سے چھلانگ لگا کر اترا۔ تبھی اس کی نظر چوکھٹ پہ کھڑی پلوشہ پہ رک گئی جس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا پر تیمور نے اس کی اس نظر کو محبت کی نظر سمجھا۔

"میرا جانو اٹھ گیا۔؟" وہ اتنی محبت سے بولا تھا کہ پلوشہ کا غصہ ایک پل کو گم ہو گیا پر پھر اس نے خود کو سنبھالا گھور کر سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھا۔ جو تیز میرون شرٹ اور آسمانی جینز کی پینٹ میں ملبوس تھا۔ سینے پہ ایپرن پہن رکھا تھا۔ خم دار بال ماتھے پہ بکھرے تھے۔ ہلکی ہلکی

شیو والا مسکراتا چہرہ وجیہہ لگتا تھا۔ بھوری آنکھوں میں محبت تھی۔ اس نے شرٹ کی آستینیں کہنی تک چڑھا رکھی تھیں۔ وہ قدم قدم چلتا پلوشہ کے پاس آ گیا

"اتنی جلدی کیوں اٹھ گئیں۔ ابھی تو میں نے۔۔۔" پلوشہ نے اس کی بات کاٹی

"اور تباہی مچانی تھی" وہ آستینیں چڑھا کر کھا جانے والے انداز میں بولی تھی۔ تیمور کا منہ بن گیا۔ جیسے ناراض ہو گیا۔

"تمہارے لیے ناشتہ بنا رہا تھا "

"ایسے۔؟" پلوشہ نے اسے کاندھوں سے پکڑ اس کا رخ چولہے کی طرف کیا "ایسے بناتے ہیں ناشتہ اور تیمور تمہیں کس نے کہا تھا میرے لیے ناشتہ بنانے کے لیے پورے کچن کا حشر نشر کر دیا اب صاف تو مجھے ہی کرنا پڑے گا نا" وہ روہانسی ہو گئی۔ تیمور تیزی سے پلٹا۔ پلوشہ کا چہرہ دیکھا جو رونے والا ہو گیا تھا۔

"میں۔" اس نے اسے سینے سے لگایا۔ "میں کروں گا نا صاف تم روؤ مت وہ اتنا سب اس لیے پھیل گیا۔ کیونکہ میں پہلے تمہارے لیے پراٹھے بننے لگا تھا پر مجھ سے بنے ہی نہیں پھر میں نے سوچا آملیٹ بنا دوں سلائس کے ساتھ لیکن پتہ نہیں کیسے گھی ڈالتے ہی اس میں آگ لگ گئی اور میں جلدی سے شلف پہ بیٹھا تو یہ سب نیچے گر گئے" وہ معصومیت سے ایک ایک چیز کی طرف اشارہ کر کے بتا رہا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس کا تو کوئی قصور ہی نہ ہو سارا قصور برتن اور کچن کا تھا جو جلتے اور گندے ہوتے چلے گئے۔

"بس کرو تیمور" اس نے اسے پیچھے کیا "سارا کچن گندا کر دیا ایک ناشتے کی وجہ سے میں خود بنا لیتی۔ تمہیں کہا کس نے تھا یہ سب کرنے کا۔؟" وہ برہمی سے پاگل ہو جانے کو تھی۔ دکھ اور غصہ اس کے لہجے میں ملا جلا تھا۔ کیچن کو دیکھ کر لگ نہیں رہا تھا کہ وہ آج کی صدی میں صاف ہو گا۔

"میرا دل کر رہا تھا تمہارے۔۔۔۔ "

"کام بڑھانے کا" پلوشہ نے اس کی بات سے جل کر بات جوڑی تیمور کی آنکھوں میں ایک بار پھر خفگی در آئی

"نہیں جی میں تو۔۔۔" پلوشہ اس کی بات پوری ہی نہیں ہونے دے رہی تھی۔

"چپ" پلوشہ نے اسے پیچھے کیا۔ "اب مجھے تمہاری آواز نہ آجائے" تیمور نے فوراً اچھے بچوں کی طرح سر اثبات میں ہلا دیا اور خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔

"وہاں جا کر بیٹھو" پلوشہ نے کچن سے باہر ڈائننگ ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔ تیمور نے نہ میں سر ہلا دیا

"میں تو نہیں جا رہا تم جاؤ میں" وہ اب کی بار مسکایا تھا۔ آنکھوں میں چمک تھی "میں نے تمہارے لیے ناشتہ بنا لیا ہے تم بیٹھو" وہ آگے آیا پلوشہ کا ہاتھ پکڑا اور زبردستی باہر لے گیا۔

"بیٹھو ادھر میں نے ویسے پہلے ناشتہ بنالیا تھا احتیاطاً پر پھر سوچا آملیٹ وغیرہ بنا کر دیکھ لوں لیکن وہ نہیں بنے" اس نے پلوشہ کے گال پہ چٹکی کاٹی "خیر انہیں چھوڑو میں اپنی جان کے لیے ناشتہ لاتا ہوں" وہ کچن میں چلا گیا۔

کچھ دیر بعد جب وہ آیا، اور جو چیز پلوشہ کے سامنے رکھی اس سے پلوشہ کا اور خون جل گیا۔

"یہ دیکھو سلائس، مکھن، اور دودھ" وہ اس کے سامنے یہ سب رکھتے ہوئے اتنا خوش تھا جیسے اس نے بہت بڑا کام سرانجام دے دیا ہو اور پلوشہ کا دل کر رہا تھا وہ اپنا سر پیٹ لے

"تم نے۔۔۔" تیمور نے اس کی بات پوری نہ ہونے دی

"اچھا سوری معاف کر دو آئندہ نہیں کروں گا۔ جب سے اٹھی ہو ڈانٹے جا رہی ہو" وہ اداس سا ہو کر بولتا ہوا اس کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھ گیا "اتنا غصہ تو کر لیا اب بھی ڈانٹ رہی ہو۔ اب میں نے کوشش تو کی تھی نا۔ نہیں بنا تو کیا کروں سب کچھ گندا بھی ہو گیا۔ میں نے نہیں کیا جان بوجھ کر۔ میرا ہاتھ بھی جل گیا تم بس ڈانٹے جا رہی ہو" وہ چہرہ جھکا کر بیٹھ گیا تھا۔ جیسے کوئی

چھوٹا بچہ غلطی کر کے بیٹھتا ہے بالکل ویسے۔پلوشہ کا غصہ منٹوں میں جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

اس نے تیمور کا ہاتھ پکڑا۔

"دکھاؤ کہاں سے جلا ہے۔؟ "

"نہیں تم پہلے ڈانٹ لو بلکہ ڈانڈ الا کر دیتا ہوں مار بھی لو" اس نے پلوشہ سے ہاتھ چھڑایا اور سر جھٹکا کر، رخ موڑ کر بیٹھ گیا۔پلوشہ اس کے نروٹھے پن پہ مسکرا دی۔

"اچھا سوری بابا اب نہیں کچھ کہتی دکھاؤ تو سہی کہاں سے جلا ہے میں دوائی لگا دوں گی" تیمور نے پھولے منہ کے ساتھ ہتھیلی آگے کر دی

"یہاں سے" اس نے انگلی رکھ کر بتایا۔

"اچھا میں دوا لگا دیتی ہوں" وہ اٹھ کر جانے لگی۔ تیمور نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"تم کبھی بھی محبت والی ڈاکٹر نہ بننا" پلوشہ نے اسے نا سمجھی سے دیکھا۔

"یہ کونسی ڈاکٹر ہوتی ہے۔؟" تیمور شرارت سے مسکایا

"وہی جو ایسے" اس نے پلوشہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے چوما" چوم کر پوچھتی ہے کہ اب ٹھیک ہو گیا۔؟" پلوشہ اس کی حرکت پہ شرما سی گئی۔

"چلو یہ والی دوائی لگاؤ" اس نے اپنی ہتھیلی پلوشہ کے سامنے کی

"نو جی ہمارے گھر ہر مرض کی دوا ہے" وہ ہنستی ہوئی وہاں سے تیمور کے بالوں کو اور بکھیر کر چلی گئی۔ تیمور کا منہ بن گیا

"تم بلکہ اَن رومینٹک ہو میں تم سے بہت ناراض ہوں" وہ اونچی آواز میں بول رہا تھا" میں دوائی بھی نہیں لگاؤں گا مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے" وہ بولتا رہا۔ کچھ دیر میں پلوشہ ہنسی ضبط کر کے اس کے سامنے ٹیوب لے کر کھڑی تھی

"میں نہیں لگوا رہا شکریہ اَن رومینٹک بیوی" ناراضی سے بولا کر تیمور سینے پہ ہاتھ باندھ کر بیٹھ گیا۔ پلوشہ نے اسے گھورا

"بچوں کی طرح ضدی ہو گئے ہو تم تیمور "

"اور تم بڑوں کی طرح سنگ دل "

"اچھا ٹھیک ہے ہاتھ دکھاؤ لڑائی بعد میں کریں گے "

"میں نے تم سے بات بھی نہیں کرنی اور تم لڑائی کے خواب دیکھ رہی ہو ہاہاہا" تیمور کا لہجہ جھلایا ہوا تھا۔ پلوشہ نے اس کا ہاتھ زبردستی آگے کیا

"میں نے۔۔۔" وہ بولتا بولتا خاموش ہو گیا۔ پلوشہ اس کی ہتھیلی پہ اپنے لب رکھ چکی تھی۔ اس نے کچھ دیر بعد چہرہ اٹھا کر تیمور کو دیکھا

"اب ہاتھ کیسا ہے۔؟" تیمور کچھ پل اسے دیکھتا رہا پھر اسنے آہستگی سے کہا

"ہاتھ ٹھیک ہے پر اب" اس نے گال پہ انگلی رکھی "ادھر بھی جلن ہو رہی ہے ادھر بھی دوائی چاہیے "

"اچھا" پلوشہ اس کے چہرے کے قریب ہوئی بہت قریب تیمور کے کان کی لو کو اس کی گرم سانسیں چھو رہی تھیں۔ پلوشہ نے سر گوشی میں کہا

"اب یہاں پہ پٹائی ہو گی تو جلن ختم ہو گی ایسے تم نہیں سدھرو گے" اس نے کہہ کر تیمور کے دونوں گالوں کو پکڑ کر کھینچ دیا

"او یار درد ہو رہا ہے" وہ چونک کر بولا تھا پر پلوشہ وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

"تم گئیں اب میرے ہاتھ سے بھاگو جہاں بھاگنا ہے" وہ بھی اس کے پیچھے بھاگ پکڑا تھا۔ گھر میں صبح ہی قہقہے گونج اٹھے تھے۔ پلوشہ کی امی اب اپنی پلوشہ کو دیکھتی تھیں تو پر سکون ہو جاتی تھیں۔ کیونکہ اب ان کی پلوشہ اپنے گھر تھی اور تیمور کی بہنیں اپنے اپنے گھر۔ تیمور اور پلوشہ کا گھر ان دونوں سے مکمل تھا۔

____________________&&&&&&&&&&&&&&&

&&&&&&&_______________

گھر پورا گیندے کے پھولوں سے سجا تھا۔ مہمان کم تھے۔ کم مہمان کم خوش سے دکھائی دیتے تھے۔ وانیہ کی امی کرسی پہ بیٹھی ہانیہ کو کہہ رہی تھیں

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ ان دونوں کا چکر ہے یونہی تو نہیں محب پاگلوں کی طرح مرحا کے پیچھے پھرتا تھا" انہوں نے کانوں کو ہاتھ لگایا "اللہ کیا زمانہ آگیا ہے ظاہر کچھ کرتے ہیں اندر کچھ چل رہا ہوتا ہے" ہانیہ سامنے اسٹیج کو دیکھ کر بس رو دینے کو تھی۔ اس نے کیا کیا سوچا تھا محب مرحا کی محبت کبھی قبول نہیں کرے گا۔ محب ہر جگہ سے رسوا ہو کر اس کے پاس آئے گا پر یہاں تو سب بدل گیا۔ حالات بھی جذبات بھی۔ ہانیہ کا دل کر رہا تھا کہ کہے "او بھئی مارو مجھے مارو" پر بے چاری میں اتنی ہمت بھی نہیں بچی تھی۔ یہ سارا کمال بوا کی کال کا تھا۔ انہوں نے اس دن مرحا کے آتے ہی وانیہ کی امی کو کال کر کے کہا تھا

"اللہ کا کرم ہے میری بچی واپس آگئی ہے اب بس آپ لوگ آجائیں بہت جلد ان کی شادی کر رہی ہوں میں" یہ بات وانیہ کی امی پہ بم بن کر گری تھی۔ بوا نے یہ کہہ کر فون ٹھک سے

رکھ دیا تھا دوسری طرف سے وانیہ کی امی "ہیں۔؟ ہیلو۔؟" کرتی ہی رہ گئی تھیں۔ بوا اپنی اس کارکردگی پہ بعد تک خوش رہی تھیں اور آج بھی وہ ان کے اتر چہرے دیکھ کافی محظوظ تھیں۔

جب مایوں کا فنکشن ختم ہو گیا تو محب اسٹیج سے اٹھ کر باہر کی طرف جانے لگا تھا کہ تبھی اس کے سامنے ہانیہ آکر کھڑی ہو گئی۔

"ویسے مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا ہے کہ جو کہا کرتا تھا کہ میں اپنی پہلی محبت کے علاوہ کبھی کسی سے شادی نہیں کروں گا آج وہ شادی کر رہا ہے اور اس لڑکی سے جسے وہ اپنے بچوں کی طرح لاڈ کرتا تھا" وہ بھرپور طنز کر رہی تھیں۔ محب نے سپاٹ چہرے سے اسے دیکھا ہانیہ نے اپنی بات جاری رکھی

"چچ چچ چچ مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا ہے کہ لوگ اس طرح بھی بدل جاتے ہیں" اس کے چہرے پہ تمسخرانہ مسکراہٹ تھی۔ محب ویسی ہی سرد نظروں سے اسے دیکھتا رہا اس نے کوئی جواب نہ دیا تو ہانیہ بولی

"کچھ کہو گے نہیں۔؟" محب اس کی بات پہ مسکایا اس کی مسکراہٹ میں کچھ ایسا تھا کہ ہانیہ کی مسکراہٹ ماند پڑ گئی اور جب وہ بولا تو ہانیہ کی ہوائیاں ہی اڑ گئیں

"مرحا یہ تمہارے بارے میں ہی بات کر رہی تھی کہہ رہی تھی کہ میں تم سے شادی نہ کروں" محب کا یہ کہنا تھا اور مرحا کا دماغ گھوم گیا وہ ابھی اسٹیج سے اتر کر آئی تھی محب اور ہانیہ کو ساتھ دیکھ کر اسے کھلبلی ہو رہی تھی اور اب محب کی بات پہ وہ دانت پیس کر ہانیہ کے سامنے آئی۔ محب نے ہانیہ کے اڑے ہوئے چہرے کو دیکھا اور سرگوشی میں کہا "انجوائے ناؤ" ایک آنکھ دبا کر وہ وہاں سے چلا گیا اور پیچھے مرحا کو ہانیہ کے اوپر چھوڑ گیا۔

"آپ کی ہمت کیسے ہوئی۔؟ ہیں۔؟ آپ سے کر لیتے شادی پھر آپ خوش تھیں ہیں نا۔؟ میں نے تو پہلے ہی بوا کو کہا تھا کہ اتنے اچھے موقع پہ وہ آپ کو نہ بلائیں نحوست بڑھ جائے گی پر وہ مانی ہی نہیں" ہانیہ ناں میں سر ہلاتی الفاظ ڈھونڈ رہی تھی کہ اب وہ کیا کہہ کر مرحا سے جان چھڑائے پر اس کے الفاظ گم ہو گئے تھے اور مرحا کی لغت میں کوئی کمی نہ تھی وہ بول رہی تھی

"ویسے آپ بہت بے شرم ہیں۔ کتنی بار محب نے آپ کو بے عزت کیا لیکن مجال ہے جو آپ بعض آئی ہوں بہت منحوس ہیں آپ، لوگوں کی خوشی میں خوش ہونا سیکھیں اپنا چہرہ دیکھیں سازشیں کر کر کے لعنت برس رہی ہے۔۔۔" ہانیہ کا چہرہ سیاہ پڑ گیا تھا اس کے کانوں سے دھویں نکل گئے تھے اور دماغ کے سارے کیڑے بھی مر گئے تھے۔ مرحا اسے خوب دل کھول کر سنا کر چلی گئی تھی اور اب اس میں ہمت بھی نہ رہی تھی کہ وہ پلٹ کر دوبارہ کرسی پہ بیٹھ ہی جائے ساری رات اسکے چہرے پہ تاریکی بن کر چھا گئی تھی۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&____

____&&

رات ملتان پہ گہری ہو گئی تھی۔ حویلی میں اب بس کچھ عزیز مہمان ہی تھے۔ مرحا کو بوا زبردستی پکڑ کر لا رہی تھیں۔

"لڑکی تم محب کے پاس نہیں جاؤ گی نکاح سے پہلے سمجھیں۔؟" انہوں نے گھور کر کہا تھا۔

"میں تو جاؤں گی۔ میں نے نہیں لگوانی اس سے مہندی" وہ دور بیٹھی مہندی والی کو دیکھ کر کہہ رہی تھی۔ منہ پھولا ہوا تھا

"کیوں اسے کیا ہے۔؟" بوا زچ تھیں

"بس مجھے اسے دیکھ کر لگ رہا ہے اسے مہندی اچھی نہیں لگانی آتی" بوا نے دانت پیسے

"بکواس بند کر لو مرحا شہر کی سب سے اچھی پالر والی ہے اور تم نخرے کر رہی ہو" مرحا نے ان سے ہاتھ چھڑانا چاہا

"آپ مجھے محب کے پاس جانے دیں میں انہیں کہوں گی وہ مان جائیں آپ تو بالکل سنگدل ہیں بوا جب میں گم ہو کر واپس آئی تھی تب کیسے لپٹ لپٹ کر رو رہی تھیں اور اب دیکھیں" مرحا نے گہرا سانس لیا "لوگ ٹھیک کہتے ہیں قریب کی قدر نہیں ہوتی" بوا نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ مارا۔

"کتنا فضول بولتی ہو تم" وہ مرحا کو لے جانے لگیں۔ مرحا اکڑ کر کھڑی ہو گئی۔ "میں اب تمہارے دولگا دوں گی۔ کہہ دیا نا محب سے کل ملنا شرم تو زرا نہیں ہے اس لڑکی میں چلو میرے ساتھ" وہ اسے زبردستی لے گئی تھیں۔ مرحا پالر والی کے پاس جا کر بھی نہ بیٹھی تو بوا نے سے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا آنکھوں سے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ ورنہ یہی پٹو گی۔ مرحا روہانسی ہو کر بیٹھ گئی تھی۔۔

&&&&&&&&&&&&&____________________________________

____________________________________&&&&

مرحا کو جب مہندی لگ گئی تو بوا اسے اس کے کمرے میں لے آئیں۔

"اگر تم یہاں سے باہر نکلیں اور میں نے تمہیں محب کے کمرے کے ارد گرد دیکھ لیا تو تمہاری خیر نہیں" بوا نے اسے تنبیہ کیا جس کا جواب اس نے دل میں دیا

"میں تو جاؤں گی" وہ سوچ کر بیڈ پہ بیٹھ گئی۔ بوا نے اس کا چہرہ دیکھا۔ پیلے سبز شیشوں والے مایوں کے سوٹ میں وہ کُھلے بالوں اور مومی چہرے ولی لڑکی کسی تصویر جیسی لگتی تھی۔ آہو چشم میں کاجل لگا تھا۔ خم دار پلکوں پہ مسکارا اور لائنر لگا تھا بوا کو اس پہ بے ساختہ پیار آ گیا۔ وہ اس کے پاس بیٹھیں۔

"میری بیٹی" انہوں نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ مرحا چونکی۔ وہ کچھ کہتی کہ بوا نے اس کا ماتھا چوما

"بہت پیاری لگ رہی ہو" مرحا کی تعریف ہوئی اور مرحا نے بوا کو تبھی تبھی ان کے رویے کے لیے معاف کر دیا

"ہیں نا میں بہت پیاری لگ رہی ہوں نا۔؟" اس نے چمکتی آنکھوں سے پوچھا بوا نے سر اثبات میں ہلایا۔ اس کے گال پہ ہاتھ رکھا

"اب تم اچھی بچی کی طرح اپنے کمرے میں رہنا محب کے پاس نہیں جانا کل جب نکاح ہو جائے گا تو چلی جانا پر آج نہیں ورنہ تم کل دلہن بن کر پیاری نہیں لگو گی" مرحا نے زرا زرا سی بھنویں سکوڑ کر بوا کو دیکھا

"جھوٹی" دل میں کہا پر سرہاں میں ہلا دیا جیسے مان گئی ہو۔ بوا اس کے سر کے خم سے مطمئن ہو کر کمرے سے نکل گئیں اور وہ اچھل کر بیڈ سے اتری۔ آہستگی سے دروازے کے پاس گئی۔ کھول کر باہر دیکھا۔ فاتحانہ مسکراہٹ چہرے پہ آگئی۔

وہ تیزی سے کمرے سے نکلی دوپٹے کو سینے پہ اور فرش پہ گرائے وہ اڑتی زلفوں سے محب کے کمرے کے باہر آگئی۔ دروازے کو دھکیلا وہ بند تھا۔ مرحا نے دل پہ ایک ہاتھ رکھا اور دوسرے سے دھڑا دھڑ دروازہ پیٹ دیا۔ محب ہڑبڑا کر اندر سے بولا

"آرہا ہوں" یہ کہتے ہی اس نے دروازہ کھول دیا۔

"آپ کو میری اتنی سی بھی فکر نہیں ہے" محب کو دھکیلتی وہ اندر داخل ہو گئی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ محب پلٹا۔ حیرت سے

"کیا ہوا ہے تمہیں۔؟"

"مرنے والی ہوں میں"

"الٹی باتیں نہیں کرتے مرحا تم مجھے ایسے بات کرتیں بالکل اچھی نہیں لگتیں" وہ برہمی سے بولا۔ مرحا نے خفگی سے اسے دیکھا

"ہاں آپ کو تو میں بری لگوں گی ہی آپ کرتے ہی نہیں مجھ سے پیار" وہ روہانسی ہو گئی۔ بیڈ کے کنارے پہ بیٹھ گئی۔ دوپٹہ کاندھے اور فرش پہ پھیلا تھا۔ نیم تاریک کمرے کی کھڑکی سے چاند کی ٹھنڈی روشنی اس کے نازک وجود پہ پڑ رہی تھی۔ مومی گڑیا کا چہرہ چاندنی سے چمک رہا تھا۔ آنکھوں کی نمی واضح تھی۔ کھلے بالوں کی لٹیں پروائی سے اڑ رہی تھیں۔ لمحے سست سے پڑ گئے تھے۔ اس کی ہلکی پر نم آنکھوں میں عجیب ہی سحر تھا۔ اس کی زلفیں انسان کو کیسے اپنی گرفت

میں لیتی ہیں اس کے وجود کی کشش کس قدر پر زور ہے اس بات کا احساس محب کو آج ہوا تھا۔

وہ اس سراپے سے پل بھر کو نظریں ہٹانا بھول گیا تھا۔ سفید کاٹن کی شلوار کے ساتھ پیلے کرتے میں ملبوس ہلکی بڑھی داڑی مونچھوں والا محب تحیر سے اسے دیکھ رہا تھا۔ چشمے کے پیچھے موجود کالی چھوٹی آنکھوں میں لمحے ٹھہر گئے تھے۔ وہ بڑی مشکل سے سنبھالا تھا یا ہار گیا تھا اس بات کا اندازہ وہ نہیں کر سکا تھا۔

وہ چلتا ہوا مرحا کے قریب آگیا

"میں تم سے ڈھیر سارا پیار کرتا ہوں" اس کی آنکھوں کے گوشوں میں سر اٹھاتی نمی کو انگوٹھے سے صاف کرتا وہ بولا تھا۔ مرحا نے اس کا ہاتھ چہرے سے ہٹایا

"آپ جھوٹے ہیں اگر ہوتا تو دروازہ بند نہ کرتے پہلے کبھی نہیں کیا تو آج کیوں۔؟" وہ بیڈ سے کھڑی ہوگئی۔ چاند کی چاندنی چہرے سے ہٹ گئی۔ محبتوں کا فسوں ٹوٹ گیا۔ کمرے میں سب کچھ ڈگمگاتے ہوئے بھی سنبھل گیا تھا۔ محب نے گہرا سانس لیا۔ اس کا ہاتھ تھاما۔

"ویسے ہی بند کیا تھا" مرحا نے اسے گھورا

"جھوٹ کہہ رہے ہیں نا۔؟ بوا نے کہا ہو گا آپ کو" محب نے سر ناں میں ہلایا بات چھپانی چاہی پر مرحا بولتی چلی گئ

"بس بس مجھے پتہ ہے مجھے بھی کہہ رہی تھیں کہ میں آپ کے پاس نہ آؤں"

"تو تم نے ان کی بات مانی تھی نا۔؟" مرحا نے دونوں ہاتھ کمر پہ رکھ لیے

"کیوں میں کیوں نہ آؤں آپ کے پاس میں نے تو آنا تھا میں آگئ۔ آپ کو پتہ ہے میں کتنی اداس ہوں" وہ دوبارہ سے بیڈ پہ بیٹھ گئ۔ انگلیاں مروڑنے لگی۔ سر کو جھٹکتے ہوئے وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھ کر کڑھ رہی تھی۔

"کیوں کیا ہوا ہے۔؟" وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"یہ دیکھیں" مرحا نے اس کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلا لیے

"کتنی اچھی لگ رہی ہے" وہ اس کی مہندی دیکھ کر دل سے بولا۔ مرحا مزید اداس ہو گئی

"یہ کوئی اچھی ہے۔؟" محب نے اس کا چہرہ دیکھا اور سمجھ گیا

"نہ جی یہ تو بالکل اچھی نہیں ہے" مرحا نے ہاتھ پہ ہاتھ مارا

"ہیں نا میں بھی یہی کہہ رہی تھی کہ یہ اچھی نہیں ہے بوا نے زبردستی لگوا دی میں نے کہا بھی تھا کہ میں نہیں لگواتی دیکھیں اس منحوس نے کتنے گندے نقشے بنائے ہیں" مرحا کا بس نہیں چل رہا تھا وہ پالر والی کی گردن اڑا دے جبکہ مہندی اچھی لگی ہوئی تھی پر مرحا تو مرحا تھی۔

"ایسے نہیں کہتے کسی کو گندی بچی" اس نے مرحا کا ناک پکڑ کر کھینچا

"میں آپ کے پاس آرہی تھی کہ آپ مجھے میری دوست کے پاس لے جائیں وہ اچھی لگاتی ہے مہندی پر بوا نے آنے ہی نہیں دیا۔ میری ساری شادی خراب کر دی بوا نے میں بہت اداس ہوں" اس کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔ محب کا دل مچل گیا۔

"میرے بابو روتے نہیں جب یہ اتر جائے گی نا آپ کے محب آپ کو وہیں لے جائیں گے جہاں آپ کہہ رہے ہو" اس نے مرحا کے آنسو صاف کیے

"پکی بات ہے۔۔؟" محب نے زور سے سر ہلا دیا

"چلیں ٹھیک ہے میں اب جا رہی ہوں ورنہ بوا مجھے ماریں گی" وہ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ چوکھٹ پہ رکی

"اب دروازہ بند مت کیجئے گا ورنہ میں آپ سے بات نہیں کروں گی "

"ٹھیک ہے اب تم جاؤ" محب نے فوراً کہا۔ مرحا سر ہلاتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔ محب دروازے کو ویسے ہی بند کر کے آ کر دوبارہ بیڈ پہ لیٹ گیا۔ رات آہستہ آہستہ چاند سنگ پگھل رہی تھی۔

&&&&&&&&&&&&______________________________________

________________&&&&&&&&&&&&&&&&

اگلا روز جب حویلی پہ روشن ہوا تو حویلی میں بھگدڑ مچ گئی۔ مہمانوں کے آنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جیسے جیسے دن ڈھلا ویسے ویسے گھر مہمانوں سے بھر گیا۔ مرحا اور محب کا نکاح جب ہوا تو اس وقت باہر عصر گہری ہو رہی تھی پھر رسموں قسموں میں رات کب ہو گئی کسی کو احساس ہی نہ ہوا۔ جب ساری رسمیں ہو گئیں تو بوا اسے محب کے کمرے میں لے آئی تھیں۔ جہاں آج روشنیاں جلی تھیں۔ ہر طرف پھول بکھرے تھے جن کی خوشبوں دل فریب تھی۔ کھڑی پہ پردے ڈلے تھے پر شیشوں کے کھلے ہونے کی وجہ سے ہوا کے جھونکے پردوں کو ہٹا رہے تھے۔ باہر چاند نکلا تھا ستارے آسمان پہ پھیلے تھے۔ جگر جگر کرتے تارے کمرے میں جھانکے رہے تھے بوا اسے بیڈ پہ بٹھا کر چلی گئیں۔ مرحا بیڈ کراؤن سے کمر ٹک کر گھنگھٹ سے چھپے چہرے کو جھکائے بیٹھی کمرے کی خوشبو کو محسوس کر رہی تھی کہ تبھی کمرے کی فضاء میں ایک اور خوشبو شامل ہو گئی جو محب کے پرفیوم کی تھی۔ وہ پرپل کرتے اور سفید کاٹن کی شلوار میں ملبوس ہمیشہ جیسا وجیہہ لگتا تھا۔ مرحا پہ اس کی نظریں تھیں وہ چلتا ہوا دیوار پہ لگے سوئچ بورڈ

کے پاس آگیا۔ اس نے لائٹ بند کر دی اور بڑھ کر کھڑکی سے پردے ہٹا دیے وہ کل والے فسوں کو آج پھر ڈھونڈ رہا تھا۔

پردے ہٹا کر وہ آسمان کے چاند کو چڑانے کے لیے اپنے چاند کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ جو سرخ لہنگے میں ملبوس تھا۔ محب اسے کچھ دیر دیکھتے رہنا چاہتا تھا۔ گھونگھٹ سے چھپے چہرے کو دیکھنے کا دل تشنہ تھا پر محب کو جیسے یہ سب خواب لگ رہا تھا۔ اس کا خواب تب ٹوٹا جب مرحا نے اسے کہا

"محب گھونگھٹ آپ اٹھائیں گے نا۔؟" اسنے یہ بات گھونگھٹ اٹھا کر پوچھی تھی۔ محب کو ہنسی آگئی۔ اس کا سحر قائم ہونے سے پہلے ہی ٹوٹ گیا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا تو مرحا نے دوبارہ گھونگھٹ کر لیا اور بولی

"ٹھیک ہے پھر اٹھائیں بھی" اس کی آواز میں تھکن تھی۔ محب نے احتیاط سے گھونگھٹ اٹھایا اور نظر بھر کر اس ماہِ حسن کو دیکھا جو کچھ کچھ اب شرما رہی تھی مرحا نے آہستگی اپنی نظریں اٹھائیں محب کو دیکھا۔

"کیسی لگ رہی ہوں۔؟"

"بہت پیاری" وہ بولا ہی تھا کہ مرحا کا منہ کھل گیا

"صرف پیاری۔؟" اسے صدمہ ہوا "مجھے لگا تھا آپ کہیں گے کہ میں بہت بہت ہی پیاری لگ رہی ہوں پر آپ نے تو بس۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر دل بنایا اور اسے توڑ دیا۔ محب نے تیزی سے سر ناں میں ہلایا

"نہیں بھئی میں کہنے ہی والا تھا تم تو بہت ہی پیاری لگ رہی ہو" اسنے اپنی بات پہ زور دیا۔ مرحا کے پورے دانت باہر آ گئے

"مجھے پتہ تھا آپ یہی کہیں گے "اس نے محب کے دونوں ہاتھ پر جوش ہو کر پکڑے اس کے چہرے پہ زمانوں کی خوشی تھی وہ کہہ رہی تھی

"مجھے یقین نہیں آرہا ہماری شادی ہو گئی"اس کی آواز میں اتنی خوشی تھی کہ محب کو زمانے کی ساری خوشیاں آج جھوٹی لگ رہی تھیں سوائے مرحا کی خوشی کے وہ اس کے قریب بالکل سامنے ہو کر بیٹھ گئی۔

"اب میں آپ کی بیوی بن گئی ہوں نا تو اب آپ میری ساری باتیں ماننا" وہ اسے سمجھانے لگی محب محظوظ سا اسے سننے لگا اس نے مرحا کو کہا

"مثلاً۔؟"

"مثلاً میں جب کہوں مجھے باہر جانا ہے آپ باہر لے کر جانا مجھ سے ڈھیر ساری باتیں کرنا میری خوب ساری تعریف کرنا اور مجھے شاپنگ بھی کروانا ٹھیک ہے۔؟"محب نے سر ہلایا

"اور تم کیا کرو گی۔؟ "

"میں اس سب میں آپ کا ساتھ دوں گی" وہ شرارت سے بولی تو محب اس کے برجستہ جملے پہ ہنس دیا۔

"میرا مطلب ہے تم میرے لیے کیا کرو گی۔؟" وہ سوچ میں پڑ گئی۔ انگلی ٹھوڑی پہ رکھ کر دستک دینے لگی پھر کچھ یاد آنے پہ چٹکی بجائے

"میں آپ کو پانی پلایا کروں گی جب آپ آفس سے آئیں گے" وہ اتنی معصومیت سے بولی کے محب ایک پل میں کئی بار اسے کے صدقے ہوا تھا پر اس نے چہرے پہ ہلکی سی ناراضی لا کر کہا

"صرف پانی۔؟"

"کھانا بھی" وہ فوراً بولی محب ہنس دیا۔

"تم میری کتنی اچھی بیوی بنو گی نا میں بہت خوش نصیب ہوں" مرحا نے فوراً سر ہلا دیا محب نے کھلی کھڑی سے باہر دیکھا چاند آہستہ آہستہ کل والی جگہ پہ آ گیا تھا۔ محب نے اس سے نظریں ہٹا کر سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا جس کے چہرے پہ پھر سے چاندنی پڑنے لگی تھی۔ لمحے پھر سے

سست پڑنے لگے تھے۔ وہ محب کو دیکھ رہی تھی اور محب اس کی آنکھوں میں الجھتا جا رہا تھا۔

سحر، پھولوں کی خوشبو، چاند کی چاندنی سب کچھ محب کے اعصاب پہ سوار ہوتا جا رہا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

___________________________&&&

شادی کے اگلے کچھ دن مصروف گزرے تھے پھر محب نے آفس جانا شروع کر دیا تھا اور مرحا نے ٹی وی دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ آج بھی وہ لاؤنج میں بیٹھی کوئی ڈرامہ دیکھ رہی تھی جس میں لڑکی کہہ رہی تھی

"ساوتری کے پتی نے اسے چھوڑ دیا" مرحا کی آنکھیں جھٹکے سے پھیل گئیں "جبکہ وہ تو اس سے اتنا پیار کرتا تھا" اس نے ٹی وی دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ٹی وی سے بھی فوراً اس کی بات کا جواب آیا

"پیار تو کرتا تھا پر اس کی بیوی اچھی بیوی ثابت نہ ہو سکی"

"کیسے۔؟" مرحا نے پوچھا ٹی وی والی عورت نے مرحا کو دیکھ کر کہا

"وہ ایسے کہ ساوتری خود بن ٹھن کر پھرتی رہتی تھی اور شوہر کا کوئی کام نہیں کرتی تھی اس لیے اس نے اسے چھوڑ دیا" مرحا نے دل پہ ہاتھ رکھا۔ ذہن پہ زور ڈالا اور پھر سر پکڑ لیا۔ وہ بھی تو پورا دن تیار ہو کر ادھر ادھر پھرتی رہتی ہے محب سے بس ضدیں کرتی رہتی ہے اس کے لیے تو کچھ کرتی ہی نہیں

"تو کیا میں بھی اچھی بیوی نہیں ہوں۔؟" اس نے ٹی وی میں موجود عورت سے پوچھا عورت نے سر ہلا دیا۔ مرحا کا دل حلق میں آگیا۔

"تو کیا مجھے بھی محب چھوڑ دیں گے۔؟"

"ہاں بالکل" عورت نے کہا مرحا نے نہ میں سر ہلایا

"میں تو اچھی بیوی بن جاؤں گی کل سے ہی" وہ چینل بدل کر بولی تھی اب اس نے کل سے اچھی بیوی بننا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&&

میلسی کی فضاء میں اداسی سی گھلی تھی۔ سردی سے زرد پڑتے پتے لان میں بکھرے تھے۔ وہ بھی مین گیٹ سے آگے بنے برآمدے میں زینوں پہ بیٹھی کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھی۔ ہاتھوں کو گود میں رکھا ہوا تھا۔ سحر جب سے ملتان سے آئی تھی بہت چپ چپ ہو گئی تھی اور مصطفٰی اس کے لیے مزید پریشان رہنے لگا تھا۔ پہلے وہ سحر کو اسکول جانے سے روکتا تھا پر اب اس کی حالت کو دیکھتے وہ خود کہتا تھا کہ سحر اسکول چلی جائے تا کہ اس کا من بہل جائے پر اب سحر نہ میں سر ہلا کر کہتی

"مجھے اب کہیں سکون نہیں آئے گا" اس کی آنکھیں بھیگ جاتی تھیں۔ مصطفٰی اسے سینے سے لگا لیتا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا" وہ اسے سینے سے لگا کر اس کے سر کی پشت کو آہستہ آہستہ سہلا تا رہتا تھا۔ جیسے کوئی بڑا کسی چھوٹے بچے کو پر سکون کر رہا ہو۔

مصطفیٰ اب دکان سے کئی کئی بار کال کر کے اس کا پوچھتا تھا اور وہ لاکھ ضبط کرنے کے بعد بھی رونے لگتی تھی۔

ابھی بھی اس کے پہلو میں رکھا موبائل چیخنے لگا تھا۔ سحر نے افق سے نظریں ہٹا کر ساتھ پڑے، مسلسل بجتے موبائل کو دیکھا تو چہرے آزردہ ہو گیا۔

"میں آپ کو بہت پریشان کرنے لگی ہوں نا مصطفیٰ" اس نے کال اٹھ کر کہا۔ آواز میں اداسی تھی۔

"میں آپ سے کبھی پریشان نہیں ہوا سحر" وہ رکا کچھ پل پھر آہستگی سے بولا "بس آپ جب یوں چپ ہو جاتی ہیں تو لگتا ہے جیسے میرا سب کچھ ناراض ہو گیا ہو مجھ سے، میں اداس رہنے لگتا ہوں" سحر کی پلکیں بھیگ گئیں۔ اس نے لب مضبوطی سے بھینچے۔

"میں ٹھیک ہوں مصطفٰی آپ بتائیں کیا کر رہے تھے۔؟"

"اپنی بیوی کے اَن دیکھے آنسوؤں کو محسوس کر کے بے چین ہو رہا ہوں" سحر اس کی بات پہ چونکی۔ اس نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑیں

"میں نہیں رو رہی"

"اب آپ جھوٹ بھی بولنے لگی ہیں مجھ سے۔؟" وہ محبت سے بول رہا تھا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں" اس کی آنکھیں پھر سے بھر گئیں۔

"سحر آپ میری اچھی بیوی ہیں نا۔؟" سحر نے اس کی بات پہ سر ہلا دیا جیسے وہ سامنے ہو۔ وہ دوسری جانب سے بول رہا تھا۔ "آپ میری بات مان جائیں سحر دیکھئے گا ایک دن سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا ابا ہم سے ملنے ضرور آئیں گے" وہ پھر سے سحر کو امید دے رہا تھا۔ "اور اگر آپ ایسے ہی گھٹ گھٹ کر روتی رہیں گی تو آپ بیمار ہو جائیں گی سحر۔ میں آپ کو تکلیف میں

نہیں دیکھ سکتا" اس کے لہجے کی محبت اور فکر سحر کو اب شرمندہ کر رہی تھی۔ اس نے گہرا سانس لیا۔

"مصطفیٰ" اس نے آنکھیں صاف کر کے کہا

"جی جی بولیں "

"آپ آج جلد آجایئے گا ہم شبانہ کے گھر چلیں گے پھر واپسی سے نہر پہ کچھ دیر رکیں گے "

دوسری جانب مصطفیٰ کے چہرے پہ کچھ سکون پھیلا

"میں آجاؤں گا آپ تیار رہنا اور ہم کھانا بھی باہر کھائیں گے اور اب آپ جاکر آرام کریں میں آؤں تو مجھے میری بیوی اداس نہیں لگنی چاہیے" سحر اس کی بات پہ ہلکا سا مسکائی۔

"ٹھیک ہے آپ بھی کام کرلیں اور میں اب ٹھیک ہوں آپ پریشان نہ ہوں"

"میں صدقے آپ پہ" اس نے کہہ کر فون رکھ دیا اور سحر ساکت رہ گئی۔ یہ پہلی بار تھا کہ مصطفیٰ نے اس کے لیے کچھ ایسا کہا تھا۔ اسے لگتا تھا جیسے مصطفیٰ کی محبت ہر گزرتے دن کے

ساتھ بڑھتی جارہی ہے اور اس کی بڑھتی محبت کو دیکھ کر وہ گھبرا جاتی تھی اسے لگتا تھا جیسے وہ مصطفیٰ کو کھو دے گی۔ اس نے اپنی منفی سوچوں کو ذہن سے جھٹکا اور اٹھ کر اندر چلی گئی۔ پیچھے لان میں بکھرے پتے اکیلے رہ گئے۔

_&&&&&&&&&&&&&&________________________________

____

ملتان پہ رات ڈھلنے لگی تھی۔ مرحا کمرے میں بیٹھی تھی۔ گود میں دستہ رکھا تھا جس پہ وہ لکھ رہی تھی۔

"اچھی بیوی بننے کے طریقے" اس نے صفحے کے اوپر لکھا اور پھر نیچے ایک ایک طریقہ لکھنے لگی۔

"اچھی بیوی شوہر کے سارے کام خود کرتی ہے جیسے کہ کپڑے دھونا، کھانا بنانا، کپڑے استری کرنا، اس کا موبائل چارج پہ لگانا، اتار کر دینا، جب وہ آفس سے آتا ہے تو سر پہ دوپٹہ لے کر

سلام کرتی ہے اور پانی کا پوچھتی ہے اور اسے خوش رکھنے کی کوشش کرتی ہے اپنی پرواکیے بغیر، اور اسے تنگ نہیں کرتی، ضد تو بالکل نہیں کرتی ہر بات پہ جی اور ٹھیک ہے کے علاوہ کچھ نہیں کہتی" تنگ نہ کرنے اور ضد نہ کرنے والی لائنیں لکھتے وہ کچھ مضطرب سی ہو گئی تھی۔ اس کا تو کھانا نہیں ہضم ہوتا ضد کیے بغیر۔

"اور ناراض بھی نہیں ہونا" مرحا نے پین دستے پہ بند کر کے رکھ دیا۔ اداسی سے چہرہ ہتھیلی پہ رکھ لیا۔

"کتنا مشکل ہے نا اچھی بیوی بننا بھی" اس نے خود سے سوال کیا پھر بیڈ سے کھڑی ہو کر شیشے میں اپنا عکس دیکھا

"کچھ ایسا نہیں ہو سکتا مجھے یہ سب نہ کرنا پڑے اور میں اچھی بیوی بھی بن جاؤں۔؟" تصور میں دفعتاً ٹی وی والی عورت آگئی جس نے نہ میں سر ہلا دیا۔ مرحا نے گہرا سانس لے کر سر جھٹک دیا اور بیڈ پہ ڈھے سی گئی

"ہائے مرحا تم کیسے رہو گی الٹی سیدھی ضدیں کیے بغیر۔؟" اس نے اپنا دوپٹہ چہرے پہ ڈال لیا۔

"پر محب کے لیے کرنا پڑے گا۔ انہوں نے بھی مجھے ساوتری کے پتی کی طرح چھوڑ دیا تو۔؟"

اس نے اپنی سوچ پہ جھرجھری لی

"اللہ نہ کرے" اور کہہ کر کھڑی ہو گئی۔ محب کے آنے کا وقت ہو گیا تھا۔ اب اسے اچھی بیوی بننا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&____________________________________

&&&&&&&&&&&&&&&____________________________________

محب کی گاڑی کے رکنی آواز جیسے ہی اسے آئی تو وہ تیزی سے داخلی دروازے کی طرف بڑھی۔

بوا نے اسے پیچھے سے ٹوکا "اسے سانس لینے دینا آتے ہی باہر کی رٹ نہ لگا لینا" مرحا نے رک کر بوا کو دیکھا

"آپ بالکل میری ساس بن گئی ہیں اللہ پوچھے گا آپ کو" بوا کے سر پہ لگی اور تلووں پہ بجھی

"بے شرم ہو تم مرحا۔ میں کیوں تمہاری ساس بنوں گی۔ ماں بن کے پالا ہے تمہیں"

"ہاں سوتیلی" اس نے گندا سا منہ بنا کر کہا۔ بوا نے دل پہ ہاتھ رکھ لیا پھر دانت پیس کر کہا

"کیسی گز بھر کی زبان ہے اس لڑکی کی آ گیا ہے محب بتاؤں گی میں اسے "

"میں بھی بتاؤں گی کہ۔۔۔۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ وہ کیسے بتا سکتی ہے وہ تو اچھی بیوی ہے نا اچھی بیوی شوہر کو شکایتیں نہیں لگاتی۔ مرحا کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ اس نے بوا کو دیکھا

"آپ بتا دینا میں نہیں بتاؤں گی" بوا اس کے ہار ماننے پہ چونکیں وہ کچھ بھی کہتیں کہ محب اندر داخل ہو گیا۔ مرحا نے اس کے قدموں کی چاپ سنی تو دروازہ کی طرف دیکھا وہ آفس سوٹ میں ملبوس تھا۔ بال ماتھے پہ کچھ کچھ بکھرے تھے۔ چہرے پہ تھکان کے باوجود بھی گہری مسکراہٹ تھی۔ مرحا نے سر پہ فوراً دوپٹہ لیا۔ نظریں جھکا لیں۔ محب وہیں رک گیا۔ آنکھیں

خود ہی چھوٹی ہو گئیں نا سمجھی سے پر مرحا نظریں جھکا کر سر پہ دوپٹہ لے کر اس کے پاس آئی۔

آہستہ سے نظریں اٹھا کر محب کو دیکھا

"اسلام علیکم کیسے ہیں۔؟" اس کے ہاتھ سے گاڑی کی چابی لی "پانی لاؤں آپ کے لیے۔؟"

محب کی مسکراہٹ حیرت کی وجہ سے غائب ہو گئی۔ وہ نا سمجھی سے مرحا کو دیکھ رہا تھا۔ بوا کی بھی حالت کچھ ایسی ہی تھی۔

"آپ بیٹھیں نا کھڑے کیوں ہیں۔؟" مرحا نے نظریں جھکا لیں تھیں۔ محب کو لگا وہ کسی اور کو دیکھ رہا ہے یہ مرحا تو نہیں ہے اس نے اپنا چشمہ اتارا اسے صاف کر کے دوبارہ لگایا۔ یہ مرحا ہی تھی۔ جواب کچن کی طرف جا رہی تھی۔ محب نے بوا کو دیکھا

"اسے کیا ہوا ہے۔؟" بوا نے شانے اچکا دیے۔ محب آ کر ان کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ مرحا سلیقے سے پلیٹ میں پانی کا گلاس رکھ کر لے آئی تھی

"یہ لیں آپ پانی پیئیں میں کھانا لگا دیتی ہوں یا فریش ہوں گے پہلے۔؟" محب سے پانی ہی نہ اٹھایا گیا وہ کھانا کیسے کھائے گا۔ بوا نے مرحا کے ہاتھ سے پانی کا گلا لیا اور اس کا ماتھا چھوا

"بخار تو نہیں ہے "محب کو دیکھا" گری بھی نہیں ہے آج پورا دن کہیں جو یہ ہی کہہ دیں کہ اس کے دماغ پہ چوٹ لگی ہے "بوا نے سینے پہ ہاتھ باندھ کر ٹھوڑی پہ سوچنے والے انداز میں انگلی رکھی

"پھر یہ ایسی شریفوں والی حرکتیں کیوں کر رہی ہے "محب کو پھر دیکھا" جبکہ یہ ایسی بالکل نہیں ہے تم بھی جانتے ہونا" بوا کی باتوں پہ مرحا اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی پر مسکرا کر بولی

"آپ ان کی باتوں پہ توجہ نہ دیں لوگوں سے کہاں ہضم ہوتی ہے کسی کی شرافت آپ فریش ہو جائیں میں کھانا لگا دیتی ہوں" محب ایک طرف گردن گرا کر بس اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا اسے وقت لگا سنبھلنے میں۔ اس نے مرحا کو کہا

"مرحا بتاؤ مجھے کیا ہوا ہے۔؟" اسے لگا مرحا نے کوئی غلطی کی ہے اس لیے وہ ایسے کر کے محب کو بہلا رہی ہے تا کہ وہ بعد میں اسے ڈانٹے نہ۔

"کچھ بھی نہیں ہوا محب آپ جائیں نا" وہ کہہ کر کچن کی طرف چلی گئی۔ بوا نے محب کو دیکھا

"شاید کمرے میں گر گئی ہو کیونکہ کافی دیر سے کمرے میں ہی تھی یہ" محب کو پریشانی سی ہونے لگی تھی پر یہ تو شروعات تھی۔ ابھی پکچر باقی تھی۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&&

مرحا کھانے کی ٹیبل پہ اس کے سر پہ کھڑی رہی

"یہ لیں، میں ڈالتی ہوں" محب نہ نہ کرتا رہ گیا وہ اسے کہہ رہا تھا کہ وہ بھی کھانا کھا لے پر مرحا

"نہیں آپ کھائیں نا میں بعد میں کھاؤں گی" بوا نے بھی آج کھانا نہ کھانے کا فیصلہ کیا تھا وہ بس مرحا کو دیکھ رہی تھیں اور محب منع کرنے کے باوجود بھی مرحا کو روک نہیں پا رہا تھا۔ وہ بس

نظریں جھکا کر سر پہ دوپٹہ لے کر اپنے کام میں لگی ہوئی تھی۔جب محب نے کھانا کھالیا تو مرحا برتن اٹھانے لگی

"تم تو کھالو" محب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھایا۔

"میں کھالوں گی"

"بس" اس نے کچھ رعب سے کہا کر پلیٹ اس کے سامنے رکھی "کھاؤ کھانا میرے سامنے" مرحانے سر کو "جی ٹھیک ہے" کہہ کر خم دیا اور کھانا کھانے لگی۔محب نے الجھی ہوئی نظروں سے بوا کو دیکھا اس کے چہرے پہ تشویش تھی۔بوا بھی اب پریشان سی ہوگئی تھیں پر مرحا بے نیاز تھی۔اور دل دل میں خوش بھی تھی کہ وہ کتنی اچھی بیوی بن گئی ہے پہلے دن ہی۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&________________________

________________________&&&

محب اور وہ جب کمرے آئے تو مرحا بیڈ کی چادر ٹھیک کرنے لگی۔ محب اسے دیکھتا ہوا بیڈ پہ بیٹھ گیا۔اس نے اپنا موبائل نکالا

"لائیں میں اسے چارج پہ لگا دوں" مرحا نے فوراً کہا۔ محب کا دل بے چین ہو رہا تھا۔

"نہیں ابھی نہیں لگانا" اس کے جواب پہ مرحا بیڈ کے کنارے پہ بیٹھ گئی۔ گود میں ہاتھ رکھ کر وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ محب اس کی طرف ہوا۔ اسے کا ہاتھ پکڑا۔

"میری جان بتاؤ مجھے کیا ہوا ہے۔ میں سچ میں غصہ نہیں کروں گا تم پہ۔ تم نے کوئی غلطی ہے۔؟" مرحا نے بھنویں سکوڑ کر اسے دیکھا اسے تو لگا تھا کہ محب اس کی تعریف کرے گا پر وہ تو سمجھ رہا ہے کہ مرحا اپنا کوئی کانڈ چھپانے کے لیے یہ سب کر رہی ہے۔ اسے دکھ ہوا پر چہرے پہ اچھی بیویوں والی مسکان سجا کر اس نے سر نہ میں ہلا دیا

"تو تمہیں پیسے چاہیے۔؟" اس نے جلدی سے اپنا والٹ سائیڈ ٹیبل سے اٹھایا

"بتاؤ کتنے چاہیے۔؟" وہ پیسے نکالنے لگا

"مجھے نہیں چاہیے محب پیسے۔" مرحا نے کہا محب نے والٹ سائیڈ پہ رکھا

"پھر تمہیں کیا ہوا ہے تم ایسے کیوں کر رہی ہو۔؟" وہ اس کے دونوں ہاتھ تھام کر بیٹھ گیا تھا۔ کچھ تو ہوا ہے پر وہ پتہ کیسے لگائے یہ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"مجھے تو کچھ بھی نہیں ہوا محب میں آپ کا سر دباؤں۔؟" محب کو ایک اور جھٹکا لگا۔ اس نے سر نہ میں ہلایا۔

"مجھے لگتا ہے میرا ابا بو تھک گیا ہے۔ سو جاؤ آؤ شاباش" اس نے سوچا شاید مرحا کی نیند پوری نہیں ہوئی اس لیے ایسی حرکتیں کر رہی ہے شاید سونے سے ٹھیک ہو جائے۔ اس نے مرحا کو اپنی طرف کیا

"نہیں آپ لیٹیں میں آپ کے پاؤں دباؤں گی" اس نے اپنے ہاتھ چھڑائے اور پیر دبانے لگی محب ہڑبڑا کر پیچھے ہوا۔ جیسے اسے کرنٹ لگا ہو

"نہیں مرحا یہ کیا کر رہی ہو۔؟" وہ عاجزی سے بولا

"آپ کی خدمت" وہ معصومیت سے بولی اور دوبارہ پیر دبانے لگی محب نے اس کے ہاتھ پکڑے۔

"کہہ نا نہیں چلو لیٹو شاباش میں ٹھیک ہوں میری جان" اس نے مرحا کو لٹایا اور اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھ لیا۔ مرحا کو بخار نہیں تھا" پر پھر۔؟" محب اس کی حالت سے اب زبردست قسم کا پریشان ہو گیا تھا۔ وہ اس کے ساتھ لیٹ گیا مرحا کے سر کو اپنے سینے پہ رکھ کر اس نے اس کے گرد بانہیں حائل کر لی تھیں۔ پتہ نہیں اس کی مرحا کو کیا ہو گیا تھا۔؟" اگر یہ صبح تک ٹھیک نہیں ہوئی تو میں اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤں گا" اس نے سوچا اور مرحا کا ہلکا سر دبانے لگا۔ مرحا سچ میں تھک گئی تھی۔ وہ محب کے سینے پہ سر رکھ کر سو چکی تھی پر آج کی رات محب کو نیند نہیں آنی تھی۔ اچھی بیوی خود سو چکی تھی اور محب کی نیندیں اڑا چکی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________________

______________________________&&&&

تیمور کے بنگلے نے بھی رات کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اس وقت گھر کی کچھ لائٹیں ہی روشن تھیں۔ لان، لاؤنج اور باقی خالی کمرے خاموش تھے۔ ہر سو نیم تاریکی کا راج تھا۔ تیمور اور پلوشہ کے کمرے کا دروازہ لاک تھا پر کھڑکی کھلی تھی وہاں سے ہلکی ہوا اندر آ رہی تھی۔ تیمور بیڈ پہ شانت سا سو رہا تھا اور پلوشہ کروٹ لے کر اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

آج پلوشہ جب کام سے فارغ ہو کر لاؤنج میں آ کر بیٹھی تھی تو عصر گہری ہو رہی تھی۔ اس نے ابھی ٹی وی کا ریموٹ اٹھایا ہی تھا کہ گھر میں گاڑی داخل ہونے کی آواز آئی۔ وہ کچھ حیران سی کھڑی ہو کر دروازے کی جانب بڑھی کہ تیمور وہاں سے اندر داخل ہوا۔

"کیسی ہو۔؟" وہ اسے دیکھ کر مسکایا تھا۔ پلوشہ کچھ حیران ہوئی

"تم اتنی جلدی کیسے آ گئے۔؟" اس کے پوچھنے پہ آفس ڈریس میں ملبوس لڑکے نے اس کے گرد باہیں پھیلا کر اسے اپنے سینے سے لگایا۔

"میرا نا تمہارے بغیر دل نہیں لگ رہا تھا" وہ اس کے بالوں کو سہلانے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ پلوشہ اس سے دور ہوئی۔

"تیمور یہ اچھی بات نہیں ہے تم یوں جلدی آجاؤ گے تو پیچھے آفس کا کیا ہو گا تمہیں اتنا غیر ذمہ دار۔۔۔" تیمور نے اس کی بات کاٹی۔

"ارے محترمہ میں کام مکمل کر کے ہی آیا ہوں اور میں نے کام جانا ہے اس لیے آیا تھا "

"کس کام۔؟ "

"تم تیار ہو جاؤ "

"پر جانا کہاں ہے۔؟" تیمور نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کمرے کی طرف لے آیا۔

"تیار ہو جاؤ پر سوال نہیں کرو "

"پر تیمور۔۔۔ "

"جلدی کرو میں نیچے تمہارا ویٹ کر رہا ہوں اور لپ اسٹیک ڈارک ریڈ لگانا" وہ حکم دے کر چلا گیا تھا۔ پلوشہ الجھی ہوئی وہاں کھڑی رہی پھر تیمور کی دوسری آواز پہ وہ جلدی سے تیار ہونے لگی۔

تیار ہو کر جب وہ نیچے آئی تو تیمور اس کا لاؤنج میں انتظار کر رہا تھا۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں۔؟" تیمور اور وہ جب گاڑی میں بیٹھ کر مین روڑ پہ آ گئے تو پلوشہ نے پوچھا تھا۔ تیمور نے ایک ہاتھ اسٹیئرنگ پہ رکھا اور دوسرے سے پلوشہ کا ہاتھ تھاما۔

"دربار پہ" اس نے گردن ترچھی کر کے پلوشہ کا چہرہ دیکھتے ہوئے بات جاری رکھی "میں نے منت مانی تھی کہ جب تم مجھے مل جاؤ گی تو میں تمہارے ساتھ دربار پہ حاضری دینے آؤں گا" اس نے پلوشہ کا ہاتھ چوما "اور آج اللہ نے مجھے حاضری کا موقع دے دیا ہے پلوشہ "پلوشہ کے چہرے پہ مسکان پھیل گئی تھی۔ وہ تیمور کی آنکھوں میں سر اٹھاتی روشنی دیکھ کر نہال ہو جاتی تھی۔ یہ آنکھیں تب کتنی بجھ گئی تھیں جب پلوشہ اس سے دور ہو گئی تھی۔

وہ دونوں جب دربارہ کی حدود میں داخل ہوئے تو شاہ رکنِ عالم دربار پہ عصر گہری ہوتی دکھائی دیتی تھی۔ کبوتر گنبد کے گرد گول گول گھوم رہے تھے۔ وہ دونوں دربار میں داخل ہو گئے تھے۔ دربارہ کے صحن کے کونے میں بیٹھا ایک سبز لبادے والا بوڑھا فقیر تبلا بجاتا صوفیانہ شاعر پڑھ رہا تھا۔ پلوشہ کی سماعت ناداستہ اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

اساں خاک نشین مسافر اساں لوک فقیر

عشق اساڈا پیر وے لوکو عشق اساڈا پیر

پلوشہ کا ہاتھ تیمور نے مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ وہ دونوں مزار قبر کے قریب پہنچ گئے تھے۔ تیمور نے آنے سے پہلے پھول اور چادر لے لی تھی۔ اس نے چادر چڑھا کر پھول قبر پہ ڈالے اور پلوشہ کے ساتھ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ باہر سے بوڑھے فقیر کی آواز برابر آرہی تھی کبوتر

گہری ہوتی عصر میں پر پھیلا کر آسمان پہ جھوم رہے تھے۔ پلوشہ نے گردن ترچھی کر کے تیمور کو دیکھا۔ وہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر بیٹھا تھا۔

ازلوں عشق دی گھٹی ساکوں بُلھے شاہ نے لائی

بابا گنج شکر نے ساکوں پیار پریت سکھائی

اس نے تیمور کی پلکوں پہ شبنم کے قطروں کو ابھرتے دیکھا۔ اس کا چہرہ جھکتا جا رہا تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپانے لگا تھا۔ پلوشہ دعا مانگنا بھول گئی تھی یا وہ سوچ میں پڑ گئی تھی کہ وہ کیا مانگے تیمور تو اس کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ بالکل اس کے ساتھ اسے لگ رہا تھا جیسے آج اس کی مٹھی میں ایک بار پھر پوری دنیا آگئی ہے

رُکنِ عالم، شاہ شمس نے کیتی پُٹھ بھڑائی

اوچ دے شاہ جلال نے ساکوں عشق دی رمز ڈسائی

تیمور نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا تھا۔ اس کے بدن میں لرزش بڑھ گئی تھی۔ پلوشہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کبھی تیمور کو اس طرح ٹوٹ کر روتے نہیں دیکھا تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ بہت تھک گیا ہو۔ پلوشہ نے اس کے چہرے کے آگے رکھے ہاتھ تھام کر ہٹائے تو تیمور نے ایک پل بس پلوشہ کو دیکھا اور پھر اس نے پلوشہ کے ہاتھوں میں اپنا چہرہ دے دیا۔ پلوشہ کے ہاتھوں کی ہتھیلیوں پہ اس کے آنسوں گرنے لگے تھے۔

عشق دی رمز نے ازلوں ساکوں کیتا ڈھیر اسیر

عشق اساڈا پیر وے لوکو عشق اساڈا پیر

اس نے تیمور کو کہتے سنا

"میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں یہاں اگر اپنی پوری زندگی بیٹھ کر بھی آنسو بہاؤں تو بھی میں اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتا کہ اس نے مجھے تمہیں دوبارہ سونپ دیا۔ میں تمہیں کھو کر سب کچھ ہار گیا تھا پلوشہ "اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ پلوشہ کی آنکھیں بھی بھیگ گئی تھیں۔ اس نے تیمور کی بھیگی آنکھیں صاف کیں

"اب ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ کبھی کبھی اللہ انسان کو ادھوری چیزیں دے کر انہیں چھین لیتا ہے تا کہ انسان ان چیزوں کے مکمل ملنے پہ ان کی کبھی بے قدری نہ کرے اور ہمیں ادھوری محبت ملی جو ہم سے ایک بار چھن بھی لی گی پر اب یہ ہمیں مکمل کر کے ملی ہے اور اب ہمیں بھی اس کی قدر ہے اب ہم ایک دوسرے سے دور نہیں ہوں گے" تیمور نے پلوشہ کے آنسو صاف کر کے لب بھینچ کر سر اثبات میں ہلا دیا اور اس کا ہاتھ تھا کر باہر لے آیا جہاں شام پھیل گئی

تھی۔ انہوں نے کبوتروں کو دانا ڈالا اور پھر دربار سے نکل گئے۔ پیچھے بوڑھے فقیر کی آواز دبتی چلی گئی۔ اس کی شاعری کا آخری شعر پلوشہ نے ذہن میں دہرایا

اساں خاک نشین مسافر اساں لوک فقیر

عشق اساڈا پیر وے لوکو عشق اساڈا پیر

اور زیرے لب بولی

"ہاں ہمارا سب کچھ ہمارا عشق ہی تو ہے ہم عشق بن کچھ بھی تو نہیں، کچھ بھی نہیں" اس نے تیمور کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام لیا تھا وہ دونوں دربار سے نکل گئے تھے۔ اس کے بعد وہ دونوں بہت دیر تک ملتان کی سڑکوں پہ پھرتے رہے اور جب رات گہری ہو گئی تو گھر آ گئے۔ تیمور شاید تھک گیا تھا اس لیے لیٹتے ہی سو گیا۔ جبکہ پلوشہ کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ وہ آج بہت

خوش تھی۔ اس کا دل کر رہا تھا وہ تیمور کو پوری رات دیکھے اس کا چہرہ سوتے ہوئے بہت معصوم لگتا تھا۔

&&&&&&&&&&&&_______________________________________

_______________________________&&&&&&&&&&&&&&&

ملتان پہ جب اگلی صبح روشن ہوئی تو مرحا کی آنکھ کھل گئی۔ یہ بھی اللہ کی طرف سے ہی تھا کہ وہ جلدی اٹھ گئی۔ ورنہ وہ اتنی جلدی نہیں اٹھا کرتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے پوری کائنات اسے اچھی بیوی بننے میں مدد دے رہی ہے۔

اس نے خمار آلود آنکھیں مسلیں اور محب کے سینے سے سر اٹھا کر دیوار آویز گھڑی کو دیکھا۔ صبح کے سات بج رہے تھے کچھ دیر میں محب نے اٹھ جانا تھا اس لیے وہ احتیاط سے اٹھنے لگی کہ محب نے ذرا ذرا آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"کہاں جا رہی ہو۔؟" اسے مرحا پہ ایک پل کا یقین نہیں تھا۔ رات والی باتیں وہ بھولا نہیں تھا مرحا کو لے کر اس کا دماغ ہر وقت الرٹ رہتا تھا۔

"کہیں بھی نہیں پیاس لگ رہی ہے"

"تم رکو میں دیتا ہوں" وہ اٹھنے لگا۔ مرحا کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ لے

"آپ سو جائیں نا محب میں پی لوں گی" وہ نہیں چاہتی تھی کہ محب اسے کام کرتے دیکھے وہ چاہتی تھی کہ محب جب اٹھے تو سارے کام ہوئے ہوئے ہوں اور محب خوش ہو کر اسے کہے "میری اچھی بیوی" پر پتہ نہیں ایسا ہو گا بھی یا نہیں۔

لیکن مرحا کام کرنے کھڑی ہو گئی تھی۔ اس نے اٹھتے ہی ادھر ادھر نظریں دوڑائیں کہ وہ کام کہاں سے شروع کرے۔؟ پھر اس کی نظر محب کے جوتوں پہ رک گئی۔ وہ ان کے پاس گئی اس کے جوتے صاف کرنے لگی۔ جب وہ چھوٹی تھی تو وہ اکثر محب کو کہتی

"مجھے آج زیادہ پاکٹ منی چاہیے"

"کیوں۔؟" محب پوچھتا

"ویسے ہی" مرحاشا نے اچکا دیتی تھی

"بوا مجھے ڈانٹیں گی "

"میں آپ کے جوتے صاف کر دوں گی پلیز دے دیں" اور اس کی اس بات پہ محب اپنا سر پکڑ کر بیٹھ جاتا تھا

"گندی الٹی باتیں کرتی ہو تم" وہ اسے جیب سے پیسے نکال کر دے دیتا اور پھر مرحا کو کہتا

"بوا کو نہ بتانا" وہ سر ہلا کر وہاں سے غائب ہو جاتی۔ اس نے آج تک صرف جوتے صاف کرنے کی باتیں ہی کی تھیں پر آج تک کیے نہیں تھے شاید ایک دو بار محب نے ہی اس کے اسکول کے جوتے صاف کر دیے ہوں گے پر اس نے کبھی نہیں کیے تھے لیکن آج وہ بڑا دل لگا کر اس کے جوتے صاف کر رہی تھی۔ جوتے صاف کر کے اس نے انہیں ایک طرف رکھا اور الماری سے محب کی شرٹ نکال کر استری کرنے لگی۔ اس نے استری گرم ہونے کے لیے رکھ دی۔ بالکل

شرٹ کے اوپر اور خود ہلتی ہوئی محب کا موبائل چارج پہ لگانے چلی گئی۔ چارجر ملنے میں وقت لگا اور جب چارجر مل گیا تو اس نے موبائل چارج پہ لگا کر سامنے استری اسٹینڈ کو دیکھا تو وہاں سے۔۔۔۔

مرحا کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکلی وہ بھاگ کر شرٹ کے پاس گئی۔ استری اٹھانے لگی۔ استری تو نہ اٹھی پر محب ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ مرحا استری پکڑ کر زور زور سے کہہ رہی تھی۔

"ہائے اللہ جل گئی۔۔۔"

"ہائے اللہ جل گئی۔۔۔" محب کو لگا مرحا جل گئی۔ وہ والہانہ بیڈ سے اٹھ کر اس کی طرف بھاگا۔ استری کا سوئچ کھینچ کر بورڈ سے نکالا مرحا کو کاندھے سے پکڑ کر دور کیا۔ اپنے سینے سے لگا کر بولا

"تم ٹھیک ہو دکھاؤ کہاں سے جل گئیں۔؟" اس کے لہجے میں پریشانی تھی مرحا نے موٹے موٹے آنسو آنکھوں میں بھر کر محب کو دیکھا پھر استری کی طرف بڑھ کر استری کے نیچے سے شرٹ نکالی

"یہاں سے "وہ رونے لگی تھی "ساری جل گئی "اس نے شرٹ محب کے سامنے کی جس میں بڑا سا سوراخ ہو گیا تھا۔

"تم ٹھیک ہو۔؟"اس نے شرٹ پہ لعنت بھیجی پوچھا بھی نہیں کیسے جلی کیوں جلی بس مرحا کے ہاتھ سے لے کر دور اچھال دی

"میں ٹھیک ہوں پر شرٹ "اس کے گلے میں آنسو پھنس گئے تھے۔اور محب کے گلے میں اٹکی اس کی سانس نکل گئی۔اس نے سکون کا سانس لیا۔

"شرٹ کو دفعہ کرو تم ٹھیک ہونا۔؟"اس کا دل ابھی بھی بری طرح دھڑک رہا تھا۔مرحا نے سر ہلا دیا

"پر تم شرٹ استری کر رہی کیوں رہی تھیں۔؟"وہ مرحا کو بیڈ پہ بٹھا چکا تھا"تم تو پانی پینے اٹھی تھیں۔"مرحا نے آنسو صاف کیے۔اس سے کوئی کا ٹھیک نہیں ہوتا

"میں نے سوچا آپ کی شرٹ بھی استری کر دوں"اس نے چہرہ جھکا لیا

"ایم سوری محب" محب نے اس کے آنسو صاف کیے

"کوئی بات نہیں بے بی ہو جاتا ہے تم اب دوبارہ کچھ نہیں کرو گی اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔؟ "

"پر شرٹ تو جل گئی نا" مرحا کو شرٹ کا بہت دکھ تھا۔اس نے کیا کیا سوچا تھا پر سب بیکار ہو گیا۔

"کچھ نہیں ہوتا میں دوسری پہن لوں گا" محب نے اس کا گال تھپکا۔مرحا کو تبھی یاد آیا اس نے سر پہ دوپٹہ نہیں لیا ہوا۔اس نے جلدی سے سر پہ دوپٹہ لیا اور بولی

"جی ٹھیک ہے آپ کے جوتے میں نے صاف کر دیے ہیں" اس نے کچھ خوشی سے جوتوں کو دیکھا اور خوشی گم ہو گئی۔استری کی ہڑبڑاہٹ میں وہ خود ہی صاف جوتوں پہ چڑھ کر انہیں گندہ کر چکی تھی۔

"جوتے بھی گندے ہو گئے۔۔۔" وہ دوبارہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی۔محب ایک بار پھر دم بخود ہو کر اسے دیکھنے لگا تھا مرحا سچ میں ٹھیک نہیں ہے اسے کچھ ہو گیا ہے۔

"میں تمہیں آج ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤں گا" مرحا اس کی بات پہ چونکی

"پر میں تو ٹھیک ہوں"

"نہیں تم ٹھیک نہیں ہو" وہ اس کا چہرہ جانچتی نظروں سے دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ مرحا نے سر زور سے نہ میں ہلایا

"میں ٹھیک ہوں"

"اگر تم کچھ دیر اور اسی طرح والی ٹھیک رہی تو میں ضرور پاگل ہو جاؤں گا" اس نے دل میں سوچا اور مرحا کو کہا

"ہم ویسے ہی جائیں گے رینڈم چیک اپ کے لیے" مرحا اس کی بات پہ دوبارہ سر کو خم دے کر بولی

"جی ٹھیک ہے میں ناشتہ بنانے جا رہی ہوں" جبکہ اسے کچھ بنانا نہیں آتا تھا پر وہ کہہ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔ مرحا کے جانے کے بعد اس نے جلی ہوئی شرٹ اور اپنے میلے جوتوں کو

دیکھا۔ اسے کمرے سے خوف محسوس ہونے لگا تھا۔ ہر چیز اسے بھوت بن کر اپنے سامنے ناچتی دکھائی دے رہی تھی۔

"میں آج آفس سے جلدی آکر مرحا کو ضرور ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤں گا وہ ٹھیک نہیں ہے" وہ سوچ کر نہانے کے لیے باتھ روم میں چلا گیا تھا۔ دل ابھی تک دھک دھک کر رہا تھا۔

&&&&&&&&&&&____________________________________

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

وہ کمرے سے نکل کر سیدھی کچن میں داخل ہوئی تھی۔ سر پہ دوپٹہ اور چہرے پہ معصومیت۔

"کہاں پہ۔؟" بوا نے اسے آتے دیکھا تو پوچھ لیا انداز مصروف تھا۔

"اپنے محب کے لیے ناشتہ بنانے آئی ہوں" خوشی دیدنی تھی۔ بوا کا کام کرتا ہاتھ رکا۔ پلٹ کر اسے دیکھا۔ جو شرمائی شرمائی تھی۔ سفینہ اور باقی ملازمائیں بھی تھم گئیں۔

"کیا کہا تم نے۔؟" بوا کو اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا۔ مرحا آگے بڑھ آئی۔

"میں نا محب کے لیے ناشتہ بنانے آئی ہوں" وہ دنوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر شرماہٹ سے مروڑ رہی تھی۔ چہرہ جھکا ہوا تھا۔ بوا کچھ دیر اسے دیکھتی رہیں پھر منہ پہ ہاتھ رکھا۔ ہنسیں۔۔۔۔ ایک بار۔۔۔۔ دوسری بار۔۔۔۔۔ تیسری بار ہنستے ہوئے ان کا منہ پہ رکھا ہاتھ ہیٹ پہ آ گیا

" تمہیں کچھ بنانا بھی آتا ہے۔؟" بڑی مشکل سے ہنسی ضبط کر کے پوچھا۔ مرحا کا منہ بن گیا۔ خفگی سے بوا کو دیکھا

"کوشش کرنے سے کامیابی حاصل ہوتی ہے" بوا نے اس کی بات پہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ لیے۔

"بی بی مجھے میرا کچن بہت عزیز ہے آپ یہاں سے جا سکتی ہیں آپ اپنے محب کو کہیں کہ وہ آپ کو الگ کچن بنوا دیں پھر وہاں دل کھول کر تباہی کرنا"

"پر بوا۔۔" وہ ابھی کچھ اور کہتی کہ بوا نے اس کا ہاتھ پکڑا

"نہ میری بیٹی نہ چلو شاباش باہر جاؤ میں اپنے کچن کو اپنے سامنے تباہ و برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتی باہر جا کر بیٹھ جاؤ" ان کا لہجہ اب سخت ہو گیا تھا۔ مرحا روہانسی ہو گئی۔

"میں کہوں گی محب کو مجھے الگ کچن بنوا کر دیں" وہ چلا کر کہتی وہاں سے چلی گئی۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے کہہ دینا پھر محب بھی تمہارے ساتھ ہی کچن میں بیٹھا رہے گا" اس نے اپنے عقب سے بوا کو کہتے سنا۔ وہ منہ میں پتہ نہیں کیا کیا بڑبڑاتی آ کر لاؤنج میں بیٹھ گئی۔

&&&&&&&&&&&&&____________________________________

_______________________________&&&&&&&&&&&&&

محب جب تیار ہو کر نیچے آیا تو مرحا کا بجھا ہوا چہرہ دیکھ کر بولا

"کیا ہوا تمہیں۔؟" مرحا کا دل کیا وہ سب بتا دے جو جو بوا نے اسے کہا پر یہ اچھی بیویاں کہاں شوہر کو صبح صبح پریشان کرتی ہیں۔ مرحا نے سر کو نفی میں ہلا دیا۔

"کچھ بھی نہیں ہوا۔ آپ ناشتہ کر لیں" وہ سر کا دوپٹہ ٹھیک کر کے ڈائننگ ہال کی طرف بڑھ گئی۔ محب کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ اب پتہ نہیں کیا ہونے والا تھا۔

وہ اپنی سوچوں کو ذہن سے جھٹک کر ناشتہ کرنے آ گیا۔ ناشتے کے ٹیبل پہ پھر مرحا اسے اصرار کر کر کے کھلا رہی تھی۔ بوا بڑی دلچسپی سے سب دیکھ رہی تھیں۔

جب محب نے ناشتہ کر لیا تو اس نے بوا کو اشارہ کیا۔

"میں لاؤنج میں جا رہا ہوں" وہ مرحا کو کہہ کر بوا کو آنے کا اشارہ کر کے وہاں سے چلا گیا۔ مرحا نے سر ہلا کر کہا

"میں ناشتے کے برتن سمیٹتی ہوں" اس کی یہ بھولی مسکان اف محب کو کتنا ڈرا رہی تھی یہ محب ہی جانتا تھا۔

"بوا مرحا کو کچھ ہو گیا ہے" اس نے بوا کے لاؤنج میں آتے ہی بے چینی سے کہا۔

"کیا۔؟ "

"پتہ نہیں رات سے ہر بات مان رہی ہے میری میں کسی کام کے لیے نہ بھی کہوں تو بھی وہ کرنے کھڑی ہو جاتی ہے ابھی صبح اس نے میرے جوتے صاف کیے اور شرٹ بھی استری کر رہی تھی پر وہ تو جل گئی۔۔۔" وہ صبح والی ساری کہانی بوا کو سنانے لگی۔ بوا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ محب جب خاموش ہوا تو بوا نے کہا

"ابھی تمہارے لیے ناشتہ بھی بنانے آئی تھی وہ تو میں نے بھگا دیا کہہ کر گئی تھی کہ وہ تمہیں کہے گی کہ اسے الگ کچن بنا کر دے" بوا کے چہرے پہ شریر مسکان تھی انہوں نے بات جاری رکھی "ویسے مرحا ٹھیک کہہ رہی ہے تم اسے الگ کچن بنوا دو"

"تاکہ وہ کچن سمیت پورے گھر کو جلا دے اور اپنا بھی نقصان کر لے۔ میں اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤں گا شاید کوئی مسئلہ ہو اس کے ساتھ"

"دماغ کا مسئلہ تو اسے بہت پہلے سے ہے" بوا نے ہنسی دبا کر کہا۔ محب نے ناراضی سے بوا کو دیکھا

"آپ پلیز اس کا دھیان رکھیے گا بوا۔ میں آجاؤں گا جلدی پھر اس سے پوچھوں گا کہ یہ سب کیوں کر رہی ہے کچھ تو ہوا ہے اسے "اس کا پل پل اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ بوا کو اس سب سے بڑا مزہ آرہا تھا۔ انھوں نے سر اثبات میں ہلا دیا تو محب کچھ پر سکون سا ہو کر صوفے پہ بیٹھ گیا۔

کچھ دیر میں مرحا کچن سے آگئی۔ محب اس کے پاس آیا

"مرحا دیکھو "اس نے بہت محبت سے بات شروع کی "تم نے آج کوئی کام بھی نہیں کرنا تم بوا کے ساتھ رہنا ٹھیک ہے۔؟ "مرحا اسے الجھی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی پر پھر اس نے سر کو خم دے دیا۔ محب نے مسکرا کر اس کا گال تھپکا

"میں جلدی آجاؤں گا پھر ڈاکٹر کے پاس چلیں گے "

"پر میں ٹھیک ہوں محب "

"نہیں تم ٹھیک نہیں ہو "محب کی آنکھوں کے سامنے پھر سے صبح والا منظر آگیا تھا۔ وہ کہہ کر حویلی سے نکل گیا۔ مرحا اس کے ساتھ دروازے تک آئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&&

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

میلسی کی فضا میں دھوپ کی کرنیں گھل گئی تھیں۔ سورج مصطفیٰ کے بنگلے کے لاؤنج میں آرکا تھا۔ سحر گھر کو صاف کر کے صوفے پہ آ کر بیٹھ گئی تھی۔ آج اس کی طبیعت صبح سے ہی عجیب ہو رہی تھی۔ وہ پہلے سوچ رہی تھی کہ مصطفیٰ کو آج دکان پہ نہ جانے دے پر پھر اس نے یہ سعلوچ کر رہنے دیا کہ شاید ویسے ہی نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے طبیعت ایسے ہو رہی ہے کیونکہ وہ رات کو دیر سے گھر آئے تھے لیکن اب جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا سر اور بھاری ہو رہا تھا۔ چکر سے آ رہے تھے۔ اس نے تھک کر سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ سر گول گول گھومنے لگا تھا۔

اس سے جب مزید برداشت نہ ہوا تو اس نے مصطفیٰ کا نمبر ڈائل کیا۔ پہلی کال پہ ہی مصطفیٰ نے فون اٹھالیا تھا

"مصطفیٰ۔؟"وہ بس اتنا ہی بول سکی آواز سے ہی معلوم ہو تا تھا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے

"آپ ٹھیک ہیں سحر۔؟"وہ بے چینی سے بولا

"نہیں مصطفیٰ پتہ نہیں چکر آرہے ہیں آپ پلیز گھر آجائیں "

"میں بس ابھی آرہاہوں آپ لیٹ جائیں"اس نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔ سحر نے صوفے کی پشت سے کمر ٹکا کر آنکھیں موند لی تھیں۔

کچھ دیر بعد مصطفیٰ گھر آگیا تو وہ اس کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلی گئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&

&&&&&&&&&&&&&&

سحر ڈاکٹر کے سامنے کرسی پہ بیٹھی تھی۔لیڈی ڈاکٹر اس کا معائنہ کرچکی تھیں۔انہوں نے سحر کو دیکھا

"آپ اکیلی آئی ہیں۔؟" سحر نے نفی میں سر ہلایا

"نہیں میرے شوہر ہیں میرے ساتھ "

"آپ انہیں بولا لیں" سحر الجھی

"سب ٹھیک ہے نا۔؟" ڈاکٹر نے سپاٹ نظروں سے سحر کو دیکھا

"آپ انہیں بلا لیں میں پھر بتاتی ہوں" سحر کا حلق سوکھنے لگا۔ ضرور اسے کوئی بیماری ہے تبھی ڈاکٹر۔۔۔۔

"اوہ خدا" اس نے کرسی سے اٹھتے ہوئے سوچ کر زیرِ لب کہا۔ اس کے قدموں سے جان نکلنے لگی تھی۔ اس کے بعد مصطفیٰ کا کیا ہو گا۔ وہ مرے ہوئے قدموں سے مصطفیٰ تک پہنچی تھی جو کلینک کے باہر ویٹنگ میں بیٹھا تھا۔

"کیا ہوا سب ٹھیک ہے۔؟" مصطفیٰ نے فکر مندی سے پوچھا۔ سحر کا گلا رندھنے لگا تھا بڑی مشکل سے اس نے کہا

"ڈاکٹر آپ کو بلا رہی ہیں" اس کی آنکھوں میں نمی در آئی تھی۔ مصطفٰی کی سانس تھم گئی تھی۔

وہ دونوں ڈاکٹر کے سامنے آکر بیٹھ گئے تو ڈاکٹر نے مصطفٰی کو دیکھ کر پوچھا

"آپ ان کے شوہر ہیں۔؟" مصطفٰی نے زور سے سر اثبات میں ہلا دیا۔ سحر نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ ڈاکٹر نے ان کے زرد پڑتے چہرے کو بغور دیکھا پھر مسکرا کر بولیں

"مبارک ہو آپ پاپا بننے والے ہیں" سحر اور مصطفٰی ششدر رہ گئے۔ انہوں نے بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ڈاکٹر کو

"سچ میں۔؟" مصطفٰی نے پوچھا۔

"جی سچ میں آپ دونوں مما پاپا بننے والے ہیں" مصطفٰی نے سحر کو دیکھا جس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ انہیں اتنے سال لگ گئے تھے یہ خبر سننے میں۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے" مصطفٰی نے سحر کے ہاتھ پہ دباؤ ڈال کر کہا تھا سحر دیکھ سکتی تھی کہ مصطفٰی کی آنکھوں میں نمی ہے اور اس کے چہرے کی خوشی دیکھ کر وہ نہال ہو گئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&

&&&&&&&&&&&&&

وہ دونوں گھر آ گئے تھے مصطفیٰ نے سحر کو بیڈ پہ بٹھایا

"آپ نہیں جانتیں میں کتنا خوش ہوں" وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ سحر مسکرا رہی تھی۔

"ہم مما بابا بننے والے ہیں سحر" وہ خوشی سے پاگل ہونے کو تھا۔ سحر مصطفیٰ کو یک ٹک دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا

"میں یہ اماں ابا کو بتا دوں شاید ان کا دل پگھل جائے" مصطفیٰ کے چہرے کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی

"ہاں میں ابھی ابا کو بتاتا ہو دیکھنا وہ ضرور اب آجائیں گے ہم سے ملنے" دل میں وہ ڈر رہا تھا پر چہرے پہ خوشی لاتے ہوئے اس نے فون پہ ابا کا نمبر ملایا اور کان سے لگا لیا۔ سحر دھڑکتے دل سے مصطفیٰ کو دیکھ رہی تھی جو کہہ رہا تھا

"اسلام علیکم ابا" دوسری جانب سلام کے جواب کے بعد انہوں نے کہا

"کون میاں۔؟"

"ابا میں مصطفٰی بات کر رہا ہوں" دوسری جانب یکدم خاموشی چھا گئی۔ مصطفٰی کچھ دیر انتظار کرتا رہا کہ ابا کچھ بولیں گے پر جب انہوں نے کوئی بات نہ کی تو اس نے کمزور سے لہجے سے کہا

"ابا آپ نانا بننے والے ہیں۔ ابا میں سحر کو کہتا تھا کہ میرے بچوں کے دادا دادی نہیں ہے پر میں انہیں نانا نانی کی محبت سے محروم نہیں ہونے دوں گا۔ میں بہت مان سے آپ کو کال کر رہا ہوں ابا ہمیں معاف کر دیں" اس کی بات کے جواب میں ابا نے خاموشی سے کال کاٹ دی۔ مصطفٰی کا ہاتھ بے جان سا ہو کر اس کے پہلے میں آ گیا۔ اس نے سحر کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"جب ہماری اولاد اس دنیا میں آجائے گی نا تو ہم دوبارہ ابا کے پاس چلیں گے ان کی گود میں ڈال دیں گے ان کے نواسے یا نواسی کو پھر دیکھنا وہ سب بھول جائیں گے" وہ سحر کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ سحر کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔

"نہیں سحر آپ روئیں گی نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا" س کی آواز میں پہلی بار نمی محسوس کی تھی سحر نے اور سحر اس نمی سے ہار گئی۔ وہ مصطفیٰ سے لپٹ کر سسکنے لگی تھی مصطفیٰ نم آنکھوں سے اس کے سر کو تھپک رہا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&

دوپہر محب کی حویلی پہ پھیلی تھی۔ بوا اپنے کمرے میں سونے جا چکی تھیں۔ وہ مرحا کو بھی اس کے کمرے میں بھیج کر گئی تھیں پر جیسے ہی بوا اپنے کمرے میں جا کر سوئیں مرحا دبے پاؤں کمرے سے نکل آئی۔ اس نے ٹھان لی تھی کہ وہ آج محب کے لیے کچھ لازمی بنائے گی۔ ٹی وی سے اس نے ایک دو ترکیبیں دیکھ لی تھیں کھانے کی اب وہ وہی بنانے جا رہی تھی۔

کچن میں جانے سے پہلے اس نے بوا کے کمرے میں جھانک کر دیکھا

"شکر ہٹلر سو گئیں" سینے پہ ہاتھ رکھ کر اس نے سکون کا سانس لیا اور تیزی سے کچن میں آ گئی۔

)وہ اپنے کیبن میں بیٹھا آخری فائل کو دیکھ رہا تھا۔ اس فائل کو دیکھنے کے بعد اس نے ساری فائلز اٹھا کر ایک طرف رکھ دیں اور سامنے بیٹھی سیکرٹری کو کچھ ضروری ہدایات دے کر وہ کھڑا ہو گیا تھا۔ کوٹ اور گاڑی کی چابی اٹھا کر وہ کیبن سے نکل پارکنگ ایریا میں کھڑی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کر چکا تھا(

مرحا نے کچن میں آتے ہی برتن احتیاط سے اٹھائے۔ فرائنگ پین کو چولہے پہ رکھا کر اس میں گھی ڈالتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھ بھی گھی سے بھر لیے تھے۔ کچھ دیر وہ ہاتھ صاف کرنے کے لیے کسی چیز کو ڈھونڈتی رہی پھر اس نے دوپٹے سے ہی ہاتھ صاف کر لیے اور ماچس کو تلاشنے لگی۔ اس کے دوپٹے کا ایک سرا کاندھے پہ لٹک رہا تھا جبکہ باقی فرش پہ گرا ہوا تھا پر وہ بے

نیازی سے اپنے کام میں صروف تھی۔ اسے ماچس مل گئی تھی۔ اس نے ماچس جلا کر چولہے کو آگ لگائی اور جلی ہوئی تیلی کو فرش پہ پھینک دیا یعنی دوپٹے پہ۔۔۔۔

)محب کی گاڑی سڑک پہ دوڑتی اب حویلی پہنچ گئی تھی۔ وہ حویلی میں داخل ہو گیا تھا۔ گاڑی کو پورچ میں کھڑا کر کرے محب اندر داخل ہو گیا تھا۔ اس کا دل عجیب سا ہو رہا تھا۔(

مرحا کچن میں اپنے دھیان میں تھی کہ اسے جلنے کی بو آئی اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ سب کچھ ٹھیک تھا پر پھر۔۔۔ وہ ابھی کچھ اور سوچتی کہ اس کی نظر اپنے دوپٹے پہ پڑی جو آگ سے دہک رہا تھا۔ مرحا کے لبوں سے ڈر کے مارے چیخ بھی نہ نکل رہی تھی۔ وہ دوپٹے کو اپنے کاندھے سے اتارنا چاہتی تھی پر ہاتھ پاؤں جیسے مفلوج ہو گئے تھے۔ بہت ہمت کر کے اس نے چیخ ماری تھی اور باہر لاؤنج میں کھڑا محب ہل کر رہ گیا۔

"مرحا" اس نے مرحا کو آواز دی۔ مرحا نے اس کی آواز سن لی تھی

"محب آگ۔۔۔" وہ بس اتنا ہی بول سکی محب بھگ کر کچن میں آیا تو دہل کر رہ گیا۔ مرحا کا دوپٹہ جل رہا تھا۔ اگر وہ آگے بڑھ کر دوپٹے کو مرحا کے کاندھے سے نہ اتارتا تو ضرور مرحا کے کپڑوں کو بھی آگ لگ جاتی۔

"یہ سب کیسے ہوا۔؟" محب نے جلدی جلدی پیر مار کر آگ بجھائی۔ اس پہ پانی ڈالا۔ حویلی میں ہونے والے شور سے بوا بھی اپنے کمرے سے نکل کر کچن میں آ گئی تھیں

"یا میرے خدا" کچن میں مرحا کا دوپٹہ جلا ہوا فرش پہ پڑا تھا اور مرحا خود کانپتی ہوئی محب کا بازو پکڑ کر کھڑی تھی۔

"یہ سب کیسے ہوا۔؟" محب نے مرحا کو دیکھ کر اپنا سوال دوہرایا مرحا بھی کچھ کہتی کہ محب کی نظر جلتے چولہے پہ رکھے فرائنگ پین پہ رک گئی اس نے گتدن ترچھی کر کے مرحا دیکھا۔

"تم یہاں کیا کر رہی تھیں۔؟" اس نے مرحا کو بازو سے پکڑ کر سامنے کیا۔

"آپ کے لیے کھانا۔۔۔۔۔"

"چپ" وہ دھاڑا تھا۔ مرحا پوری کی پوری کانپ گئی۔ اس نے دانت کچکچا کر مرحا کا بازو جھنجھوڑا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے ابھی تم جل جاتیں تمہیں کس نے کہا تھا یہ سب کرنے کا۔؟" وہ لاکھ خود پہ قابو کرنے کے بعد بھی غصے سے بول رہا تھا۔ مرحا کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ وہ تو محب کے لیے کھانا بنا رہی تھی اور محب اسے ہی۔۔۔ اس نے محب سے اپنا بازو چھڑایا اور ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑتی وہاں سے بھاگ گئی محب نے اس کی آنکھوں میں ملال دیکھ لیا تھا۔ اس نے اسے آواز دی پر وہ رکی نہیں۔

&&&&&&&&&&&&&&&&______________________

______________________&&

وہ کمرے میں آکر بیٹھ کر گھٹنوں میں چہرہ دے کر سسکیوں سے رونے لگی تھی تبھی کھلے دروازے سے محب کمرے میں داخل ہوا مرحا نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا پھر چہرہ گھٹنوں میں چھپا لیا۔

"جائیں یہاں سے میں نے نہیں کرنی آپ سے بات" وہ ہچکیوں کے درمیان بولی تھی اس نے ابھی ابھی فیصلہ کیا تھا کہ گندے محب کے لیے اس نے اور اچھی بیوی نہیں بننا۔

"مرحا میری بات۔۔۔" وہ اتنا ہی بولا کے مرحا نے بیڈ سے تکیہ اٹھا کر اسی طرف اچھال دیا۔

"آپ بہت برے ہیں" وہ چیخی تھی۔ محب نے تکیہ کیچ کر لیا تھا۔ سنجیدگی سے وہ مرحا کو دیکھتا اس کے پاس آگیا۔

"میں کہہ رہا ہوں میری بات سنو" اس نے مرحا کے دنوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے تھے۔

"میں نے نہیں سننی آپ کی کوئی بھی بات" اس نے بھیگی آنکھیں اس سے پھیر لی تھیں۔ محب نے ایک ہاتھ میں اس کے دونوں ہاتھ تھام کر دوسرے سے اس کی ٹھوڑی پکڑی

"ابھی اگر میں وقت پہ نہ پہنچتا اور تم جل جاتیں پھر میں کیا کرتا۔؟" اس کا لہجہ نرم تھا وہ اسے سمجھانے لگا

"میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا کہ تم نے کوئی کام نہیں کرنا پھر بھی۔۔۔" اس نے محب کی بات کاٹی۔

"پر میں نے آپ کے لیے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا میں ایسے کیسے آپ کی اچھی بیوی بن سکتی تھی" محب کی بھنویں سکڑ گئیں۔

"کیا مطلب۔؟" اس نے پوچھا۔ مرحا پھر سے رونے لگی

"میں اچھی بیوی نہیں ہوں آپ مجھے چھوڑ دیں گے کیونکہ میں کوئی کام بھی ٹھیک نہیں کرتی میں بالکل فضول ہوں" اس نے آنکھوں پہ بازو رکھ لیا تھا محب اس کی بات پہ الجھ گیا تھا۔

"مجھے ساری بات ٹھیک سے بتاؤ۔ کس نے کہا ہے کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا کیونکہ تم اچھی نہیں ہو" اسے لگا کہ یہ کام ہانیہ کا ہے پر جب اس کی بھولی مرحا نے کہا

"میں نے ٹی میں دیکھا تھا ساوتری کا پتی بھی اس سے آپ ہی کی طرح پیار کرتا تھا پر وہ اپنے پتی پہ دھیان نہیں دیتی تھی جیسے میں نہیں دیتی اور پھر ساوتری کے پتی نے اسے چھوڑ دیا جیسے اب آپ مجھے چھوڑ دیں گے" وہ بازو آنکھوں پہ رکھ کر روتے ہوئے کہہ رہی تھی محب کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اس نے مرحا کی آنکھوں سے بازو ہٹایا

"رونا بند کر کے مجھے ساری بات ٹھیک سے بتاؤ تم کیا کہہ رہی ہو" مرحا نے اس کی فوراً مان لی آنسو صاف کیے اور بتانے لگی

"میں پرسوں ٹی وی دیکھ۔۔۔۔" جیسے جیسے محب اس کی بات سنتا گیا محب کا دماغ مزید گھوم گیا۔ مرحا نے اپنی بات کے آخر میں کہا

"ہائے اب آپ مجھے چھوڑ دیں گے میں بھی ساوتری کی طرح اکیلی رہ جاؤں گی" محب کے جبڑے بھنچ گئے۔ اس نے مرحا کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ مرحا ایک پل کو رونا بھول گئی۔ اس نے بھنویں سکوڑ کر محب کو دیکھا۔ کیا وہ کچھ زیادہ

بول گئی۔ ؟اس نے دل میں خود سے سوال کیا۔ محب اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا وہ کیا کیا سوچتا رہا کہ مرحا بیمار ہے یا شاید کسی بات کو لے کر پریشان ہے اور یہ محترمہ ٹی وی والی کو فولو کر رہی تھیں۔۔۔۔ محب نے خود پہ قابو پانے کے لیے سر کو ایک طرف کیا۔ گہرا سانس لیا۔

"تم سے میں بعد میں ملتا ہوں پہلے زرا میں اس ٹی وی کو توڑ آؤں" وہ کہہ کر تن فن کرتا کمرے سے نکل گیا۔ مرحا بے ساختہ بیڈ سے اٹھ کر محب کے پیچھے بھاگی۔ جب تک وہ نیچے پہنچی ٹی وی ٹوٹ چکا تھا۔ مرحا محب کی ڈانٹ بھول گئی تھی وہ صدمے سے سر پکڑ کر صوفے پہ بیٹھ گئی۔ محب نے بوا کو ساری کہانی بتا دی تھی۔ اب وہ دونوں مرحا کو ڈانٹ رہے تھے پر مرحا کی بصارت مفلوج ہو گئی تھی۔ ٹی وی ٹوٹ چکا تھا۔ مرحا کو لگا جیسے اس سے زندگی نے ہی منہ موڑ لیا ہو۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

&&&&

محب اور بوا نے جب اسے دل کھول کر ڈانٹ لیا تو وہ خاموشی سے اٹھ کر کمرے میں آگئی۔ اسے پتہ چل گیا تھا کہ اس کی کہاں غلطی ہے اور اگر اب اس نے کچھ بھی کہا تو محب اور بھی غصہ ہو جائے گا۔ اس لیے وہ کمرے میں آگئی۔ رات کے کھانے کے لیے اسے پتہ تھا کہ محب اسے ضرور بلائے گا۔

"میں نہیں آرہی مجھے بھوک نہیں ہے" اس نے محب کے بلانے پہ سفینہ کو یہ جواب دیا اور لیٹ گئی۔ مانا اس کی غلطی تھی پر اتنا بھی کیا ڈانٹنا۔

"اب میں دونوں سے ہی بات نہیں کروں گی" اس نے سوچا لیا تھا۔ کچھ دیر بعد جب محب کمرے میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں کھانا تھا۔ مرحا اس وقت بیڈ پہ لیٹی ہوئی تھی۔ محب کو دیکھ کر اس نے کروٹ لے لی۔

"اٹھو کھانا کھاؤ" وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

"میں نہیں کھا رہی "

"تم نے لگتا ہے اب مجھ سے مار کھانی ہے بیٹھو شرافت سے" وہ برہمی سے بولا۔ مرحا بیڈ پہ بیٹھ گئی۔ محب کو ناراضی سے دیکھنے لگی۔

" کھانا کھاؤ کھانا" اسے خود کو گھورتے دیکھ محب نے رعب سے کہا تو مرحا کھانا کھانے لگی۔ محب بیڈ کراؤن سے کمر ٹکا کر بیٹھ گیا تھا۔ مرحا نے جب کھانا کھالیا تو برتن ایک طرف رکھ کر وہ بھی محب کے انداز میں بیٹھ گئی۔ محب نے اس پہ توجہ نہ دی اس نے اپنا موبائل نکالا اور اس میں مصروف ہو گیا۔ مرحا کو برا لگا۔

"آپ کو پتہ ہے میں آپ سے ناراض ہوں" اسے لگا تھا کہ محب اسے کھانا کھلانے کے بعد منائے گا پر جب ایسا نہ ہوا تو وہ خود ہی بول پڑی۔ محب نے گردن ترچھی کرے مرحا کو دیکھا۔ بھنوا چکائی پھر دوبارہ موبائل کی جانب دیکھنے لگا۔

"اچھی بات ہے اب مجھ سے بات نہ کرنا" مرحا کو جیسے اس کی بات پہ کرنٹ لگا۔ اس نے محب کو بے یقینی سے دیکھا جو کہہ رہا تھا۔

"کیونکہ میں بھی تم سے بات نہیں کرنا چاہتا" مرحا کا دل ڈوب سا گیا۔

"آپ مجھ سے ناراض ہیں۔؟" محب نے جواب نہ دیکھا

"میری طرف دیکھیں نا محب" اس نے محب کا چہرہ اپنا طرف کرنا چاہا پر اس نے نہ کیا۔ مرحا کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"میں رونے لگ جاؤں گی" مرحا نے اس کے ہاتھ سے موبائل لیا اور اس کی گود میں سر رکھ لیا۔ محب نے اس کی پر نم آنکھوں کو دیکھا

"اور اگر آج تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں کتنا روتا تمہیں اس بات کا اندازہ ہے۔؟" محب نے نہ میں سر ہلایا "نہیں تمہیں بالکل اندازہ نہیں ہے تمہیں میری فکر ہی نہیں ہے۔۔۔" مرحا بغیر تامل بولی

"فکر ہے محب میں تبھی آپ کی اچھی بیوی بن رہی تھیں" اس کی آنکھوں کی نمی محب کی گود میں جذب ہو رہی تھی۔ محب کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر اس نے مرحا کو اپنی گود سے اٹھایا۔ اپنے سامنے کیا

"تم میری اچھی بیوی ہی ہو مرحا تمہیں بننے کی ضرورت نہیں ہے آج اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں اپنی مرحا کہاں سے لاتا۔؟" مرحا کی آنکھوں سے آنسو تواتر گرنے لگے۔

"میں اچھی بیوی نہیں ہوں مجھ سے کوئی کام ٹھیک سے نہیں ہوتا میں بہت گندی ہوں" محب اس کے آنسو زیادہ دیر نہ دیکھ سکا۔ فوراً صاف کیے

"نہیں نا۔ تم اچھی ہو بہت زیادہ والی اچھی ٹی وی والے تو بکواس کرتے ہیں مجھے پتہ ہے نا تم اچھی ہو میں تمہارے ساتھ بہت خوش ہوں میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا پاگل" مرحا اس کے سینے سے لگ گئی۔

"آپ اب مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں نا۔؟" اسے نرم پڑتا دیکھ مرحا نے پوچھا

"ہاں اب نہیں ہوں پر تم وعدہ کرو تم دوبارہ کبھی "اتنی اچھی "بیوی نہیں بنو گی "محب نے اپنی بات پہ زور دے کر کہا تھا۔ مرحا نے سر ہلا کر کہا

"اچھا اب آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں نا تو میں آپ کو بتا دوں میں آپ سے ناراض ہوں" مرحا نے اپنا سر اس کے سینے سے ہٹا کر، منہ بنا کر کہا۔ محب کی بھنو پھر سے اچک گئی۔

"وجہ۔؟"

"آپ نے مجھے آج بہت ڈانٹا ہے اتنا غصہ کیا ہے "اس نے رونے والا منہ بنا لیا۔

"تو تمہاری حرکتیں ہی ایسی ہیں "مرحا نے خفگی سے اسے دیکھا اس کے ماتھے پہ بل پڑ گئے تھے۔

"آپ بہت برے ہیں محب بالکل گندے "وہ دوبارہ محب کے سینے سے لگ گئی۔ محب مسکرا دیا۔

"میرا گندا بچہ اب الٹی حرکتیں کیں تو مار بھی پڑے گی تمہیں" اس نے مرحا کے گرد بانہیں حائل کر لی تھیں۔

&&&&&&&&&&&&___________________________________

___________________________&&&&&&&&&&&&

ایک بوجھل سرد صبح میلسی پہ گہری ہوئی تو مصطفٰی بہت سی ہدایت دیتا دکان پہ جانے لگا۔ اس نے داخلی دروازے میں رک کر سحر کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"آپ اپنا خیال رکھیے گا میں شام کو جلدی آ جاؤں گا۔ کوئی بھی مسئلہ ہو تو آپ نے فوراً مجھے کال کرنی ہے۔ میں نے شبانہ کو کہا ہے وہ دن میں ایک چکر لگا لیا کرے گی۔ کل سے ماسی بھی آ جائے گی آپ نے اب کوئی کام نہیں کرنا" وہ رکا اس کے گال پہ ہاتھ رکھا۔

"اور رونا تو بالکل بھی نہیں ہے آپ میری اچھی بیوی ہیں اور اچھی بیویاں بات مانتی ہیں" وہ اسے دیکھتا کہہ رہا تھا۔ سحر نے ہلکا سر کو خم دے دیا۔ وہ جانتی تھی کہ اب اگر وہ روتی رہی تو مصطفٰی دکان پہ بھی اس کے لیے فکر مند رہے گا۔ اس لیے اس نے مسکرانے کی کوشش کی تاکہ وہ مصطفٰی کو مطمئن کر سکے۔

"شاباش اب میں جا رہا ہوں جلدی آجاؤں گا" وہ کہہ کر باہر نکل گیا۔ پورچ سے اپنی بائیک نکال کر وہ گھر کے دروازے کو عبور کر چکا تھا۔ سحر نے پیچھے دروازے کی چوکھٹ سے سر ٹکا لیا تھا۔ اس کی اب ساری امیدیں دم توڑ رہی تھیں۔ اسے نہیں لگتا تھا کہ ابا اماں اسے کبھی معاف کریں گے۔

سحر کچھ دیر وہاں کھڑی رہی پھر تھکا ہوا سانس لیتی وہ اندر چلی گئی تھی صبح سچ میں بہت اداس ہو گئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&

&&&

دکان پہ ہمیشہ کی طرح رش لگا تھا۔ تین منزلہ مصطفیٰ کی دکان ہر روز کی طرح پر رونق تھی۔ وہ دکان کے آخر میں بنے کانچ کے دروازوں والے چھوٹے سے کیبن میں بیٹھا آج کا حساب دیکھا رہا تھا کہ تبھی اس کا میز پہ رکھا موبائل چیخ اٹھا۔ اس نے فوراً موبائل اٹھایا۔ اسے لگا تھا کال سحر کی ہو گی پر نمبر غیر شناسا تھا مصطفیٰ نے کال اوکے کر کے فون کان سے لگایا تو دوسری جانب نسوانی آواز گونجی تھی۔

"اسلام علیکم بھائی میں سوہانا ہوں" مصطفیٰ ابھی کچھ کہتا کہ دوسری جانب موبائل کسی اور کو دے دیا گیا اور جب وہ شخص بولا تو مصطفیٰ بے ساختہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"جی ابا" وہ یوں الرٹ ہو کر کھڑا ہوا تھا جیسے مولوی نثیر سامنے آ گئے ہوں۔

"وہ میاں ہم یہاں" وہ رکے پیچھے کسی سے پوچھا پھر بولے "پھاٹک پہ کھڑے ہیں جہاں سے ٹرین جاتی ہے ملتان کی بسوں کے اڈے کے پاس، تمہارے گھر کا راستہ نہیں معلوم اگر مناسب سمجھو تو ہمیں راستہ بتادو ہم گاڑی کروا کر آئے ہیں ڈرائیور کو بتانا ہے" مصطفیٰ ان کی بات پہ دم بخود رہ گیا۔ کئی پل لگے اسے سنبھلنے میں

"کہ۔۔۔ کہا۔۔۔۔ کہاں کھڑے ہیں آپ۔؟" وہ بوکھلائی آواز میں بولا تھا

"کہہ رہے ہیں یہ پھاٹک ہے تم بتادو راستہ ہم تاکہ یہاں سے نکل سکیں بہت رش ہے ادھر" ان کے لہجے میں ہلکی سی عاجزی تھی۔ مصطفیٰ کے چہرے پہ خوشی پھیل گئی۔ اسے سمجھ نہ آیا وہ کیا کہے۔ اس نے اپنے آپ پہ قابو پا کر کہا

"آپ وہیں رکیں ابا میں دو منٹ میں آرہا ہوں بس دو منٹ"

"چلو یہ زیادہ بہتر ہے" ابا نے کہہ کر کال کاٹ دی تھی۔ مصطفیٰ پھر بغیر تامل کیبن سے باہر بھاگا تھا۔ وہ سچ کہتا تھا کہ ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا اور آج اسے سب ٹھیک ہوتا صاف دکھائی دے رہا تھا۔

&&&&&&&&&&&&____________________________________

____________________________________&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

—

وہ پھاٹک پہ پہنچ گیا تھا۔ وہاں ابا اماں سوہانا اور اس کے دو بچے موجود تھے۔ مصطفیٰ ان سے ملا تو ابا نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ مصطفیٰ کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ آج کیا ہی کر دے۔ وہ انہیں لے کر گھر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ اس نے کال کر کے سحر کو کچھ نہیں بتایا تھا۔

جب وہ لوگ گھر پہنچے اور سحر نے دروازے کھولا تو ساکت رہ گئی۔ سوہانا اس کے سامنے کھڑی نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ابا اماں بھی ساتھ کھڑے تھے مصطفیٰ پیچھے کھڑا سب کچھ

دیکھ رہا تھا۔ سوہانا سحر کے گلے لگ گئی تھی۔ وہ رو رہی تھی اور سحر ویسی ہی ساکت کھڑی ابا اور باقی سب کو دیکھ رہی تھی۔

یہ سب ایک خواب سا لگتا تھا۔ وہ ابا سے ملی ابا نے اس کا ماتھا چوما۔ اماں نے بہت دیر تک اسے سینے سے لگائے رکھا تھا وہ آج رونا بھی بھول گئی تھی۔ بس بھرائی آواز سے کہتی تھی۔

"آپ۔۔۔ آپ نے مجھے معاف کر دیا نا ابا۔؟" جب وہ ابا کے گلے دوبارہ لگی تو اس نے ہمت کر کے پوچھا۔

"معاف کر دیا تبھی آ گئے" پھر وہ بولے تو آواز میں تھکان تھی۔

"ہٹو بیٹا بیٹھنے کی جگہ دو کھڑے کھڑے ٹانگے دکھنے لگی ہیں" سحر ہڑبڑا کر پیچھے ہوئی مصطفیٰ بھی بے ساختہ ان کے قریب آیا تھا ان کا ہاتھ پکڑ کر وہ احتیاط سے انہیں اندر لے کر آیا تھا سحر سوہانا اور اماں کے ساتھ اندر آ گئی تھی۔ لاؤنج میں ان سب کو بٹھا کر وہ خود کچن میں جانے لگی کہ سوہانا بولی

"رکو" سحر رک گئی۔

"تم بیٹھو میں بناتی ہوں جو بنانا ہے میں ابھی کچھ دن ادھر ہی ہوں پھر تمہارے پاس اماں آجائیں گی" مصطفیٰ بازار سے سامان لینے چلا گیا تھا۔ سوہانا اور سحر لاؤنج سے کچھ دور آکر کھڑی ہوگئی تھیں۔ سحر نے ڈبڈبائی آنکھوں سے سوہانا کو دیکھا جس کا انداز سادہ تھا

"تم بھی مجھے معاف کردو سوہانا میں۔۔۔" سوہانا نے اس کی بات کاٹی

"ماضی کو بھول جانا بہتر ہوتا ہے اور غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں تم بار بار وہ سب اب مت دہرانا ابا کو دکھ ہوگا" اس نے اسے شانوں سے پکڑا "تمہیں بھی ہوگا اور ہم تمہیں دکھ دینے نہیں آئے" اس نے گردن ترچھی کرکے اپنے بچوں کو آواز دی۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی جن میں سال بھر کا فرق تھا۔ وہ دونوں دوڑ کر اس کے پاس آگئے۔

"یہ آپ کی خالہ ہیں" اس نے سحر کی طرف اشارہ کیا پھر سحر کو دیکھا

"اور یہ تمہارے بھانجا بھانجی" وہ شرمیلی سی مسکان سے بولی تھی۔ سحر نے معصوم چہرے والے بچوں کو دیکھا جو سوہانا جیسے حسین تھے۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی تھی۔ اس نے اپنی بانہیں پھیلائیں تو وہ دونوں دوڑ کر اس کے سینے سے لگ گئے۔

"تم ان کے ساتھ بیٹھو میں کچن میں جا رہی ہوں ابا کے لیے پانی لاتی ہوں پھر بھائی مصطفیٰ سامان لے آئیں تو مجھے بتا دینا کیا بنانا ہے میں بنا دوں گی" سوہانا کہہ کر کچن میں چلی گئی تھی۔

کچھ دیر بعد جب مصطفیٰ سامان لے آیا تو سحر نے اس سے سامان لیا اور سوہانا کو دینے چلی گئی۔ مصطفیٰ بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ سوہانا کچن میں کھڑی تھی جب وہ دونوں داخل ہوئے اس نے سر پہ دوپٹہ لیا ہوا تھا مصطفیٰ کو دیکھ کر وہ مسکرائی تھی۔

"میں ان کی چھوٹی بہن ہوں" اس نے اپنا تعارف کروایا

"یہ آپ کے بارے میں بہت باتیں کرتی تھیں" سوہانا مصطفیٰ کی بات پہ مسکرا دی اس نے سحر کے گرد بازو پھیلایا

"ہماری بہت اچھی دوستی جو تھی" سحر کی آنکھیں پھر سے ڈبڈبا گئیں تو سوہانا بولی

"تمہیں کتنی بار کہوں مت روؤ" مصطفیٰ نے سحر کی بھیگی آنکھوں کو فوراً دیکھا تو اس کی آنکھوں میں ناراضی در آئی۔ سحر نے جلدی سے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں

"اب مجھے بتادو کیا بنانا ہے"

"ارے نہیں آپ رہنے دیں میں نے شبانہ کو بلالیا ہے میری چھوٹی بہن ہے "

"بے شک آپ نے انہیں بھی بلالیا ہو پر ہم مل کر کام کرلیں گے اور مجھے ابا یہاں کچھ دن کے لیے چھوڑ کر جائیں گے تا کہ میں اس کا خیال رکھ سکوں پھر اماں آجائیں گی" سوہانا نے یہ بات بتائی تو مصطفیٰ کی آنکھوں میں بے یقینی در آئی اس نے سحر کو دیکھا سحر نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں آپ کو کہا کرتا تھا سحر ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا" اس نے کچن سے باہر آکر کہا تھا۔ سحر نے مصطفیٰ کو دیکھا

"مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا کہ ابا نے ہمیں معاف کر دیا" مصطفیٰ مسکرایا

"اب آپ کو یقین آجانا چاہیے" وہ سامنے لاؤنج میں بیٹھے اماں ابا کو دیکھنے لگا تھا۔

"آئیں ان کے پاس چلتے ہیں" وہ دونوں لاؤنج میں چلے گئے تھے۔

ابا اور اماں وہاں ایک رات رکے اور پھر واپس چلے گئے۔ مصطفیٰ کا اصرار تھا کہ وہ کچھ دن رک کر جائیں پر ابا نے سہولت سے انکار کر دیا اور کہا

"سوہانا ادھر ہی ہے ہم بھی آتے رہیں گے" مصطفیٰ نے بغیر تامل کہا

"اور ابا ہم۔؟" ابا اس کے سوال پہ اسے کچھ دیر دیکھتے رہے پھر بولے

"ہم آئیں گے تو تم بھی آنا بیٹا" اور یہ آخری لفظ تھا جس نے مصطفیٰ کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ ابا کے گلے لگ جائے وہ ابا کے گلے لگا تو ابا نے مسکر دیے اور اسکا ماتھا چوم لیا۔

ابا اور اماں چلے گئے تھے۔ رات میلسی پہ خوشگوار تھی۔ ان سب نے ساتھ کھانا کھایا اور جب سوہانا اپنے بچوں کے ساتھ کمرے میں چلی گئی تو وہ دونوں بھی اپنے کمرے میں آ گئے۔

"مصطفیٰ" اس نے اندر آکر مصطفیٰ کو پکارا۔

"جی جی" مصطفیٰ نے اسے بیڈ پہ بٹھایا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"ہماری زندگی کتنی اچھی ہو گئی نا" مصطفیٰ نے سر ہلا دیا

"مصطفیٰ" وہ کچھ تذبذب سی لگنے لگی۔ مصطفیٰ نے بغور اس کا چہرہ دیکھا پھر کچھ آگے ہوا

"بتائیں کیا بات ہے مجھے آپ پریشان لگ رہی ہیں" اس نے سحر کے دونوں ہاتھ نرمی سے تھام کر پوچھا تھا۔ سحر نے جھکی نظریں اٹھا کر مصطفیٰ کو دیکھا

"میرے دل کی ایک خواہش ہے" وہ کہنے لگی مصطفیٰ نے فوراً پوچھا "کیا مجھے بتائیں میں آپ کی ہر خواہش پوری کرنا چاہتا ہوں" وہ بے تابی سے بولا تھا۔ سحر نے آہستگی سے اس سے اپنے ہاتھ چھڑائے۔

"میری خواہش ہے میں ہر روز آپ کی پیشانی چوموں" وہ کہہ کر کھڑی ہوئی اور بیڈ پہ بیٹھے مصطفیٰ کی جبیں پہ جھک کر اس نے اپنے لب مصطفیٰ کی کشادہ پیشانی پہ رکھ دیے۔ مصطفیٰ مسکرا دیا۔ جب سحر نے اس کی پیشانی چوم لی تو وہ بھی کھڑا ہو گیا۔ اس نے سحر کو اپنے سینے سے لگایا

"میں آپ کو حاصل کر کے خود کو دنیا کا سب سے خوش قسمت شخص سمجھتا ہوں"

"میں بھی" سحر نے بھی اپنی بانہیں اس کے گرد حائل کر لی تھیں۔ رات ان دونوں کی بانہوں میں آ کر رک سی گئی تھی۔

&&&&&&&&____

____________________&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

____

ملتان پہ رات کا منظر مہکتا ہوا اترا تھا۔ آسمان پہ تارے بکھرے ٹمٹمارہے تھے۔ چاند اپنے ٹھنڈی چاندنی سنگ عین تیمور کے بنگلے کے اوپر کھڑا تھا۔ تیمور آفس سوٹ میں ملبوس تھکے وجود کے ساتھ گاڑی سے نکلا تو چلتی پروائی اس سے ٹکرا گئی۔ ماتھے پہ بکھرے بال اس کے مزید بکھر گئے۔ اس نے گاڑی کا دروازہ لاک کیا اور بنگلے میں داخل ہو گیا۔

اندر لاؤنج میں نیم تاریک پھیلی تھی۔ تیمور نے کچھ حیرت سے لاؤنج کو دیکھا جہاں خاموشی تھی۔ اس وقت اس کے گھر میں خاموشی تو نہیں ہوا کرتی تھی۔ پلوشہ لاؤنج میں بیٹھی اسی کا انتظار کر رہی ہوتی تھی پر پھر آج۔؟ وہ سوچتا ہوا کچن کی طرف بڑھا پر وہ بھی خالی تھا۔ اسے تعجب ہوا۔

"پلوشہ۔؟" اس نے پلوشہ کو آواز دی۔ جواب نہ آیا تو وہ بے چینی سے زینے چڑھنے لگا۔ پہلا خیال جو اس کے ذہن میں آیا تھا وہ یہی تھا کہ کہیں پلوشہ کی طبیعت تو خراب نہیں ہو گئی اور اس خیال نے اس کا چین چھین لیا تھا۔

وہ تیزی سے زینے چڑھتا اوپر اپنے کمرے کے دروازے کے سامنے آرکا تھا جس کا دروازہ بند تھا۔ وہ آفس کی ساری تھکن بھول گیا۔ اس نے دروازے کو دھکیلا تو وہ چرچراہٹ سے کھلتا چلا گیا اور اندر کا منظر دیکھ کر تیمور ساکت رہ گیا۔ اس کے قدم تحیر سے اٹھ رہے تھے۔ وہ جب کمرے میں آگیا تو اس نے ایک نظر پورے کمرے میں دوڑائی۔ جس میں موبتیاں روشن تھیں۔ اندھیروں کو زرد روشنیوں نے مات دے رکھی تھی۔ بیڈ پہ پھول بکھرے تھے۔ اس نے نظریں جھکا کر اپنے قدموں کو دیکھا جہاں ایک روش پھولوں کی بنی سامنے قدِ آدم کھڑکی تک جاتی تھی۔ کھڑکی کھولے وہ کالی چمکتی ساڑھی پہنے پشت کیے کھڑی چاند کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی کالی زلفیں جوڑے میں بندھی تھیں۔ گوری صراحی دار گردن واضح دکھائی دیتی تھی۔ ہاف سلیو بلاؤز سے اس کے برہنہ ہوتے گورے بازو شاید اس نے سینے پہ لپیٹ رکھے تھے۔ تیمور کے لیے جیسے سب کچھ تھم گیا۔ وہ استعجاب سے پلوشہ کی پشت دیکھ رہا تھا تبھی پلوشہ آہستگی سے پلٹی تو اس کا چہرہ نیم زرد روشنی میں تیمور کے سامنے واضح ہو گیا۔ تیمور نے دیکھا۔ پلوشہ کی غلافی آنکھیں کاجل سے لبریز تھیں۔ خم دار پلکوں پہ مسکارا اور لائنر لگا تھا۔ سموکی آئز

تیز میرون لپ اسٹیک اور چہرے پہ پڑی دو گھنگریالی لٹیں۔اس کے سپید چہرے سے تیمور نظریں ہٹانا بھول گیا تھا۔پلوشہ اسے دیکھ کر مسکرادی وہ خود ہی قدم قدم اونچی باریک ہیل سے چلتی اس کے پاس آنے لگی۔ پیچھے کھڑکی سے پوراچاند یک ٹک انہیں دیکھ رہا تھا۔تاروں کی چمک بڑھتی جارہی تھی۔موبتیاں پل پل ٹمٹمارہی تھیں۔پھولوں کی خوشبو سے کمرہ مہکا ہوا تھا۔

"مجھے لگا تھاتم میرے پاس آؤ گے" وہ بالکل اس کے مقابل آرکی تھی۔کالے آفس سوٹ میں ملبوس بکھرے بالوں اور حیران نظروں والے اپنے شوہر کے سینے پہ ہاتھ رکھ کر اس نے کہا تھا۔ تیمور کا سکوت چٹخنے لگا۔اس نے ان غلافی آنکھوں کا جادو کم کرنے کو اپنی نظریں اس کے چہرے سے ہٹا کر اپنے سینے پہ دھیرے اس کے ہاتھوں پہ لے گیا۔ تیمور نے ان پہ اپنے ہاتھ رکھے اور دوبارہ اسے دیکھا۔

"تم بہت حسین لگ رہی ہو پلوشہ "وہ بہکتے لہجے سے گویا ہوا تو پلوشہ اس کی گہری نظروں سے شرما گئی پر اپنی شرماہٹ پہ قابو پاتی وہ بولی

"میں نے سوچا کہ ہر بار محبت کا اظہار تم ہی کیوں کرو کچھ فرض میرا بھی بنتا ہے" تیمور کے سینے پہ رکھے اس کے ہاتھ تیمور کی دل کی دھڑکنوں کو محسوس کر رہے تھے جو پل پل بڑھ رہی تھیں۔ پلوشہ نے اپنا ایک ہاتھ تیمور کے ہاتھ کے نیچے سے نکالا اور تیمور کی گہری بولتی آنکھوں پہ رکھ کر وہ اس کے کان کے قریب ہو کر گویا ہوئی۔

"میں تم سے بہت بہت بہت محبت کرتی ہوں اتنی کے تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے "اس نے یہ سرگوشی میں کہا۔ اس کے لب تیمور کے کان کی لو سے مس ہو رہے تھے۔ پلوشہ نے اس کی آنکھوں سے ہاتھ نہ ہٹایا اور اپنے لب اس کے گال پہ رکھ دیے۔ تیمور نے تبھی اس کے گرد اپنی بانہیں حائل کی تھیں۔ پلوشہ کا ہاتھ اس کی آنکھوں سے ہٹ گیا تھا۔ اس کا چہرہ اب تیمور کے سامنے تھا۔ وہ تیمور کی آنکھوں کی شرارت دیکھ سکتی تھی۔

"دوبارہ وہی سب کہو جو پہلے کہا تھا" پلوشہ اس کی شریر آنکھوں سے جھینپ گئی نا چاہتے ہوئے بھی اس کی نظریں جھک گئیں۔

"میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا اب نہیں کہوں گی" وہ جھکی نظروں سے بولی تو شریر آنکھوں میں ناراضی در آئی۔

"بات نہیں کروں گا" پلوشہ نے نظریں اٹھائیں اور بھنوا چکا کر تیمور کو دیکھا پھر گردن اکڑا کر بولی

"مت کرو میں بھی نہیں کرتی" تیمور نے لب بھینچ لیے اور اپنی گرفت اور مضبوط کرلی۔

"اچھا مت کہو تمہیں پتہ ہے پلوشہ" وہ اتنا کہہ کر رک گیا۔پلوشہ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"چاند ہمیں گھور گھور کر دیکھ رہا ہے" وہ رازداری سے بولا۔ پلوشہ نے گردن ترچھی کر کے چاند کو دیکھا تیمور نے اسکا رخ چاند کی طرف کیا اور پھر اسکے گرد بانہیں ڈال کر وہ اس کے کاندھے پہ اپنا چہرہ رکھ کر بولا

"اور میں نہیں چاہتا کہ اس رات ہمیں کوئی بھی دیکھے" وہ کہہ کر کھڑکی کی جانب بڑھ گیا۔ پلوشہ وہیں کھڑی تھی۔ تیمور نے کھڑکے پہ پردے برابر کر دیے تو چاند ان کے پیچھے چھپ گیا۔ کمرے میں داخل ہوتی پروائی بھی رک گئی۔ تیمور قدم قدم چلتا دوبارہ پلوشہ کے پاس آگیا۔

"تو ہم کہاں تھے۔؟" اس نے پلوشہ کے کاندھوں پہ بازو رکھ کر پوچھا۔

"کہیں بھی نہیں" پلوشہ ہنسی دبا کر اس کے بازو کاندھوں سے ہٹا کر آگے بڑھی کہ تیمور نے اسے کہنی سے پکڑ کر سینے سے لگا لیا۔

"ہم یہاں تھے" اس نے دفعتاً پلوشہ کے ماتھے کو چوما اور اسے اپنی بانہوں میں بھر کر وہ اس کے فرار کے سارے راستے بند کر چکا تھا۔ پلوشہ کمرے میں جلتی موبتیوں کی طرح پگھلتی اس کی بانہوں میں ہار گئی تھی۔۔۔۔ مہکتے پھولوں کی خوشبو کمرے میں لمحو کے ساتھ بڑھنے لگی تھی۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&

وہ فریش ہو کر جب باتھ روم سے نکلا تو اچانک اس کے سامنے مرحا آئی

"بھو۔۔۔!" اس کا انداز ڈرانے والے تھا۔ محب نے اسے سنجیدگی سے دیکھا

"ویری فنی" وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ مرحا کا منہ سا بن گیا۔

"آپ کو ڈرنا چاہیے تھا" محب شیشے کے سامنے کھڑا ہو کر بال سنوار رہا تھا وہ بھی اس کے پیچھے آ کر ناراضی سے بولنے لگی۔

"پر آپ نہیں ڈرے میرا دل توڑ دیتے ہیں آپ" محب نے بھنویں سکوڑ کر شیشے سے اسے دیکھا جو ناراض ہو گئی تھی پھر وہ پلٹا۔

"تمہارے پاس دل ہے بھی۔؟" مرحا اس کی بات پہ الجھی پھر سر ہلایا۔

"میرے پاس دل ہے جسے آپ بار بار توڑتے رہتے ہیں" وہ اداسی سے کہہ رہی تھی۔

"پر میرے پاس تو نہیں ہے" محب نے کنگھا رکھا اور بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ مرحا نے اسے نا سمجھی سے دیکھا

"آپ کا کہاں گیا۔؟"

"تمہیں دے دیا" اس کے برجستہ جواب پہ مرحا جھینپ گئی اچانک سے سمجھ ہی نہ آیا کہ کیا کہے۔ محب اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا وہ دوبارہ مرحا کے پاس آیا۔

"تمہارا دل اس لیے بار بار ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ تم نے اسے ابھی تک اپنے پاس رکھا ہوا ہے" اس نے مرحا کے سامنے ہاتھ کیا

"لاؤ دو مجھے اپنا دل میں اس کا دھیان رکھوں گا" مرحا کا چہرہ پل پل سرخ ہو رہا تھا

"تم شرما رہی ہو۔؟" وہ اسے چھیڑنے لگا۔

"نو جی" مرحا نے اپنی حالت پہ قابو کیا

"ہاں جی" محب نے اس کا بازو پکڑ لیا تھا۔ مرحا اب وہاں سے چلی جانا چاہتی تھی۔

"چلو دو بھی اپنا دل" محب آج اسے تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔

"وہ۔۔۔ میرا دل۔۔۔۔" مرحا کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کہے۔

"ہاں تمہارا دل بتاؤ کہاں ہے۔؟" محب اسے دلچسپ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ کو پتہ ہو گا" مرحا کو جب کچھ سمجھ نہ آیا تو یہی کہہ دیا۔

"ہاں مجھے پتہ ہے تمہارا دل کہاں ہے" وہ اتنا کہہ کر رکا مرحا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پہ رکھا

"تمہارا دل یہاں ہے" مرحا کی نظریں پھر سے جھک گئیں محب نے اس کے گرد اپنا بازو پھیلایا اور اس کے ساتھ بیڈ پہ آ کر بیٹھ گیا۔ مرحا نظریں جھکا کر اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی تھی محب نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگالی تھی۔

"محب میرا انا بہت دل کرتا ہے سحر آپی سے ملنے کو" اس کی بات پہ محب نے اسے سادگی سے دیکھا۔

"آج ان کی کال بھی آئی تھی "

"بہت اچھی بات ہے پر ہم وہاں نہیں جائیں گے کبھی بھی" مرحا اس کی بات پہ اداس ہو گئی۔ محب نے اس کے ہاتھ پکڑے۔

"تمہیں تو سب پتہ ہے مرحا پھر بھی تم اداس ہو رہی ہو" اس نے مرحا کی ٹھوڑی نرمی سے پکڑی۔

"میں نہیں چاہتا کہ ہمارے جانے سے ان کی زندگیوں میں کوئی بدمزگی ہو۔ ہم سب اب اپنی زندگی میں خوش ہیں۔ اگر اب ہم ایک دوسرے سے ملیں گے تو مجھے لگتا ہے یہ سب پھر ہمارے رشتے خراب کر دے گا میں نے اسی لیے پلوشہ سے بھی کوئی رابطہ نہیں رکھا کیونکہ میں ان کے بیچ سے نکلا ہی اس لیے ہوں تا کہ وہ قریب آئیں اب اگر میں بار بار ان کے درمیان جاؤں گا تو ان میں دوریاں آجائیں گی ہم سب کے رشتے بہت نازک سے ہیں مرحا ہمارے ملنے سے یہ الجھ جائیں گے" مرحا اسی اداسی سے بولی

"وہ کہہ رہی تھیں کہ میں خالہ بننے والی ہوں" محب مسکایا

"ہم ان کے حق میں دعا کریں گے پر میں ابھی کہیں بھی نہیں جانا چاہتا میں صرف تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں" اس نے مرحا کو اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ مرحا اداس ضرور تھی پر کہیں نا کہیں وہ محب کی بات سمجھ گئی تھی۔ اس لیے خاموش ہو گئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&____________________

____________________&&&

دن ایک بار پھر اپنی اسی رفتار سے گزرنے لگے تھے اور کب دو سال جیسا بڑا عرصہ گزر گیا کسی کو پتہ ہی نہ چلا۔ اس بیچ محب کا اصرار تھا کہ مرحا دوبارہ پڑھنے لگ جائے جس پہ مرحا بالکل راضی نہیں تھی۔ محب کی لاکھ منتوں پہ وہ مانی تھی۔ محب اب اسے خود پڑھاتا تھا۔

"میرا دل کرتا ہے تم یونیورسٹی جاؤ" وہ اکثر اسے کہتا تھا اور جب بھی اسے کچھ یاد نہ ہوتا تو وہ محب کی گود میں سر رکھ کر کتابیں دور اچھال دیتی

"میں کہہ رہی ہوں میں فیل ہو جاؤں گی مجھے نہیں یاد ہو رہا "

"ہو جائے گا چلو شاباش بیٹھو" محب اسے پھر سے بٹھاتا اور پڑھانے لگتا۔ بہت مشکل سے محب نے اسے پڑھایا تھا اور محب کی محنت رنگ لے آئی تھی۔ مرحا پاس ہو گئی تھی۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ میں پاس ہو گئی ہوں" محب ہنسا

"مجھے بھی" مرحا کی مسکان اڑن چھو، اس نے ناراضی سے محب کو دیکھا

"میں اب آپ سے کبھی بات نہیں کروں گی" وہ کہہ کر جانے لگی محب نے اسے پکڑا۔

"ارے میں مذاق کر رہا تھا" اس نے مرحا کو اپنے سینے سے لگایا۔ "اب میں تمہارا یونیورسٹی میں ایڈمیشن کرواؤں گا" مرحا اس کی بات پہ دکھی سی ہو گئی۔

"آپ مجھے خوش نہیں دیکھ سکتے نا محب آپ بہت برے ہیں" وہ اس کے سینے میں چھپ جانا چاہتی تھی۔ یونی کے نام سے اس کا پتہ نہیں کیوں دل ڈوب رہا تھا۔

"محب میں یونی نہیں جانا چاہتی "

"کیوں۔؟" محب کے سوال پہ وہ خاموش سی ہو گئی۔ اسے نجانے کیوں ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ یونی جائے گی تو محب سے دور ہو جائے گی۔

&&&&&&&&&&&&&&

&&&&&&&&&&&

کمرے میں خاموشی پھیلی تھی۔ تیمور بیڈ پہ دراز تھا۔اس کے پہلو میں اسی کے نقوش کا تین ماہ کا بچہ سو رہا تھا جس کے سینے پہ اس کا ہاتھ رکھا ہوا تھا۔بچہ کچھ دیر بعد کسمسانے لگا۔ تیمور کی نیند گہری تھی پر پھر وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔

"کیا ہوا میری جان میری شونی سی اولاد" بچہ جواب زور زور سے رونے لگ تھا اسے تیمور نے اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا پر بچہ چپ نہ ہوا تبھی کمرے میں پلوشہ داخل ہوئی۔

"یہ میرے پاس آکر چپ ہو گا" وہ تیمور کو چڑانے والے انداز میں بولی اور اس کے ہاتھ سے اپنے بیٹے کو لے لیا۔

"تم دونوں کو میری قدر نہیں ہے میں کتنی محبت کرتا ہوں تم دونوں سے پر تم دونوں ہی مجھ سے پیار نہیں کرتے ہائے میری قسمت" وہ اداس سا ہو کر بیٹھ گیا۔پلوشہ اس کی اداکاری پہ ہنسی اور دائم کا گال چوم کر بولی

"کہو بابا کو ہم بھی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں" بچہ اب چپ تھا اور تیمور کو دیکھ رہا تھا تیمور اس کی بات پہ مسکرا کر بیڈ سے کھڑا ہوا اور بچے کو گود میں لے کر اس کا گال چوما وہ بہت جذبات سے دائم کو چومتا تھا اور اس کی والہانہ محبت دائم کو ڈرا دیتی تھی۔ دائم ایک بار پھر رونے لگا تو پلوشہ نے تیزی سے اپنی گود میں لیا۔

"پھر رلا دیا نا "

"میں نے تو پیار ہی کیا تھا" وہ بے چارگی سے بولا تھا

"بچوں کو آرام سے پیار کرتے ہیں "

"میں نے آرام سے ہی کیا تھا" وہ پلوشہ کے قریب آیا

"بالکل ایسے" اس نے پلوشہ اور دائم دونوں کو بانہوں میں بھر کر پلوشہ کا گال چوما اور شرارت سے بولا تھا۔ پلوشہ اس سب کے لیے تیار نہیں تھی وہ بس ہکا بکا سی اسے دیکھتی رہ گئی اور وہ آنکھ دبا کر نہانے چلا گیا تھا پھر وہ ہنس کر سر جھٹکتی کمرے سے دائم۔ کو لے کر نکل گئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

&______________________

میلسی پہ اب صبح جب اترتی تھی تو اپنے ساتھ بہت ساری خوشیاں لیے اترتی تھی۔ سورج کی کرنوں میں امیدیں ہوتی تھیں۔ نئے خواب ہوتے تھے مسکراہٹیں ہوتی تھیں۔ ہوائیں اب چلتی تھیں تو دل کو سکون دیتی تھیں۔ اب دل خوف سے آزاد تھے۔

سحر اس وقت بیڈ پہ بیٹھی ایک سالہ بچی کے کاندھوں تک آتے بالوں میں پنیں لگا رہی تھی۔ بالوں میں پینیں لگا کر اس نے بچی کا ماتھا چوما۔

"بابا ہمارا انتظار کر رہے ہیں باہر" اس نے بچی کو کہا تو بچی مسکا دی۔ سحر نے اسے گود میں اٹھایا اور کمرے سے نکل گئی۔

مصطفیٰ لاؤنج میں سفید کاٹن کے سوٹ میں ملبوس تیار لگتا تھا۔ سحر اور اشمل کو آتا دیکھا صوفے سے گہری مسکان کے ساتھ کھڑا ہوا۔

"میرا جانو بہت پیارا لگ رہا ہے" اس نے اشمل کو گود میں لے کر اسے چوما تھا۔ اشمل نے اس کے گلے کے گرد باہیں ڈال کر اپنا چہرہ اس کے کاندھے پہ رکھ لیا تھا وہ سحر سے زیادہ مصطفیٰ سے اٹیچ تھی اور مصطفیٰ کی بھی اب زندگی اشمل کے گرد ہی گھوما کرتی تھی۔ اکثر سحر اسے مذاق میں کہہ دیتی تھی "اب میری آپ کو ضرورت نہیں ہے نا مصطفیٰ آپ اپنی بیٹی کے ساتھ خوش ہیں" مصطفیٰ گردن ناں میں ہلا کر کہتا

"میں آپ دونوں کے ساتھ خوش رہ سکتا ہوں مجھے آپ کی سب سے زیادہ ضرورت ہے سحر" سحر مصطفیٰ کے جواب پہ ہنس دیا کرتی تھی۔

مصطفیٰ نے اپنے قریب کھڑی سحر کو دیکھا۔

"آپ تیار ہیں نا۔؟" سحر نے سر ہلا دیا تو اس نے کہا

"پھر چلتے ہیں ابا انتظار کر رہے ہوں گے ہمارا" وہ لوگ آج ملتان جا رہے تھے۔ مصطفیٰ نے سحر کا ہاتھ تھاما اور باہر کی طرف بڑھ گیا۔ پورچ میں کھڑی گاڑی میں بیٹھ کر وہ لوگ ملتان کے لیے

نکل گئے تھے۔ سحر نے مصطفیٰ کو دیکھا جو سامنے سڑک پہ نظریں جمائے گاڑی چلا رہا تھا اشمل سحر کی گود میں تھی۔ سحر نے مصطفیٰ سے نظریں ہٹا کر باہر بھاگتے درختوں کو دیکھنا شروع کر دیا اور اپنی بانہیں اشمل کے گرد مضبوطی سے حائل کر لی تھیں۔

"یہ دونوں باپ بیٹی میری متاعِ زیست ہیں۔ مصطفیٰ نے مجھے عزت دلائی اور اشمل نے مجھے معافی۔ میں ان دونوں کے بغیر صفر ہوں۔ مجھے اللہ نے مصطفیٰ دے کر میری زندگی اتنی خوبصورت بنا دی ہے کہ میں اللہ کا کبھی شکر ادا نہیں کر سکوں گی" اس نے اشمل کے گرد سے اپنا ایک ہاتھ ہٹایا اور بہت آہستگی سے مصطفیٰ کے ہاتھ پہ رکھ لیا۔ مصطفیٰ نے چونک کر اسے دیکھا تھا پر وہ باہر دیکھتی اپنی سوچوں میں گم تھی۔

"اب میں اس ہاتھ کو تھام کر ہر جگہ سر اٹھا کر چلتی ہوں۔ مجھے اس ساتھ سے عزت ملتی ہے۔ میں شاید مصطفیٰ کو کبھی ٹھیک سے نہیں بتا سکوں گی کہ میں ان سے کتنی دیوانگی کی حد تک محبت کرنے لگی ہوں۔ میں مصطفیٰ سے مکمل ہوتی ہوں میرے دل میں اب کسی چیز کا خوف نہیں ہے

کیونکہ میں جان گئی ہوں مصطفیٰ مجھے کسی صورت نہیں چھوڑ سکتے۔ کیونکہ وہ مصطفیٰ ہیں ان کے پاس ایک سونے کا دل ہے۔ جس میں نفرت، غصہ، برہمی، کچھ بھی نہیں ہے ان کے دل میں صرف محبت ہے غلطیوں کو معاف کرنے کی ہمت ہے وہ ایک عظیم انسان ہیں" مصطفیٰ نے بھی اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔ سحر نے سکون سے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موندلی تھیں۔ اس کے دل میں اب ہر طرح کا سکون تھا کیونکہ اس کے پاس مصطفیٰ تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&&&____________________________________

____________________________________&&&

دھوپ میں جلتی ان کی گاڑی یونی کے گیٹ کے سامنے کھڑی تھی۔ مرحا نے محب کو دیکھا

"میں نے نہیں جانا" محب نے ناراضی سے اسے دیکھا

"میں تم سے بات نہیں کروں گا تمہیں محب سے محبت ہی نہیں ہے" وہ گہرا سانس لے کر رخ موڑ گیا تھا۔ مرحا نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"اچھا نا میں ویسے ہی کہہ رہی تھی" وہ اپنی کتابیں اٹھا کر بولی تھی۔ محب نے مسکرا اسے دیکھا

"میں آج بہت خوش ہوں کہ تم یونی جا رہی ہو یہ میری زندگی کا سب بڑا دن ہے" وہ خوش لگتا تھا پر مرحا خوش نہیں ہو پا رہی تھی۔ وہ زبردستی سا مسکرا گاڑی سے نکل گئی۔ محب بھی گاڑی سے نکل آیا تھا۔ اس نے مرحا کے مرجھائے چہرے کو اوپر کیا

"دیکھو کچھ بھی نہیں ہو گا۔ میرا دوست یہاں پہ پروفیسر ہے کوئی بھی مسئلہ ہو تم نے اس کے پاس جانا ہے۔ وہ بہت اچھا ہے۔ تمہارا بہت خیال رکھے گا" مرحا کا دل پل پل ڈوب رہا تھا۔ اس نے سر ہلا دیا تو محب نے اسے سینے سے لگایا

"میرا اچھے والا بے بی اب جاؤ تمہیں دیر ہو رہی ہے" اس نے مرحا کو سینے سے الگ کر کے کہا۔ مرحا نے اسے نظر بھر کر دیکھا اور جانے کے لیے گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ وہ جیسے جیسے گیٹ کے قریب ہو رہی تھی محب کا بھی نجانے کیوں دل ڈرنے لگا تھا۔ اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہو رہا تھا پر اس نے اپنی سوچوں کو جھٹک دیا تبھی مرحا نے پلٹ کر اسے دیکھا

"بیسٹ آف لک" محب نے دونوں انگوٹھے اس کی طرف کیے تو مرحا مسکا کر یونی میں داخل ہو گئی۔

اسے یوں لگا جیسے وہ ایک نئی دنیا میں آگئی ہو۔ وہ کتابوں کو سینے سے لگا کر چلتی جا رہی تھی کہ تبھی اس کے کاندھے سے کسی کا کاندھا ٹکرایا پر مرحا نے اسے پلٹ کر نہ دیکھا وہ سیدھی چلتی رہی پر جس سے کاندھا ٹکرایا تھا وہ وہیں رک گیا تھا۔ اس کی نظروں نے مرحا کا دور تک پیچھا کیا تھا پر مرحا وہاں سے جا چکی تھی۔ اور اس کے پیچھے سارے کردار گلیشیر کی مانند جم گئے۔ پروفیسر، محب اور وہ نیا کردار سب وہیں تھم گئے تھے۔ انہیں وقت لگے گا اپنی حالتوں میں لوٹ آنے میں۔ تب تک ہم نے ان کے پگھلنے کا انتظار کرنا ہے۔

&&&&&&&&&&&&&&

&&&&&

** ختم شد **